نمبر [illegible] جلد [illegible] — اردو کا ماہوار باتصویر رسالہ — جولائی ۱۹۱۵ء

العصر

مرتبہ
پیارے لال شاکر (میرٹھی)

... के लिये

डोंगरेका बालामृत

چھوٹے بچون کی طاقت بڑھانے والی دوا۔ ڈونگرے کا بالامرت

یہ ڈونگرے کا بالامرت میٹھا ہونے کی وجہ سے چھوٹے بچے بہت خوشی سے پیتے ہین۔ یہ دوا بچون کو مضبوط طاقتور بنانے مین کیا ثابت ہوئی ہے۔ چھوٹے بچون کی کھانسی بخار بدہضمی جیپ وغیرہ امراض جو اکثر ناطاقتی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین وہ اس دوا کے استعمال سے نفع ہو جاتے ہین۔ اور اس سے بچون کا بدن تھوڑے ہی عرصہ مین گوشت سے بھر کر فربہ و وزن دار بنتا ہے اور غذا بہت جلد تحلیل ہو کر جسم مین طاقت بڑھتی ہے جن لڑکون کو دودھ ہضم نہین ہوتا ان کو دودھ مین بالامرت ملا کر دیا جائے تو وہ بھی طرح ہضم ہوتا ہے قیمت فی شیشی ۱۲ محصول ڈاک ۴ تین شیشی کی قیمت ۲ محصول ڈاک ۱۰

کے۔ ٹی۔ ڈونگرے کمپنی پینڈسے واڑی گرگام (بمبئی)

3591 A



طاقت بڑھانے والا پھل

کولا ٹانک افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری و تبدیلی آب و ہوا کے سبب بدن کمزور ہو گیا ہو تو اس کو استعمال کیجیے۔ نئی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ دم کو بڑھاتا ہے اس لیے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی کشتی کسرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کامون مین پہلے اس کو استعمال کرنے سے دم نہین پھولتا۔ ہول دل دھڑکن روکتا ہے رات کو جاگنا ہو اس کو پی لے نقصان نہین ہوگا یہ شراب و دوا فیونکی عادت کو چھڑاتا ہے مفصل حالت کی فہرست بلا قیمت منگوا کر دیکھیے۔

قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی عہ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبرہ ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ۔

ادب اور اُردو کا ماہوار باتصویر رسالہ

العصر

مرتبہ
پیارے لال شاکر (میرٹھی)

جلد ششم (۶)

جنوری۔ لغایت جون ۱۹۱۷ع

جس میں
پچاس سے زائد نامور اہل قلم حضرات کے تقریباً اسی مضامین نظم و نثر
اور اٹھارہ نادر و نایاب تصاویر شامل ہیں

مقام اشاعت
دفتر رسالۂ العصر نولکشور پریس حضرت گنج۔ لکھنؤ

(قیمت مجلد عیا علاوہ محصول)

فہرست مضامین جلد ششم

نثر

نظم

فہرست تصاویر

العصر کے قواعد

یہ باتصویر ماہوار رسالہ جو اردو علم ادب کی ترقی کا اعلیٰ نمونہ ہے ملک کے مشہور اہل قلم منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی ادارت و ملکیت میں نولکشور پریس لکھنؤ سے ہر ماہ کے آخر میں شائع ہوتا ہے۔ ملک کے نامور اہل قلم مسلم الثبوت اساتذہ اور بہترین انشا پرداز اسے دقیع دلچسپ اور مفید بنانے میں سرگرم ہیں۔ مضامین کی نوعیت ایسی ہے جو ہر طبقہ کے لیے دلچسپ ہو۔ کوشش کی گئی ہے کہ اس کے مضامین نثر ہوں خواہ نظم تعلیم یافتہ مستورات کے لیے بھی اسی قدر دلچسپ مفید اور خوشگوار ثابت ہوں جس قدر تعلیم یافتہ اصحاب اور بالغ نظر حضرات کے لیے۔

اس کی ضخامت کم و بیش اسی صفحات ہوتی ہے اور صفحہ میں دو کالم ہونے کی وجہ سے اس میں معمولی تقطیع کے سوا سو صفحات سے زائد گنجائش رکھی گئی ہے اس کے علاوہ ہر ماہ التزاماً متعدد رنگین اور سادہ عکسی تصاویر دی جاتی ہیں جن میں مشہور مصوروں کی صناعی کے نمونے مشاہیر حضرات کے فوٹو تاریخی عمارات کے نقشے اور دیگر دلچسپ واقعات کے مرقعے ہوتے ہیں۔ بعض تصاویر کے متعلق مشہور شاعروں کی نظمیں بھی حاصل کی جاتی ہیں جو تصویر کی دلکشی دوبالا کر دیتی ہیں۔ قدر دانوں کی ترقی کے ساتھ اس کے حجم اور تصاویر کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہیگا۔

تصاویر کے علاوہ اس کی لکھائی چھپائی میں بھی خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور قیمتی کاغذ پر نہایت صفائی کے ساتھ تصاویر چھاپ کر اس میں اضافہ کی جاتی ہیں جو اس کی مقررہ ضخامت سے علحدہ ہوتی ہیں۔ بہرنوع قدر دانان علم ادب کے لیے ایسا پرچہ مہیا کیا گیا ہے جو کہ قیمت کے ساتھ انگریزی میگزینوں سے مشابہ ہے۔

اس کی سالانہ قیمت للعہ مع محصول ہے اس قیمت میں ان خصوصیات کے ساتھ کوئی پرچہ مل نہیں سکتا۔ بلکہ اس ارزانی کے ساتھ اسقدر تصاویر بھی کہیں دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ ناظرین معززنا ظرین سے التماس ہے کہ اگر یہ خدمات قابل قبول ہوں تو علاوہ ذاتی قدر دانی کے اس کی توسیع اشاعت میں بھی حتی الامکان امداد فرمائیں۔

خریداری کے لیے پیشگی قیمت آنا ضروری ہے نمونہ مفت نہیں بھیجا جائے گا۔ بلکہ زر وصول ہونے یا دیلو پی ایبل کی اجازت آنے پر ارسال ہوگا۔ نام اور پتہ صاف اور خوشخط لکھا جانے تاکہ پرچہ پہنچنے میں دقت نہ ہو۔

اس رسالہ میں مذہبی مباحث اور موجودہ پالٹیکس پر کوئی مضمون نہ چھاپا جائے گا۔ ناتمام مضامین بھی نہیں لیے جائیں گے جس مضمون کے ساتھ تصویر کی ضرورت ہو اس کا مضمون نگار حضرات خود بند و بست فرمائیں۔

خط و کتابت بپتہ ذیل پر ہونی چاہیے

مینیجر رسالہ العصر نولکشور پریس حضرت گنج لکھنؤ اودھ

العصر

جلد ۷ — نمبر ۱

فہرست مضامین

تصاویر

العصر کی محدود آمدنی اور کاغذ و دیگر لوازمات طبع کی روز افزوں گرانی کے باعث ہم مجبور ہیں کہ چند ماہ کے لیے سلسلۂ تصاویر کو ملتوی کر دیں۔ یقین ہے کہ معاونین کرام ہماری موجودہ مجبوریوں اور پریشانیوں کا لحاظ فرما کر سلسلۂ تصاویر کے عارضی التوا کو زیادہ اہمیت نہ دیں گے۔ العصر سے بہت پرانے اور کثیر الاشاعت پرچے آج سے بہت قبل اس قسم کے سلسلوں کو مجبوراً بند کر چکے ہیں؛ حالانکہ ہم اب تک اس سلسلے کو نباہے گئے۔ اگر توسیع اشاعت کے ذریعہ سے ہماری کافی مدد کی گئی تو ہم بہت جلد اس سلسلے کو از سر نو جاری کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ انشاء اللہ بعض ضروری تصاویر اب بھی وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہیں گی۔

خادم شاکر (میرٹھی)

قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ العصر ہر ماہ کے آخر میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔

(۲) اس رسالہ کی سالانہ قیمت للعہ مع محصول ہے اور ۱۲ اغیر سے صہ مع محصول ہے اس میں کمی ناممکن ہے۔

(۳) نمونہ کے لیے ۳ر آنا چاہیئے مفت نہیں دے گا۔

(۴) خریداری کے لیے پیشگی قیمت آنا ضروری ہے ورنہ کا حساب نہیں

(۵) خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ دینا چاہیئے۔

(۶) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔

(۷) ترسیل زر، درخواست خریداری اور جملہ انتظامی امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر رسالہ العصر نولکشور پریس لکھنؤ ہونا چاہیئے۔

(۸) مضامین بغرض اندراج رسالہ ریویو کے لیے کتابیں تبادلے کے لیے اخبارات و رسائل بنام منشی پیارے لال صاحب شاکر مالک و ایڈیٹر رسالہ العصر لکھنؤ ارسال کیے جائیں۔

(۹) العصر میں مذہبی مباحث اور موجودہ پالٹیکس پر کوئی مضمون نہ چھاپا جائے گا، ناتمام مضامین بھی نہ لیے جائیں گے

(۱۰) اعلیٰ علمی و ادبی مضامین کے لیے نقد معاوضہ بھی نذر کیا جائے گا مگر اس میں اونیٰ تخیل مضامین کی گنجائش نہیں ہے۔

سمن بنابر انفصال مقدمہ

بعدالت مسٹر گڈنی صاحب بہادر آئی-سی-ایس
کنٹونمنٹ مجسٹریٹ و جج مطالبہ خفیفہ-چھاؤنی کوئٹہ
نمبر ۱۲ خفیفہ بابت سال ۱۹۱۷ء

قمر الدین ولد فیض الدین قوم شیخ سکنہ کوئٹہ — مدعی

بنام

مسماۃ وحیدن بیوہ اصغر علی قوم شیخ سکنہ شاہجہانپور محلہ بازیت خیل متصل مکان عبدالحسن — مدعاعلیہ

دعوی ۳۷۷ روپیہ

ہرگاہ سمن بنام مدعاعلیہ جاری ہوکر مدعاعلیہ پر تعمیل سمن نہین ہوئی۔ اور مدعاعلیہ دیدہ و دانستہ تعمیل سمن سے گریز کررہی ہے۔ اس لیے یہ اشتہار حسب آرڈر نمبر ۵ قاعدہ نمبر ۲۰ جاری کیا جاتا ہے کہ مدعاعلیہ بتاریخ ۱۲ جولائی ۱۹۱۷ء بوقت ۱۱ بجے صبح کو عدالت ہذا مین اصالتاً حاضر ہوکر پیروی کرے۔ ورنہ اسکی عدم حاضری مین یکطرفہ کارروائی ہوگی۔

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ
۹ جولائی ۱۹۱۷ء جاری کیا گیا

مہر عدالت — دستخط حاکم

العصر

بہشت کی نسبت خیالات

تمہید

متمدن اقوام اور غیر مہذب قبائل کے درمیان یہ خیال رائج ہی کہ دینداراور دھرماتما لوگ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ایک خاص جگہ جاتے ہین جسے "سورگ" "بہشت" وغیرہ نامون سے یاد کیا جاتا ہی۔ سورگ دھام کا خیال بہت پیچیدہ ہی کیونکہ وحشی اور پست حال اقوام کے درمیان متضاد ومتناقض خیالات رائج ہین ایک قوم ایک سے زیادہ خیالات مانتی ہی۔ مثلاً یہ کہ جب آدمی مرجاتا ہی تو اُس کی روح وہین گھومتی رہتی ہی جہان وہ پیدا ہوا' پرورش پائی' مقررہ ایّام زیست بسر کیے اور ملک عدم کو چل دیا۔ اُس کے ساتھ یہ بھی مانا جاتا ہی کہ اُس کی روح ایک اور دنیا کو چلی جاتی ہی جس سے وہ پہلے نا آشنا تھی؛ اور یہ بھی اعتقاد ہی کہ وہ جون بدلتی ہی اور جاندار کے اندر حلول کرجاتی ہی۔ اس قسم کے خیالات ایک ساتھ ملنے کی وجہ عموماً یہ ہوتی ہی کہ اِس قوم کے افراد کی عقلی اور دینی حالت ابتدائی اور طفلانہ ہوتی ہی اور اس تضاد اور تخالف مین امتیاز کرنے کا ان مین مادہ نہین ہی؛ اور ایک وجہ یہ بھی ہی کہ وہ ایک آدمی کے اندر ایک سے زیادہ ارواح مانتے ہین جو مرنے کے بعد مختلف صورتین اور راستے اختیار کرتی ہین۔ بعض قومون مین یہ خیالات ایسی مختلف صورت مین نہین پائے جاتے۔ ان کے ہان یہ مانا جاتا ہی کہ روح اگلی دنیا سے کچھ عرصہ کے بعد متوفی کی قبر اور مکان کو لوٹ آتی ہی اور اُس کے بعد دوسرا جنم اختیار کرتی ہی۔ سردست اِن خیالات پر مفصل بحث کرنے کی ضرورت نہین؛ صرف "سورگ" کی بابت مختلف خیالات درج کرنے پر اکتفا کیجاتی ہی۔

کئی قومین یہ مانتی ہین کہ وجود ما بعد کی زندگی موجودہ زیست کا تتمہ ہی جو بلا تغیر واقع ہوتا ہی۔ وحشی لوگ یہ کہتے ہین کہ "سورگ مین دھرماتما پُرشون

کو طرح طرح کی اشیا ملذت کھانے کو ملتی ہین، مکانات آراستہ ہون گے،
شیشہ اور مچھلی ہونا ت ... تمام خواہشات نفسانی اچھی طرح
پوری ہو جانے کی ... خیال کی رو سے مرنے کے بعد سردار
سردار ہی رہیگا اور غلام غلام۔ بعض وحشی قبائل یہ کہتے ہین کہ جو لوگ
... اچھی طرح ... مرگئے ہین وہ اُن پر خاص مہربانی
ظاہر کرتے ہین ... دنیا مین بہادری اور شجاعت مین نام پیدا
کرلیتے ہین اُنھین وہان خاص ... ملتا ہی ... کی سزا و جزا کا خیال
ہندو ... اور مسلمانون مین خصوصیت سے مانا جاتا ہی علاوہ برین
اُن ... خیالات مین ... کی بقا بھی تسلیم کی گئی ہی ... عالم کے ...
مرنے کے کچھ عرصہ بعد دوسری دنیا سے ... کی واپسی کی نسبت جو
خیال رائج ہی ... غالباً خوابون سے ... جن مین انسان
اپنے مردہ عزیزون اور دوستون کو دیکھتا اور اُن سے بات چیت کرتا ہی۔

بہشت کے محل وقوع کی بابت بھی خیالات مختلف ہین اور ان پر
مقامی حالات اور رسوم کا بڑا اثر پڑا ہی۔ جہان مردے غارون کے
اندر گاڑے جاتے ہین وہان مردگی کا مقام زیر زمین قرار دیا گیا ہی۔ بعض
اسے مشرق اور بعض جانب مغرب سمجھتے ہین بعض وحشیون کے خیال
کے مطابق وہ کسی جزیرہ مین واقع ہی۔ جنتی زیست کے خیال کی ابتدا
غالباً اس دنیا کے دکھون سے ہوئی ہی۔ طبعاً انسان دکھ سے بچنا اور
سکھ حاصل کرنے کا بڑا خواہشمند رہتا ہی جب یہ دیکھتا ہی کہ اس جہان مین
اس کا حصول امر محال ہی تو وہ اُسے اُس سے باہر اور دور قرار دیتا ہی
اور وہان پہنچنے کی خواہش کے علاوہ طرح طرح کے وسائل اختیار کرتا ہی
اور یہ وسائل عموماً مذہب کے احکام دین کی شرع بزرگون کے رسم و
رواج وغیرہ کی پابندی پر مشتمل ہوتے ہین۔

وحشی قومون کے خیالات

صحت کے ساتھ یہ کہنا دشوار ہی کہ بنی آدم کے جد امجد یعنی ابتدائی انسان
کا خیال بہشت مین کیا تھا۔ زمین کے نیچے اور غارون کے اندر سے
جو اشیاے اثری برآمد ہوئی ہین اور جو قرن الحجر سے متعلق ہین اور بعد مین
تدفین کے وقت جو چیزین کام مین لائی جاتی تھین ان سے یہ اخذ کیا
جا سکتا ہی کہ اُس نہایت دور افتادہ اور تاریک زمانہ کے لوگ تسلسل حیات
کے قائل تھے۔ چاہے وہ جسمانی ہو یا روحانی، اس دنیا سے متعلق ہو یا
نکلے جہان سے۔ ادنےٰ درجہ کے وحشیون کے درمیان جنتی زندگی کا جو
خیال ہی ہمین اس کا معقول علم ہی۔ عالمون اور سیاحون اور مشنریون نے
اس کی اچھی طرح تحقیقات کی ہی جزیرہ تسمانیہ کے وحشیون کا خیال
بہشت واضح نہین ہی تاہم وہ سورگ مین پہنچنے کے خواہشمند اور امید
رکھتے ہین اور اس کے حصول کے کوشان ہین۔ اُن کا یہ بھی خیال ہی کہ جن
وحشیون اور نعمتون کی تمنا یہان رہتی ہی وہ وہان جا کر دستیاب ہو جائینگی
آسٹریلیا کے اصل باشندون کے دینی خیال کے بارے مین بہشت کی نسبت بعض
محققین نے مبالغہ ... سے بڑائی سے کام لیا ہی مگر تاہم اس قدر یقینی ہی
کہ وہ بہشت مین پہنچنے کے بڑے آرزومند پائے گئے ہین۔ وسطی اور شمالی حصون
کے وحشی یہ کہتے ہین کہ انسان ادھر مرتا ہی اور اُدھر جنم لیتا ہی۔ موٹ لکھتا ہی
جنوبی مشرقی خطہ کے باشندے یہ مانتے ہین کہ مرنے کے بعد انسان ایک
ایسی پُر آسایش جگہ مین جاتا ہی جو بحر زخار کے اُس پار ہی اور بعض اس کا
محل وقوع آسمان قرار دیتے ہین۔ اُن کے خیال کی رو سے وہ سرزمین
ہمارے کرہ ارض کی مانند ہی جسے وہ بعض دفعہ ملک درخت گوند کے
نام سے بھی پکارتے ہین۔ وہ بڑی زرخیز اور سیر حاصل ہی وہان شکار کثرت
سے پایا جاتا ہی۔ وہان کی ہر شے اس دنیا کی چیزون سے بہتر ہی۔ وہان
ارواح اسی طرح رہتی ہین جیسے اس دنیا مین اُنھین ہر طرح کی آزادی حاصل
ہی۔ وہ جب چاہتی ہین تو اس دنیا مین بھی سیر کرنے کو چلی آتی ہین آسمان کو
جانے کا راستہ ڈوبتے آفتاب کی کرنین سمجھی جاتی ہین۔ کہکشان سے بھی بہشت
مین پہنچ سکتے ہین۔ وہان بھوت بھی رہتے ہین۔ دریاے ہر ... کے کنارے

کے قبائل کہتے ہین کہ بہشت کو دریا کے راستے سے جا سکتے ہین - وہان میوون کے باغ ہین اور ہر طرح کی نعمتین پائی جاتی ہین خلیج کے قرب مین جو قبیلے آباد ہین، وہ بہشت کو "یالانکری" کہتے ہین اُن کے نزدیک کہکشان کے راستے سے وہان پہنچ سکتے ہین - وہان ایک بڑی روح ہی جو مردون کی نگہداشت کرتی ہی، وہان پانی کی کثرت اور میوے دار درخت ہین - وہ شاداب سرسبز زمین ہی شکار کی بڑی کثرت ہی" پامر کہتا ہی کہ اس قبیلہ کی بہشت عالم ستارگان سے پرے ہی - وہ وہان جانے سے ہرگز نہین گھبراتے۔

بقول ہوئٹ واکل بیرہ قبیلہ کا خیال ہی کہ داہنے ہاتھ سے کام کرنے والے آسمان پر اور بائین ہاتھ سے کام کرنے کی عادت رکھنے والے زیر زمین جاتے ہین بیری (آسٹریلیا کی) اور گرد کی وحشی قومین یہ مانتی ہین کہ بہشت ایک جزیرہ پر واقع ہی جہان صرف "صلحا" اور وہ لوگ جا سکتے ہین جو شکار مارنے اور مچھلی پکڑنے مین ہوشیار ہین بعض اور قبائل بچون کے اگلے دو دانت توڑ ڈالتے ہین تاکہ وہ آسمان کو بآسانی چڑھ جائے جو لوگ اس دستور کے پابند ہین اُن کے واسطے صاف ٹھنڈے اور شیرین پانی کے چشمے ہین اور جو لوگ اس کے خلاف ہین انھین گدلا اور بُرا پانی ملے گا - واضح ہو کہ جس علاقہ مین یہ قبائل رہتے ہین وہان پانی کی سخت قلت رہتی ہی ندی نالے نہین پائے جاتے - کوسون تک ریگستان اور بیابان ہین جہان پانی عنقا ہی - اس وجہ سے اُن لوگون نے یہ سمجھ رکھا ہی کہ بہشت مین میٹھا اور ٹھنڈا پانی افراط سے ملے گا اس سے یہ بخوبی ظاہر ہی کہ طبعی حالات انسان کے عقائد پر ہمیشہ گہرا اثر ڈالتے ہین - اُن مین سے بعض قبائل ایک عظیم ہستی کے قائل ہین جو اخلاق کا پابند ہی اور اپنے بندون کو اُنکے اعمال کے مطابق سزا دیتا ہی۔

جزائر انڈمان کے وحشی کہتے ہین کہ زمین کے نیچے ایک جنگلی دنیا ہی اس کو وہ "چتان" کہتے ہین - وہان مردون کی روحین جا کر رہتی ہین اور پرندون اور جانورون کی روحون کا شکار کھیلتی ہین آسمان اور زمین کے درمیان بید کا پُل ہی جس سے ایماندارون کی روحین بہشت کو جاتی ہین، اور بدکارون کی ارواح ایک سرد خطہ مین بھیجی جاتی ہین مگر اخیر مین تمام روحین متحد ہو جائینگی اور ایک نئی دنیا مین ابدی شباب کی زیست بسر کرینگی، وہان موت اور بیماری نہ ہوگی۔

جزیرہ نماے ملایا کی بعض وحشی قومین سمانگ، سکائی اور جاکن سزا و جزا کی قائل ہین - دیندار بہشت مین جائینگے اور بدکار ایک ایسی جگہ بند کیے جائینگے جہان ہر وقت دکھ اور مصیبت اٹھانا پڑے گی - مگر ایک زمانہ کے بعد وہان سے آزاد ہونگے اور انھین ختم کیا جائے گا اور پھر انھین بہشت مین داخل ہونے کی اجازت ہوگی اُن کے خیال کی رو سے بہشت آسمان پر ہی مغرب کی طرف سے اُسکے اندر داخل ہوتے ہین سو وہ "میوون کا جزیرہ" ہی جہان سے انسان کی خاطر تمام مضر اشیا خارج کی گئی ہین۔

اسکیٹ اور بلاگڈن اپنی کتاب الموسوم بہ "ملایا کی بت پرست اقوام" مین لکھتے ہین کہ سمانگ اور جاکن نے آسمان کے تین حصے کیے ہین اوپر دو طبقے بہشت کے ہین جہان مبارک اور مقدس لوگ جا کر رہتے ہین - وہان جنگلی میوون کے درخت ہین بعض قبائل چاند کو "جزیرہ اثمار" قرار دیتے ہین، اور گیتون مین اُسے "چمنستان" کہا گیا ہی - بہشت کا بہترین حصہ دانشمندون اور سن رسیدہ لوگون کے واسطے مخصوص ہی اہل سمانگ کے خیال مین میوون کا جزیرہ جادو ٹونا کرنے والون کی روحون کے واسطے ہی - بدکارون کے ماسوا باقی لوگ سمندر عبور کر کے ایک سرزمین کو جاتے ہین جہان انناس اور تاڑ کے درخت ہین - اہل اسکائی کے عقیدہ کے مطابق سب روحون کی تشفی پاتال مین ہوتی ہی - اس کے بعد انھین کھولتے پانی کے اوپر سے گزرنا پڑتا ہی - گنہگار جوش مین گر پڑتے ہین - اور باقی بلا ضرر آگے نکل جاتے ہین اور جزیرہ اثمار پر جا پہنچتے ہین -

اہل بابکن کہتے ہین کہ جزیرہ اناما مین بچون کی ارواح جوان ہو جاتی ہین۔ وہان کوئین کا بادشاہ ہے بیماری اور بڑھاپا کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔ ایک اور قبیلہ بشیعا یا جزیرہ آنار کا محل وقوع چاند مین بتاتا ہے۔ وہان صرف ایک لوگ ہی جا سکتے ہین۔ ناترو قبیلہ کہتا ہے کہ مغرب کی طرف سے ارواح جزیرہ آنار کو چلی جاتی ہین اور وہان بڑے امن و آسائش عیش و صفائی سے رہتی ہین۔ میوے کھاتی ہین۔ شادیان کرتی ہین اُن کے وہان بچے پیدا ہوتے ہین۔ بلکہ بیماری اور موت کے نام سے بھی کوئی آشنا نہین ہے جو لوگ خونریزی کی موت مرتے ہین اُن کی ارواح سرزمین سرخ مین جاتی ہین گو جزیرہ آنار سے غذا حاصل کرلیتی ہین"

جنوبی افریقہ کے باشندے وحشی بھی بقا اور بہشت کے قائل ہین اُن نے سردارون کے ہان مدفین کی جو رسوم ادا کی جاتی ہین وہ براہ راست اُن کے اس اعتقاد کو روشنی مین لاتی ہین۔ گو اُن کے ہان جو خیالات اشاعت پذیر ہین سیاحون نے اُنھین اچھی طرح نہین لکھا ہے۔ کلوا اپنی کتاب الموسومہ "جنوبی افریقہ کی دیسی اقوام" مین لکھتا ہے کہ دریائے گریب کے کنارون پر جو وحشی قبائل ہین اُن کے ہان یہ روایت ہے کہ مرنے کے بعد انسان بہشت مین جاتا ہے جسے وہ "نورگہ" کہہ کر پکارتے ہین۔ جب مردہ کی ایک انگلی کا جوڑ کاٹ دیا جاتا ہے تو وہ بڑی آسانی سے سورگ مین پہنچ جاتا ہے۔ ہاٹن ہاٹ وحشی کہتے ہین کہ گنبد فلک پر ایک خطہ ہے جہان وہی باتین پائی جاتی ہین جو اس دنیا مین دیکھنے مین آتی ہین۔ اُن کا سب سے بڑا دیوتا تسوئی گوم ہے جو نہایت شاداب اور دلفریب بہشت مین رہتا ہے۔ مردون کی ارواح انسانون پر گہرا اثر ڈالتی ہین اور اُنھین سب معاملات مین دسترس حاصل ہے لیکن ان کے رہنے کا مسکن نامعلوم ہے۔ اُن کے اعتقاد کے مطابق تارے مردون کی روحین اور آنکھین ہین۔ ہاٹن ہاٹ لوگون کی دفنانے کی رسمون سے بھی پایا جاتا ہے کہ وہ بقاے روح کے معتقد ہین۔

جزیرہ گرین لینڈ کے اسکیمو لوگون کے درمیان یہ خیال رائج ہے کہ دو خاص خطے ہین جہان مردون کی روحین جا کر رہتی ہین (۱) ایک سر آسمان ہے جہان وادیان اور رہائیان ہین اور اس کے اوپر آسمان ہے۔ ایک جھیل کے کنارے پر خیمون کے اندر روحین رہتی ہین وہان مچھلیان اور مرغابیان بڑی کثرت سے پائی جاتی ہین۔ وہان بہت سردی ہوتی ہے اور رنگ بے بکا ہے قحط بھی نازل ہوتے ہین (۲) خطہ زمین کے نیچے ہے جسے پاتال کہنا بجا ہوگا۔ وہان خوشگوار اور طراوت بخش دھوپ ہوتی ہے اور ہمیشہ موسم گرما رہتا ہے۔ وہان مچھلی شکار اور پانی بڑی بہتات سے پایا جاتا ہے سیل اور رین ڈیئر بلا دقت ہاتھ لگ جاتے ہین بلکہ یہ جانور بڑی بڑی دیگون مین اُبلتے اور پکتے بھی مل جاتے ہین مثل مشہور ہے "بلی کو چھیچھڑون کے خواب" برفستان کے اسکیمو شیرین پانی اور حیوانی خوراک کے محتاج رہتے ہین اُن کے نزدیک بہشت وہی جگہ ہے جہان ضروریات زندگی بافراط میسر ہو جاتی ہین۔ مشہور ڈچ سیاح قطب نمائی نانسن نے "اسکیمو کی طرز معاشرت" اور جرمن محقق رنک نے "اسکیمو کی روایات و حکایات" مین لکھا ہے کہ ہر دو خطون مین ارواح کے جانے کے لیے کئی اسباب بیان کیے جاتے ہین خطہ بالائی بدکارون اور جادوگرون کے واسطے ہے۔ جو لوگ اس دنیا مین دکھ اٹھاتے ہین یا سمندر مین ڈوبتے ہین اور بہادر آدمیون کی ارواح کسی دوسری جگہ جاتی ہین۔ دوسرا یہ خیال ہے کہ جسم کے ساتھ جیسا سلوک کیا جاتا ہے ویسا روح کا حشر ہوتا ہے۔ اگر مرنے سے پہلے بدن زمین پر رکھا جائے تو روح پاتال کو جاتی ہے۔ اگر کسی چیز پر ہو تو عالم بالا کو چڑھ جاتی ہے۔ پاتال کا راستہ نہایت ہولناک ہے کئی روحین راستہ ہی مین برباد ہو جاتی ہین۔

جزیرہ ساموا کے باشندے ایک مسکن پر راحت کے قائل ہین جسے وہ "پلوتو" کہہ کر پکارتے ہین جو سمندر کے نیچے ہے۔ وہان ارواح آب حیات

مین غسل کرتی ہین جس سے وہ بشاش ہوجاتی ہین۔ ہر قسم کی کمزوریان جاتی رہتی ہین۔ بڑھے جوان بنجاتے ہین۔ وہ خطہ اس دُنیا کا جواب ہو سنزا، وہان محلون کے بیل پالے بنائے جاتے ہین۔ گِل کہتا ہو کہ سنزار اور عالی مرتبہ لوگ آسمان کو جاتے ہین جس کے دروازے اُن کے واسطے کھل جاتے ہین۔ جزیرہ آئے کی کے وحشی کہتے ہین کہ ایک زیرِ زمین خطہ ہو جدھر اُن آدمیون کی روحین جاتی ہین جو طبعی موت مرتے ہین۔ وہان میز دا انھین چٹ کر جاتا ہو۔ اُن کے خیال کے مطابق بہادرون کی جنت کے دس طبقے ہین اور وہان تانگہ رد آدیوتا رہتا ہو۔ سینڈویچ جزیرہ کے باشندون کی بہشت کا نام "پو" ہو جو بہت تاریک مقام ہو۔ وہان مُردون کی ارواح کھائی جاتی ہین بعض اسی عمل سے بقا حاصل کرتی ہین۔ وہ پاتال کے بھی قائل ہین جو سطح سرسبز اور دلکش جگہ ہو۔ ہر شئے آپ سے آپ اُگتی اور بڑھتی ہو۔ ٹرنر لکھتا ہو کہ جزیرہ سیوج کے باشندے ایک زیرِ زمین خطہ کے معتقد ہین مگر اُن کا خاص بڑا مقام "سینا" آسمان پر ہو۔ نیک لوگ ابدی نور کے خطہ مین داخل ہوتے ہین۔ اُن کے نزدیک عصمت، دوسرے قبیلہ کی چیزون کی چوری اور دشمنون کا قتل ثواب مین داخل ہو۔ باقی جزائر پالنیشیا کے وحشیون کے خیالات اور روایات بھی اسی قسم کے ہین۔ پھل پھول آب شیرین وغیرہ بہشتی برکتین سمجھی جاتی ہین۔ اُن کے واسطے وہی مقام بہشت ہو جہان یہ اشیا محنت کے بغیر کثرت سے ہاتھ آجاتی ہین "جزیرہ نیوزیلینڈ کے باشندون کا خیال اورون سے قدرے مختلف ہو۔ ایماندارون نرم دلون اور ترس کھانے والون کی ارواح بہشت مین جاکر روشنی مین رہتی ہین برعکس اس کے بدکارون بیرحمون اور بدزبانون کی روحین پاتال کے تاریک قیدخانہ مین مقید ہوتی ہین"۔

جزیرہ بورنیو اور نیوگنی کے باشندون کے درمیان مختلف خیالات رائج ہین، اور ایسا معلوم ہوتا ہو کہ ہندوؤن اور مسلمانون کے عقائد کا اُنکے خیالات پر خاص اثر ہوا ہو۔ وہ اگلی دنیا کو اس جہان کا مثنیٰ سمجھتے ہین جہان سب داخل ہوسکتے ہین۔ ان لوگون کو خاص جگہ نصیب ہوتا ہو جو سخت قسم کی موت سے مرتے ہین۔

سراوک کے[۱] ایک باشندے کہتے ہین کہ مُرنے دوسری دنیا مین جاکر گھر بناتے اور دھان بوتے ہین۔ وہ اپنے زندہ عزیزون اور دوستون کو تعویز گنڈون سے بہت فائدہ پہنچاتے ہین۔ مُردون کو چھو مرحلے طے کرنے پڑتے ہین۔ گنہگار اول منزل مین سزا بھگت لیتے ہین آخری مرحلہ طے کرکے پُر آسایش، راحت انگیز اور سُکھ کے مسکن مین پہنچتے ہین۔ اسکے بازار صاف سُتھرے اور مکان عمدہ بنے ہوے ہین۔ وہان دریا جھیلین باغات ہین، اور اردگرد عالیشان دیوار ہو۔ لوگ متمول ہین اور بڑے آنند سے رہتے ہین۔ نیوگنی کے باپوآلوگ اور قرب و جوار کے وحشیون کے درمیان بھی بقا کے عقائد رائج ہین جیسے تدفین کی شاندار رسوم سے منتج ہوتا ہو۔ بہشت اور عالمِ ارواح کی بابت مختلف خیالات ہین کوئی اُسے ایک جزیرہ پر کوئی اُسے آسمان پر اور کوئی زمین کے تہ خانون مین قرار دیتا ہو۔ بعض قبائل کے عقیدے کے مطابق ہر کوئی وہان جا سکتا ہو؛ اور بعض وحشی یہ کہتے ہین کہ وہی لوگ بہشت کے مستحق ہین جو تمام رسوم کی پابندی کرتے ہین۔ مگر اُن سب کا یہ عقیدہ مشترکہ ہو کہ بہشت روشنی اور راحت کا مسکن ہو جہان دوستون اور عزیزون سے ملاقات اور راحت استمراری حاصل ہوتا ہو۔ ارواح ہمیشہ کاشتکاری، ماہی گیری اور مختلف دعوتون مین اپنا وقت صرف کرتی ہین اور ہر وقت خوش و خرسند رہتی ہین۔ ٹامسن "برٹش نیوگنی" مین لکھتا ہو کہ "وڈلارک جبشی یہ مانتے ہین کہ جن لوگون کے بدن گودے جاتے ہین وہ سانپ پل کے راستے سے جزیرہ توم مین پہنچتے ہین۔ جو جنتی مقام ہو۔ وہان زندگی کے حظائظ و لطائف سے پوری راحت حاصل کرتے ہین۔ عورتین کاشتکاری کرتی ہین اور اپنے شوہرون

---

[۱] بروک۔ دس سال سراوک مین ۱۲

شوہرون کے واسطے طرح طرح کی نعمتین تیار کرتی ہین۔

پالنیشیا کے جزائر کے سب باشندے بقا کے قائل ہین اور اگلی دنیا کی زندگی کو موجودہ زیست کا عکس تصور کرتے ہین اُس کے ساتھ ہی ان کا یہ اعتقاد بھی ہو کہ سردارون اور شجاعون کے واسطے بہشت مین اورون سے زیادہ جگہ ہو اور یہ کہ جب طائرِ روح قفسِ عنصری سے نکل جاتا ہو تو اُسے بہت اعلیٰ قوت حاصل ہو جاتی ہو جو شخص رسوم کا پابند ہو اُسے خاص اجر ملتا ہو گویا یہ لوگ اعمال حسنہ کے معاوضہ کے قائل ہین۔ اُن کے خیال کے مطابق بہشت ایک جزیرہ مین واقع ہو بعض قبائل اُسے زیرِ زمین مانتے ہین۔ اور نیو برٹن، سانتا کروز، نیو ہیبریڈیز اور فیجی کو سورگ دھام سمجھتے ہین ان کا یہ بھی اعتقاد ہو کہ وہان مختلف باشندون کے واسطے مختلف جگہ ہین جس ڈھنگ سے زندگی بسر کی جاتی ہو اور جس طریقہ سے موت واقع ہوتی ہو اس کے مطابق آدمی کو بہشت گاہ مین رہنے سہنے کو جگہ ملتی ہو۔ یہ لوگ جنت مین داخل ہونا بہت دشوار اور وقت طلب سمجھتے ہین۔

مین بری کہتا ہو کہ نیو برٹن کے شمال کے لوگ یہ مانتے ہین کہ جو شخص دیوتا کو کوڑیان اور گھونگے دیکر خوش کر سکتا ہو وہ بہشت کو جا سکتا ہو اور جو خوش نہین کر سکتا اُسے ایک تنگ و تاریک اور خوفناک خطہ مین بھیجا جاتا ہو۔ جنوبی ساحل کے آدمی بہشت کو زمین کے نچلے طبقات مین قرار دیتے ہین۔

ٹرنر لکھتا ہو کہ جزائر ٹورس سے لیکر فیجی تک کے باشندے پاتال کے معتقد ہین جسے وہ بنوٹی کے نام سے یاد کرتے ہین۔ جزیرہ پنکس کے لوگ کہتے ہین کہ بنوٹی مین مُردون کے واسطے الگ الگ درجے مقرر ہین۔ جو آدمی عالمِ شباب مین مرتے ہین وہ ایک ایسے خطہ مین داخل کیے جاتے ہین جہان پھل اور خوشبودار پودے بڑی کثرت سے ہین۔ پھر یہ بھی مانا جاتا ہو کہ جس قسم کی موت کوئی آدمی مرتا ہو اسی قسم کی جگہ بہشت مین پاتا ہو۔ قاتل جادوگر اور زناکار بنوٹی کے تاریک اور ہولناک حصے مین ڈھکیلے جاتے ہین نیکون کی ارواح اچھی جگہ رہتی ہین اور بڑے آرام کی زندگی بسر کرتی ہین۔ ان کے اعتقاد کے مطابق بنوٹی ایک بہت خوبصورت اور شاداب مقام ہو جہان دیہات اور مکانات ہین اور سرخ پتون کے درخت ہین۔ اِس دنیا کی مکلف ترین دعوتین بنوٹی کی نہایت ادنیٰ ضیافتون کے مقابلہ مین ہیچ ہین۔ وہان آدمی ناچتے گاتے اور آپس مین پیار و محبت سے رہتے ہین کسی قسم کا دنگہ فساد اور لڑائی نہین ہوتی ہو۔ زندگی وہان آرام ہی آرام ہو کیونکہ بیماری کچھ نہین ہو۔ بعض جزائر کے لوگ رسوم کی پابندی کو لازمی سمجھتے ہین جس کے مطابق سورگ مین آرام حاصل ہوتا ہو۔ نیو ہیبریڈیز والے کہتے ہین کہ روحون کے واسطے دو جگہین مقرر ہین، جہان اچھی ارواح ایک حصہ مین اور بُری دوسرے خطہ مین بند رکھی جاتی ہین۔ چور، خونی اور دروغ گو اس آخری طبقہ مین جاتے ہین۔

اہلِ فیجی کہتے ہین کہ بہشت کا راستہ بہت لمبا اور خطرون سے پُر ہو۔ رسوم کی پابندی کے مطابق مردہ ارواح کا حشر ہوتا ہو مجردون کی روحین ہلاک کر دی جاتی ہین اور اورون کا فیصلہ ندن جی کرتا ہو جنگجو اور شجاع مرد اس کے نزدیک خاص عزت حاصل کرتے ہین جو لوگ دیوتاؤن کو ناخوش کرتے ہین انھین خاص سزا ملتی ہو۔ دروغ گو ہلاک کر دیے جاتے ہین اور اُنھین دیوتا کھا جاتے ہین اُن کے خیال مین بہشت کے کئی حصے ہین اعلیٰ ترین طبقے مین نیک اور دیندار داخل ہوتے ہین۔ وہان خوشگوار اور دلکش وادیان ہین اور آسمان بے بادل اور بالکل صاف رہتا ہو۔ ہر قسم کی نعمتین کھانے کو ملتی ہین۔ اہلِ فیجی موت سے نہین ڈرتے بلکہ وہ اپنے گیتون مین اس کی تعریف کرتے ہین "مرگ راحت ہو موت منبع آسائش ہو"۔ وہ ایک ایسی بہشت کے بھی قائل ہین جہان دیوتا رہتے ہین بعض انسان بھی اسکے اندر داخل کر لیے جاتے ہین مگر رعایتاً۔

۱؎ ولیمز "فیجی" ۱۸۴۲ صفحہ ۱۲

اہل افریقہ کے درمیان بہشت کے خیالات بہت ادنیٰ اور غیر معین سے ہیں کیونکہ وہ تمدن سے سیکڑوں میل دور ہیں اور اُنکی ذہنی قوتوں نے نشو و نما حاصل نہیں کی ہے اس واسطے اُن کے تصورات عقلیہ بہت رکیک ہیں بعض قبائل تو ایسے روح کی نسبت بہت مبہم خیال رکھتے ہیں اور بعض جن میں ڈنکا اور باری قبائل شامل ہیں فنائے قطعی مانتے ہیں۔ پھر بعض ایسے قبائل ہیں جو آواگون اور تجسیم ثانی کے قائل ہیں مگر بزرگ پرستی عالمگیر ہے جو بقا کی طرف بالواسطہ اشارہ کرتی ہے گو اس کی خاص صورت نہیں ہے بعض لوگ وجود مابعد کی ماہیت ہی سے لاعلم ہیں۔ بعض جگہ مردوں کی ارواح زندوں کے لیے دیوتا بنجاتی ہیں اور اُن کی پرستش کی جاتی ہے جس سے یہ عیان ہے کہ خاص خاص آدمی مرنے کے بعد اچھی حالت میں داخل ہوتے ہیں بعض فرقے جنت اور پاتال کے قائل ہیں۔ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ وہاں وہی امتیازات پائے جاتے ہیں جو یہاں ہیں۔ جانسٹن صاحب اپنی کتاب "یوگنڈا" میں لکھتے ہیں کہ نیاوتی فرقہ کے حبشی کہتے ہیں کہ مردوں کی روحیں آسمان کو چڑھ جاتی ہیں۔ ہولس کہتا ہے کہ ناندی قبیلہ کے حبشیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ تمام اچھی بُری ارواح زیر زمین جاتی ہیں۔ میکڈانلڈ صاحب اپنی کتاب "افریقنہ" میں لکھتے ہیں کہ گلا فرقہ کے حبشی مردے کی قبر پر بلی لاکر رکھ دیتے ہیں۔ اگر اُس میں سے بچے نکل آئیں تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ متوفی پاتال میں خوش و خورم ہے۔ مغربی افریقہ کے حبشیوں کے درمیان یہ خیال رائج ہے کہ مردوں کی روحیں زمین کے اندرونی طبقوں میں داخل ہوتی ہیں جہاں بادشاہ بادشاہ اور غلام غلام رہتا ہے۔ اس دنیا کا کاروبار وہاں بھی کیا جاتا ہے جیسے روحیں بھوتوں پریتوں کی شکلوں میں انجام دیتی ہیں۔ جب آفتاب اس دنیا سے اوجھل ہوجاتا ہے تو وہاں جا نکلتا ہے۔ وہاں پہاڑ، جنگل، دریا، پودے، جانور، دیہات وغیرہ موجود ہیں۔ وہاں دُکھ اور سُکھ دونوں ہیں۔ ہر ایک آدمی عالمِ شباب کو پہنچتا ہے۔ اُس جہان کو وہ "سرزمینِ مردگان" اور "بھوت دیش" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ باتو قبیلہ کے درمیان بھی اسی قسم کے خیالات ہیں مگر بہشت کے محل وقوع کی نسبت اختلاف ہے۔ کوئی اُسے زمین کے نیچے اور کوئی اُسے چاروں طرف پھیلا مانتا ہے جنت میں قیود جسمانی بہت کم ہیں۔ دولتمند لوگوں کا عالم ارواح میں خاص طبقہ سمجھا جاتا ہے۔ بوریٹی قبیلہ کے حبشیوں کا یہ خیال ہے کہ مُردوں کی روحیں ہنگہ یعنی مقدس پہاڑ کو جاتی ہیں اور وہاں ایک برنجی دروازہ سے گذر کر جنت گاہ میں داخل ہوتی ہیں جہاں وہ اپنے مردہ عزیزوں سے جا ملتی ہیں۔ میکڈانلڈ صاحب لکھتے ہیں کہ ارواح کی پرستش کی جاتی ہے کیونکہ وہ اُنھیں دنیاوی معاملات پر حاوی سمجھتے ہیں جنھیں وہ اچھی طرح انجام دیتے ہیں۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ مردہ سردار کی روح گاہے گاہے کسی پہاڑ پر سکونت اختیار کر لیتی ہے۔ جنوب مغربی افریقہ میں ایک قبیلہ حبشیوں کا جو کِم بُندا کے نام سے مشہور ہے عالم ارواح کی بابت یہ خیال رکھتا ہے کہ "تگلوگا" یعنی بہشت میں بڑی کثرت سے اشیائے خوردنی مل جاتی ہیں۔ عورتوں کی بہتات ہے شکار کھیلنے اور ناچنے کا عمدہ موقع ہے وہاں کی سب چیزیں اس جہان کی اشیا سے بہتر ہیں۔ تبوتو حبشی کہتے ہیں کہ عالمِ ارواح زمین کے اندر ہے۔ وہاں سرسبز وادیاں اور جنگلی مویشی ہیں۔ وہاں نہ رنج ہے اور نہ خوشی۔ ارواح چُپ چاپ اِدھر اُدھر پھرتی رہتی ہیں۔ مسائی لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمہ شمائی ارواح برباد ہو جاتی ہیں اور اہل زر اور اہل رتبہ کی روحوں کو خوشی کے مقام پر پہنچایا جاتا ہے۔ جادوگروں کی روحیں مقدس سانپوں کی شکل اختیار کرلیتی ہیں۔ بقول مرکر نیک اور ایمانداروں کی ارواح بہشت میں داخل ہوتی ہیں جہاں نہایت نفیس اور اچھی چیزیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ نہایت سرسبز مرغزاریں دریا اور سمندر ہیں۔ وہاں مویشی بھی ہوتے ہیں۔ وہاں روحوں کو کسی قسم کی تکلیف مشقت اور دُکھ نہیں۔ وہاں اپنے عزیزوں سے روح ملاقات کرتی ہے۔ بدکار ایک بنجر اور خشک خطہ میں بھیجے جاتے ہیں

بعض لوگ سزا و جزا کے قائل ہین گو یہ بیان کسی قدر غیر تحقیق ہو
کہ نیک آدمیون کی روحین آسمان کو چڑھ جاتی ہین۔ ان کا راستہ
کہکشان ہے۔ گنہگارون کو سزا ملتی ہے۔ گیتی کے حبشی کہتے ہین کہ مرنے
کے بعد روح کے اعمال کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ رسوم اور شرع کے پابند بہشت
کو جاتے ہین۔ گنہگارون کی ارواح کو سزا دی جاتی ہے یا ڈبوئی
جاتی ہین یا برباد ہوتی ہین۔ الفی قبیلہ کہتا ہے کہ مرنے کے بعد ایک
نئی زندگی دیندارون کے لیے شروع ہوتی ہے۔ بالائی کانگو کے قبائل
سمجھتے ہین کہ نیکیون کی روحین ۔۔۔ زیرین دنیا کو جاتی ہین۔
مغربی افریقہ مین شیہ انجمنین ہین جو قیامت اور سزا و جزا کی تعلیم دیتی ہین۔

شمالی امریکہ کے سرخ فام وحشیون کے خیالات

شمالی امریکہ کے سرخ رنگ وحشیون کے کئی قبائل ایسے ہین جو
حیات بعد کو زیست روان کا شغل سمجھتے ہین۔ عام خیال یہ ہے کہ جو
نیکوکار اہل زر اور اہل رتبہ خوشی و شادمانی کی وسیع تر اور بہتر
زندگی حاصل کرتے ہین۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی خیال ہے کہ سب لوگون
کو ایک عمدہ اور پر آسائش زندگی عطا کی جاتی ہے۔ شاید تمام وحشی
اقوام مین شمالی امریکہ ہی کے وحشی ایسے ہین جنھون نے سزا و جزا کا
خیال اخلاقی اصول یعنی افعال کے حسن و قبح پر قائم کیا ہے۔ بعض
حالتون مین نیک و بد کے درمیان جو تقسیم کی گئی ہے اس مین مسیحی خیالات
کی جھلک نظر آتی ہے۔ کیونکہ وہ یہ مانتے ہین کہ بعض ارواح خوشی کی
زندگی حاصل کرنے کی مستحق سمجھی جاتی ہین اور باقی اس سے محروم
رہتی ہین۔ ان مین ان آدمیون کی روحین ہین جو کسی سخت صدمہ سے
مرتے ہین یا زندگی کے خطرات کے مقابلہ کی تاب سے عاری ہوتے ہین
یا جو بزدل اور رذیل ہمت ہوتے ہین یا جن کی قبر پر کافی نذر و نیاز
نہین رکھی جاتی ہے۔ دو تین قبیلون کا یہ خیال ہے کہ جو لوگ مبارک زندگی
حاصل کرنے مین محروم رہتے ہین ان کی روحین دکھ اور تاریکی کی جگہ
مین بند رکھی جاتی ہین، اور یہ بدکارون کی روحین ہوتی ہین جو اپنے
قومی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہین اور مجلس کے لیے دبا سے کم
نہین ہوتے۔ یہ خیال اہل ادجب وا، اہل الیکسینٹ اور اہل ڈیلے
ویئر کے درمیان رائج ہے۔

جو قبیلے یہ مانتے ہین کہ مرنے کے بعد سب لوگ راحت استمراری کے
خطہ مین پہنچتے ہین اُن کے ہان یہ بھی مانا جاتا ہے کہ دوسری دنیا مین
بے روک ٹوک انسان وہ کام کرتے رہتے ہین جو اس دنیا مین کیے جاتے
ہین اور تمام موجودہ مشاغل اس جہان کے تختہ پر بھی بدستور جاری
رہتے ہین۔ مثلاً ماہی گیری اور شکار کھیلنے مین اُس دنیا مین کسی قسم کی دقت
اور رکاوٹ نہین سمجھی جاتی ہے۔ وہان نہ رنج و الم ہوتا ہے اور نہ تنگدستی
اور احتیاج سے کد و کاوش ہوتی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جنگل جھیلین
دریا اور مرغزار بڑے خوبصورت پر فضا اور دلفریب ہوتے ہین،
اور اُن کے درمیان ہر قسم کے مرغوب طبع جانور پائے جاتے ہین شکار
پر بسر اوقات کرنے والے وحشی بہشت کو ایک عظیم الشان چراگاہ اور
وسیع جنگل سمجھتے ہین جہان ہر قسم کا شکار بڑی کثرت سے پایا جاتا ہے۔
بعض گروہ راحت کی سرزمین کو آسمان پر قرار دیتے ہین جس مین کہکشان
کے راستے سے پہنچ سکتے ہین۔ اہل موجاؤ اُس کا محل وقوع مشرق کی طرف
ایک پہاڑ کو قرار دیتا ہے۔ اہل نواہو کا یہ خیال ہے کہ بہشت زمین کے
نیچے ہے جہان سے سب آدمی پیدا ہوئے تھے۔ وہان سب چیزون کی حیات
سمجھی جاتی ہے اور روح بڑی خوش و خرم رہتی ہے۔

بعض قبائل کے اعتقاد کی رو سے میدان کارزار کی دلاوری
اور عالی مرتبہ ملک راحت کی سکونت و قیام کا سزاوار ٹھہراتا ہے۔ عوام
اور پست حوصلہ لوگ وہان داخل نہین ہو سکتے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ
ایک مدت تک دکھ اور تکلیف کی زندگی گزارنے کے بعد وہ سو گنا
مین داخل ہو سکتے ہین۔ اہل اہت کہتے ہین کہ سردار اور سعدا کو پوٹیٹ

کی جنت کو جاتے ہیں۔ وہاں طوفان اور پالے سے بالکل تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ باقی لوگ پاتال کے تہ خانوں میں ڈالے جاتے ہیں اہل اوجبا کے ہاں یہ مانا جاتا ہے کہ جنت ایک شاداب و زرخیز ملک کا ایک بڑا دیہہ ہے جہاں ناچ رنگ کھیل کود کھانے پینے اور تفریحات کے تمام سامان ہیں۔ وہ خطہ جنگ و جدل سے محض ناآشنا ہے۔ وہاں شکاری آسانی تمام شکار مار لیتا ہے۔ صوبہ ورجینیا (صوبجات متحدہ) کے وحشی یہ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد مردار جاودگر مغرب کی طرف جاکر جنت میں پہنچ جاتے ہیں جہاں ہمیشہ خوشی اور راحت کا دور دورہ رہتا ہے۔ وہاں متبا کو پینے کو کثرت سے مل جاتا ہے اور ناچ رنگ کی محفلیں ہر دم گرم رہتی ہیں۔ وہاں وہ اپنے آبا و اجداد سے جا ملتے ہیں ان کے سوا باقی سب لوگ ہلاک کر دیے جاتے ہیں۔ قدیم زمانہ کے باشندگان میکسیکو کے خیال کی رو سے سورگ کے تین حصے تھے شہنشاہ امراے دربار اور میدان کے مقتول سورما مشرقی بہشت میں جاتے تھے جہاں شہد دار پھول اور شیریں و خوش مزہ میووں کی بڑی کثرت سمجھی جاتی ہے۔ سایہ دار درخت اور پرفضا جنگل ہیں جہاں شکار کھیلنے میں بڑی خوشی حاصل ہوتی وہ ہر روز سورج کے ساتھ نصف النہار تک جاتے اور وہاں سے لوٹ کر اپنی جنت گاہ میں پہنچ جاتے پھر انھیں پرندوں میں تبدیل کر دیا جاتا جن کے سنہری بال و پر ہوتے ہیں۔ زچہ بھی اس بہشت میں داخل ہونے کی حقدار تھی۔ وہاں سے رنج و غم ہزاروں کوسوں پر تھا۔

صوبہ نیو انگلینڈ (صوبجات متحدہ) کے کئی قبائل یا لوگوں کی بہشت کا حسب ذیل ذکر ہے۔ یوراک لوگوں کے خیال کے مطابق راحت ابدی کا خطہ شاندار دریاؤں وادیوں پہاڑیوں اور سرسبز و شاداب جنگلوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ وہ اس زمین سے بہت دور آگے ہے۔ جب اس سرزمین کو جاتے ہیں تو راستہ میں ایک گہرا غار آتا ہے جس پر سے ایک بانس کے ذریعہ سے گذرتے ہیں۔ بدکار لوگ گذرتے وقت نیچے جا پڑتے ہیں۔

اہل الگان کوین کے ہاں بہشت کی بابت یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شکاری عالم ارواح کو جو جنوب کی طرف واقع ہے اپنی دولہن لانے گیا جوں جوں وہ آگے بڑھا راستہ بہت خوشنما اور پرفضا معلوم ہونے لگا آخرکار وہ ایک ایسے مکان میں پہنچا جہاں اسے اپنے جسم سے رخصت ہونا پڑا۔ اس کی روح اگلی دنیا کی طرف پرواز کر گئی۔ اسے وہ جھیلیں عبور کرنا پڑیں جہاں غیروں کی روحیں سزا پاتی ہیں۔ آخرکار اس جزیرہ میں پہنچا جہاں نہ سردی ہے اور نہ گرمی نہ طوفان چلتے ہیں نہ محنت و مشقت کرنا پڑتی ہے کیونکہ ہوا ایسی تازگی بخش ہے کہ روح اس سے سیر ہو جاتی ہے۔ وہاں ہمیشہ دھوپ رہتی ہے جس سے روح کو طراوت اور تازگی حاصل ہوتی ہے۔ وہاں شادمانی اور خوشی کا ہمیشہ ڈنکا بجتا ہے۔[۱]

جنوبی امریکہ کے وحشیوں کے خیالات

بہیئت مجموعی جنوبی امریکہ کے وحشیوں کے خیالات کو جو وہ بہشت کی نسبت رکھتے ہیں ایک فقرہ میں مرکوز کرنا محال ہے۔ بعض قبیلوں کا جواب مسیحی مذہب کے پیرو ہیں یہ خیال تھا کہ روح قبر کے ارد گرد گھومتی رہتی ہے اور بعض آراوگون کے قائل تھے یعنی مرنے کے بعد روح دوسرا جسم اختیار کر لیتی ہے۔ ابی پون قبیلہ کے ہاں کوئی روایت یا تصور نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ مرنے کے بعد روح کی کیا حالت ہوتی ہے۔ ڈوفر کہتا ہے کہ بعض قبائل کا یہ خیال ہے کہ مرنے کے بعد روح اسی قسم کے حالات سے گذری رہتی ہے جو اس دنیا میں دیکھے جاتے ہیں۔ مگر وہ حالت بعض کے نزدیک خوشی اور راحت کی تھی۔ بعض قبیلوں کا یہ خیال ہے کہ مرنے کے بعد سب ارواح ایک ہی خطہ کو جاتی ہیں۔ بعض یہ مانتے ہیں کہ سردار اور سورما ایک خاص خطہ میں جاتے ہیں۔ ان کے درمیان جو قبیلے تہذیب اور طرز معاشرت میں زیادہ بڑھے ہوئے ہیں ان کے ہاں بھی جزا سزا نہیں

---

۱ ماخوذ از ڈاکٹر سپرے ول "ریلجن آف دی ریڈ انڈ میکسیکو" ہبرٹ لیکچر ۱۸۸۴ء

۱ اسکول کرافٹ جلد اول صفحہ ۴۰۲

مانی جاتی ہی۔ اسکے وہان کی مسافت پر خطر اور دقت خیز سمجھی جاتی ہی۔ بعض ایسے آسمان پر بعض پاتال مین اور بعض اسی زمین پر مانتے ہین

جو دنیا کی بقا کو موجودہ زندگی کا تسلسل سمجھتے ہین اُن کے نزدیک جنت ایسا ملک ہی جہان شکار کھیلنے اور مچھلیان پکڑنے کا بہت اچھا موقع ہوتا ہی۔ اور اپنے بزرگون سے ملاقات ہوجاتی ہی۔ اس گروہ مین اہل ہستاکو اور موہاک ہین جو بہشت کو زیر زمین سمجھتے ہین۔ یا گوا یوکاپ سپاکونی اور اراواک موجودہ زندگی کے حالات کے تسلسل کو بعد از مرگ قائم رہنا مانتے ہین۔ جزیرہ ہیٹی کے سرخ رنگ وحشی یہ سمجھتے ہین کہ عالم ارواح اسی جزیرہ کے مغربی حصہ مین ہی جہان وہ دن کے وقت پہاڑون مین رہتی ہین اور رات کو باہر نکلتی ہین اور درختون کے پھل کھاتی ہین۔ ارواح وادیون مین بڑی خوشی سے رہتی ہین اور بڑے مزے کی زندگی گذارتی ہین۔ ملک چلی کے وحشی کہتے ہین کہ بہشت سمندر کے پار جانب غرب ہی۔ وہان اعلیٰ ترین راحت اور شادمانی ہی۔ پیٹیگونیا[1] کے وحشی کہتے ہین کہ بہشت زمین کے اندر ایک وسیع غار مین ہی جہان اُن کے دیوتا رہتے ہین۔ مرنے کے بعد وہ اُن کے پاس چلے جاتے ہین اور آرام کی زندگی بسر کرتے ہین وہان خوشیون اور شراب کی کثرت ہی اور مُردے سدا شراب پیتے اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہین۔ سُرخ رنگ وحشیون کی جنت گاہ کی نسبت عام خیال ہی کہ وہ مغرب کی طرف واقع ہی۔ بعض اسے آسمان پر سمجھتے ہین جہان ہر طرح کے جسمانی آرام و آسایش کے سامان ہین جن چیزون کی اس زندگی مین تمنا رہتی ہی وہ بکثرت وہان مل جاتی ہین ان کے تصور کے مطابق وہان شاندار مرغزار ہین، وسیع و سرسبز جنگلات اور دریا ہین، جہان شکار اور ماہی گیری کا نہایت اچھا موقع ہی۔ یہ بھی خیال ہی کہ وہان پھل بہت ہی کثرت سے ہوتے ہین جو بلا مشقت ہاتھ لگ جاتے ہین وہان آرام و اطمینان کی زندگی بسر ہوتی ہی۔ دُکھ اور بیماری اور رنج نام کو بھی نہین ہی۔ وہان پینے کو شراب کثرت سے مل جاتی ہی۔ راگ رنگ کی محفلین جمائی جاتی ہین اور بڑی عشرت کی زندگی بسر ہوتی ہی۔ ان کی بیویان نئے حسن و جمال اور شباب و توانائی کی حالت مین ملتی ہین۔ اس قسم کے خیالات رکھنے والے اہل گواریو، گوارنی چیری گوانو، اروکانی، یواکاری، آتوماکن اپ یاکہ، ورائوس، بھیری، گواجیرو اور پیپا قبائل ہین۔ سُرخ رنگ وحشیون کے فرقہ سلیوہ کے نزدیک بہشت چاند مین ہی جہان مچھر نہین ستاتے ہین۔ گواسے کرا قبیلہ کہتا ہی کہ سردارون اور جادوگرون کی ارواح چاند کے اِردگرد گھومتی رہتی ہین، اور پھر عیش و عشرت کے خطون مین داخل ہوتی ہین۔ بعض کے نزدیک بہادری راحت ابدی کا حقدار بناتی ہی اور بزدلی اُس سے محروم رکھتی ہی۔ چیری گوانو قبیلہ کے تصور کی رو سے جنگجو اور بزرگ ارضی بہشت مین جاتے ہین جہان آرام و آسائش کے سامان ضرورت سے زائد حاصل ہین۔ وہان عورتین بھی بکثرت ہین ناچ رنگ اور رقص و سرود کی گرم بازاری رہتی ہی۔ کارب قبیلہ کے وحشی بقول ہقون یہ مانتے ہین کہ نبی آدم کی ارواح اُنکے مکانون کے پاس گھومتی رہتی ہین۔ بعض کا یہ خیال بھی ہی کہ وہ کچھ عرصہ کے بعد گوسے بن جائین گے اور آسمانی بہشت کو چلے جائین گے جو اس دنیا کا مثنیٰ ہی[2]

سرزمین خلا

جن قومون اور قبیلون کے تصورات بہشت کا اختصار قبل ازین عرض ہوچکا ہی اُن کے درمیان ایک اعتقاد یہ بھی ہی کہ ایک ایسی دنیا ہی جہان اور قسم کی ہستیان پائی جاتی ہین جو اس دنیا کے انسانون سے اعلیٰ تر ہین۔ انسان ایک ایسے خطہ مین رہتا ہی جس کا فرش آسمان ہی اور

---

[1] ٹاک نر - پیٹیگونیا صفحہ ۱۴۲-۱۴۳-

[2] ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس صفحہ ۶۸۶

یہ خیال اُن قبائل مین اور بھی قوی ہی جن کی بہشت اس دنیا سے بالکل الگ ہی۔ نزو لوگون کے نزدیک بہشت زمین کے اندر ہی جہان اسلاف آباد ہین۔ اُن کا یہ گمان ہی کہ نیلگون آسمان کے اوپر جسے وہ ایک سنگلاخ پہاڑ سمجھتے ہین ایک اور خطہ ہی جہان آسمانی انسانون کی زبردست قوم آباد ہی چونکہ وہ نیلگون آسمان کو پہاڑون اور درختون کی چوٹیون پر لٹکا ہوا سمجھتے ہین، اس واسطے پہنچنے کا راستہ بھی انہی کے وسیلے سے قرار دیا جاتا ہی۔ جادوگرون کا یہ دعویٰ ہی کہ وہ اُس سرزمین مین پہنچ جاتے ہین۔ اور مردون کی دنیا کی بھی سیر کرتے ہین بعض وحشی قبائل مین جو ترقی کے خواہشمند ہین یہ خیال ہی کہ سورما آسمان پر چڑھ جاتے ہین اور وہان سے خانگی کے اسباب لے کر پھر زمین پر اُتر آتے ہین۔

ملنیشیا مین ایک قبیلہ ہی جس کے ہان یہ روایت ہی کہ سورما بالائی طبقات کو چڑھ جاتا ہی اور وہان آفتاب کو تعلیم دیتا ہی اور اُن سے آگ جلواتا ہی اور کھانا پکواتا ہی۔ توئی لنگ ستاہ آسمان کا ایک بیٹا طلسماتی درخت کے ذریعہ سے اوپر گیا اور وہان اُس نے مقامی دیوتاؤن کو قتل کرنا سیکھا بعض قبائل کا یہ خیال ہی کہ سورما بالائی طبقات پہ بیوی لانے کو جاتا ہی یا وہان جاکر اس کے ساتھ آرام و آسایش کی زندگی بسر کرتا ہی۔ ساموا کے وحشی کہتے ہین کہ تو سورما خوشگوار بالائی خطہ مین گیا اور وہان سے اپنے واسطے ایک آسمانی سردار کی بیٹی بیوی بنا کر لایا۔

تمدن ناآشنا اقوام کے خیالات دربارہ بہشت پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہی کہ نیکی کی جزا بہشت مین جسمانی عیش و عشرت قرار دی گئی ہی جہان اس دنیا کے تمام حظائظ نفسانی کا وجود سمجھا جاتا ہی۔ عام خیال یہ ہی کہ جو چیزین اس دنیا مین حاصل نہین ہو سکتین یا کم حاصل ہوتی ہین وہ جنت مین بکثرت ہاتھ لگ جاتی ہین۔ یہ گویا مادی خیال ہی اور ان لوگون کی عقلی ترقی کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ بہشت یعنے راحت ابدی کے خطہ کی بابت ارفع اور روحانی تصور قائم کرنے کی اہلیت نہین رکھتے ہین۔ اگر اُن کے تصورات اور قیاسات مین روحانیت کی جھلک نمایان ہی تو وہ صرف اس خیال مین موجود ہی کہ مرنے کے بعد نیکون کی ارواح دیوتاؤن کے پاس جا کر رہتی ہین بعض نے اُسے ایک پُر فضا اور دلکش جگہ قرار دے رکھا ہی جس مین شاعرانہ تخیل کی رنگت پائی جاتی ہی۔ جنت کا اخلاقی تصور یعنی جزا و سزا کا خیال میکسیکو اور پیرو کے مذاہب سے بالکل خارج ہی۔ آخر الذکر ملک کے لوگون کا تصور گناہ دیوتاؤن کی نافرمانی پر مشتمل تھا جو وحشیون کے قبائل کے تصور سے بہتر تھا۔

اہل بدھ کے خیالات

سچے اور پُرانے خیالات کے بودھ یہ کہتے ہین کہ وہی اولیا بہشت کے حقدار ہین جو کامل نروان حاصل کر لیتے ہین۔ اس کے مطابق ان کے دو فریق ہین (۱) وہ جو موجودہ زندگی کے خاتمہ پر نروان حاصل کرتے ہین۔ (۲) وہ جنھون نے بدھ بننے کا عہد کر رکھا ہی۔ یہ لوگ جاندارون کے بچانے مین نروان سے بڑھ کر خوشی حاصل کرتے ہین۔

نروان نیم کے متعلق یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اُن کے ہان کثرت سے لوگ اس خیال کی پیرو ہی کہ کوئی جاندار اس دنیا مین راحت مطلق حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا نہین کر سکتا۔ اپنشدون کے مقلدون کی طرح بودھ بھکشون کا مقصود اولی کامل اور ابدی راحت حاصل کرنا ہی۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد غائب ہو جانے والی خوشی کو نگاہ نفرت سے دیکھتے ہین۔ وہ نفسانی اور جسمانی خوشیون کو اپنے دلون مین نہ تو یہان اور نہ اگلے جہان مین جگہ دیتے ہین۔ وہ اس مارگ (راستہ) پر استقلال اور صبر سے چلتے ہین جو نروان دیش مین پہنچاتا ہی اور جس پر چلنے سے راحت ابدی دستیاب ہوتی ہی "بھو چکر" یعنی آواگون مین بھی ایک خاص قسم کی خوشی پنہان رہتی ہی۔ حیوان بھی کبھی کبھی جسمانی خوشیون کا احساس اپنے اندر پاتے ہین انسان کے لیے کبھی ایسا وقت بھی آتا ہی کہ اس کا دل ہر قسم کی

محروم اور کاوشوں سے پاک صاف رہتا ہے اور طبیعت ہلکی اور ایک خوشگوار حالت میں مگن ہوتی ہے۔ صرف دیوتا ہی کو سدا کی راحت اور شادمانی حاصل ہے اور وہ اس سے تمام اور متناقض کیفیتوں سے ناآشنا محض ہوتے ہیں۔

بودھ مذہب کا کوئی معتقد اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ دیوتا قادر نہیں ہیں اور یہ کہ وہ سدا شادمانی کی زندگی بسر نہیں کرتے۔ بھکشوؤں کا یہ خیال ہے کہ ہمیں دیوتاؤں سے بھی بہتر جگہ اور عمدہ ترشے کے حصول کو اپنا مقصود اولیٰ بنانا چاہیے۔ پالی زبان کی بودھ کتابوں سے ظاہر ہے کہ مہاتما بدھ اور بودھ لوگوں نے اس بات پر سب سے زیادہ زور ڈالا ہے کہ اس زندگی کے اچھے برے کاموں کا پھل اگلی زندگی میں بھوگنا پڑتا ہے۔ مہاتما بدھ نے اپنے معتقدوں کو نیکوکاری کی تلقین کی تھی تاکہ اگلے جنم میں آرام و آسائش کی زندگی بسر ہو اور بدکاری سے احتراز کرنے کی ہدایت کی تھی تاکہ وہ دوسرے جنم کے دکھوں سے بچ رہیں اور جانوروں وغیرہ کے جسم میں ظاہر ہونے یا جہنم میں جانے سے محفوظ ہو جائیں۔ عقلمندوں اور داناؤں کو یہ تلقین کی تھی کہ نیک و بد ہر دو قسم کے کاموں سے اجتناب کریں، دل میں کوئی ابھلاشا اور ترشنا (خواہش و تمنا) پیدا ہی نہ ہونے دیں تاکہ عمل کی صورت پیدا ہی نہ ہو۔ یہ پاکیزگی اور نروان کے واسطے لازم ہے۔ آسمان میں جاکر جنم لینا گویا ترقی کی شاہراہ پہ پے در پے آگے کو قدم بڑھانا ہے جس سے اخیر میں موکش (مکتی) حاصل ہوتی ہے۔ گو یہ برکت دیوتاؤں ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

اس امر کو ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ بودھ لوگوں کے عقیدہ کی رو سے شادمانی دکھ سے مخلوط ہے (۲) نفسانی خوشیوں سے دکھ پیدا ہوتا ہے (۳) ہر ایک خوشی اعلیٰ درجہ کی برکت کے مانع آتی ہے۔ اس واسطے کوئی آدمی عارضی اور دھوکہ دینے والی خوشیوں کے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا، جو پاک اور لطیف خوشیوں اور سچائیوں کا تجربہ اٹھا چکا ہے۔

دو قسم کے آدمی قابلِ ذکر ہیں (۱) شمالی ممالک کے لوگ (۲) چکرورتی راجے جو ہندوستانیوں کی دنیاوی حکومت کے انتہائی کمال خیال کی علامت ہیں۔ گو یہ آدمی ہیں مگر ان کے قویٰ فوق الفطرت ہیں گو وہ زمین پر رہتے ہیں مگر اپنے کو آسمان کے باشندے تصور کرتے ہیں۔ اُن کے جسموں پر مہاپرشوں کے لکشن ہوتے ہیں۔ وہ ایک دو تین یا چار ملکوں کو فتح کرتے ہیں، راکھشسوں سے جنگ کرتے ہیں اور سات خزانوں کے قبضے سے اپنے کو نہایت خوش نصیب اور مبارک سمجھتے ہیں اور یہ خزانے بیوی ہاتھی وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ وہ انصاف و حق سے حکومت کرتے ہیں شاہی شان و شوکت بھی ان کی حکمرانی کے ساتھ ملی جلی ہوتی ہے مگر وہ بھی عام آدمیوں کی طرح زندگی کی عارضی خوشیوں سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ گو صدیوں تک زندہ رہتے ہیں اور نجات حاصل کرلیتے ہیں۔

گو اس آخری امر کی نسبت بہت اختلاف رائے ہے مگر عام خیال یہ ہے کہ دیوتاؤں کے درمیان برہم چریہ (پاکیزگی کی زندگی) نہیں پائی جاتی۔

دیوتا کئی قسم کے ہوتے ہیں (۱) کام دھاتو یعنی نفسانی آسمان، جہاں نفسانی خوشیاں پائی جاتی ہیں، مگر بودھوں کے خیال کے مطابق وہاں گرام دھرم یا زناشوئی کا تعلق نہیں ہے۔ دیوتا خوشی حاصل کرتے ہیں اور شادمانی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے میل جول رکھنے ہاتھ چھونے یا مسکرانے سے پیدا کرتے ہیں (۲) روپ دھاتو یعنی مادی آسمان وہاں ایسے دیوتا ہیں جو نفسانی خواہشوں سے آزاد ہوگئے۔ وہاں ذائقہ اور سونگھنے کے احساسات بھی نہیں پائے جاتے (۳) اروپ دھاتو یعنے مادی غیر آسمان۔ وہاں کمال کے چار مرحلے ہیں۔ وہ مسکن نہیں ہیں۔ بلکہ ایک دوسرے کے اوپر منزلوں کی طرح واقع ہیں۔ اُن میں بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انسان جوں جوں اوپر چڑھتا ہے، شعور اور حس سے محروم ہوتا جاتا ہے

وہان وہ بزرگ اور اولیا پہنچتے ہین جو ادنی منزلون مین حرص اور خواہش سے پوری آزادی حاصل نہین کر سکتے۔ وہان انھین صدیون تک ٹھہرنا پڑتا ہے جب جاکر روحانی خطہ کی راحت و شادمانی حاصل کرتے ہین اور اُسکے کچھ عرصہ بعد نروان کے درجے پر پہنچتے ہین۔ عالم اجسام کے اوپر جو افلاک ہین، وہ اُس دھیان سے مشابہ ہے جو جوگی اور رشی اِس دنیا مین کرتے ہین، اور عالم غیر مرئی مین پہنچتے ہین۔ وہان انسان شعور ذاتی سے بالکل محروم ہو جاتا ہے۔[۱۵]

ونی ولیم پوسن لکھتا ہے کہ بودھ لوگون کے جدید خیالات بہت کچھ مختلف ہین۔ یعنی راحت ابدی روحانی خوشی قرار دی گئی ہے، اور وہ فرض، زہد اور عبادت کی زندگی بھی سمجھی جاتی ہے، اور اُسے "قست" کہہ کر پکارا جاتا ہے؟ وہان بودھ آخری زندگی سے پہلا مرحلہ بسر کرین گے۔ ان کا خیال ہے کہ پیدائش سے بیشتر شاکیہ منی بھی وہان حکمران تھے اور ان کا نام "سویت کیتو" تھا۔ اب وہان میتری کی حکومت ہے جو بعد مین آکر دنیا کو نجات دلائیگا مگر اس نئے عقائد کی رو سے بہشت لوک دھاتو یعنی ہماری دنیا کا حصہ نہین ہے بلکہ وہ خاص سرزمین ہے جہان اُن بودھون کی حکومت ہے جنھون نے رنج و غم سے آزاد دنیا پیدا کرنے کا عہد کر لیا ہے۔ اُن کا شمار لاانتہا ہے سب سے مشہور (۱) مشرقی بہشت جو بدھ بھیسا جیہ گرو کے زیر نگین ہو (۲) سکھاوتی جو جانب غرب واقع ہے۔ وہان دنیا کے ہر حصہ کے شادمان رنج و غم سے آزاد باشندے کنول کے پھول سے پیدا ہوتے ہین الغرض اس تصور کی رو سے نرکن راحت ابدی بہشت نہین ہے۔ مبارک لوگ جو وہان جاتا بدھ کے نورانی بدن کو دیکھنے کی راحت و شادمانی حاصل کرتے ہین اور اُن کا اُپدیش سنتے ہین، بدھ بننے کے امیدوار رہتے ہین۔ سکھاوتی وشنو لوگون کی بہشت کا نعم البدل ہے جہان ایماندار اگلی زندگی کا ایک حصہ گزارتے ہین۔

یونانیون کے خیالات

یونان کا سب سے بڑا اور پرانا شاعر ہومر ہے جس کی رزمیہ نظمین اوڈیسے اور الیڈ کو یونانی ادبیات مین وہی عزت اور وقعت حاصل ہے جو مہابھارت اور رامائن کو ہندوون کے علم ادب مین ہے۔ ہومر کی نظمون مین دیوتاؤن کو غیر فانی بیان کیا گیا ہے۔ اگر اس سے بھی پرانی شاعرانہ تصانیف کو دیکھا جائے تو وہان بقاء انسان کے خواص سے عنقا نظر آتی ہے۔ انکی رو سے انسان صرف اسی دنیا مین کامل پاک زندگی بسر کرسکتا ہے جب تک جسم اور روح کا تعلق ہے۔ مرنے کے بعد روح ایک نامعلوم خطۂ زیست مین داخل ہوتی ہے جسے ابدی اور استمراری نہین کہا جا سکتا۔ زیست مابعد کے مسئلہ کو انھون نے اس طرح سلجھانے کی کوشش کی کہ اُسی سرزمین پر ایک راحت اور شادمانی کا خطہ فرض کر لیا جہان انسان کو ہر طرح کی شادمانی کے سامان حاصل ہو جاتے ہین اور جہان روح اور جسم کے درمیان سخت مفارقت واقع نہین ہوتی ہوگی۔ یہ خیال ارباب فکر کے درمیان دیر تک مقبول نہ رہ سکا مگر ہومر کی نظمون مین توضیح اور تقابل تدریج بن گیا۔ تاریخ مذہب مین یہ خیال بقا مین پنہان ہے۔ غیر قومون کے عقائد کی اشاعت یونان مین ہوتی ہی اُس نے خاص صورت اختیار کر لی کئی قسم کے نظام فلسفہ اسی خیال پر قائم کیے۔ شادمانی ارضی جسے بہت تھوڑے آدمی حاصل کر سکتے تھے سماوی راحت مین منتقل ہو گئی جس کے حصول کی صرف نیکوکار مرنے کے بعد حقدار ٹھہر سکتے ہین۔ شاعرون نے اس پرانا تخیل دلایا اور فیثاغورثیون نے بھی اپنے ڈھنگ پر ظاہر کیا اور تمدنی ڈھانچہ کی بنیاد ڈالی اور اُس سے ایک قسم کی راحت حاصل کرنے کی کوشش کی۔

ہومر کے خیال کی رو سے صرف دیوتا غیر فانی ہین۔ وہی انسانون کو بقا دینے پر قادر ہین۔ اُن کے ہیرو اور سورما سب آلِہی نسل کے ہوتے ہین جو امرت پینے سے غیر فانی بن جاتے ہین۔ وہ مرنے کے بعد یا تو آسمان پر چڑھ

---

[۱۵] ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس جلد دوم ۱۲

جاتے ہین یا عدن مین داخل ہوتے ہین۔ وہان جانے کی رعایت دیوتا اونکی لطف عنایت سے حاصل ہوتی ہے جو اپنے عزیزون پر کرتے ہین اور ان کے دشمن ابدالآباد تک اس راحت و شادمانی سے محروم رہتے ہین جو ایلیزیا یا عدن مین داخل ہوتے ہین۔ وہ اس دنیا کے لوگون کو کسی طرح متاثر نہین کرتے ہین دیوتا سوائے بقا کے انھین کوئی رعایت نہین دیتے۔

ہومر کے خیال کو بعد مین اور شاعرون نے ترقی دی اور دنیاوی بہشت کو مقصود قرار دیا اور بہادرون کو عالم بقا کے باشندے ٹھہرایا جو باقی دنیا سے الگ تھلگ رہتے ہین اور اپنی نرالی دنیا کے اندر زندگی بسر کرتے ہین۔

پنڈار شاعر نے بقا کے خیال کو مذہبی صورت دی۔ یہ شخص پانچوین صدی قبل مسیح مین گزرا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کامل بقا حاصل کرنے کیلیے واسطے ضرور ہے کہ جسم و روح کا مسلسل تعلق قائم رہے اور یہ الٰہی بیچ بچاؤ کے بغیر ممکن نہین ہے۔ اس کا خیال یہ بھی تھا کہ روح کا جسم نہین بلکہ پاک لطیف سرچشمہ دالٰہی مخرج ہے۔ بقا کی مشابہت باقی رہتی ہے کیونکہ وہ آسمان سے آتی ہے۔" روح غیر فانی ہے مگر فانی بدن کے اندر مقید ہے جسم سے جدا ہونے کے بعد روح حادیس مین جاتی ہے جہان اس کے اعمال کے مطابق اسکا انصاف ہوتا ہے۔ بدکار طارطرس کو بھیجے جاتے ہین اور نیک لوگ مقدسون کے مسکن مین رکھے جاتے ہین۔ جب دنیا مین تین مرتبہ پاکیزگی کی زندگی بسر کیجاتی ہے تو مقدمی گناہ معاف ہوجاتا ہے۔ حادیس کے اندر تیسری مرتبہ جانے کے نوین سال کے بعد روح اوپر کی دنیا کو جاتی ہے اور سورماون اور دانشمندون کے ساتھ جا ملتی ہے۔ ایسی روحین ارضی تعلقات سے آزاد ہوکر "مبارکون کے جزیرہ" مین اپنے رہنے کا مسکن پاتی ہین۔ وہان ابتدائی زمانہ کے شجاع مرد بھی ہوتے ہین جنکی صحبت اور رفاقت مین وہ مسعود خوش و خرم رہتی ہین۔ وہ جزیرہ سمندر مین واقع ہے مگر وہان اس دنیا مین پاکیزگی کی زندگی بسر کیے بغیر اُس کے حدود تک گزر ممکن نہین ہوتا۔

بعد کے زمانہ مین کئی جوانمردون نے اس بہشت ارضی کا کھوج لگانے کی بہتیری کوشش کی بقول پلوٹارکس سرطوریس ایک جہاز پر سوار ہوکر اس کی تلاش مین گیا اور بحر اوقیانوس مین ہر چند ڈھونڈا کہ زمین شادمانی ملے مگر ناکام رہا۔

چوتھی صدی قبل مسیح مین یونان ملکی تنزل کا شکار ہوا اسکے بعد بہت سی آفتین نازل ہوئین۔ اُس سے کئی آدمی معاملات کی موجودہ صورت سے سخت بیزار ہوگئے اور اپنے وہم و قیاس سے تسلی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس سے مصلحانِ تمدن اور نظام مجلس اور فلاسفر پیدا ہوگئے۔ بعض نے قصون مین اپنے انوکھے خیالات ظاہر کیے۔ حکیم سولن نے ایک سرزمین راحت و شادمانی کا اپنی ایک تصنیف مین ذکر کیا۔ مگر افلاطون نے سب سے پہلے اپنے خیال کی خاص صورت اختیار کی یعنی دنیاوی کمال اور پاکیزگی فطرت کو ایک ایسی ریاست قرار دیا جو تمام برائیون اور قباحتون سے پاک تھی۔ یھیوہمیرس نے ۳۰۰ ق م مین ایک کامل حکومت کا اپنی ایک کتاب مین ذکر کیا۔ بعد ازان اور کئی فلاسفرون نے قصون مین اس خیال کو ظاہر کیا۔ کسی نے خط استوا اور کسی نے بحر ہند کے ایک خاص خشک قطعہ کو راحت و شادمانی کی سرزمین قرار دیا۔

اہل روما نے ارضی بہشت پر کبھی خیال نہین دوڑایا مگر وہ مذہباً بقا کے قائل تھے۔ لاطینی کتابون مین جہان حیات مابعد کا ذکر آیا ہے وہ رومیون کے اصل خیال سے نہین ہے بلکہ یونانیون سے اخذ کیا گیا تھا۔

(ماخوذ)

جاپان

(۱) حدود وسعت - آبادی - باشندے - پہاڑ - دریا - آب وہوا

سلطنت جاپان اُن جزائر کا نام ہی جو سلطنت چین کے شمال دمشرق میں واقع ہین - اُن کے مشرق مین بحر الکاہل ہی اور مغرب مین اکھوٹسک، جاپان اور کو سمندر ہین - جانب شمال وجنوب کیم چٹکا اور فلپائنس ہین - کل جزائر کا طول تقریباً دو ہزار میل ہی اور رقبہ ۱۴۷ ہزار مربع میل - زمانۂ حال کے جغرافیون کے مطابق آبادی ۴۲ کڑوڑ ہی - جاپان کی پُرانی تواریخ کی نسبت بہت کم حالات معلوم ہین اور اس کی وجہ یہ ہی کہ جاپانیون کی سب سے قدیم کتاب جس کو وہ کوجکی کہتے ہین ۷۱۲ء سے شروع ہوتی ہی - اُس سے قبل کے حالات کی نسبت بہت کم واقفیت ہی اور اگر کچھ قصہ کہانیان ہین بھی تو وہ قابل اطمینان نہین - صرف اینوس ایک قسم کے آدمی ہین جن کی نسبت کہا جا سکتا ہی کہ پُرانے باشندے جاپان کے تھے - جاپانی لوگ ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور کہتے ہین کہ لفظ اینو کتّے سے نکلا ہی - اب بھی اس قوم کے آدمی کہین کہین ملتے ہین اور موجودہ جاپانیون نے اُن کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا ہی جیسا کہ زمانہ سلف مین آریہ قوم نے ہندوستان کے اصلی باشندون کے ساتھ کیا تھا - اینو لوگ باوجودیکہ چینیون کی طرح منگولین ہین مگر شباہت مین اُن سے بہت اختلاف رکھتے ہین - یہ لوگ پست قد قوی ہیکل اور فراخ سینہ ہوتے ہین اِن کی ٹانگین چھوٹی مگر موٹی اور ہاتھ پاؤن قدرے دراز ہوتے ہین - بدن پر بال بکثرت ہوتے ہین اور رنگ گندمی ہوتا ہی - اُنکی زبان بھی جاپانیون کی زبان سے بالکل اختلاف رکھتی ہی اور لباس مین بھی زمین آسمان کا تفاوت ہی - اینو لوگ عموماً صرف ایک کپڑا ہی پہنتے ہین جو جبہ کی قسم سے ہوتا ہی اور مرد عورتین بالعموم ٹانگون پر ایک کالا کپڑا بہت چُست لپیٹتے ہین - اس قوم مین جبہ بالکل مستعمل نہین ہی اور عورتین جبتک مکان مین بالکل تنہا نہون لباس تبدیل نہین کرتین اُن کے مکان بہت نا پائدار اور ہلکے لکڑی کے ستونون پر ایستادہ ہوتے ہین بالعموم اوقات شکار مچھلی اور جنگلی ترکاری اور پھلون پر ہوتی ہی - یہ لوگ کبھی غسل نہین کرتے اور شراب پینے کے بڑے عادی ہوتے ہین - چند قسم کے جانور اور سمندر اور جنگل اُن کے معبود ہین - غرضکہ اینو قوم کے جو جاپان کے پُرانے باشندے ہین افعال اور اطوار ہندوستان کی چند جنگلی اور پُرانے فرقون سے ملتے جلتے ہین -

زمانہ سلف مین شمالی ایشیا منگولی فرقون سے جو چینیون سے بہت مشابہت رکھتے تھے آباد تھا اور آریہ لوگ وسط ایشیا مین اُن کے جنوب مین رہا کرتے تھے - جب آریہ لوگون نے مغرب اور مشرق کی طرف حرکت کی تو منگولین قوم نے بھی جانب کوریا نقل مکان کیا اور اُن مین سے چند فرقے جاپان مین آکر آباد ہوے صدیون کی لڑائی کے بعد اس فاتح قوم نے جاپان کے اصلی باشندون کو ملک سے نکالدیا اور بہتون کو تہِ تیغ کر دیا - اُنکے ہیئت مین بہ نسبت دیگر اہل ایشیا کے بہت فرق ہوتا ہی - رنگ زردی مائل، بال سخت اور سیاہ، اور رخسارہ کی ہڈیان ابھری ہوئی ہوتی ہین - جاپانی گورکھون کی طرح پستہ قد ہوتے ہین اور اُن کی عورتین اُن سے بھی قد وقامت مین کم ہوتی ہین - اس قسم کے آدمی شمالی جاپان مین پائے جاتے ہین اور دیہاتون مین اُن کی سکونت ہی - گرچہ شریف جاپانی شہرون مین رہتے ہین اُن کی نسبت کہین خوبصورت اور شکیل ہوتے ہین - دیگر جاپانیون کی طرح اُنکی ناک چپٹی نہین ہوتی اور بدن بھی بہ نسبت اُن کے زیادہ نازک اور سڈول ہوتا ہی بنگال کی عورتون کی طرح جاپانی عورتین اپنے سر کے

بالونکی زیادہ قدر کرتی ہین اور ان کو اس قدر احتیاط سے رکھتی ہین
کہ انہین ہفتون تک درست کرنے کی ضرورت نہین ہوتی۔ جاپانی
عموماً خوشنما اور باریک سر سے پیر تک پیرہن پہنتے ہین۔ انھون نے
اپنا قومی لباس تبدیل کر دیا ہے اور انگریزی قطع کی پوشاک زیب تن
کرتے ہین۔ البتہ دیہات مین اب بھی اس قسم کے آدمی موجود ہین جو
سرگرما سرما مین ایک کوٹ ہی پر اکتفا کرتے ہین اور پاؤن مین
موزے کی جگہ چپلی پہنتے ہین۔ چونکہ جاپان مین کریاس اور بھیڑین نہین
پائی جاتین اس لیے اونی کپڑون کا جاپان مین بہت دیر سے
رواج ہوا ہے۔ اس سے قبل سن اور ریشم وغیرہ کے کپڑے بنائے جاتے
تھے۔ پہلے فوجی لوگ اپنے پاس دو تلوارین رکھتے تھے جو کمر بند مین
جانب یسار حائل کی جاتی تھین مگر جب سلطنت مین کشت و خون زیادہ ہونے
لگا تو ۱۸۷۶ء سے ہتیارون کا پہننا قانوناً بند کر دیا گیا۔ جاپان کی
بازاری عورتین لمبی سفید یا ریشمی بیل بوٹے دار پوشاک پہنتی ہین اور
ان کے پر تکلف سر کے بال انکے شانون پر لہراتے رہتے ہین۔ جاپانی
عورتین ہندوستان کی عورتون کی طرح زیور نہین پہنتین اور گھر سے
باہر برہنہ سر نکلتی ہین۔ ہندوستانی محافل اور بالس مین جاپانی عورتون
کا لباس ایک دلچسپ اثر پیدا کرتا ہے اور عورت دیسی لباس سے
پیراستہ ہوتی ہے وہ اپنے خاوند کے پیچھے پیچھے چلتی ہے اور جو انگریزی
لباس زیب تن کیے ہوتی ہے وہ اپنے شوہر کے آگے آگے کمرہ مین داخل
ہوتی ہے جاپانی لوگ صفائی کو بہت پسند کرتے ہین اور ہر فرد بشر
روزمرہ گرم پانی سے غسل کرتا ہے۔ غسل کا پانی اس درجہ گرم ہوتا ہے کہ کسی
اور ملک کا آدمی برداشت نہین کرسکتا جس طرح کہ اکثر لوگ پانی سے
ڈرتے اور گریز کرتے ہین اس کے برخلاف جاپانی پانی سے محبت
کرتے ہین اور دن مین کئی کئی مرتبہ غسل کرتے اور تیرتے ہین صرف
ٹوکیو مین آٹھ سو حمام ہین جنمین تخمیناً تین لاکھ آدمی روزانہ غسل کرتے ہین
شاید کوئی جاپانی رئیس نہ ہوگا جس کے محل مین اس کے لیے غسل خانہ یا
حمام نہ ہو۔ پہلے زمانہ مین یہ دستور تھا کہ مرد اور عورت ایک ہی حمام
مین غسل کیا کرتے تھے اور وہ اس قدر بے تکلف تھے کہ جب چند یورپین
شخصون نے ان کے اس رواج پر ناپسندیدگی ظاہر کی تو انھین بڑی حیرت
ہوئی لیکن اب سرکار نے مرد اور عورتون کے یکجا غسل کرنے کی ممانعت
کر دی ہے اور شارع عام پر بھی غسل کرنے کی ممانعت ہے۔

جاپان ایک پہاڑی ملک ہے اور زرخیزی کے خیال سے دنیا کے
بہت ملکون سے پیچھے ہے۔ تاریخ جاپان آتش فشان پہاڑون کی انہدام
تباہی اور خونریزی کی ایک مسلسل کتاب ہے۔ تقریباً پانچ سو زلزلے
ہر سال محسوس ہوتے ہین اور یہی وجہ ہے کہ جاپان مین عموماً لکڑی کے
مکانات بنائے جاتے ہین اور ان مین بڑے بڑے شرفا اور روسا
تک رہتے ہین۔ آتش فشان پہاڑ فوجی سن کا پھٹنا جو ۱۷۰۷ء مین
واقع ہوا ہمیشہ تاریخی یادگار رہیگا۔ اس واقعہ کی کیفیت ایک پجاری نے
جو اس پہاڑ کی مشرقی سمت ایک مندر مین رہتا تھا لکھی ہے۔ وہ بیان
کرتا ہے کہ ایک پہاڑ شق ہوگیا اور خاکستر کے بادلون نے روز روشن
کو شب تار بنا دیا۔ گرم پتھرون کے ٹکڑے ہوا مین ادھر ادھر اڑتے پھرتے
تھے اور تین تین گز کی بلندی تک گرد و نواح کے مکانون مین مادہ بھر گیا
اس تباہی کا شور ساٹھ میل کے فاصلہ سے سنائی دیتا تھا۔ کئی شہر اور
گاؤن اس وقوعہ ناگہانی کی وجہ سے خاک سیاہ ہوگئے اور انسانی
و حیوانی جان کا پتہ بھی باقی نہ رہا۔ دوسرا وقوعہ اسی قسم کا ۱۷۹۲ء
مین ہوا اور ہزار ہا جانین تلف ہوگئین۔ زلزلہ ساحل سمندر پر کوسون
تک پھیل گئی۔ ایسے ملک مین رہ کر جاپانیون نے جو حیرت انگیز ترقی
کی ہے وہ معجزہ سے کم نہین۔ اب بھی جاپان مین چند آتش فشان پہاڑ
ایسے ہین جن سے شب و روز آگ کی ندیان بہتی رہتی ہین اور اہل ملک
کو بیحد خطرہ رہتا ہے۔

جاپان مین مثل ہندوستان یا چین کے کوئی بڑا دریا نہین ہی
بستہ چھوٹی چھوٹی نہرین اور گرم چشمے جابجا پائے جاتے ہین۔ غالباً
دنیا مین ایسے گرم چشمے کسی اور ملک مین نہون گے۔ بعض چشمے گندھک کے
ایسے ہین جو ہر وقت اُبلتے رہتے ہین اور جنمین غسل کر کے لوگ اکثر بیماریون
سے شفا پاتے ہین۔

جاپان کا طول چونکہ بہت زیادہ ہی اس لیے کل ملک کی آب و ہوا
یکسان نہین۔ جزائر کیوراُئل کی آب و ہوا سرد ہی۔ وسطی جاپان کی
معتدل اور جزائر لُوچُو کی گرم۔ جزائر ہونڈو کی آب و ہوا خاصکر
بہت ہی لطیف ہی۔ موسمی ہواؤن سے بھی آب و ہوا پر بہت اثر پڑتا ہی
بعض بعض پہاڑ ایسے ہین جن کی چوٹیان اکثر برف سے ڈھکی رہتی
ہین اور سوائے سخت گرمی کے اُن پر سے برف کبھی نہین پگھلتی۔ البتہ
جو تھوڑی سی برف ٹوکیو مین مشرق کی طرف پڑتی ہی وہ جلد فنا
ہو جاتی ہی۔

(۲) طرز معاشرت

ابھی ہم ذکر کر چکے ہین کہ جاپانی لوگ اپنے مکان زلزلون کے
اندیشہ کی وجہ سے لکڑی کے بناتے ہین۔ یہ مکان ایک منزل کے ہوتے
ہین اور سب کا ایک ہی نمونہ ہوتا ہی۔ چھت اکثر چھپر یا لکڑی یا کھپریل
سے پاٹی جاتی ہی مگر بھاری ہوتی ہی اور ستونون پر کھڑی رہتی ہے۔
مکانون مین دیوار برائے نام بھی نہین ہوتی اور گرمیون مین ہر ایک
چیز یون ہی کھلی پڑی رہتی ہی۔ البتہ موسم سرما مین کھلی ہوئی جگہون پر
علاوہ دروازے کے ایک موٹا کاغذ جڑ دیا جاتا ہی۔ یہی کیفیت مکانون کے
اندر کی ہوتی ہی جب کُل مکان سے کوئی کمرہ علٰحدہ کرنا منظور ہوتا ہی
تو موٹے کاغذ کے پردے کام مین لائے جاتے ہین۔ مکانون کا فرش
تمام چٹائیون کا ہوتا ہی جو عموماً ۶ فٹ لمبی ۳ فٹ چوڑی اور ۳ انچ
موٹی ہوتی ہین۔ یہ چٹائیان ایک پیمانہ کا کام دیتی ہین اور بجائے یہ
کہنے کے کہ فلان مکان اتنے گز لمبا ہی جاپانی لوگ کہتے ہین کہ وہ اتنی چٹائیان
لمبا ہی۔ جاپان مین جیسا کہ اوپر لکھ چکے ہین دو منزلے مکان بہت کم
ہوتے ہین اور اگر شاذونادر کہین ہین بھی تو وہ نوابون اور رؤسا
کے قبضہ مین ہین۔ جاپانی مکانات کے پچھلے حصہ مین ایک باغیچہ
ہوتا ہی اور پچھلا حصہ مکان کا اسی وجہ سے قابل دید اور خوشنما
ہوتا ہی۔ ایشیا کی کل قومون سے زیادہ جاپانی پھولون کے بڑے
شائق ہوتے ہین۔ کوئی بڑا شہر جاپان مین ایسا نہو گا جہان پھولون کا
بازار نہو۔ جاپانی مکانون مین میز نہین ہوتین بلکہ سب لوگ چٹائی
پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہین۔ جاپانیون کی سب سے زیادہ ضرورت کی
چیزین آتش دان اور تمباکو دان ہین۔ ہر ایک مکان مین ایک مچان
بھی ہوتا ہی جہان علاوہ چند اشیا کے چھوٹی چھوٹی تختیان جنپر خاندان
کے بزرگون اور دیوتاؤن کے نام لکھے ہوتے ہین رکھی رہتی ہین۔ اُن کے
سامنے صاحب خانہ روز سر جھکاتے ہین اور دعائین مانگتے ہین چونکہ
جاپانی عمارتون کی ساخت لکڑی کی ہوتی ہی اس لیے آگ کا ہمیشہ
خطرہ رہتا ہی بعض بعض جاپانی اپنی زندگی مین آٹھ آٹھ مرتبہ جل چکے ہین
اس خوف کی وجہ سے محلون اور کوچون مین ایک لمبی سیڑھی رکھی رہتی ہی۔
جس کے قریب ایک گھنٹہ لٹکتا رہتا ہی جب کبھی اندیشہ ہوتا ہی ایک
آدمی سیڑھی پر چڑھ جاتا ہی اور اطلاع عام کے لیے گھنٹہ بجا دیتا ہی

خوراک کے معاملہ مین جاپانی عموماً بڑے پرہیزگار ہوتے ہین اور
یہ بُدھ مذہب کا طفیل ہی۔ زراعتی پیداوار اور ترکاریان اس قوم
کی غذا ہین البتہ جو آدمی لڑائی اور میدان کا کام کرتے ہین یا اسی قسم
کے دیگر کامون مین مصروف ہین وہ مچھلی کھانے لگے ہین مگر وہ بھی اس
بات کو بخوبی جانتے ہین کہ مچھلی کھانا اُن کے مذہبی اصولون کے خلاف ہی
اسی لیے مچھلی کو "بحری سبزی" کے نام سے پکارتے ہین۔ شہرون مین عام
خوراک چاول ہی اور دیہات مین گیہون اور باجرہ کھایا جاتا ہی۔ کھانا

کھانے کے وقت ہر ایک شخص اپنی خوراک علحدہ رکھ لیتا ہے مگر جاپان مین ہندوستان کی طرح پاس بیٹھ کر کھانا یا ایک دوسرے کی غذا کو چھو لینا گناہ نہین ہے ہر ایک شخص چھوٹے ذرا سا تو ڑ لیتا ہے اور باقی خوراک گھٹنون کے بل چٹائی پر بیٹھ کر ایک بانس کی تیلی سے کھائی جاتی ہے۔ اس کے بعد پائپ یا چرٹ کے کش لیے جاتے ہین۔ تمباکو پینے کا جاپان مین عام رواج ہے۔ اول پرتگالیون نے سنہ [illegible] کے قریب جاپان مین تمباکو کا رواج ڈالا۔ کچھ دنون تک اس کے استعمال کی بڑی سخت ممانعت رہی مگر جب بہت آدمی استعمال کرنے لگے تو سنہ [illegible] سے گھر کے باہر پینے کی اجازت مل گئی۔ جاپان مین چا پینے کا رواج بھی اسی کثرت سے ہے جیسے تمباکو پینے کا۔

جاپانیون مین نکاح کی رسمین ہندؤن کی شادی کی رسمون سے بہت ملتی جلتی ہین۔ ہندوستان کے آدمیون کی طرح جاپان مین بھی ہر ایک شخص شادی کرتا ہے اور یہ بھی خیال کچھ درست ہے کہ بغیر اولاد نرینہ کے آدمی کی روح تکلیف پاتی ہے۔ مگر ہندؤن کی سی کمسنی کی شادی جاپان مین بالکل معدوم ہے۔ اور شادی ہونے کے لیے خاوند کم سے کم ۱۶ برس اور بیوی کم سے کم ۱۴ برس کی ضرور ہونی چاہیے۔ ناعاقبت اندیش والدین نے ہندوستان مین خاوند بیوی تلاش کرنے کا کام پروہت یا نائی کے سپرد کر رکھا ہے۔ مگر جاپان مین اس کام کو جس پر زندگی بھر کی خوشی یا آفتون کا فیصلہ ہوتا ہے والدین نے اپنے ہاتھ مین رکھا ہے۔ یا والدین خاندان مین سے کسی معقول آدمی یا اپنے کسی خاص دوست کو اس غرض کے لیے مقرر کرتے ہین اور جو آدمی شادی کراتا ہے اُس کے خاوند بیوی عمر بھر شکر گذار رہتے ہین نہ کہ ہندوستان کی طرح کہ جو شخص شادی کراتا ہے اس پر ضرور ہی کچھ نہ کچھ عیب لگا دیتے ہین بلکہ خاوند بیوی کی تکرار یا اُن کے والدین کے درمیان تنازعہ کا ٹھیکرا اس درمیانی آدمی کے سر پر رکھا جاتا ہے۔ جاپان مین جب شادی کی گفتگو ہو جاتی ہے تو خاوند بیوی کو ایک دوسرے کو دیکھنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ اگر اُن مین کوئی بھی نارضامند ہو تو معاملہ وہین خاتمہ ہو جاتا ہے اور اگر جانبین کی رضامندی ہو جاتی ہے تو تحفون کا ادل بدل کیا جاتا ہے جو بمنزلہ منگنی کے تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد شادی کی کوئی تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ شادی کے دن دُلہن سفید لباس پہنتی ہے۔ جاپانیون مین سفید لباس ماتم کا نشان سمجھا جاتا ہے۔ سفید لباس پہننے کا یہ منشا ہوتا کہ دُلہن آج اپنے والدین کے گھر سے عمر بھر کے لیے رخصت ہوتی ہے۔ دُلہن کے والدین اس کی رخصت کے بعد اپنا مکان دھوتے اور صاف کرتے ہین جیسے کہ مکان سے مردہ اُٹھانے کے بعد مکان صاف کیا جاتا ہے۔ دولہا کے ہان دعوت ہوتی ہے اور دعوت کھانے سے قبل دولہا اور دلہن اپنا شادی کا لباس تبدیل کرتے ہین اور رنگین لباس پہنکر دعوت مین شریک ہوتے ہین۔ اس جگہ پر دولہا اور دلہن کے درمیان چند عہد و پیمان بھی ہوتے ہین جن کا پیش نظر رکھنا دونون پر لازمی ہوتا ہے۔ ضلع کے حاکم کو شادی کی اطلاع دیجاتی ہے۔ اگر دلہن کے خاندان مین کوئی لڑکا نہو تو عموماً داماد متبنیٰ کیا جاتا ہے گو اسکو اپنا نام تبدیل اور نئے خاندان کا نام اختیار کرنا ہوتا ہے۔

مثل ہندو خاتونون کے جاپانی عورتون کو بھی خواہ وہ کسی درجہ کی کیون نہون اپنے خاوند کی فرمانبرداری فرض ہے۔ کنوارپن اور بیوگی کی حالت مین ہر ایک عورت پر اپنے والدین یا بڑے بیٹے کے حکم کی پابندی کرنا واجب ہے۔ اگرچہ جاپانی عورتین اپنے خاوند کی خاص خادمہ تصور کی جاتی ہین مگر وہ ہمیشہ واجب الاحترام "معظمہ خاتون" کے نام سے پکاری جاتی ہین۔ سنہ [illegible] سے عورتون کے حقوق قانوناً زیادہ کر دیے گئے ہین، اور اُن کو بھی اپنے خاوندون کو طلاق دینے کا استحقاق بخشا گیا ہے۔ یورپین طریقون نے عورتون کی عزت دوبالا کر دی ہے اور اکثر لوگ اپنی بیویون کو ساتھ لیکر باہر نکلتے ہین۔ یورپین لوگ جاپانی عورتون کی

نیک اطواری، خوش اخلاقی کے قائل ہین۔

ذیل کی سات حالتون مین مرد کا عورت کو طلاق دینا جائز ٹھہرایا گیا ہو۔ (۱) خاوند کے والدین کی نافرمانبرداری (۲) بانجھ ہونا (۳) چلبلی (۴) رشک (۵) کوڑھ (۶) بیہودہ گوئی (۷) چوری۔

جاپانی بچون کا اُن کی پیدائش سے سات روز بعد نام رکھا جاتا ہو اور خاندانی نام اکثر گاؤن، دریا، جھیل، یا پہاڑون سے لیے جاتے ہین عورتون کے نام بھی پھولون یا دیگر قدرتی چیزون سے جن کو جاپانی افضل سمجھتے ہین لیے جاتے ہین۔ مثلاً گل داؤدی، کلی موسم بہار وغیرہ وغیرہ۔ جب بچہ ایک ماہ کا ہوجاتا ہو تو اُس کا رشتہ دار کو والدین مندر مین لیجاتے ہین اور بعدہ وہ بچہ اپنے رشتہ دارون کے گھر لیجایا جاتا ہو اور ہر ایک رشتہ دار حسب حیثیت اُس کو تحفہ تحائف پیش کرتا ہو جب بچہ چار ماہ کا ہوجاتا ہو تو اُسے بالغون کا سا لباس جس پر سارس اور سنگ کی تصویرین جو درازی عمر کا نشان ہین بنی ہوئی ہوتی ہین پہنایا جاتا ہو۔ گیارھوین مہینے ایک ور دعوت کیجاتی ہو جس مین بچہ کا سر کہین کہین سے منڈوایا جاتا ہو اور باقی سر پر بال چھوڑ دیے جاتے ہین۔

عورتین اپنے بچون کو کم سے کم دو سال اور زیادہ سے زیادہ پانچ سال کی عمر تک دودھ پلاتی ہین۔ زیادہ عمر تک دودھ پلانے کی غالباً یہ وجہ ہو کہ گائے کا دودھ جاپان مین استعمال نہین کیا جاتا اور بکری جاپان مین ہوتی ہی نہین۔ اس لیے مائین قبل از وقت ضعیف ہوجاتی ہین اور لڑکے پندرہ برس کی عمر مین جوان اور شادی کے قابل تصور کیے جاتے ہین۔

بچون کا پہلا فرض والدین کی عزت کرنا ہو اور نصیحت اکثر کہانیون اور قصون کے ذریعہ سے بچون کو دیجاتی ہو۔

جاپانیون کی سب سے پرانی کتاب کوجی کی ہو جو ۷۱۲ء سے شروع ہوتی ہو۔ اس مین چند دیوتاؤن کا حال اور قوم کے پرانے حالات درج ہین۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد ایک اور کتاب "ہنوگی" یا "تاریخ جاپان" چینی زبان مین تصنیف ہوئی اور "رکین یوشا" یعنی "ہزارون کا گلدستہ" قریباً ۷۵۰ء مین لکھا گیا۔ اس کتاب سے ملک کے حالات کی بہت خبر لگتی ہو کیونکہ اس مین چند قدیمی شاعرون کے جنھون نے اپنے اپنے زمانہ کا حال لکھا ہو انتخاب ہین۔ مگر جاپانی زبان کی سب سے بڑی کتاب "ڈی نے ہونشی" ہو۔ دو صدیان گذرین چینی اور جاپانی فضلا نے اس کتاب کو ایک سو جلدون مین تالیف کیا تھا۔

جاپانی نظم اکثر زندگی کی ناپائداری، عشق اور موسمی بہار پر لکھی جاتی ہو۔ قصے کہانیون کی کتابین جاپانی زبان مین بے شمار ہین اور عورتین زیادہ تر اُن کی مصنف ہین۔ جاپان مین ناولون کی بڑی قدر افزائی کی جاتی ہو اور ہر سال سیکڑون بلکہ ہزارون ناول لکھے جاتے ہین اور انگریزی یا یورپین قابل قدر تصانیف کا ترجمہ کیا جاتا ہو۔ "سمائیلز" کی مشہور کتاب "سلف ہلپ" کا جاپانی مین ترجمہ ہوگیا ہو اور اسکول اور کالجون مین پڑھائی جاتی ہو۔ جاپان کا سب سے بڑا ناولسٹ جس نے دو سو نوے کتابین لکھی تھین ۱۸۴۸ء مین انتقال کر گیا۔ اس کی سب سے زیادہ مشہور تصنیف "ہیک کنڈن" ۱۰۶ جلدون مین ہو اور جاپانیون نے اس کو اس قدر متبرک سمجھ کر رکھا ہو کہ جب تک وہ بالکل حفظ نہو جائے قرآن شریف کی طرح اُسے بار بار پڑھتے ہین۔

سلطنت جاپان مین آٹھ کتب خانے ہین اور اُن مین سب سے بڑا کتب خانہ جو "بیت العلم" کے نام سے مشہور ہو ٹوکیو دار الخلافہ جاپان مین ہے۔ جسقدر تصانیف جاپان مین سالانہ ہوتی ہین ان کی ایک ایک جلد اس شاہی کتب خانہ کو بھیجی جاتی ہو اور اس کتب خانہ مین اب تک ایک لاکھ سے زیادہ جاپانی اور چینی اور اسی ہزار یورپین کتابین ہین اُن یورپین کتب مین سے بہتون کے ترجمے ہوگئے ہین لوگ جاپان کی

اسقدر قلیل عرصہ مین حیرتناک ترقی پر کشادہ ذہن رہ جاتے ہین مگر یہ خیال نہین فرماتے کہ تیس سال کے عرصہ مین جاپان نے خون پسینا ایک کر دیا ہو۔ جاپان کی موجودہ ترقی انکی کوششون کا نتیجہ ہو۔ اگر ہم بھی ایسی ہی صدق دلی سے کوشش کرین توکیا نہین کر سکتے

جاپانی لڑکے اپنے چھٹے سال کے چھٹے مہینے کے چھٹے روز مدرسہ مین داخل کرلئے جاتے ہین۔ ان کو شروع مین حروف تہجی کے بعد ایک کتاب فرزانہ سعادتمندی پڑھائی جاتی ہو۔ اس کتاب مین اس فرض کی مبالغانہ تعریف لکھی گئی ہو اور وہ بچون کے دل پر بہت گہرا نقش کرتی ہو کیونکہ بچون کو قدرتی طور پر اپنے والدین سے زیادہ محبت ہوتی ہو۔ دوسری کتاب شہری طریق جسمین قومی اتحاد اور میل جول کا ذکر ہو پڑھائی جاتی ہو اور رہا ہا کنفوشس کی تصنیفات پر مدرسون مین زیادہ زور دیا جاتا ہو۔ اب خیال فرمائیے کہ ان بچونکو ایسی کتب کے ذریعہ سے تعلیم دیجاسے تو وہ عالم باعمل کیون نہون۔

جاپان مین ۱۹۰۳ء مین ۲۷۹۲۳ اسکول اور کالج تھے جن مین ۹۱۶۵۲ مرد اور ۲۲۴۰۳ عورتین استادی کا کام کرتے تھے۔ ان درسگاہون مین ۳۶۹۴۸۱۶۱۲ لڑکے اور ۵۷۵۰۸۰۰ لڑکیان تعلیم پاتی تھین۔ غیر ملک کی تصانیف کی طرح دیگر ممالک کے تعلیم یافتہ اشخاص کی بھی جاپان مین وقعت کی جاتی ہو چنانچہ اُسی سال جاپان مین ۲۴۰ استاد غیر ملکون کے تھے جن مین سے ۱۲۶ امریکن اور ۷۰ برٹش تھے۔ ۴۷ نارمل اسکول تھے جسمین ۲۲۲۵ طالب علم تعلیم پاتے تھے۔

جاپان مین یونیورسٹی کی پانچ مدین ہین یعنی قانون علم ادب سائنس انجینرنگ اور علم طب۔ علاوہ سرکاری کالجون کے پرائیوٹ کالج بھی ہین اور ۱۸۸۶ء مین کورس مین انگریزی بھی داخل کیگئی ہو۔ تعلیم نسوان کا جاپان مین اسقدر زور ہو کہ ہندوستان مین بجائے ایک لڑکی کے جاپان مین بیس لڑکیان تعلیم پاتی ہین۔ جاپانی طالب علم بڑے ذہین محنتی اور مودب ہوتے ہین۔

بچون کی تفریح کا سامان جس قدر جاپان مین ہو شاید دنیا کے کسی اور ملک مین نہوگا۔ ایک سیاح عورت لکھتی ہو کہ اپنے بچون کے کھیل مین دلچسپی لینے والے والدین مین نے سوائے جاپان کے اور کہین نہین دیکھے۔ کوئی میلا تماشا یا دعوت کیون نہو جاپانی والدین اپنے بچون کو ضرور ہمراہ لیجائینگے۔ ہر سال تیسرے مہینے کی تیسری تاریخ کو لڑکیون کے لیے ایک بڑا میلا لگتا ہو۔ اور لڑکون کا میلا جو جنگ کے دیوتا کا تیوہار ہو پانچوین مہینہ کی پانچوین تاریخ کو لگتا ہو۔ بچون کے لیے اور قسم کے کھیل بھی ہوتے ہین مثلاً تھیٹر، تاش، لٹو، آنکھ مچولی، شطرنج اور گیند وغیرہ وغیرہ۔ جاپانی لڑکے پتنگ بازی کے بھی بڑے شائق ہوتے ہین، اور بعض پتنگ لڑکون، پرندون، جانورون، مچھلیون، بہادرون اور خوبصورت عورتون کی شکل پر بنائی جاتی ہین۔

(۳) سوسائٹی کے مختلف درجے، صنعت وحرفت، تجارت، زراعت

جاپان مین سوسائٹی کئی درجون مین منقسم ہو مگر ہندوستان کی طرح یہ درجے کسی مذہبی بنیاد پر نہین قائم کیے گئے ہین۔ (ا) سمورائے یہ کسی وقت مین ایک فوجی جماعت تھی اور عام لوگ انھین سامعینی خداوند پکارتے تھے۔ اس جماعت کا ہر شخص اپنے ساتھ دو تلوارین لیکر نکلتا تھا علاوہ ہر قسم کے ٹیکس سے آزاد تھا۔ یہ لوگ بڑے بڑے عہدون پر مقرر کیے جاتے تھے اور سب لوگون پر ان کو فوقیت حاصل تھی۔ (ب) کاشتکار۔ یہ لوگ سمورائین سے دوسرے درجہ پر ہین۔ زمین کی نصف پیداوار ڈےمیون (لارڈ) یعنی جاپانی تعلقدارون کو ملتی ہو۔ ان لوگون کو بھی اپنے ہمراہ ہتیار لیجانے کی اجازت ہو۔ (ج) کاریگر، بڑھئی، لوہار، سنار، اور جلاہے وغیرہ تیسرے درجہ پر ہین جو جاپانی زردوزی اور صنعت اور بعض دیگر فنون مین اپنا مقابلہ نہین رکھتے۔ (د) دوکاندار۔ پہلے یہ لوگ بڑے حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے مگر اب اُن کی عزت افزائی ہونے لگی ہو۔ چنانچہ آج جاپان مین ہر ایک ملک اور مذہب اور ملت کے سوداگر موجود ہین

(۲) ِیتاس۔ ان لوگون کا کام چمڑا صاف کرنا۔ رنگنا اور قبرین کھودنا ہے پہلے ان کو سوسائٹی مین شریک ہونے اور کھانے پینے کی اجازت نہ تھی۔ مگر ۱۸۷۱ء سے جو فرق تھے وہ گورنمنٹ نے دور کردیے

(۳) ہی نن۔ یہ لوگ فقیر اور گداگر ہین۔

جاپان کی بڑی بھاری صنعت ریشم کا کام ہے سنہ ۱۸۹ء سے قبل جاپان مین کوئی شخص ریشم کا نام بھی نہین جانتا تھا سنہ ۱۸۹ء مین ریشم کوریا سے لایا گیا اور اب جاپان ریشم کی تجارت مین دنیا کے کل ممالک سے سبقت لے گیا ہے۔

روغن سازی مین بھی جاپان اپنا ثانی نہین رکھتے۔ یہ ہنر جاپانیون نے چینیون سے سیکھا تھا مگر آج وہ اس مین اپنے استادون ہی کے استاد نہین بلکہ دنیا بھر کے استاد بن بیٹھے۔ چھتریون کے دستون پر جو باتصویر سفید روغن ہوتا ہے وہ اہل جاپان ہی کی کاریگری کا ایک نمونہ ہے۔

جاپانا ویر یعنی چینی کے برتن جاپان کی ایک اور بڑی صنعت ہے۔ پہلے جاپان مین معمولی مٹی کے برتن بنائے جاتے تھے مگر سولھوین صدی مین یہ فن جاپانیون نے اہل کوریا سے سیکھا۔

نقاشی۔ یہ ہنر جاپانیون نے چینیون سے سیکھا گر خود بھی اسمین نمایان ترقی اور ایجاد کی۔ جاپانی پردے بڑے خوبصورت ہوتے ہین۔

جاپانی اچھے لوہار ہوتے ہین اور لوہے کی بیسیون قسم کی چیزین مثلاً گھنٹے لالٹینین گھڑیان اور بُت اور زیور وغیرہ بناتے ہین۔

فن مصوری مین جاپان لاثانی ہے۔ تقریباً ۵ لاکھ سالانہ کی تصویرین جاپانی ساخت کی مہذب دنیا کے بازارون مین فروخت ہوتی ہین۔

کچھ عرصہ سے جاپانی دیا سلائی بھی بناتے ہین۔ شروع مین تو اس کام کی کامیابی حاصل نہین ہوئی مگر کچھ عرصہ بعد جاپانی دیا سلائی مثل سویڈن اور ناروے کی دیا سلائی کے بازارون مین فروخت ہونے لگی، اور جاپانیون کو اس سے ایک کثیر التعداد فائدہ ہونے لگا، اور اب یہ حال ہے کہ ہر جگہ جاپانی دیا سلائی نظر آتی ہے۔

جاپان کی تجارت دیگر ممالک کے ساتھ روز بروز ترقی کر رہی ہے تجارت کی اشیا (ریشم۔ چاول۔ چاے۔ کوئلہ۔ تانبا۔ کافور اور کیوریس (خوبصورت اور نازک چیزین) ہین۔ ان کی تعداد ۱۹۰۸ء مین ۱۳۹ ملین ڈالر تک پہنچ گئی تھی۔ جاپانی ین یا ڈالر قیمت مین دو روپے کے برابر ہوتا ہے پچھلے پندرہ سال مین اس تجارت کی تعداد مضاعف ہوگئی ہے۔

مگر باوجود اس سب تجارتی ترقی کے جاپان ایک زراعتی ملک ہے اور زراعت ہی لوگون کا خاص پیشہ ہے۔ سال بسال زراعت کا رقبہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جاپانیون کو صرف وادیون پر ہی قناعت نہین ہے بلکہ پہاڑیون کے دامن بھی زیر کاشت لائے جا رہے ہین۔ علاوہ بہت سی اشیا کے گیہون۔ چاول۔ باجرہ۔ شکر قند۔ مٹر کی بہت زراعت کی جاتی ہے۔ جاپان مین مختلف قسم کے پھل مثلاً ناسپاتی سیب انگور وغیرہ بھی ہوتے ہین مگر اعلیٰ درجے کے نہین۔

(۴) گورنمنٹ۔ قوانین۔ بحری و بری طاقت۔ ریل و اخبارات

شاہنشاہ جاپان کا عام خطاب مکاڈو ہے اور غالباً مکاڈو لفظ کے معنی "درِ عظیم" ہین۔ عام خیال کے مطابق شاہنشاہ حق الٰہی سے حکومت کرتا ہے۔ سنہ ۱۱۹۲ء سے لیکر ۱۸۶۷ء تک جاپان خاندان شوگن کے زیر حکومت رہا اور مکاڈو کے ہاتھ مین عنان سلطنت صرف ۱۸۶۸ء سے آئی ہے۔ جاپان مین یورپین خیال پھیلنے سے قبل شاہنشاہ اپنے قصر مین بند رہتا تھا اور علاوہ چند مشیرون اور اس کی بیویون کے کسی شخص کو اس کے پاس جانے یا دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کبھی شاہنشاہ کا گذار شہر مین ہوتا تھا تو اس کو پردہ دار گاڑی مین بٹھلا کر گشت کرائی

باقی تھی۔ وہ ایک [illegible] میں رہ سکتا تھا اور نہ ایک ہی بدن میں دو مذہب [illegible] تھا۔

پہلے زمانے کے اسپین کی طرح جاپان میں بھی ایک عرصہ سے "فیوڈل" طریقہ حکومت کا چلن آتا تھا یعنی سلطنت جاپان چند چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستوں میں منقسم تھی۔ ۱۸۶۸ء میں جاپان کے تمام شہزادے نواب اور امرا ٹوکیو میں جمع ہوئے اور وزیر اعظم نے "فیوڈل" طریق کی منسوخی کا ایک عظیم الشان جلسہ میں شاہنشاہی اعلان پڑھا۔ حاضرین جلسہ نے تخت کے آگے سر جھکا کر تابعداری کا اظہار کیا اور دنیا کے تمام بادشاہوں کو اس جلسہ عظیم کی کارروائی کی خبریں بھیجی گئیں۔

اس کے بعد سلطنت کے کاروبار میں مختلف پہلو سے ترقی ہو گئی۔ جہاز بنانے کے کارخانے کھولے گئے اور جاپان سے دیگر ممالک کو طالب علم ہنر اور فنون سیکھنے کے لیے بھیجے گئے۔ پبلک ورکس (رفاہ عام) اور محکمہ تعلیم میں یورپین اور امریکن آدمیوں کو معقول عہدے دیے گئے۔ ۱۸۷۱ء میں نیچ ذاتوں کو اہل شہر کے حقوق عطا کیے گئے، ڈاکخانے اور تارگھر کھولے گئے اور سکہ بنانے کے لیے ایک شاہی ٹکسال بھی قائم کی گئی۔ شہر ٹوکیو دارالخلافہ جاپان میں ایک دارالعلوم (یونیورسٹی) قائم کیا گیا۔

۱۸۷۳ء کے نوروز کو مہذب دنیا کی جنتری اختیار کی گئی۔ اور ۱۸۷۵ء میں تمام صوبوں کے حاکم ٹوکیو میں طلب کیے گئے اور تین سال بعد پراونشل ریپرزنٹیٹو جماعتیں مقرر کیے جانے کا حکم صادر ہوا۔ اس سے قبل سلطنت کا کل انتظام شاہنشاہ اور تین منشیروں اور کونسل کے سپرد تھا۔

۱۸۸۴ء میں یورپین طرز پر ڈیوک، مارکوس، کونٹ، وائی کونٹ اور بیرن کے ناموں سے امیروں کے پانچ درجہ مقرر کیے گئے اور فروری ۱۸۸۹ء میں ایک نیا کونسٹی ٹیوشن (یعنی طرز حکومت) عطا ہوا۔ بموجب شرائط کونسٹی ٹیوشن شاہنشاہ نے ۱۸۹۰ء میں امپیریل ڈائٹ کا افتتاح کیا جس میں ایک ہاؤس آف لارڈز (خاص) اور ایک ہاؤس آف کامنس (عام) تھا۔ دربار خاص کے ممبر باعتبار درجہ عمر بھر ممبر رہتے ہیں مگر چند امیر جو اپنے درجوں کے موافق چنے جاتے ہیں یا جن کو ٹیکس ادا کرنے والے تجویز کرتے ہیں، وہ صرف سات برس کے لیے ممبر ہوتے ہیں۔ دربار عام کے لیے ممبر صرف چار برس کے واسطے منتخب کیے جاتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ کسی ممبر کی عمر تیس سال سے کم نہ ہو اور وہ کم سے کم پندرہ ڈالر سالانہ ٹیکس دیتا ہو۔

اپر ہاؤس (خاص) کے ممبروں کی تفصیل یوں ہے۔

شاہی خاندان کے ممبر	۱۰
نواب	۱۳۹
شاہی نامزد	۵۹
ٹیکس دینے والے	۴۴
	۲۵۲

لوور ہاؤس (عام) میں تین سو ممبر ہوتے ہیں۔ پہلا پریسیڈنٹ جس کو ممبروں نے منتخب کیا تھا مسٹر کاجیما تھا۔ یہ صاحب لبرل پارٹی کے ممبر اور مسیحی تھے۔ اُن کے علاوہ ۱۳ دیگر ممبر بھی مسیحی تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جاپان کی پارلیمنٹ کا ممبر ہر مذہب یا ملت کا شخص ہو سکتا ہے۔

قوانین جاپان کل مہذب دنیا کے قوانین کا لب لباب ہیں۔ کسی جاپانی کو سوائے قانوناً پکڑ کر سزا نہیں دے سکتے، اور وہ صرف انھیں ججوں کے سامنے جو قانوناً انصاف کرنے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں پیش کیا جا سکتا ہے۔ ہر ایک جاپانی کو مذہبی خیالات تقریر تصنیف اور قانون کی حدود میں جلسے منعقد کرنے کی اجازت عطا فرمائی گئی ہے۔

ضابطہ فوجداری ایک فرنچ (فرانسیسی) آدمی نے ضابطہ نپولین کی بنا پر تیار کیا اور قدیم جاپانی قوانین کی رو سے اُسمین کچھ تغیر و تبدل بھی کئے گئے ہین سنہ ۱۸۸۲ء سے اُس کے مطابق عملدرآمد شروع ہوگیا ہے۔ جاپان مین سزائے موت بہت کم دیجاتی ہے۔ جج تنہا مقدمہ کرتا ہے اور وکیل اُسی کی معرفت سوال کرسکتا ہے۔ گواہان کے لیے حلف لکھے رہتے ہین اور گواہی دیتے وقت وہ اس پر اپنی مُہر لگا دیتے ہین تمام کارروائی عدالتوں کی تحریری ہوتی ہے امپیریل یونیورسٹی کے مدکالج کے علاوہ آٹھ پرائیویٹ قانونی کالج ہین تقریباً ایک ہزار نوجوان ہر سال ڈگری پاتے ہین۔

پُرانے زمانہ مین جاپانی فوج ایک علٰحدہ جماعت تصور کیجاتی تھی اور اکثر موٹے کپڑے اور چمڑے سے ہتیار بنائے جاتے تھے مگر آٹھوین صدی عیسوی سے دھات کے ہتیارون کا عام رواج ہوگیا ہے شروع مین بدن کے ہر ایک عضو کے لیے علٰحدہ علٰحدہ ہتیار بنائے گئے، مگر جب وہ تکلیف دہ ثابت ہوے تو اُن کا استعمال متروک کردیا گیا۔

سنہ ۱۸۶۸ء کے بعد ایک جنگی فوج یورپین طرز پر بنائی گئی اور جرمنی اور فرانس کے فوجی مشیر طلب کئے گئے۔ ہر ایک نوجوان کے لیے جس کی عمر بیس سال سے کم نہو فوج مین داخل ہونا لازمی رکھا گیا اور ملازمت کا عرصہ تین سال مقرر کیا گیا۔ اکلوتے بیٹے کے حق مین فوجی خدمت لازمی بات نہین ہے جب فوجی سپاہی ایکٹو سروس مین اپنی ملازمت کا حصہ گزار دیتے ہین تو اُن کا ایک ڈویژن بنایا جاتا ہے جس کو ریزرو کہتے ہین۔ پانچ برس تک وہ کبھی کبھی قواعد کرنے کے لیے بلائے جاتے ہین۔ اور اُس کے بعد قومی گارڈ مین داخل کیے جاتے ہین۔ ایکٹو بری فوج کی تعداد تقریباً اسی ہزار اور ریزرو کی چھیانوے ہزار ہے یورپین لباس اور ہتیار کام مین لائے جاتے ہین۔

سنہ ۱۸۷۳ء مین سرکار انگلشیہ نے جاپان کو تیس تجربہ کار اور ہوشیار بحری افسر بحری کالج بنانے اور جاپانیون کو علم جہازرانی سکھانے کے لیے قرض دیے۔ چھ سال کے بعد وہ جاپان سے واپس چلے آئے اور ان تیئیس برس کے اندر جو جاپان نے اپنی بحری قوت مین ترقی کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے جاپان کی فتوحات اور روس کی ذلتین ہزار زبان سے جاپان کی بحری و بری قوت کو تسلیم کر رہی ہین۔ جاپان ایشیا کی سب سے بڑی بحری قوت ہے۔

چونکہ جاپان ایک پہاڑی ملک ہے اور علاوہ برین برسات مین سیکڑون ہزارون ندی نالے پلون اور بندون کو اکھاڑ کر پھینک دیتے ہین اس لیے یہ ملک ریل بنانے کے قابل نہین ہے مگر تاہم چند ہزار میل ریل جاپان مین موجود ہے پہلی سڑک جو اٹھارہ میل لمبی ہے اور جو ٹوکیو اور یوکوہاما کے درمیان واقع ہے انگریزی انجینئرون کی زیرنگرانی سنہ ۱۸۶۹ء مین شروع کی گئی تھی اور سنہ ۱۸۷۲ء مین اختتام کو پہنچی علیٰ ہذا ٹوکیو اور کیوٹو کے درمیان ریلوے لائن ہین انکے علاوہ اور بہت سی ریل کی سڑکین ہین۔

سنہ ۱۸۶۸ء سے قبل جاپان مین ایک اخبار نام و نشان کے لیے بھی نہ تھا۔ موت اور دیگر حادثون کی خبرون کا ڈھنڈورے کے ذریعہ سے اعلان کیا جاتا تھا۔ سنہ ۱۸۷۱ء مین پہلا اخبار نکلا جسمین صرف ایک ہی لمبا چوڑا صفحہ ہوا کرتا تھا۔ اُس کے ایک سال بعد ایک شخص مسمی جان بلیک نے اخبار جاری کیا اور اس مین باقاعدہ تمام ملکی معاملات پر رائے زنی کی جاتی تھی سنہ ۱۸۹۰ء مین ۶۴۰ اخبار میگزین اور علمی رسالے نکلے اور اب تو تعداد اس سے بھی کہین زیادہ بڑھ گئی ہے۔ آجکل جاپان سے چند اخبار انگریزی زبان مین بھی شائع ہوتے ہین۔ جاپان کے قوانین مطابع ہند کی طرح سخت نہین ہین

بلکہ یورپ اور امریکہ کے مطابع کی طرح جاپان کے مطابع کو آزادی حاصل ہے۔

(۵) مذاہب

جاپان کا پرانا مذہب شنٹو ازم ہے۔ یہ مذہب قدرتی چیزون جیسے سورج چاند ہوا اور بزرگون کی عبادت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مذہب کے منادر مین بت نہین ہوتے اور لوگ مندرون مین جا کر آسمان کی جانب مخاطب ہو کر دعائین مانگتے ہین۔ پوجاریون کو شادی کرنے کی اجازت ہے۔

بدھ مذہب جاپان مین کوریا سے آیا اور کوریا والون نے چینیون سے لیا تھا۔ سنہ ۵۵۲ء کے قریب ایک شخص نے لارڈ بدھ کا مورت اور اُن کے مذہب کی کتابین شاہ جاپان کی نذر کین۔ بدھ مذہب کے عمدہ اخلاق اور طریق عبادت نے جاپانیون کے دلون پر ایسا گہرا اثر کیا ہے کہ اُس کے اعتقادات اُن کے خون مین پیوست ہو گئے ہین۔ میدان جنگ مین بھی جاپانی اپنے انسانی اور مذہبی فرائض کو نہین بھولتے۔ جاپان مین ابھی تک بدھ مذہب زندہ ہے کیونکہ وہان کے باشندون کے قول و فعل سے بدھ مذہب کی خوبیان ٹپک رہی ہین۔

کانفوشس مذہب | کانفوشس ملک چین کا ایک مشہور فلاسفر تھا اور حضرت مسیح سے پانچ سو اکاون برس قبل پیدا ہوا تھا۔ اس کے مذہب نے پہلی صدی عیسوی مین جاپان مین رواج پایا اور دو سو پچاس برس تک تعلیم یافتہ لوگ اس مذہب کے پیرو رہے مگر ۱۸۶۸ء کے انقلاب کے بعد اس کے تنزل کے ایام آ گئے اور اب خال خال آدمی جاپان مین اس مذہب کے خیال کے ہین۔ ایک خاص اصول اس مذہب کا یہ تھا کہ والدین اور حکام کی اطاعت کرنا چاہیئے۔

مسیحی مذہب | پہلا یورپین جو جاپان مین وارد ہوا وہ ایک پرتگال کا باشندہ تھا۔ اُسکا جہاز بانی کے رو سے ۱۵۴۲ء مین جاپان کے کنارے جا لگا۔ جب ہی سے اہل یورپ و امریکہ کے آنے جانے کا سلسلہ جاپان کے ساتھ قائم ہے۔ اس کے بعد بہت سے پادری اور مشنری لوگ جاپان مین گئے اور اکثر آدمی مذہب عیسوی پر ایمان لائے اور کئی مرتبہ کل عیسائی سلطنت سے باہر نکال دیئے گئے کیونکہ اُس زمانہ مین غیر قومون کے ساتھ جاپانیون کو بڑی نفرت تھی۔ موجودہ گورنمنٹ کے زیر عاطفت ہر شخص کو آزادی ہے کہ جو مذہب اس کو پسند ہو اُس کی پیروی کرے چنانچہ اب دوبارہ مسیحی مذہب نے جاپان مین اپنے لیے جگہ حاصل کی ہے۔ ۱۸۷۲ء مین پہلا شخص مسیحی ہوا اور ۱۸۷۶ء تک یہ تعداد دس سے زیادہ نہ بڑھی۔ مگر پچھلے چند سالون مین مسیحی مذہب نے جاپان مین نمایان ترقی کی ہے اور اب اُس کے پیروی کرنے والون کی تعداد ہزارون سے اوپر ہے۔

شیچرن لال

بہت حلیم حکومت کے ساتھ تھا مامُون　　معاف کرتا تھا وہ جب کرے خطا کوئی
وفائے عہد سے پہلو تہی کبھی نہ کرے　　ہزار بار جو ہو اُس سے بے وفا کوئی
دلون کو ہاتھ مین لینا تھا اُس کا ہاتھ کا کھیل　　خفا وہ رہنے نہ دے ہو اگر خفا کوئی
ہمیشہ قول تھا عفوِ قصور پر اُس کا　　کہ اس سے بڑھ کے نہین میرا مدعا کوئی

کھلے جو ناکسے لوگون پہ میری لذت عفو
ملے نہ مجھ سے خطا وار کے سوا کوئی

(تنقیح زندہ و مردہ)

(جوا)

دنیا مین جن افعال و مشاغل کو ابتدائے عالم سے اس وقت تک ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہی اور ہر قرن اور ہر عصر مین وہ ایک جداگانہ حیثیت اختیار کرتے رہے ہین اُن مین جوا بھی داخل ہی۔

جوا اچھی چیز ہی یا بُری؟ یہ ایک جداگانہ بحث ہی۔ البتہ اس کے نتائج خطرناک اور مہلک ضرور ثابت ہوتے ہین، اور جو شخص جوئے (جوئے) کی کسی قسم سے دلچسپی رکھتا ہو اس کے نتائج سے بے خبر نہین لیکن تاہم ابتلا سے اپنے کو بچانا اُس کے نزدیک بھی مشکل نظر آتا ہی۔ ابتداً یہ شغل بطور تفریح شروع ہوتا ہی اور فرصت و بیکاری کی اوقات مین اس کی کسی صنف سے دل بہلایا جاتا ہی لیکن رفتہ رفتہ یہ ایک عادت بنجاتا ہی اور پھر نقصان مایہ و شماتت ہمسایہ سے بھی نہین چھوٹتا۔

تاریخ بتاتی ہی کہ ابتداً اس کا رواج بادشاہون وزیرون اور امرا، دولت مین ہوا۔ یونان کے عروج اور رومانی و مصری تہذیب و تمدن کی ترقی کے زمانہ مین گھوڑ دوڑ اور اسی قسم کے دوسرے کھیل بطور ریاضت جسمانی و عقلی شروع کیے گئے لیکن اس وقت یہ کھیل مالی مفاد اور کسی قسم کے شرائط سے خالی تھے اور ایک وقت معین پر کھیلے جاتے تھے۔ یونانی اور مصری امراجب کبھی اس قسم کے کھیلون یا مشاغل کا ارادہ کرتے تو اُس کے لیے عام و خاص محافل و مجالس منعقد کیجاتین اور پیدل اور سواری کی دوڑ ہر ایک دوڑنے والے کو ایک خاص نشان سے ممتاز کیے ہوتی تھین۔ اُس وقت کے نشان امتیازی مین زیتون کی شاخون کا تاج ایک ممتاز درجہ رکھتا تھا۔ جاہلیت عرب مین بھی اس کا رواج تھا اور سالانہ میلے مسابقت (گھوڑ دوڑ) وغیرہ کے لیے منعقد ہوتے تھے کچھ عرصہ بعد یہ شغل جسمانی و عقلی ریاضت سے نکل کر نقود وغیرہ کی بازی کی طرف منتقل ہوا اور پھر بتدریج ترقی پاکر جوئے تک نوبت پہنچی۔

اہل عرب جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہی ابتداً مسابقت وغیرہ یا فنون اور مشاغل تفریحی مین کسی قسم کی نقد بازی نہین لگاتے تھے لیکن کچھ دنون بعد مسابقت وغیرہ پر نقد بازی لگائی جانے لگی اور اس کا نام انھون نے میسر رکھا۔

میسر کو بعض لوگ یُسر سے مشتق مانتے ہین اور بعض یسار سے اول الذکر اشتقاق کے لحاظ سے میسر کے معنی آسانی سے بغیر کسی دقت کے مال حاصل ہونا اور دوسرے اعتبار سے نفع حاصل ہونا لیکن ابن قتیبہ مشہور محقق کی راے ہی کہ میسر کے معنی تجزیہ اور تقسیم کے ہین اور اُس کی اصلیت یہ ہی کہ اہل عرب اونٹ کو ذبح کرکے باہم تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ اور اُس ذبح شدہ اونٹ کو میسر کہتے تھے اور تقسیم کے حصہ دار یاسر کہلاتے تھے۔ چونکہ جوئے کی قسم میسر مین بھی نقود قسمت کے اعتبار سے تقسیم ہوتے تھے اس لیے تجزیہ و تقسیم کے معنی کا یہان بھی اعتبار کرکے اس کا نام میسر رکھا۔

ظہور اسلام سے پہلے اہل عرب میسر بہت زیادہ کھیلتے تھے، اور مسابقت وغیرہ مین نقود کی بازی لگانے کے علاوہ میسر کی ایک خاص قسم یہ رائج تھی کہ انھون نے دس تیر جن کو ازلام، اقلام، مخالق اور قداح کہتے تھے بنا رکھے تھے جو کعبہ کے اندر سب سے بڑے بُت ہبل کے پاس رکھے رہتے تھے۔ ہبل وسط کعبہ مین قائم تھا جس کے قریب ہی ایک کنواں تھا اُس کنوئین مین وہ جانور ذبح کئے جاتے تھے جو بتون کی نذر کے لیے لائے جاتے تھے۔

مذکورہ بالا دس تیرون کے نام حسب ذیل تھے: فذ[1]، توأم[2]، رقیب[3]، حلس[4]، نافس[5]، مسبل[6]، معلی[7]، منیح[8]، سفیح[9]، وغد[10]ان دس تیرون مین سے انھون نے

سات تیروں کے حصے حسب ذیل طریقہ پر مقرر کیے تھے فذ کا ایک حصہ، توام کے دو حصے، رقیب کے تین حصے، حلس کے چار حصے، نافس کے پانچ حصے، مسبل کے چھ حصے، معلی کے سات حصے اور تین تیروں کا کوئی حصہ نہ تھا۔ ان تیروں پر صرف ان کا نام لکھا ہوتا تھا۔

ایام جاہلیت میں مالدار اور ذی ثروت لوگ اونٹ خرید کر جمع ہو جاتے اور اس کو دس حصوں پر ذبح کر کے اس کے تقسیم کے لئے سات تیروں سے مذکورہ بالا حصص کے بابت قرعہ اندازی کرتے تھے اور تمام تیروں کو ایک چمڑے کی تھیلی میں بند کر کے ایک عادل و منصف مزاج آدمی کے ہاتھ میں دیتے تھے۔ یہ شخص تھیلی میں سے ایک ایک تیر ایک ایک شخص کے نام کا نکالتا تھا۔ ان تیروں میں سے وہ تیر جن کے حصے مقرر تھے جن شخصوں کے پاس آتے وہ ان کا حصہ لے لیتا تھا اور جن کے پاس وہ تیر آتے جن کا حصہ نہیں تو وہ محروم رہ جاتے اور اونٹ کی قیمت کے تاوان کے موجب ٹھہرتے تھے۔ میسر کا شغل عموماً سرما کے موسم میں ہوتا تھا کیونکہ اس موسم میں اہل عرب بیکار رہتے تھے۔ نہ تجارت کے لئے یہ موسم ان کے لیے موزون تھا اور نہ غزوات کے لیے۔

میسر کے اس قسم کے علاوہ آٹھ قسمیں اور ہیں جن سے اہل عرب قمار کا شغل رکھتے تھے ان کا نام حسب ذیل ہے۔ سیافض، تجمہ، نقیل، زقا، ذالاک، نزیہ، تمیل، [illegible]۔

میسر کی ایک قسم اہل عرب کے چھوٹے طبقوں میں رائج تھی جس کا نام قیال تھا۔ اور اس کی صورت یہ تھی کہ مٹی کا ایک ڈھیر لگا کر اسمین کوئی چیز دفن کر دیتے تھے اور اس کے دو حصے کر کے دریافت کیا جاتا تھا کہ مدفون کی ہوئی چیز کون سے ڈھیر میں ہے اگر جواب صحیح نکلا تو جیت گیا ورنہ ہار۔

جوئے کی قسم میسر کی اقسام عرب میں عرصہ تک رائج رہیں یہاں تک کہ اسلام کا ظہور ہوا اور اس نے میسر کو حرام قرار دیا جیسا کہ قرآن مجید کی آیات ذیل سے پایا جاتا ہے یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما ویسئلونک ماذا ینفقون انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فہل انتم منتہون۔

اسلام کے نشو ونما کے بعد اہل عرب نے اہل فارس سے بعض جوئے کے کھیلوں کو حاصل کیا جن میں نرد اور شطرنج بھی داخل تھیں اسلام نے ان کی بھی ممانعت کر دی اور میسر ہی کے حکم میں ان کو بھی داخل کیا۔

شریعت اسلامیہ نے جوئے کو قطعی حرام قرار دیا ہے لیکن تورات و انجیل اس سے خاموش ہیں۔ اور جوئے کے متعلق کوئی حکم ان میں نہیں پایا جاتا ممکن ہے اس کا سبب یہ ہو کہ اس زمانہ میں جوئے کا رواج نہ تھا یا بہت کم تھا۔ لیکن آج وہی قومیں جو انجیل و تورات کی ماننے والی یا شریعت موسوی و عیسوی کی پیرو ہیں اس میں زیادہ مبتلا ہیں۔

یورپ کی زندگی اور طرز معاشرت پر نظر ڈالو۔ جوئے کے اقسام میں سے کوئی نہ کوئی قسم ہر ایک فرد بشر کا شغل نظر آئے گا اور ہر چند کہ یورپین حکومتوں نے جوئے کے متعلق نہایت سخت قوانین وضع کئے ہیں لیکن جوئے کی بہت سی اقسام ہیں جو اس قانون کے تحت میں نہیں آتیں مثلاً لاٹری وغیرہ۔

انگریزی حکومت نے ۱۸۴۵ء میں جوئے کا قانون پاس کیا اور فرانس نے ۱۸۳۶ء میں۔ فرانس میں اجرائے قانون سے پہلے خود حکومت نے متعدد کمپنیوں کو جوئے کے ٹھیکے دے رکھے تھے جن سے حکومت کو مالی منفعت ہوتی تھی۔ ایک دفعہ صرف ایک کمپنی سے قمارخانہ کھولنے کی اجازت پر حکومت کو ساٹھ لاکھ فرانک وصول ہوئے تھے۔ اس وقت اگرچہ دنیا بھر میں جوئے کا رواج ہے اور یورپ میں اس کی بہت ہی گرم بازاری ہے لیکن یورپ کا ایک مخصوص حصہ مونٹ کارلو شمالی اطالیہ سب سے

زیادہ مشہور ہے۔ یورپ کے جوے کا اثر سب سے زیادہ غیر یورپی ملکون مین محسوس ہو رہا ہے، اور یورپ کے تقریباً تمام قسم کے جوے مشرق مین رائج ہین۔

جوے کے متعلق اس دور تہذیب و تمدن مین اگرچہ سخت سے سخت قانون وضع ہوے اور حکومتون کی طرف سے سختیان بھی کی گئین لیکن جوے کی عادی طبیعتین اس سے باز نہ رہ سکین اور علاوہ جوے کے پرانی صورتون اور قسمون کے شغل کے انھون نے بہت سی ایسی صورتین نکال لی ہین جو متمدن لباس رکھتی ہین اور اُن مین معمولی سے معمولی شخص سے لیکر ارکان حکومت اور بادشاہ تک شریک ہوتے اور حصہ لیتے ہین۔ جوے کی طرف عام رغبت اور رجحان کی ایک اور وجہ غلط عقیدہ ہے جو بعض قومون مین مذہبی رنگ اختیار کر چکا ہے کہ سال نو کے پہلے دن مجوا کھیلنا جائز و حلال ہے کہ سال آئندہ کی قسمت آزمائی ہوتی ہے۔

جوا انسان کی زندگی مین کیا کیا تغیرات پیدا کرتا ہے؟ اگر آپ اس کی کیفیت دیکھنا چاہتے ہین تو متواتر دو چار روز کسی قمار خانہ مین آدھی رات کے بعد جاکر دیکھئیے۔ بہت سے دولتمند خوش پوشاک اور ظریف الطبع دوسرے دن مفلس پھٹے پرانے کپڑے پہنے خاموش اور مضمحل نظر آئین گے۔

کسی نے نتائج قمارخانہ کے متعلق ایک نہایت دلچسپ حکایت لکھی ہے

ایک شخص نے مرتے وقت اپنے لڑکے کو بلا کر اُس کے کان مین کہا کہ بیٹا اگر تجھے جوا کھیلنے کا شوق ہو تو معمولی جواریون کے بجاے دولتمند اور تجربہ کار جواری کے ساتھ کھیلنا۔ باپ کے مرنے کے بعد جب بیٹا وارثِ دولت ہوا تو جوے کی سوجھی اور باپ کی وصیت کے موافق جواریون کے اُستاد کے پاس پہنچا۔ دیکھا کہ نہایت قیمتی لباس زیب تن کیے ہوے ہے۔ لڑکے نے سلام کیا اور تعارف کی رسم ادا کرنے کے بعد کہا کہ کیا مین قمار جیسے بہترین شغل مین حصہ نہین لے سکتا۔ اُس شخص نے کہا کہ کیون نہین انشاء اللہ کل تمھارے ساتھ کھیلین گے۔

دوسرے دن لڑکا مکان پر پہنچا۔ دیکھا کہ وہان کوئی شخص نہین اور مکان خالی پڑا ہے۔ کچھ دیر بعد ایک شخص میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوے اُدھر سے نکلا۔ لڑکے نے غور سے دیکھا کہ یہ تو وہی کل والا شخص ہے۔ لڑکے نے بڑھ کر حال پوچھا۔ اُس نے کہا کہ بدقسمتی سے کل مین تمام مال و اسباب ہار گیا اور صرف یہی کپڑے بچے ہین جو مین پہنے ہوے ہون۔ لڑکے نے کہا کہ یہ شغل بہت بُرا ہے۔ اس مین مال ضائع کرنا نہین چاہیئے۔ یہ کہہ کر وہ واپس چلا آیا اور قسم کھائی کہ آئندہ کسی جواری سے نہ ملے گا۔

آغا رفیق (بلندشہری)

رباعی شاکر

دنیا سے سفر عدم کا کرنا ہے تجھے
ہستی کے منازل سے گذرنا ہے تجھے
ہے مشتِ غبار جسمِ خاکی تیرا
اِس خاک سے مُنھ لحد کا بھرنا ہے تجھے

آم

دنیا کے تمام پھلوں میں آم سب سے فضل و اعلیٰ ہی اگر تمام پھل اس کی ہمسری کرنے کو میدان مقابلہ میں آئیں تو یقینا پالا اسی کے ہاتھ رہیگا۔ سیب، انار، توت، رانگا، انگور بھی باوجود دخت رز کے باوا کہلانے اس کے آگے طفل مکتب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ بعض لوگ اسے پھلوں کا بادشاہ کہتے ہیں جس کے اقرار کرنے میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ یہ اپنی گوناگونی اور رنگارنگی کے لحاظ سے واقعی بے مثل و بے نظیر ہی۔ ایک شے ہزارہا رنگین صورتوں میں اس کا ظہور ہے۔ رنگ، بو، ذائقہ ہر لحاظ سے ایک آم دوسرے سے کچھ نہ کچھ امتیاز ضرور رکھتا ہوگا۔ قد اس قدر مختلف ہوتے ہیں کہ بعض وقت تمیز کرنا مشکل ہوجاتا ہی بعض آم بلحاظ گولائی کے انڈے سے مشابہ ہوتے ہیں بعض کیری کی صورت میں نظر آتے ہیں عجیب عجیب پردوں میں منہ چھپا کر سامنے آتا ہی لیکن تاڑنے والے تاڑ ہی جاتے ہیں کہ ہو نہو آم ہی ہی ؎

من انداز قدت را می شناسم
بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

آب و ہوا اور فصلوں کے اعتبار سے اس کی ہزارہا قسمیں ہو گئی ہیں جن ہزارہا نام رکھ لیے گئے ہیں۔ غرض آم کیا ہی خدا کی قدرت کا ایک اکمل نمونہ ہی کہ وحدت میں کثرت کے جلوے نظر آرہے ہیں جناب مرزا غالب نے آم کی تعریف میں چند شعر فرمائے ہیں جن کا اندراج اس موقع پر خالی از دلچسپی نہوگا ؎

آم کے آگے پیش جائے خاک	پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک
نہ چلا جب کسی طرح مقدور	بادۂ ناب بن گیا انگور
یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے	شرم سے پانی پانی ہونا ہی
مجھ سے پوچھو تمھیں خبر کیا ہے	آم کے آگے نیشکر کیا ہے
اور دوڑائیے قیاس کہاں	جان شیرین میں یہ مٹھاس کہاں
نظر آتا ہی یون مجھے یہ ثمر	کہ دواخانۂ ازل میں مگر
آتش گل پہ قند کا ہی قوام	شیرہ کے تار کا ہی ریشہ نام

اور شاعر موصوف نے آم کے رنگ کا نقشہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچا ہی ؎

تھا ترنج زر ایک خسرو پاس	رنگ تھا زرد پر کہاں بو باس
آم کو دیکھتا اگر اک بار	پھینک دیتا طلائی زرافشار

مرزا غالب نے اس کے صفات کا فوٹو جن الفاظ میں کھینچا ہی وہ قابل تعریف ہی لیکن پھر بھی اس کی صفات کا عشر عشیر بیان بھی نہو سکا کیا ممکن ہی کہ دریا کو کوزہ میں بند کیا جائے کیا ایسی شئے کا بیان چند سطروں میں ممکن ہی جو اپنے اندر ہزارہا عجائبات رکھتی ہو۔ کیا بلحاظ رنگ اور کیا بلحاظ بو اس کی ہر ادا ہر آن نرالی۔ اس کا قد شوخ وضع رنگ خوشنما جسے دیکھکر انسان محو حیرت ہوجائے اور بیساختہ منھ سے سبحان اللہ کہ اٹھے عشاق اس کی رنگینی اور آب و تاب کو دیکھکر معشوقوں کے عارض تابان کو بھول جائیں۔ اگر ایسا نہو تو کم سے کم یہ تو ممکن ہی کہ انھیں آم پر عارض معشوق کا دھوکا ہو۔ صوفی اصحاب کے لیے تو آئینہ جمال ہی جس پر نظر غائر ڈال کر وحدت میں کثرت کا نظارہ کریں ؏ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار۔ اس کی نرالی صورت دیکھنے والوں کے دل لبھائے۔ رنگ تفریح طبع کا باعث ہو۔ شیرینی ایسی کہ نام لیتے ہی لب بندھ جائیں۔ القصہ آم قدرت کی دستکاری کا بے مثل نمونہ ہی۔

اقسام۔ اس کی صدہا اور ہزارہا قسموں میں سے جو زیادہ مشہور ہیں ان کے نام یہ ہیں:۔ دیسی، ولایتی، قلمی، لنگڑا۔ مالدہ، شاہ پسند، راج بھوگ، لکھنؤ کا سفیدہ، بنارس کا لنگڑا، رام پور کا فجری، مراد آباد کا قلمی۔

خواص اور استعمال | آم گرم ملکوں میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے خصوصاً ہندوستان تو اس کی کان ہے یہاں امیر غریب سب ہی اس پھل کا کثرت سے استعمال کرتے ہیں؛ لہذا اس کے فوائد و نقصانات کا کچھ مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

کچا آم | حار۔ کسیلا۔ بھوک کو کم کرنے والا۔ صفراوی امراض پیدا کرتا ہے معدہ میں ایک قسم کی کھٹائی پیدا کر دیتا ہے۔ صفراوی امراض والوں کو کچا آم یا کھٹائی استعمال کرنا نقصان پہنچاتا ہے۔ کچا آم زیادہ کھانے والوں کو بعض اوقات سردی، زکام، قبض، ضیق النفس، سرسام وغیرہ امراض ہو جاتے ہیں۔ ہر قسم کی کھٹائی عام طور سے مادہ کو رقیق کرتی ہے بعض اوقات کچا آم زیادہ کھانے والوں کے سینہ میں جلن ہونے لگتی ہے کھٹی ڈکاریں آتی ہیں اور سوء ہضمی کی شکایت ہو جاتی ہے لیکن یہ نقصانات زیادہ تر اس وقت ہوتے ہیں جب اس کا استعمال کثرت سے کیا جائے لیکن کچے آموں میں باوجود اس قدر نقائص ہونے کے چند خوبیاں بھی ہیں، اور یہ خوبیاں ایسی ہیں جن سے ان نقائص پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اکثر امراض میں کچا آم دوا کا کام دیتا ہے جب گرمی تیز ہوتی ہے اور لو چلتی ہے اس حالت میں جن لوگوں کو گرمی ستاتی ہے یا لو اپنا زہریلا اثر کر جاتی ہے، ان کے لیے کچا آم اکسیر کا کام دیتا ہے۔ کچے آم کو بھون کر شکر یا نمک ڈال کر پینا گرمی اور لو کے اثر کو زائل کرتا ہے۔ اگر کسی شخص کو لو لگ گئی ہو اور اس کو بہت زیادہ تکلیف ہو تو فوری علاج یہی ہے کہ کچے آم کو بھون کر اور پانی میں مل کر اور شکر یا نمک ڈال کر پلائیں۔ فوراً اپنا اثر دکھلائے گا اور تکلیف دور ہو جائے گی۔ دانتوں کی بعض بیماریاں کچے آم سے دور ہو جاتی ہیں۔

آم کا اچار | کچے آم میں کچھ مسالہ وغیرہ ملا کر اچار بناتے ہیں جو خوش ذائقہ اور ہاضم ہوتا ہے اور جس سے اشتہا بڑھتی ہے۔

مربہ | کچے آم کو جوش دے کر خشک کر لیتے ہیں اور پھر انھیں شکر کے شیرہ میں ڈال کر مربہ بناتے ہیں جو مقوی مفرح اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔

گڑانبہ | بعض لوگ کچے آم اور شکر کو آٹے میں ملا کر گڑانبہ پکاتے ہیں جو بہت مزے دار ہوتا ہے۔

کھٹائی | کچے آم کو چھیل کر خشک کر لیتے ہیں جسے امچور یا کھٹائی کہتے ہیں اور جو کوفت کو دور کرنے والی شے ہے۔

پکا اور میٹھا آم | پکے اور میٹھے آم میں قریب قریب وہ تمام اجزاء پائے جاتے ہیں جن سے جسم کی پرورش ہوتی ہے اس لیے پکے آم کھا کر انسان کچھ دنوں زندہ رہ سکتا ہے۔ پکا آم بھوک پیدا کرتا ہے، اگرچہ ثقیل بھی ہے مفرح ہے جسم کے رنگ کو نکھارتا ہے صاف خون پیدا کرتا ہے۔ صفرے کو بگڑنے نہیں دیتا۔ آم کا مصلح دودھ ہے۔

ڈال کے پکے آم کے خواص | شیریں قدرے چاشنی دار ثقیل۔ صفراوی امراض والوں کو اس کے کثرت استعمال سے اجتناب چاہیے۔

پال کا آم | بہت شیریں۔ صفراوی امراض والوں کو مفید مجموعی طور پر پال کا آم ڈال کے آم سے مفید ہے چونکہ پال کے آم میں گودا رقیق حالت میں ملتا ہے اس لیے ثقالت جاتی رہتی ہے، اور جلد ہضم ہو جاتا ہے۔ ڈال کا پکا آم اگر ایک رات رکھا رہے تو وہ پال کے آم سے بھی زیادہ شیریں ہوتا ہے۔ بھوک اور منی پیدا کرتا ہے۔ زود ہضم اور قدرے دست آور ہے

آم کا نچوڑ (امرس) | مقوی۔ پیشاب پاخانہ کھل کر لانے والا۔ کف پیدا کرنے والا۔ اگر اس رس میں دودھ ملا کر استعمال کیا جائے تو بہت لذیذ ہو جانے کے علاوہ منی پیدا کرتا ہے اور جسم کو خوبصورت بناتا ہے۔

چوس کر کھانا | آم اگر چوس کر کھایا جائے تو جلد ہضم ہو جاتا ہے۔ طاقت پیدا کرتا ہے، اشتہا بڑھاتا ہے، سردی اور صفراوی امراض کو روکتا ہے۔

چاقو سے تراش کر کھانا | شیریں۔ سرد۔ دیر ہضم۔ مقوی باہ۔ سوداوی اور صفراوی امراض کو روکتا ہے۔

امرس | پیاس کو کم کرتا ہے۔ صفراوی امراض کو دباتا ہے۔ قدرے

دست آور ہے۔

شہد کے ساتھ کھانا | دق، سل، بادی اور اعصابی امراض نیز کھانسی کو دور کرتا ہے۔

گھی کے ساتھ کھانا | قوت ہاضمہ اور جسمانی قوت کو بڑھاتا ہے۔ رنگ کو نکھارتا ہے۔ بادی اور صفراوی امراض کو دور کرتا ہے۔

دودھ کے ساتھ کھانا | دلہ منی، زود انزال، جریان، بھوک پیدا کرنے والا، سرد، بادی اور صفراوی امراض کو دور کرنے والا نیز قوت جسمانی پر اثر انداز ہوتا ہے جو لوگ قوت مردمی یا قوت باہ کے بڑھانے کے لیے ہزاروں روپیہ کے نسخے استعمال کرتے ہیں ان کو کم سے کم ایک بار آم اور دودھ کو باقاعدہ استعمال کرکے دیکھنا چاہیے۔ جو فوائد صدہا روپیہ تولہ کی معجونوں سے حاصل نہیں ہو سکتے وہ صرف آم اور دودھ کے ایک ساتھ استعمال کرنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

مخصوص امراض میں آم کا استعمال | آم ریاح کو خارج کرنے والی شے ہے اس لیے ریاحی امراض والوں کے لیے مفید ہے۔ قبض کی معمولی شکایت بھی آم کے کھانے سے رفع ہو سکتی ہے۔ سبب معدہ کی ہوا خراب ہو کر اجابت کو روک دیتی ہے تو اس حالت میں چار پانچ پکے ہوئے آم کھانے سے ریاح خارج ہو گی اور قبض کی شکایت جاتی رہے گی چونکہ آم میں تیزابیت اور دہنیت ہوتی ہے اور ریشے دار قسم کے اجزا بھی ہوتے ہیں اس لیے اس کے استعمال سے اجابت کھل کر ہوتی ہے۔ کبھی کبھی آم مسہل کا کام بھی کر جاتا ہے۔ اس کے سوا دل کے امراض، رقت منی، جسم کی لاغری اور خون کی کمی وغیرہ امراض میں مفید ہے لیکن سوء ہضمی، امراض معدہ بسبب خون کی حرارت بڑھی ہوئی ہوتی ہو اور آنکھ کی بیماریوں میں آم کا استعمال مفید نہیں۔

کھانے کے قابل آم | انسان تندرست ہو یا بیمار ہر حالت میں پکا ہوا اور گھلا ہوا آم کھانا چاہیے یا پال کا وہ آم جو گھل گیا ہو اور جس کی گٹھلی چھوٹی ہو اور فضلہ کم ہو۔ خوشبودار اور میٹھا آم ہمیشہ مفید ہوتا ہے۔

ناقابل استعمال آم | ادھ کچرا، درخت سے ٹپکا ہوا آم، کھٹا آم، جس کی گٹھلی بہت بڑی ہو یا جس میں فضلہ زیادہ ہو بجائے نفع کے نقصان کرتا ہے۔

اس قسم کے آموں کے کھانے سے بعض اوقات اشتہا کم ہو جاتی ہے۔ سوء ہضمی کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے پیٹ میں درد پیدا ہو جاتا ہے خون میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ آنکھوں میں شکایت ہو جاتی ہے۔

کثرت استعمال | زیادہ آم کھانے سے بعض اوقات سوء ہضمی کی شکایت ہو جاتی ہے بھوک کم لگتی ہے جسم پر چھوٹی چھوٹی پھنسیاں پیدا ہو جاتی ہیں اس لیے زیادہ آم کا استعمال اچھا نہیں۔ اگر آم کی کثرت استعمال سے مندرجہ بالا شکایات پیدا ہو جائیں تو سونٹھ کو پانی میں گھس کر اور کسی قدر سیاہ نمک ڈال کر پینا چاہیے لیکن آم کی بد ہضمی میں جامن کھانا زیادہ مفید ہے۔ آم کے کثرت استعمال سے اگر بہت سی پھنسیاں پیدا ہو جائیں تو ماشہ آدھ ماشہ صندل کا عطر نصف چھٹانک پانی میں ملا کر ان پھنسیوں کے اوپر لگائے صندل یا نیم کی لکڑی کو گھس کر لگانا بھی مفید ہے بارش کے پانی میں نہانے سے بھی پھنسیاں جلد دور ہو جاتی ہیں کھانے کے علاوہ اور طریق سے بھی آم چند بیماریوں میں بطور دوا کے استعمال کیا جاتا ہے۔ وید لوگ دق رقت اور دل کی بیماریوں میں آم کا مربہ کھلاتے ہیں۔ آم کی گٹھلی (بجلی) بور، آم کی ڈال، پتوں اور چھال کا بھی بعض بعض امراض میں استعمال ہوتا ہے۔

آم کی گٹھلی | کسیلی، میٹھی اور کسی قدر کھٹے رس والی ہوتی ہے۔ قے، دست اور ہیضہ وغیرہ امراض اس کے استعمال سے دور ہو جاتے ہیں۔ بواسیر اور رسی قبیل کے دوسرے امراض کو بھی فائدہ کرتی ہے۔ اکثر ہندوستانی عورتیں اس کے خواص سے پورے طور پر واقف ہیں اور وہ اپنے بچوں کو قے اور دست وغیرہ امراض میں آم کی گٹھلی پانی یا گلاب کے عرق میں گھس کر پلاتی ہیں۔ خون کے دست آتے ہوں تو اس کا چورن نمک ملا کر دینا

بہت فائدہ مند ہوتا ہے۔ اس کو دھوپ میں سکھا کر سونٹھ اور بیلگری تینوں
برابر لیکر اور تھوڑا کالا نمک ملا کر مٹھے کے ساتھ کھانے سے خون کے
دست اور سچی کو بہت فائدہ کرتا ہے۔ آم کی گٹھلی اور بیل گری ہموزن پیس کر
اور شہد ملا کر چاٹا جائے تو قے دست، پیاس پیٹ کی جلن بخار وغیرہ
کو فائدہ ہوتا ہے۔

آم کا تیل | آم کی گٹھلی کا تیل کسیلا۔ میٹھا۔ روکھا۔ کڑوا۔ خوشبودار
منھ کے مہانسوں بادی امراض اور کف کی بیماریوں کو دور کرتا ہے کسی قدر
صفرا پیدا کرتا ہے لیکن خون کو نقصان نہیں پہنچاتا۔

آم کے درخت کی چھال | کسیلی اور بہت سرد ہوتی ہے۔ اس کو پانی میں
پیس کر جسم پر لیپ کرنے سے سوزش خون اور صفرا کی خرابیاں رفع
ہو جاتی ہیں۔

آم کے درخت کی اندرونی چھال حرارت جسمانی کو بڑھاتی ہے۔
صفراوی امراض رقت اور کف کی بیماریوں کے لیے مفید ہے۔

آم کی جڑ | آم کی جڑ کے خواص بھی آم کی چھال کے موافق ہیں۔

آم کے نازک پتے | مزہ کسیلا۔ بھوک پیدا کرنے والے۔ بادی اور صفراوی
امراض کو مفید ہیں۔ خون کے دستوں میں ان کا کسی قدر استعمال مفید ہے۔
جامن کے پتے۔ آم کے پتے آملہ کے پتے یہ تینوں ہموزن لیکر اور کچل کر
رس نکالیں اور شہد ملا کر دودھ کے ساتھ استعمال کریں تو خون کے
دست فوراً بند ہو جائیں گے۔

آم کا بور | سرد۔ بادی۔ فوراً بھوک پیدا کرتا ہے۔ کف صفرا، رقت نیز
امراض میں مفید ہے۔

محمد صدیق

دوست

اہا! اس چہار حرفی لفظ میں کیسے کیسے راز مخفی ہیں جس کے اثرات
مقناطیسی کشش سے دلوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اگر غور سے دیکھا
جائے تو ہر حرف میں جداجدا شان اور خوبیاں معلوم ہونگی۔ لفظ "دوست"
کا "د" دو دلوں کے ایک ہو جانے کی دلیل کرتا ہے اور "و" وفاداری
کی تصدیق کرتا ہے اور "س" سازگاری کا دندان شکن ثبوت دیتی ہے "ت"
ترقی کی تائید و ترغیب لاتی ہے۔ اگر ہر دوست اس چہار حرفی لفظ کو بخوبی
سمجھے اور اسی کو اصول دوستی مان لے تو زندگی بھر ایک دوسرے
میں نفاق نہ پیدا ہو۔

یہ لفظ کس قدر پیارا اور شیریں ہے! اگر یہ پیارا اور شیریں لفظ
کس کو زیبا اور کس کو شایان ہے اور اس بے بہا اسم کا کون مستحق اور
کون غیر مستحق ہے۔ اس کے دریافت کرنے اور اس سے پورے طور سے
آگاہی حاصل کرنے کی ہر فرد بشر کے لیے ضرورت ہے کیونکہ جس طرح ہر
شاہ کو ایک زکی و ذہین وزیر کی سخت ضرورت رہتی ہے، اسی طرح ہر
شخص کو امیر ہو یا غریب ایک وفادار اور غمخوار دوست کی ضرورت ہے
دنیا میں یہی سب سے بڑا اور بھاری رشتہ ہے۔ ہماری اچھی اور بُری زندگی
کا تمام دارومدار اور ہماری آئندہ ترقی و تنزلی اسی پر منحصر ہے۔ بُرے
وقت میں اسی سے امداد طلب کر سکتے ہیں اور اسی سے رنج و راحت
نصیب ہوتی ہے۔ آفت اور مصیبت میں اسی سے غمخواری کی امید کرسکتے
ہیں اور اسی سے ہماری امید و حسرت رفع و قطع ہوتی ہیں اور یہی ہمارے
رنج و غم میں حصہ لیتے ہیں انھیں کے آگے ہم اپنے جب دل کے پھپھولے
پھوڑتے ہیں اور یہی ہمارے سوز و گداز اور راز و نیاز سے آگاہ ہوتے
ہیں انھیں سے ہمارے ارادے اور حوصلے پست اور استوار ہوتے
ہیں۔ ہماری دلی تمنائیں انھیں سے وابستہ اور منقطع ہوتی ہیں ہمارے
دلی جذبات کا پورا ہونا نہ ہونا انھیں پر موقوف۔ بلندی دوستی انھیں کے

فرشتہ صفت بھی رہ رو ہیں، نیز اس ہی سے خواہ وہ بد ظن، خود غرض یا ہماری بھلی اور بُری زندگی کا تمام تر دار و مدار دوست ہی پر منحصر ہی۔ اگر دوست دنیا دار اور صادق الاتو ہمارا رشتۂ الفت ایک مستحکم اور مضبوط رشتہ کا اور ہم بہ راحت اپنی زندگی بسر کر لینگے۔ برخلاف اس کے اگر دوست خود غرض اور بے وفا ملا تو ہماری زندگی بالکل بے لطف اور برباد ہو جائے گی۔

یون تو دنیا میں ہر شخص کے بہت دوست آشنا، ملنے اور جان پہچان والے ہوتے ہیں اور ان کو ان سے واقفیت اور باہمی تعلقات ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ تمام دوست ہی کہے جائیں گے۔ ہرگز نہیں۔ ہان اس مین شک نہیں کہ کل یہ ان اخوان کا یہ تمام ان میں سے نہیں جنھیں ہم دوست کے پیارے نام سے یاد کرتے ہیں اور جو ایک ساتھ رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے دلون کو پیوست کرتے ہیں یا ہم مصیبت میں ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں۔ اور جو ہمخیال اور یکدل ہو جاتے ہیں۔

دنیا کے تمام باہمی تعلقات اور رشتون پر رشتۂ دوستی تو فضیلت اور فوقیت دینے کے لائق ہی یا یہ الفاظ ہین تو یہ بات بہت ہی ناموزون اور نازیبا معلوم ہوتی ہی اگر خود غرض دنیا دار اس دوستی کی بہت نازیبا اور بہت مناسب معلوم ہوگی اور وہ لوگ جن کو اس کا تجربہ پورے طور سے حاصل اور اس کی خوبیون سے کماحقہ واقفیت اور اس کی صفات سے بخوبی آگاہ اور اس کے فوائد سے اچھی طرح بہرہ ور ہین وہی کچھ اس کی عظمت و شرت اور سود و زیان جانتے ہین اور انھین کے دلون مین اسکی وقعت و سطوت موجود ہی۔ کیونکہ یہ لوگ اچھی طرح جان گئے ہین کہ خود ہماری ذاتی ترقی و تنزلی اسی پر منحصر ہی۔

دوستی کیا ہی؟ دو شخصون کا آپس مین ہمخیال ہونا اور ایک دوسرے کی صحبت کا اثر حاصل کرنا۔ دوستی ہی کیا بلکہ زندگی مین یہی سب سے بڑی اور گران مایہ چیز ہی۔ ہماری اصلاح اور درستی اسی سے ہی اور جہالت و بربادی بھی اسی سے ہی۔ ہم اسی کے ذریعے اپنی بُری زندگی کو بھلی اور بھلی کو بُری بنا سکتے ہین۔ ہم اسی کے ذریعے اعلیٰ ہو کر اسفل اور اسفل ہو کر اعلیٰ اور عالم ہو کر جاہل اور جاہل ہو کر عالم غنی ہو کر مفلس اور مفلس ہو کر غنی بن سکتے ہین۔ کیونکہ صحبت کا اثر دل پر بہت جلد پڑتا ہی۔ لہذا چاہیئے کہ جس کی صحبت مین زندگی بسر کرنی ہو اُسکے طبائع و خصائل سے پورے طور سے آگاہ ہو جائین اور اُس کے حرکات و سکنات کی نہایت غور و فکر اور پوری طاقت متخیلہ سے جانچ کر لین کہ آیا اُس کی صحبت سودمند ثابت ہوگی یا مضر۔

کسی شخص سے دوستی کرنے مین عجلت سے کام نہ لینا چاہئے کیونکہ بے سوچے سمجھے کی دوستی کا انجام بہت بُرا ہوتا ہی جس پر بعد مین پشیمانی حاصل ہوتی ہی جس طرح دوستی کرنے مین عجلت نہ کرنی چاہیئے اُسی طرح دشمنی کرنے مین بھی جلدی نہ کرنی چاہیئے۔ تم نے اس کو اپنا وفادار دوست جان کر جتنے دل کے راز تھے اُس پر افشا کر دیئے مگر اب کیا یہ ممکن ہی کہ وہ ہمارے راز کو اپنے سینہ مین مقفل اور مخفی رکھے گا اور اُس کی کنجی اپنی زبان کے حوالے نہ کرے گا۔ غیر ممکن ہی۔ لہذا ہمین جس سے دوستی کرنی منظور ہو تو پہلے نہایت ہی اطمینان سے اُسکو محبت کی کسوٹی پر جانچ اور پرکھ لینا چاہیئے کیونکہ دوستی کے بعد دوستی کا جاتا رہنا نہایت ہی خوفناک اور پُرخطر ہی۔

دوستی کا نباہنا بھی ایک مشکل کام ہی۔ کیونکہ کبھی کبھی کوئی ایسی بات ہو ہی جاتی ہی جس سے دلشکنی ہو جاتی ہی۔ دلشکنی کا پہلا زینہ مذاق ہی جب آپس مین گہری دوستی ہو جاتی ہی تو باہم یکدیگر مذاق کا بھی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ باوجودیکہ ایک دوسرے کو کامل یقین اور پورا بھروسہ ہوتا ہی کہ وہ میری ایسی باتون سے برہم نہ ہوگا لیکن مذاق چیز ہی ایسی ہی کہ کبھی نہ کبھی ایک دوسرے کو بُرا معلوم ہو ہی جاتا ہی میرے نزدیک تو یہی بہتر ہی کہ رسم مذاق دوستون سے اور صرف دوستون ہی پر منحصر نہین بلکہ کسی سے بھی نہ جاری رکھی جائے کیونکہ بعض اوقات مذاق بجائے شغل دہنسی کے نفاق

پیدا کر دینے والا ہوتا ہو جس سے آپس مین پھوٹ پڑ جاتی ہو اور
جانی دوست جانی دشمن بن جاتے ہین کبھی کبھی یا اتفاقاً دھوکے ہم سے
ایسی غلطی بھی سرزد ہو جاتی ہو جو خلاف اصول دوستی ہوتی ہو اور
جس مین دوست کی دلشکنی ہوتی ہو ایسے وقت مین جبکہ وہ ہماری
خطا سے برانگیختہ ہو گیا ہو فوراً عفو خطا کا خواستگار ہو کر اُس کے
دل کی کدورت کو دور کر دینا چاہیے۔ ہم اپنے ایسے ناکردہ فعل سے
پشیمان اور نادم تو ہوتے ہین کہ اچھا نہ کیا مگر ہمین اُس سے معافی طلب
کرنے مین ندامت اور پشیمانی مانع ہوتی ہو۔ جب واقعہ کو دو چار روز کا عرصہ گذر
جاتا ہو تو پھر وہ اس زعم مین رہتا ہو کہ ابھی وہ اپنے نازیبا حرکت کی معافی
طلب کرنے آئے گا اور ہمین یہ کہ ابھی وہ مجھ سے بات کرنے آئے گا
دوسری اس خطا کی معافی بخشنے کا مگر نہ یہ ہوتا ہو نہ وہ نتیجہ یہ ہوتا ہو کہ ایک تو اپنا
بنا بنایا وفادار دوست ہاتھ سے نکل جاتا ہو اور دشمنون کی تعداد مین
ایک اور بڑھتا ہو اور دوسرے جگ ہنسائی ہوتی ہو۔ لہذا ایسے
نازک وقت مین ایک دوسرے کو ندامت سے خوش ہو کر نہ بیٹھ رہنا
چاہیے بلکہ بغیر کسی کو اطلاع کیے اس بات کا آپس مین معافی کے ذریعہ
سے بہت جلد فیصلہ کر لینا چاہیے کیونکہ جون جون وقت گذرتا جاتا ہو
رشتۂ الفت مین رخنہ پڑتا جاتا ہو اور جب رشتۂ الفت ٹوٹ گیا تو وہ
کسی طرح سالم نہین ہو سکتا۔

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمین کن کن لوگون کو اپنی دوستی کے لیے انتخاب
کرنا چاہیے اور دوستی کو نباہنے کے لیے کن ذرائع کو کام مین لانا چاہیے۔

۱۔ دوستی اُس شخص سے کرنی چاہیے جو بغیر کسی غرض و مطلب کے
خلوص دل سے ملتا ہو اور جس کا ظاہر و باطن پاک و صاف اور یکسان
ہو اور بجز دوست کو فائدہ پہنچانے اور نقصان سے بچانے کے کوئی
غرض نہ رکھتا ہو۔ لارڈ ایورکسن کا قول ہو کہ دوستی دو شخصون کے درمیان
ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے اور خوشی بڑھانے کی طرف باہمی میلان کا
نام ہو۔

۲۔ اُس سے جو ہم سے علم و فضل مین بڑھ کر ہو تا کہ اُس کی صحبت
سے ہمارے علم و فضل مین ترقی ہو اور ہم اُس کے اوصاف حمیدہ سے
فیضیاب ہون۔

۳۔ اُس سے جو اپنے دلی خیالات دوست سے پوشیدہ اور دوست
کے عیوب دوست سے مخفی نہ رکھتا ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے
ہین "مین اُسی کو اپنا دوست صادق سمجھتا ہون جو میرے عیوب سے
مجھے آگاہ و متنبہ کرے"۔

۴۔ اُس سے جو دوست کی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھتا ہو اور اپنے عہد و پیمان
پر ثابت قدم و مستحکم رہتا ہو اور جو ایام مصیبت مین طوطا چشم نہ ہو جائے۔

۵۔ اُس سے جو خوشامد اور چاپلوسی کے پرخطر عیب سے بری اور
مستثنیٰ ہو اور جو دوست کا نفع و نقصان اپنا ہی نفع و نقصان سمجھتا ہو۔

۶۔ اُس سے بچنا چاہیے جو دوست نما دشمن ہو یعنی دوستی کے پردے
مین دشمنی کا شکار کھیلتا ہو جو بظاہر تو دوستی کا دم بھرتا ہو اور درپردہ
مار آستین ہو۔

۷۔ اُس سے بھاگو جو ہم سے جاہ و ثروت مین بڑھ کر ہو۔ رئیسون اور
امیرون کی دوستی نہایت مخدوش اور خطرناک ہوتی ہو کیونکہ اُن کے
نزدیک ایسی برسون کی وفاداری اور جان نثاری ایک آن مین نقش بر آب
ہو جاتی ہو۔ حکیم سولون کا قول ہو کہ شاہ کے مقربان دربار دوست کی شطرنج کی
مہرون کی سی مثال ہو جس طرح وہ چاہے اُن سے کھیل سکتا ہو۔ کسی اور
صاحب کا قول ہو کہ شاہ ایک دریائے بے پایان کے مصداق ہو جب
یہ لہر (موج) مین ہوتا ہو تو دامن امید گوہر مقصد سے بھر دیتا ہو اور جب قہر
(طغیانی) مین ہوتا ہو تو نہایت ہی بے رحمی سے ہر ایک کی کشت پر پانی
پھیر دیتا ہو۔ بالغرض اگر کسی کو اُن سے دوستی ہو بھی تو اس کو نہایت ہی
پھونک پھونک کر قدم رکھنا اور بہت ہی سنبھل سنبھل کر چلنا چاہیے، اور اُس کی

رضامندی اور اُنکی خوشی پر خوش رہنا چاہیے کیونکہ بیلوگ غرض آشنائی اور حق دوستی سے مطلق بے بہرہ اور بالکل ناآشنا ہوتے ہین۔ اُن کے دماغون مین یہی دھن سمائی ہوئی ہوتی ہو کہ ہم اس سے ہر طرح بڑھے چڑھے رہین یعنی ہماری عزت کا بڑی چاہیے جن کے دماغون مین ایسی بیجا دھن بنی ہوئی ہو وہ مطلق لائق دوستی اور سزاوار آشنائی نہین۔

۵۔ نادان کی دوستی سے بچو کیونکہ یہ کسی مصرف کے نہین یا اگر اپنی بہتری بھی کرینگے تو مذامت ہوگی۔ کسی نے خوب کہا ہو

نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہو

۶۔ بیکار شخص کی دوستی سے پرہیز کرو۔ اس سے مراد یہ نہین کہ اپنا دوست اگر کسی وجہ سے ملازمت سے برطرف یا نقصان کی وجہ سے اپنے پیشے سے بیکار ہوگیا ہو تو تم اُس سے دست بردار ہوجاؤ نہین بیکار رہنے سے ان لوگون کی طرف ہے جو اکل حلال اور محنت ومشقت کی کمائی سے پرہیز کرتے ہون۔ اُن کی صحبت کا اثر ہم پر جلد پڑے گا۔ لہذا اُن سے پرہیز کرنا چاہیے۔

۷۔ مسافر کی دوستی نہ کرو۔ ہان اُن سے ایسا میل جول پیدا کرلو کہ اگر اتفاقیہ اُس کے شہر مین جانا ہو تو وہ بھی تم سے خوش اسلوبی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ مگر اُن سے بالکل ہی گہری دوستی نہ کرو کہ اُس کے چلے جانے کے بعد اُس کی مفارقت کا تیر سینے مین کھٹکے۔

دوستی کے چند احکام

۱۔ دوستی ہم عمر اور ہم مذہب ہی سے بہتر ہو۔

۲۔ دوست صادق کی کبھی آزمائش نہ کرو۔

۳۔ دوستون سے قرض لو نہ اُنھین قرض دو۔

۴۔ دوست پر کوئی ایسا کام نہ ڈالو جو اُس کی حیثیت سے باہر ہو۔

۵۔ دوست کی پسند کی کوئی چیز تم خود نہ طلب کرو تا وقتیکہ وہ اپنی خوشی سے نہ دے۔

۶۔ مجمع احباب مین ایک کو دوسرے پر ہرگز ترجیح اور فوقیت نہ دو۔

۷۔ بجز خانہ داری اور رشتہ داری کے کوئی راز دوست سے پوشیدہ نہ رکھو۔

۸۔ اگر کسی آفت مین مبتلا ہو جاؤ تو دوست کی صلاح لو۔

۹۔ دوست اگر اپنی راے کے خلاف ہو تو بُرا نہ مانو بلکہ آپس مین اُسکا تصفیہ کرلو۔

۱۰۔ اپنے شکوک بہت جلد رفع اور خطا کی بہت جلد معافی چاہو۔

۱۱۔ دوست کی بھلی بُری بات کا بُرا نہ مانو اور اُسے آزردہ ہونے دو۔

۱۲۔ دوست کے کام مین کبھی مخل نہو۔

۱۳۔ اپنے احسان کا کبھی اظہار نہ کرو اور حرف شکایت لب تک نہ آنے دو۔

۱۴۔ غیر مذہب دوست سے کبھی مذہبی بحث نہ کرو۔

۱۵۔ اپنے دوست کی نسبت اگر کوئی ایسی بات سُنائے جس سے نفاق پیدا ہوجانے کا خوف ہو تو اُس کی بات کا بغیر آنکھ سے دیکھے اور کان سے سُنے اعتبار نہ کرو۔

خوشتر (منگرولی)

گلچین

شعرا کو مبارکباد دی جانی چاہیئے کہ حضرت ریاض کی منیجری اور اُن کے بھائی سید محمد عسکری صاحب وسیم کی ایڈیٹری مین گلچین نے دوبارہ جنم لیا ہو۔ ہم دو حضرات کی گلفشانیون کی بہار مدت تک دیکھا کیے ہین اب اُن کی گلچینی کا رنگ دیکھین گے۔ ابتک دو نمبر انھون نے قدردانان سخن کے سامنے پیش کیے ہین جو ہر طرح قابل داد ہین۔ اس مرتبہ گلچین مین نثر بھی شامل ہو۔ قدردانان اُردو کو ضرور اس کی خریداری فرمانا چاہیئے۔ سالانہ قیمت ۱ مع محصول۔ پتہ: امیر المطابع۔ سیتاپور (اودھ)

طوافِ زمین

۱۳

فلیاس کے بکس سے کئی ہزار پونڈ کے نوٹ نکلتے ہین

ریل کلکتہ کے اسٹیشن پر ٹھہر گئی پہلے پاسپارٹو؛ اُس کے پیچھے فلیاس، پہلو مین مسٹرس آوڈا کو لیے ہوے اُترا۔ مسٹرس اوڈا کو ریل ہی مین فلیاس کا پورا قصہ اور اُس کے سفر کرنے کی وجہ معلوم ہو چکی تھی نیز جس قسم کی غیر معمولی جسارت اور جان جوکھون مین ڈالکر اُس کو رہائی دلائی گئی تھی، حسینہ کے دل مین اس کے باعث سے ایک خاص اُنس جنٹلمین مذکور سے پیدا ہو گیا۔ چونکہ فلیاس بھی مسٹرس اوڈا کی دردناک سرگزشت سے واقف ہو گیا تھا اس لیے اب اُسے یہ فکر تھی کہ لیڈی مذکور کا ہندوستان مین رہنا نہایت خطرناک ہے جس قدر جلد ممکن ہو اُسے اس ملک سے جہاز مین سوار کرکے باہر بھیجدیا جائے۔

یہ مختصر پارٹی جیسے ہی اسٹیشن سے باہر آئی، ایک پولیس کنسٹبل نے جنٹلمین کے پاس آکر کہا کیا مسٹر فلیاس تم ہی ہو؟

فلیاس:- ہان۔

کنسٹبل: اور یہ تمھارا خدمتگار پاسپارٹو ہے۔

فلیاس۔ ہان۔

کنسٹبل:- تم دونون از روے قانون اسی وقت سے گرفتار کر لیے گئے۔ میرے پیچھے آؤ۔

فلیاس کے بشرہ پر کنسٹبل کی اس بات سے کوئی آثار حیرت یا اندیشہ کے پیدا نہین ہوے کیونکہ جس شخص نے اُن کو حراست مین لیا تھا وہ اپنی ڈیوٹی پر تھا اور از روے قانون اپنا فرض بجا لانے کا پابند۔ یہ واقعہ نفس الامری ہے کہ ہر انگریز کی نظر مین قانون تمام چیزون سے زیادہ واجب الاحترام ہے، بالخصوص مسٹر فلیاس کے نقطۂ نظر سے جو حقیقی معنون مین انگریز کہا جا سکتا ہے۔ البتہ پاسپارٹو نے اپنی جبلت کے موافق بیہودہ گوئی شروع کر دی کبھی اپنی ماخوذی کا سبب دریافت کرتا۔ کبھی آئین بائین شائین بکتا۔ مگر فلیاس کے خاموش رہنے کا اشارہ پاکر مجبوراً چپ ہو گیا۔ تب مسٹر فلیاس نے کنسٹبل سے صرف اسقدر پوچھا۔

کیا یہ جوان عورت ہمارے ساتھ آسکتی ہے؟

کنسٹبل:- ہان کوئی ہرج نہین۔

پولیس نے ہر سہ اشخاص کو ایک دو اسپہ گاڑی مین سوار کیا اور گھوڑے لگام کا اشارہ پاکر چل پڑے۔ تقریباً ۲۰ منٹ تک یہ سفر جاری رہا۔ اس اثنا مین کسی نے باہم کوئی بات چیت نہین کی۔ آخر ایک بڑی عمارت کے سامنے گاڑی جاکر کھڑی ہو گئی۔ پولیس نے اپنے ملزمان کو نکالا، اور داخل حوالات کر دیا۔ نیز اطلاع دی کہ "ساڑھے آٹھ بجے حاکم کے سامنے پیش کیے جاؤ گے۔"

کنسٹبل اتنا کہکر چلدیا اور پاسپارٹو حسرت آمیز لہجہ مین کہنے لگا: "اُف آخر دم سوز برہمنون نے ہمارا گریبان پکڑ ہی لیا۔"

اس پر مسٹرس اوڈا فلیاس کی طرف مخاطب ہوکر بولی "میرے آقا! مجھ سے علحدگی اختیار فرمایئے کیونکہ میری وجہ سے آپ بھی گرفتار ہو گئے۔ مین کسی طرح اس پر رضامند نہین ہون کہ محض میرے سبب سے آپکے سفر مین رکاوٹ پیدا ہوکر نقصان کا باعث ہو۔"

فلیاس نے صرف اسی قدر جواب پر کہ "آپ مطمئن رہیے" اکتفا کی۔

پاسپارٹو:- لیکن جہاز ٹھیک ۱۲ بجے روانہ ہو جائے گا۔ ہم کیونکر پہنچ سکتے ہین۔

فلیاس نے اُس کو بھی محض اتنا جواب دے کر کہ "پہنچ جائین گے" سکوت اختیار کیا۔

ساڑھے آٹھ بجے جونہی عدالت کا دروازہ کھلا اور اہالیانِ پولیس ان گرفتار شدگان کو یہاں سے لیکر ایک دوسری جگہ پہنچے جہاں یہ لوگ لائے گئے تھے وہ محکمۂ عدالت تھا۔ اکثر ہندوستانی اور بعض غیر ملکی لوگوں کی وجہ سے جو مقدمات سننے آئے تھے بھیڑ لگی ہوئی تھی۔

مسٹر فلیاس، مسز آئیڈا، پاسپارٹو، ایک لمبے بنچ پر جو اجلاسی میز کے سامنے بچھا ہوا تھا بیٹھ گئے۔ مجسٹریٹ ایک چھوٹے قد کا تنومند آدمی تھا جو اُسی وقت مع اپنے پیشکار کے کمرۂ عدالت میں داخل ہوا، اور اجلاسی ٹوپی میز پر سے اُٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی مگر فوراً ہی ٹوپی سر سے اُتار کر کہنے لگا "یہ میری ٹوپی نہیں ہے"

پیشکار: معاف فرمائیے گا یہ میری ٹوپی ہے"

مجسٹریٹ: ۔ ہاں بھئی۔ بھلا پیشکار کی ٹوپی پہن کر میں کیسے قانون کے مطابق صحیح حکم دے سکتا ہوں

اتنا کہہ کر باہم ٹوپیوں کا تبادلہ کرنے کے بعد پیشکار و مجسٹریٹ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ پاسپارٹو جو فرط بے صبری سے نیم مردہ ہو رہا تھا، اُس کی آنکھیں اجلاس کے کلاک پر جو دیوار میں آویزاں تھا لگی ہوئی تھیں اور اپنے تصور میں وہ گھنٹہ کی رفتار کو ریل کی رفتار سے بھی زیادہ تیز محسوس کر رہا تھا کہ مجسٹریٹ نے زور سے کہا کہ "پہلا مقدمہ لاؤ"،

پیشکار: ۔ مسٹر فلیاس؟

فلیاس: ۔ حاضر ہوں۔

پیشکار: ۔ پاسپارٹو۔

پاسپارٹو: ۔ حاضر۔

مجسٹریٹ: ۔ دو روز سے تم دونوں ملزموں کے کلکتہ پہنچنے کا بحکم عدالت پولیس انتظار کر رہی تھی۔

پاسپارٹو: ۔ لیکن ہم پر الزام کیا ہے۔

مجسٹریٹ: ۔ ابھی معلوم ہوا جاتا ہے مستغیثوں کو بلاؤ۔

دروازہ کھلا اور تین ہندو برہمن اندر آگئے جنھیں دیکھتے ہی پاسپارٹو خود بخود کہنے لگا "ارے بدمعاشو تم ہی وہ قصائی جلاد ہو جو اِس نوجوان خاتون کو زندہ جلانا چاہتے تھے!"

برہمن لوگ مجسٹریٹ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔ پیشکار نے درخواست استغاثہ پڑھ کر سُنائی جس میں فلیاس و پاسپارٹو کا برہمنوں کے مندر کی توہین کرنے کا استغاثہ کیا گیا تھا۔ مجسٹریٹ نے درخواست سُنکر ملزمان سے پوچھا "تم نے سُنا"

فلیاس: ۔ جی ہاں سُنا میں اقبال کرتا ہوں۔

مجسٹریٹ: ۔ کیا اقبالِ جرم۔

فلیاس: ۔ ہاں اقبال لیکن ان تینوں برہمنوں کو بھی اقبال کرنا چاہیئے کہ وہ پیلاجی کے مندر میں کیا کرنا چاہتے تھے؟

فلیاس کے اس بیان سے برہمن متحیر ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور ایسے بن گئے گویا وہ کچھ سمجھے ہی نہیں۔

پاسپارٹو بول اُٹھا ہاں ہاں اعتراف کرنا چاہیئے اور کہنا چاہیئے کہ پیلاجی کے مندر میں بیچاری عورت کو وہ کس طرح جلانے کو تھے؟"

یہ سن کر مجسٹریٹ بھی حیرت زدہ ہو کر بولا "یہ کیا؟ تم لوگ کیا کہہ رہے ہو۔ کونسی عورت کے جلانے کا قصہ ہے۔ پیلاجی کے مندر کا یہاں کیا ذکر ہے دعویٰ تو بمبئی کے مندر کی اہانت کا ہے!

پیشکار نے بوٹ کے جوڑہ کی طرف جو میز پر رکھا ہوا تھا اشارہ کر کے کہا "ملزم کے یہ جوتے مندر کی توہین کرنے کا ثبوت ہیں"

پاسپارٹو بوٹوں کو دیکھ کر بے اختیار چلّا اُٹھا "ارے یہ تو میرے جوتے ہیں!"

اب سنیئے حقیقت واقعہ کیا تھی۔

فِکس سراغرساں نے جب بمبئی کے اسٹیشن پر پاسپارٹو کو فلیاس سے مندر کا قصہ بیان کرتے ہوئے سنا تھا۔ اُسی وقت وہ پاسپارٹو کی

غلطی سے فائدہ اُٹھانے کی فکر مین پڑ گیا کہ کسی طرح کوئی جھگڑا کھڑا کر کے فلیاس کے سفر مین روڑا اٹکا دے۔ چنانچہ وہ مندر مذکور کے پجاریون کے پاس گیا اور اُن کو نشیب و فراز سمجھا بجھا کر دعویٰ دائر کرنے پر آمادہ کر لیا کہ ایسا کرنے سے اُن کو ایک کثیر رقم ہاتھ آ جائے گی۔ الحاصل اپنی مدلل تقریر مین اُس کو کامیابی ہو گئی اور وہ برہمنون کو اپنے ہمراہ لیکر کلکتہ آ گیا اور فوراً مجسٹریٹی مین دعویٰ دائر کرا دیا۔ لیکن فلیاس کو جنگل مین ستی کا نظارہ اور میلا جی سے مندر کا واقعہ پیش آ گیا تھا اس لیے وہ پیچھے رہ گیا۔ اب کلکتہ پہنچتے ہی گرفتار ہو گیا۔

جس وقت پاسپارٹو عدالت مین ہر طرف آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اُس وقت ایک گوشہ مین فکس بھی چھپا کھڑا تھا جو ہمہ تن کارروائی عدالت کی طرف متوجہ اور اُس کے نتیجہ کا بجینی سے انتظار کر رہا تھا۔ فکس جانتا تھا کہ اگر چند روز کے لیے یہ لوگ روک لیے گئے تو اُس کے پاس لندن سے وارنٹ گرفتاری پہنچ جائے گا اور پھر وہ چور کو گرفتار کر کے دو ہزار اشرفیان انعام اور پانچ فیصدی مال برآمدہ سے حصّہ حاصل کر سکے گا۔ یہ امید اُسے بہت مسرور بنا رہی تھی۔

مجسٹریٹ نے پاسپارٹو کو اپنے جوتے شناخت کر لینے کی وجہ سے مجرم اقبالی قرار دیتے ہوے کہا "جرم کا اقبال کر لیا گیا"

فلیاس: جی ہان۔

مجسٹریٹ: برٹش گورنمنٹ چونکہ تمام ہندوستانیون کے مذاہب کی بیحد حفاظت کرتی ہے اور مسمی پاسپارٹو نے ہندوؤن کے مندر کی بمقام بمبئی بتاریخ ۲۰ ماہ دسمبر ۱۸۷۲ء بوٹ پہن کر داخل ہونے سے تحقیر کی، لہذا مسمی مذکور کو اس جرم مین پندرہ یوم قید اور دو سو پونڈ جرمانہ کی سزا دیجاتی ہے اور حسب دفعہ ۲ قانون تعزیرات ہند[1] ہر آقا چونکہ اپنے خادم کی حرکات کا ذمہ دار ہے لہذا مسٹر فلیاس پر جبکا پاسپارٹو ملازم ہے ۸ یوم قید اور ڈیڑھ سو پونڈ جرمانہ کی سزا از روے قانون عدالت عائد کی گئی۔

مسٹر فکس نے جیسے ہی یہ حکم سنا اس پر انتہا درجہ کی خوشی طاری ہو گئی کیونکہ وارنٹ گرفتاری کے پہنچنے کیلیے یہ مدت اُسکی امید سے زیادہ تھی۔

پاسپارٹو شرمندگی و ناامیدی مین ڈوبا ہوا تھا۔ اس قانونی حکم کی تاثیر اُس کے آقا کو مفلس و قلاش کر دینے کے لیے بہت کافی تھی ظاہر ہے کہ بیس ہزار پونڈ اب وہ ضرور ہار جائے گا۔ یہ سوچکر پاسپارٹو اپنے تئین کوسنے لگا کہ ساری آفت محض میری بیوقوفی اور حماقت کی وجہ سے نازل ہوئی ہے۔

لیکن مسٹر فلیاس ایسی متانت و وقار کے ساتھ کھڑا تھا گویا اُس کے خلاف کوئی حکم صادر ہی نہین ہوا، اور کچھ سُنا ہی نہین۔

پیشکار چاہتا تھا کہ دوسرا استغاثہ پیش ہو معاً فلیاس کھڑا ہو گیا اور مجسٹریٹ سے کہا "مین عدالت کی توجہ دفعہ ۹۸[2] قانون مذکور کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہون۔ فی الحال ہم لوگون سے نقد ضمانت لے لی جائے جب ہم لوگون کو فرصت ملے گی اپنی مدت قید بھگت کر زرضمانت واپس لے لین گے"

مجسٹریٹ: ہان۔ اس بارے مین قانون نے تم کو حق دیا ہے۔ اچھا۔ ایک ایک ہزار پونڈ کی ضمانت داخل کرو۔

فلیاس: روپیہ پیش کیا جاتا ہے

---

[1] جس قانون کا حوالہ اس مقدمہ مین دیا گیا ہے وہ اب ہندوستان مین نافذ نہین ہے اور جہان تک ہمارا خیال ہے اُس وقت بھی اس قسم کا کوئی قانون نافذ نہ تھا۔ البتہ مروجہ تعزیرات ہند مین توہین مذہبی کرنے والے مجرمان کے لیے سزا موجود ہے۔ ارشد

[2] کسی مجرم کا روپیہ ادا کر کے بطور ضمانت کے اس کو استعمال کرنا محض فسانہ ہے۔ ضابطہ فوجداری مین ایسی کوئی دفعہ موجود نہین ہے۔ دفعہ ۹۸ بھی کسی فرضی قانون کی طرح درج کی گئی ہے۔ ارشد

یہ کہہ کر فلیاس نے بیگ میں سے دو ہزار پونڈ کے بنک نوٹ
نکال کر مجسٹریٹ کے سامنے میز پر رکھ دیے۔

مجسٹریٹ: بہت خوب جس وقت تم اپنی قید کی میعاد آکر پوری کر دگے۔
اُس وقت یہ روپیہ واپس ہوگا۔ اب آزاد ہو جاؤ۔

فلیاس نے اپنا ہاتھ اپنے بازو میں ڈالے ہوئے باہر
نکل آیا۔ پاسپارٹو بھی پیچھے پیچھے ہولیا۔ مگر چلتے جاتے پلٹ کر اُس نے
کہا "کچھ بھی نہو؟ البتہ میرے بوٹ کو قید کردو"

اس فقرہ پر مجسٹریٹ نے اُس کے بوٹ پاسپارٹو کو دلا دیے۔ پاسپارٹو
نے جوتے لیتے ہی ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور اُن پر بار بار بولا۔ "اے کمبخت
بوٹ یہ ساری آگ تو نے ہی لگائی۔ اب ایک ایک پاؤں ایک
ایک ہزار پونڈ کی ہے۔ کاش میرے پاؤں سے تو نکلتا تو یہ خرابی
نہ آتی" حالانکہ منحوس تنگ بھی ہو۔"

فلیاس کی رہائی سے سراغرسان فکس دفعہ ۹۰ پر ہزار لعنتین
برساتا ہوا پیچھے پیچھے چلا۔ تاہم دل میں یہ بھی خیال آتا تھا کہ چور ہو کر
فلیاس دو ہزار پونڈ اس طرح نہیں دے سکتا یقینا پشیمان ہوکر پھر واپس
آئے گا۔ مگر جب اُس نے دیکھا کہ فلیاس مع اپنے ساتھیوں کے سیدھا
بندرگاہ پہنچا اور ٹکٹ بھی جہاز کا خرید لیا تو ناچ گیا اور راستے غصہ کے
خود بخود کہنے لگا "یہ چوٹے بدمعاش دو ہزار پونڈ بھی اپنی فراری کی
وجہ سے ضائع کر دیے۔ اور کیا ہوتا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لے کہ جہاں کہین
بھی تو جائے گا میں تیرا پیچھا ہرگز نہ چھوڑون گا۔" بندرگاہ میں "رنگون"
نامی انگریزی کمپنی کا جہاز چھوٹنے والا تھا اور روانگی کی جھنڈی ہی
جا رہی تھی۔ ٹھیک ایک بجے مسٹر فلیاس مسز اَیڈا اور پاسپارٹو اُس مین
داخل ہوئے اور اِس حساب سے ایک گھنٹہ روانگی سے قبل یہ لوگ
اُس مین سوار ہو گئے۔

۱۴

فکس کے ناکام منصوبے

جہاز "رنگون" اگرچہ تیز رفتاری میں جہاز "منگولیا" کے برابر تھا مگر
مسافرون کی آسایش کے لحاظ سے اُس کے برابر نہ تھا۔ اس لیے اول
درجہ کے کمرہ میں بھی جیسا کہ فلیاس چاہتا تھا مسز اَیڈا کو راحت نہ پہنچا سکا
تاہم جس حد تک بھی ہو سکتا تھا فلیاس نے لیڈی مذکور کو آرام دینے مین
کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

مسز اَیڈا روز بروز مسٹر فلیاس سے مانوس ہوتی جا رہی تھی
اور ہر موقع پر اپنے مہربان محسن کا نہایت شیرین بیانی کے ساتھ
شکریہ ادا کرتی رہتی تھی لیکن اس تمام اظہار سپاس کو جنٹلمین مذکور ایک
بے پروایانہ انداز کے ساتھ یہ کہہ کر رد کر دیتا تھا کہ "اس کی ضرورت نہیں"
لیکن عملی طور پر اُس کی سعی بیحد کرتا کہ مسز اَیڈا کو کسی طرح کی بے آرامی نہو۔

مسز اَیڈا فی الحقیقت نہایت دلفریب نازنین تھی جس نے مغربی
اوصاف کو شرقی انداز مین ڈھال کر اپنی اداؤں مین ایک خاص
کشش و جاذبیت پیدا کر لی تھی۔

گمان نہیں ہو سکتا تھا کہ اُس کی دل چھین لینے والی پُرتاثیر
آنکھوں سے جو محبت آمیز نگاہیں دلربائی کے ساتھ فلیاس پر ہر لحظہ پڑتی
تھیں اُنھوں نے جنٹلمین مذکور کے دل کو اپنا حلقہ بگوش نہ بنا لیا ہو۔ بایں ہمہ
کبھی بھولکر بھی فلیاس ایسی حالت مین کہ اس کے کوٹ کا بٹن تک کھلا ہوا ہو
لیڈی موصوف کے سامنے نہیں ہوا۔ افسوس یہ اُن فسونساز آنکھوں کی
سحرکاری تھی جو ہمالیہ کے مقدس ترین تالاب کی طرح چمکتی تھیں اور کیونکر
یہ امید ہو سکتی ہے کہ مسٹر فلیاس باوجود اپنی کوہ وقاری اور تمکین شعاری
کے اِس چشمۂ محبت کو دیکھ کر تشنگی روحانی محسوس نہ کرتا ہو۔

جہاز رنگون کے سفر کے شروع دن تو اچھی طرح گذرے۔ ہوا موافق تھی
بحر بنگال مین جہاز پوری رفتار سے چلتا رہا، اور جلد ہی جزیرہ انڈمان کے

ساحل دکھلائی دینے لگے اور تھوڑے عرصہ بعد جہاز ساحل مذکور کے محاذ میں گذرتا رہا لیکن وہاں کے وحوش "پاپوا" بالکل نظر نہیں آئے یہ وحشی حقیقتاً ادنیٰ ترین طبقہ کے لوگ ہیں جن سے آجکل کی ترقی یافتہ نوع انسان کو عار آتا ہے۔ اور "ییام" یعنی مردم خوار کے لقب سے ملحق مشہور ہو گئے ہیں۔

بہرحال جہاز چلتے چلتے آبنائے ملایا میں داخل ہوا جس کو طے کرنے کے بعد دلیے چین میں پہنچ جاتا ہے۔

اب فکس کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اُس نے فلیاس کے جہاز میں سوار ہو جانے کے بعد کیا کیا؟ وہ فوراً کلکتہ کی کوتوالی میں پہنچا اور اطلاع دی کہ اگر وارنٹ گرفتاری آجائے تو ہانگ کانگ ارسال کر دیا جائے۔ بعد ازاں وہ بھی آکر جہاز میں سوار ہو گیا لیکن پاسپارٹو سے اپنے تئیں چھپائے رکھا کہ مبادا اشتباہ کا باعث ہو کیونکہ مبئی میں اُس سے علحدہ ہو جانے کے بعد چین کے راستہ میں یکایک اُس سے ملاقی ہو جانا خواہ مخواہ پاسپارٹو کو مشتبہ کر دے گا۔

اب فکس کی امید کا دار و مدار صرف ہانگ کانگ تک تھا۔ اگر وہ وہاں بھی فلیاس کو گرفتار نہ کر سکا تو پھر آگے چل کر گرفتاری ناممکن ہو جائیگی کیونکہ ہانگ کانگ آخری جگہ ہے جو گورنمنٹ برطانیہ کے زیر اثر ہے اور وہاں سے روانہ ہو جانے کے بعد چین، جاپان، امریکہ کی حدود میں ملزم داخل ہو جائے گا۔ اسوقت اگر وارنٹ گرفتاری پہنچ بھی گیا تو بے سود ہے۔

ان خیالات میں مبتلا ہو کر فکس نہایت اضطراب و بے چینی سے اپنا وقت گذار رہا تھا اور دل ہی دل میں کہتا جاتا تھا کہ اگر ہانگ کانگ میں جو آخری مقام ہے اس پاجی شخص کی گرفتاری میں مجھے کامیابی نہ ہوئی تو میں کیا کرونگا؟ اور دوسرے معاصرین کے سامنے میں شرمندگی سے کس طرح سر اُٹھا سکونگا۔ جس طرح بھی ہو مجھے یہاں کامیابی حاصل کرنا چاہیئے لیکن اگر وارنٹ گرفتاری ہانگ کانگ میں بھی نہ پہنچا اور میں کسی دوسرے ذریعہ سے بھی ملزم کو نہ روک سکا تو پھر کیا چارہ کار اختیار کرنا ہوگا؟

یکایک اُس کے دل میں خیال آیا کہ پاسپارٹو کو اس امر سے آگاہ کر دینا چاہیئے کہ تمہارا آقا چور ہے اور لندن بنک سے ۵۵ ہزار پونڈ کے نوٹ چوری کر کے بھاگا ہے "اور تم ایک شریف آدمی ہو کر ایسے کمینہ شخص کی خدمت کرتے ہو۔

اس طریقہ سے پاسپارٹو کو اُس کے آقا سے جدا کر کے اپنا یار بناؤں تو شاید کامیابی ہو جائے۔ مگر یہ بھی خطرے سے خالی نہیں ممکن ہے کہ اپنے آقا کے ساتھ وہ بھی شریک جرم ہو اور میرا حال فلیاس سے کہ دے تو اور بھی زیادہ خبرداری سے بھاگ نکلنے کی صورت پیدا کر لی جائے۔ لہذا یہ چنداں مناسب نہیں۔

دفعتاً ایک اور بات اُس کے ذہن میں آئی، اور سوچنے لگا کہ یہ عورت کس مرض کی دوا ہے۔ فلیاس کے ساتھ کس سبب سے ہو گئی ہے۔ مبئی میں تو اُس کے ہمراہ نہ تھی۔ یقیناً مبئی اور کلکتہ کے درمیان میں ساتھ ہوا ہے۔ لیکن آخر کیونکر؟ یہ بھی حقیقت میں بڑی حسین! کہیں یہ دورِ عالم کا سفر اسی کے لیے تو نہیں تھا؟ غالباً یہ شوہر دار عورت ہے۔ اور فلیاس اسے بھگا لیچلا ہے؟ ہا! اگر ایسا ہو تو اس کی گرفتاری کی بہترین وجہ ہو سکتی ہے مگر اصلی حالات مجھے کیونکر معلوم ہو سکتے ہیں؟ یہ کہاں سے معلوم کروں؟ ہاں پاسپارٹو سے پھر دوستی گانٹھنا چاہیئے۔ اُس سے باتوں باتوں میں سب راز معلوم ہو جائے گا۔

یہ تجویز فکس نے اپنے دل میں پختہ کر لی اور اپنے کمرہ سے جہاں اب تک چھپ رہا تھا باہر نکل کر پاسپارٹو کی تلاش میں چلا۔ پاسپارٹو بھی اسوقت باہر ہی ٹہل رہا تھا۔ فکس فوراً اُس کے قریب پہنچا اور اپنے تئیں متحیر بنا کر بیساختہ استعجاب کے انداز سے کہنے لگا "ارے بھائی جان خوب ملے تم اور اِس جہاز میں؟"

پاسپارٹو نے فلیکس کی آواز سن کر اس سے زیادہ تعجب کے ساتھ جواب دیا: "اوہ مسٹر فلیکس! آپ ہیں؟ کس قدر حیرت ہے کہ آپ تو بمبئی میں ٹھہر گئے تھے۔ وہاں سے بڑھنے کا ارادہ نہ تھا۔ اب یک بیک ہانگ کانگ کے راستہ میں جہاز پر کیونکر مل گئے؟ کیا تم بھی خدانخواستہ دورِ عالم کی سیاحت کو نکلے ہو؟"

فلیکس: "نہیں مسٹر! میں چند روز کے لیے ہانگ کانگ جا رہا ہوں۔ وہاں مجھے ایک ضروری کام ہے۔"

پاسپارٹو: "خوب۔ مگر اس دوران میں کہ کلکتہ سے جہاز چلا ہے میں نے آپ کو جہاز پر مطلق نہیں دیکھا۔ کہاں تھے؟"

فلیکس: "میں بیمار تھا۔ اس لیے اپنے کمرہ سے بالکل باہر نہیں نکلا۔ اتنی طاقت ہی نہ تھی۔ آج اٹھا ہوں۔ بحیرۂ بنگال کی ہوا مجھے موافق نہیں آئی۔ کہیے آپ کے آقا تو اچھے ہیں؟"

پاسپارٹو: "جی ہاں بخیریت ہیں۔ کرانومیٹر کی رفتار کی طرح باقاعدہ سفر جاری ہے۔ ایک دن بھی وقت معینہ سے پیچھے نہیں رہے۔ حالانکہ اب ساتھ میں ایک نوجوان عورت بھی ہے۔"

اس جملہ پر فلیکس ایسا بن گیا گویا عورت کے متعلق اسے کوئی علم ہی نہیں ہے اور اس وجہ سے اظہارِ تعجب کے ساتھ بولا: "کیا؟ نوجوان عورت؟"

اس پر پاسپارٹو نے اول سے آخر تک تمام واقعات بڑے طمطراق سے بیان کرنا شروع کیے۔ بمبئی کے مندر میں جو کچھ گذرا، ہاتھی کی خریداری۔ پیلاجی کے مندر کا قصہ۔ لیڈی اوڈا کی رہائی کا واقعہ۔ کلکتہ میں گرفتاری و سزایابی وغیرہ ایک ایک بات کہہ ڈالی اور آخر میں اتنا اور اضافہ کرکے کہہ دیا کہ "اگر مسٹرس اپنی خوشی سے یوکوہاما چلنا پسند کریں گی تو میرا آقا لیجائے گا، ورنہ ہانگ کانگ میں مسٹرس کے ایک عزیز ہیں اُن کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔"

یہ واقعات سن کر فلیکس اس تجویز میں بھی کہ فلیاس ایک شوہردار عورت کو فرار کرکے لیے جاتا ہے لہذا قابل گرفتاری ہے ناکام رہ گیا اور فرطِ مایوسی و نومیدی میں کہنے لگا ع

افسوس یہ بھی اپنا سودائے خام نکلا

۱۵

سنگاپور سے ہانگ کانگ تک کے سب حالات

فلیکس اور پاسپارٹو اس ملاقات کے بعد روزانہ ایک دوسرے سے ملتے لیکن فلیکس احتیاط کو بہت زیادہ ملحوظ رکھتا۔

پاسپارٹو اس جدید مڈبھیڑ سے ایک گہرے سوچ میں پڑ گیا کیونکہ پہلے تو فلیکس اُس سے سوئز میں ملا پھر منگولیا جہاز میں یک بیک سوار ہو کر بمبئی پہنچا اور درآنحالیکہ بمبئی میں رہنے کا قصد ظاہر کیا تھا دفعتاً جہاز "رنگون" میں اُس سے ملاقات ہو گئی۔ ان تمام واقعات سے بجز اس کے اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ فلیکس جاسوس ہے اور فلیاس کا تعاقب کر رہا ہے۔

فلیاس کے جس طرزِ عمل کی وجہ سے فلیکس نے اُس کا تعاقب کیا ہے پاسپارٹو سالہا سال غور کرنے کے بعد بھی اُس جاسوس کی اصلی حقیقت کو نہ پہنچتا۔ کیونکہ پاسپارٹو کے وہم و گمان میں بھی یہ خطرہ نہیں گذر سکتا تھا کہ اُس کا آقا چور ہے اور اس لیے فلیکس اس کے پیچھے لگا ہوا ہے بلکہ اُس کے ذہن میں ایک دوسری بات آئی یعنی فلیکس کی نسبت اُس نے خیال کر لیا کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جس کو ممبرانِ ریفارم کلب نے فلیاس کی سیاحت دورِ عالم کی تصدیق کے لیے مامور کیا ہے اور یہ سمجھ کر وہ خود بخود کہنے لگا "بیشک! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ حریف ریفارم کلب کی طرف سے ہماری نقل و حرکت کی نگرانی کر رہا ہے لیکن یہ ان لوگوں کی بہت بڑی غلطی ہے۔ مسٹر فلیاس جیسے راست مجسم شخص کی نسبت اشتباہ کرکے اُس کی صداقت کی تصدیق کے لیے جاسوس کو مامور کرنا انتہا درجہ کی

بیہودگی ہے"

پاسپارٹو نے اپنے جدید تصور کو امر واقعی قرار دیکر مسٹر ان ریفارم کلب او رفکس کی خام خیالی پر ہنسنے لگا" اور یہ سوچ لیا کہ فلیاس سے اس واقعہ کا تذکرہ کرنا اُس کے تکدر طبع کا سبب ہوگا، بلا وجہ اُس کو مکدر کرنا فضول ہے ارادہ کر لیا کہ بعد فراغت سفر کسی وقت فرصت میں تذکرہ کر دیا جائے گا۔

کپتان جہاز سے چونکہ فلیاس نے ایک رقم معقول انعام مین دینے کا وعدہ کر لیا تھا۔ اِس لیے دوسرے دن جہاز "رنگون" اپنے وقت مقررہ سے بارہ گھنٹہ قبل سنگاپور پہنچکر کوئلہ لینے کے لیے ٹھہر گیا۔

مسٹر فلیاس نے یہ بارہ گھنٹے بھی اپنے کتاب سفر مین بطور نفع کے درج کر لیے اور سیر کرنے کے لیے جہاز سے اُتر پڑا لیکن یہ تفریح محض اپنے لیے نہین بلکہ مسز آؤڈا کے لیے اختیار کی گئی تھی اور چونکہ فلیاس کی حرکت کو فکس شبہ کی نظر سے دیکھتا تھا اِس لیے وہ بھی اُس کے پیچھے چلا۔ پاسپارٹو کو فکس کی اِس کارروائی پر ہنسی آگئی اور بغیر کچھ کہے سنے وہ بھی بعض ضروری چیزین خریدنے کے لیے چلدیا۔

سنگاپور کوئی بہت بڑی جگہ نہین ہے نہ خاص طور پر قابل ملاحظہ پہاڑ اِس جزیرہ مین کوئی نہین ہے محض نخلستان کی سیر کیلئے مسٹر فلیاس مع مسز آؤڈا کے ایک دو اسپہ گاڑی مین سوار ہو گیا جن باغیچون کے درمیان مین وہ گذرا اُن کی حد بندی زیتون کے درختون سے کی گئی تھی۔

اِس سرزمین کے درخت گرمسیر ممالک کی نباتات کے سے تھے جن پر کثرت سے بندر اُچکتے پھرتے تھے شیر اور بھیڑیون کی تعداد کم نہ تھی۔ اگرچہ ایسے چھوٹے جزیرہ مین اتنے درندون کی موجودگی تعجب خیز ہو سکتی ہے لیکن اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حیوانات مذکور آبنائے ملایا سے پیر کر یہان پہنچتے رہتے ہین۔

فلیاس اور [illegible] باغیچون مین پھر پھرا کر شہر مین پہنچے اور چھوٹے چھوٹے ایک ہی رنگ کے مکانون کو دیکھتے ہوئے جہاز پر واپس آ گئے مسٹر فکس نے بھی اِس فضول تعاقب گردی مین گاڑی کا کرایہ بطور جرمانہ کے ادا کیا اور مخفی طور پر واپس چلا آیا۔ پاسپارٹو پہلے ہی جہاز پر پہنچ چکا تھا اُس نے اپنے خرید کر لائے ہوئے میوون مین سے ایک آم مسز آؤڈا کو پیش کیا جسے لیڈی مذکورہ نے اپنے خاص نزاکت آمیز انداز تشکر مین قبول کیا۔ یہ میوہ سیب کے برابر ہوتا ہے۔ داخلی قسم کی رنگت بالکل سُرخ خون کی طرح ہوتی ہے اور بیرونی قسم کا رنگ نیلاہٹ لیے ہوتا ہے۔

۱۱ بجے رنگون جہاز نے اپنا لنگر اُٹھایا اور چند گھنٹے بعد مسافرون کی نظر سے ملایا کے پہاڑون کی چوٹیان جو بھیڑیون کی کثرت کی وجہ سے تمام دنیا مین مشہور ہین غائب ہو گئین۔

سنگاپور اور ہانگ کانگ کے مابین ۱۳۰۰ میل کا فصل ہے جس کو فلیاس ۶ روز مین طے کر کے اُس جہاز کی روانگی کے وقت جو تاریخ ۵ جنوری ۱۸۷۳ء کو یوکوہامہ کی طرف روانہ ہوتا ہے پہنچنا چاہتا تھا گو رنگون جہاز بہت زیادہ بوجھ سے لدا ہوا تھا، سنگاپور سے بیشمار ہندوستانی چینی ملایزی پرتگیز سوار ہو گئے تھے لیکن یکایک طوفان آگیا۔ ہوا جو ابتک موافق چل رہی تھی بہت تیز ہو گئی۔ یہان تک کہ آندھی کے جھکڑ چلنے لگے اور خدا شہرے برانگیزد کہ خیر ما در آن باشد کے مطابق ایک صورت یہ مفید پیدا ہو گئی کہ ہوا کے تھپیڑے چونکہ پچھلی سمت سے پڑ رہے تھے اِس لیے جہاز کی رفتار مین تیزی آ گئی جہاز کے کپتان نے انعام کی امید مین اس طوفان سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی مگر طوفان کے درمیانی دفعہ مین بادبانون کو کھول دیا۔ اب کیا تھا آب و آتش نے جہاز کو اُڑانا شروع کیا اور سواحل انام و کوچین بھی اِسی صورت مین گذر گئے۔

ایک دن جہاز کے ڈک پر پاسپارٹو اور فکس بیٹھے باتین کر رہے تھے کہ پاسپارٹو کہنے لگا "اگر ہوا کو ذرا بھی سکون ہوتا ہے تو میری بے چینی بڑھ جاتی ہے کیونکہ اپنے آقا کے پیچھے رہ جانے اور شرط ہار جانے کا خیال بھی مجکو بیتاب

کر دیتا ہی۔ بس اس کے مین بھی نقصان کر رہا ہون۔ کیونکہ گھر سے روانہ ہوتے وقت اپنے کمرہ کا گیس لیمپ بند نہین کیا تھا۔ پس جسقدر جلد بھی ہم پہنچین گے اُسی قدر میرا کم نقصان ہو ورنہ آقا کا نامہ زیادہ ہی۔"

فیکس:- اچھا تو مین ایک بات پوچھتا ہون مگر خفا نہونا۔ خدارا یہ تو بتلاؤ کہ اپنے آقا کی اس سیاحت دورِ عالم کا تم کو یقین ہی؟

پاسپارٹو:- بیشک۔ کیا تم کو کچھ شبہ ہی؟

فیکس:- بخدا مسٹر پاسپارٹو مجھے ذرا بھی یقین نہین۔

پاسپارٹو:- زمانہ قیامت انداز ہی ہم ایسے مکار!

فیکس اس لفظ پر متفکر ہو گیا۔ کیونکہ پاسپارٹو کا اُسے "مکار" کہنا ایک خاص معنی رکھتا تھا۔ کہین پاسپارٹو سمجھ تو نہین گیا کہ فیکس جاسوس ہی؟ چنانچہ فیکس نے اس اُلجھن مین پڑ جانے کی وجہ سے کوئی جواب نہین دیا۔ مگر پاسپارٹو نے پھر ایک تبسم آمیز تحقیر کے ساتھ کہا "یہ تو مین اچھی طرح جانتا ہون کہ تم بھی دورِ عالم کی گردش کو نکلے ہو اور ہم سے تم سے اب جدائی نہوگی۔ کیونکہ تم صرف بمبئی تک آنے کو تھے اور صورت یہ ہی کہ اسوقت ہانگ کانگ جا رہے ہو۔ مگر تمھین امریکہ جانے کی ضرورت نہین ہی کیونکہ وہ یورپ سے بہت نزدیک ہی!"

اب فیکس کو سوائے اسکے کوئی چارہ نہ تھا کہ پاسپارٹو کے ساتھ وہ بھی ہنسنے مین شریک ہو جائے کیونکہ پاسپارٹو غور کے ساتھ اُسے دیکھکر صاف دلی سے قہقہہ لگا رہا تھا۔ مگر جب پاسپارٹو کی ہنسی کم ہوئی بلکہ اُس نے زور سے قہقہہ لگا کر کہا "سچ کہنا مسٹر فیکس۔ کیا اس ڈیوٹی کا معاوضہ تم کو بہت کافی ملے گا؟" تو فیکس کے تمام خیالات درہم برہم ہو گئے۔ اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ "ہان تمھین خود ہی معلوم ہی کہ اس سفر کے مصارف کا بار مجھ پر نہین ہی۔"

پاسپارٹو:- ٹھیک ہی۔ مین خوب واقف ہون!

فیکس نے پریشان ہو کر گفتگو بند کر دی اور ہوا مین سردی آجانے کا عذر کر کے اپنے کمرہ مین چلا آیا۔ اور سوچنے لگا۔ بہرحال پاسپارٹو کو اس جاسوسی کا علم ہو گیا ہی لیکن تعجب یہ ہی کہ کیونکر؟ شاید اُس نے اپنے آقا کو بھی خبر دیدی ہو؟ غالباً چوری مین وہ بھی فلیاس کا شریک ہی۔

اسی قسم کے اندیشون مین پڑ کر فیکس اپنا وقت ضائع کر رہا تھا۔ کبھی خیال آتا تھا کہ فلیاس کو میری نسبت خبر نہین ہوئی۔ کبھی سوچتا شاید اطلاع مل گئی، اور اب وہ میری دسترس سے نکل جائے گا۔ پھر کیا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ بہت دیر تک یون ہی غلطان پیچان رہ کر بھی بجز اسکے اور کوئی صورت ذہن نہ آئی کہ اس مرتبہ ہانگ کانگ مین جو حکومت انگریزی کا آخری مقام ہی اگر فلیاس کو مین گرفتار نہ کر سکا اور وارنٹ وصول نہوا تو تمام حقیقت پاسپارٹو سے کہدونگا، جو دو حال سے خالی نہوگا۔ یا تو خود پاسپارٹو بھی شریک جرم ہی یا اپنے آقا کی مجرمانہ حرکت سے لاعلم۔ لہذا بصورت شرکت وہ میرا بیان سن کر مع اپنے آقا کے فرار ہو جائیگا اور اگر وہ معصوم ہی تو اپنے بدکردار آقا سے علحدگی اختیار کر کے اُس کی گرفتاری مین میرا معین و مددگار بن جائے گا۔

ایک ہی جہاز مین فیکس اُدھیڑ بُن مین پھنسا ہوا ہی اور فلیاس بے فکر و مطمئن وہ اپنے سفر دورِ عالم کو خاموشی اور یک آہنگی کے ساتھ طے کر رہا ہی جن واقعات سے اُس کے سفر مین رکاوٹ پیدا ہو چکی ہی نہ اُن کا کوئی خیال ہی نہ کسی آئندہ سد راہ ہو جانیکے احتمال کا اندیشہ۔ ایک بے پروائی اور انداز استغنا چھایا ہوا ہی۔

۱۶

فلیاس، پاسپارٹو، فیکس علحدہ علحدہ ہو گئے

ہوا بتدریج تیز ہوتی گئی اور جس رُخ پر ابتدا سے چل رہی تھی اُس مین تغیر ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ یہ طوفان شمال و غربی گوشہ کی طرف سے شروع ہو گیا۔ جس کا اثر جہاز کی رفتار کے خلاف پڑنے لگا۔ اور اُس کی تیزروی

بالکل جاتی رہی۔ تلاطم و امواج کی شدت سے جہاز کا ہر متنفس بیہوش ہوگیا۔

تاریخ سوم و چہارم جنوری ۱۸۹۸ء طوفان اور بھی عظیم الشان ہوگیا اور بارہ گھنٹہ جہاز لیٹ ہوگیا نیز بوجہ ان کے تلاطم نے یقین دلادیا کہ گھنٹہ کم از کم اور دیر لگے گی جس کی وجہ سے ہانگ کانگ میں گھنٹہ بعد پہنچنا ہوگا۔

فلیاس اس تلاطم بحر کو جو اس کی قسمت کے ساتھ مصروف جنگ تھا نہایت صبر و استقلال کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرہ سے کسی قسم کی بےچینی کے آثار نمایاں نہیں تھے۔ حالانکہ بیس گھنٹہ لیٹ ہوجانے سے وہ یوکوہامہ جانیوالے جہاز کو نہ پکڑ سکے گا۔ اور اس طرح وہ اپنی شرط میں یقیناً ناکام ہوجائے گا۔ لیڈی آیڈا اور پاسپارٹو اس خیال سے نہایت غمگین و متاثر تھے۔ مگر فکس کی نظر میں اس مسئلہ کا دوسرا پہلو تھا۔ یہ طوفان اُس کی مسرتوں میں بے شمار اضافہ کررہا تھا، اور اگر کہیں جہاز جوش طوفان میں اُلٹا جانے لگے تو فکس کی خوشیاں ہزاروں گنا بڑھ جائینگی۔ اس صورت میں فلیاس بہرحال گرفتار ہوسکتا ہے جس کا نتیجہ فکس کے لیے اُس کی شہرت و دولت کی غیر معمولی ترقی کی صورت میں نکلے گا۔ چنانچہ فکس باوجود اس کے کہ شدت طوفان سے سر اُٹھانے کی مجال بھی رکھتا تھا مگر دعائیں یہی کرتا تھا کہ اس میں اور بھی شدت آجائے۔

اچھا، پاسپارٹو کی کیا حالت ہے؟ اُس کے قہر و غضب کا اندازہ ظہور ناظرین بہتر طور پر کرسکتے ہیں۔ ہر لحظہ دریا کی موجوں اور ہوا کے جھونکوں سے گالم گلوچ ہو رہا تھا۔ اب تک ریلیں، جہاز، ہوا، دریا، بالکل اسکے آقا کی موافقت کرتے رہے تھے لیکن اسوقت ہوا اور سمندر نے فلیاس کی بدکرداریوں کا اعلان کرکے اُسے بیس ہزار اشرفیوں سے محروم کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ غرضکہ شدت بےچینی سے نہ پاسپارٹو کہیں بیٹھ سکتا تھا نہ اُس سے چلا جاتا تھا۔ نہ بھاگا ہی جاسکتا تھا۔ گویا یہ بیس ہزار اشرفیاں اُس کے گوشت پوست سے ڈھال کر بنائی جارہی تھیں۔

جس وقت تک طوفانی حالت قائم رہی پاسپارٹو جہاز کے ڈک سے اپنے کمرہ میں قطعی نہیں آیا۔ بلکہ کارپردازان جہاز کے ساتھ کبھی رسیاں کھینچنے لگتا، کبھی بادبانوں کے سمیٹنے میں مصروف ہوجاتا، اور اُس کی پھرتی و چالاکی دیکھ کر جہاز والے بھی حیران ہورہے تھے۔ اُف! اگر کہیں پاسپارٹو کو معلوم ہوجاتا کہ فکس اس حادثہ پر کس درجہ خوش ہے تو نہ معلوم کیا ہوتا۔

۴ جنوری کی شام کو ہوا کی تیزی میں کمی آگئی اور سمندر میں بھی کسی قدر سکون پیدا ہوگیا۔ جنوبی ہوا پھر زور سے چلنے لگی چنانچہ بادبان کھول دیے گئے اور جہاز غیر معمولی رفتار سے چلنا شروع ہوا، لیکن بے سود۔ کیونکہ جو وقت ضائع ہوچکا تھا اُس کی تلافی ممکن نہ تھی۔ صبح کو خشکی نظر آئی۔ فلیاس کے حساب سے جہاز کو ہانگ کانگ ۵ جنوری کو پہنچنا چاہیئے تھا کیونکہ اُسی دن وہاں سے یوکوہامہ کی طرف جہاز روانہ ہوتا ہے۔ مگر افسوس کہ رنگون جہاز اس بلا نشان طوفان میں مبتلا ہوجانے کی وجہ سے ۶ جنوری کو ہانگ کانگ پہنچ سکے گا۔ اس ایک روز کے توقف سے یوکوہامہ جہاز روانہ ہوچکا ہوگا۔ اور اب ۸ دن تک ہانگ کانگ میں دوسرے ڈاک کے جہاز کا انتظار کرنا پڑے گا۔ اُف یہ کیا مصیبت ہے!!!

دوسرے دن صبح کو بندرگاہ ہانگ کانگ کے تنگ راستوں کی رہبری کرنے کے جہاز میں رہنما آیا اور کپتان جہاز سے چارج لیا۔ فلیاس اُن کے پاس گیا اور اپنے خاص انداز میں اُس سے دریافت کیا "جہاز یوکوہامہ کی روانگی کا کیا وقت ہے؟"

رہبر: کل صبح۔

فلیاس: بہت خوب۔

اس خبر فرحت اثر سے بھی فلیاس کے چہرہ پر کوئی آثار مسرت

ظاہر نہیں ہوئے۔ وہ جب چاپ اپنے کمرہ میں چلا آیا۔ البتہ پاسپارٹو نے
خوشی کے بہانے جاکر لیٹ گیا اور منھ چوکر پوچھنے لگا "یوکوہاما جانے
والے جہاز کا کیا نام ہے۔"

بیرا: کرناٹک ہے۔

پاسپارٹو: لیکن اسے تو کل روانہ ہونا چاہیے تھا؟

بیرا: ہاں وقت مقررہ تو کل صبح ہی کا تھا مگر اسکے ڈک میں کچھ نقصان
پیدا ہو گیا تھا اُس لیے مرمت ہونے میں دیر ہو گئی۔

پاسپارٹو: جناب میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں فی الحقیقت آپ نہایت
ہی فرخندہ فال شخص ہیں۔

بیرہ کی خاک سمجھ میں نہ آیا کہ پاسپارٹو کے اس اظہار سپاس کا کیا مطلب ہے۔
لہذا وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور جہاز چلانا شروع کر دیا چنانچہ
ظہر سے قبل جہاز رنگون نے بندرگاہ ہانگ کانگ میں پہنچکر لنگر ڈال
دیا اور مسافروں نے اترنا شروع کر دیا

یہ کہنا ضروری ہے کہ اس مرتبہ فلیاس کے طالع نے بھی یاوری کی
کیونکہ اگر جہاز کرناٹک کے ڈک میں نقصان نہ آجاتا اور وہ وقت مقررہ پر
ہانگ کانگ سے یوکوہاما کی طرف روانہ ہو جاتا تو دوسرے جہاز کے لیے
۸ روز تک انتظار کرنا لازمی تھا۔ جس سے ہر صورت میں فلیاس کو بازی
دینا پڑتی۔ اُس وقت فلیاس اپنے آغاز سفر لندن سے وقت موجودہ تک
اپنے حساب میں صرف ایک دن پیچھے رہ گیا ہے مگر اُسے امید ہے کہ یہ نقصان
کی تلافی بحر محیط اعظم کے سفر میں درمیان یوکوہاما اور امریکہ کے کرے گا۔

جہاز کرناٹک چونکہ کل صبح روانہ ہوگا اس لیے پندرہ گھنٹہ کی
فرصت فلیاس کو مل گئی ہے جس میں وہ مسٹرس اڈا کے عزیز زیفو
نامی کو جس کی نسبت اڈا نے کہا تھا کہ وہ ہانگ کانگ میں تجارت
کرتا ہو اور یہ اُس کے پاس رہنے کا خیال رکھتی ہو تلاش کرنے کے
لیے تیار ہو گیا پہلے تو فلیاس مع لیڈی اڈا اور پاسپارٹو کے کرایہ
کی گاڑی میں سوار ہوکر ہوٹل میں پہنچا اور ایک کمرہ میں مسٹرس اڈا
کو ٹھہرا کر پاسپارٹو اور مالک ہوٹل کو خاتون مذکور کی راحت رسانی
کے لیے مامور کر دیا اور خود مسٹر زیفو کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا چنانچہ
ایک بڑے بازار میں پہنچکر اُس نے دلالوں سے دریافت کیا کہ تم
نام کے کسی سوداگر کو جانتے ہو یا نہیں؟ دلال نے مسٹر زیفو سے
شناسائی ظاہر کی مگر کہا کہ وہ دو سال ہوئے یورپ کے کسی شہر میں
چلا گیا ہے اور یہاں کا کاروبار اُس نے چھوڑ دیا ہے۔

فلیاس یہ خبر معلوم کرکے ہوٹل کو واپس آیا اور مسٹرس اڈا کو اس سے
اطلاع دی جس کو سن کر وہ متحیر و خاموش رہ گئی اور چند منٹ سکوت کے بعد
نہایت شیریں و لطیف لہجہ میں بولی "مسٹر فلیاس! اب میں کیا کروں؟"

فلیاس: آپ آزاد و مختار ہیں لیکن اگر میری ہمراہی میں یورپ چلنا
پسند ہو تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھونگا۔

اڈا: اس سے آپ کو تکلیف ہو گی۔

فلیاس: نہیں آپ کی رفاقت سے میرے سفر کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

اثنا میں کہ پاسپارٹو کو پکار کر کہا "جاؤ جہاز کرناٹک کے تین ٹکٹ درجہ اول
کے خرید لاؤ"

پاسپارٹو: بسر و چشم جناب۔

یہ کہکر پاسپارٹو بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ارشد (تھانوی)

ہم کیوں نہ تہ دل سے ہوں شکر گزار ترے
اے عصر! ترے گلزار کا ہے تو مالی
اُردو پہ بہت ہیں ترے احسان شاکر
ہیں سب گل و بلبل ترے قربان شاکر

الشعراء تلامیذ الرحمٰن

دُرِ معرفت سے مراد گوہر سخن ہے گران — جو آب و تاب ہے اس مین اُسے نصیب کہان
وہ ایک قطرۂ ناچیز آبِ نیسان ہے — یہ خونِ جان و جگر فکرِ مفرد انایان
وہ ہے متاعِ گرانمایہ بہر کم مایہ — بقائے نام کی دولت ہے بہر ناموران
یہ وہ ہے جسکی بدولت ہزار دن لاکھون کا — ہے نیکنامی سے اب تک جہان مین نام و نشان
بنادیا انھین عزت سے آفتابِ سخن نے — جو لوگ اس کے تھے رتبہ شناس و مرتبہ دان
اگر نہ جانتے وہ اس کی قدر و قیمت کو — تو یہ بھی اُن کے نہ ہوتا مزاج کا پرسان
نہ جانتا کوئی گمنام تھے کہ تھے نامی — کہ تھے وہ کون جہان مین فلان ابن فلان
برابر نہ سکے ہون پھر کسطرح خدنت بارے — کہان یہ قطرۂ کمتر کہان یہ بحرِ روان
یہ دل مین ہوتا ہے الہام کی طرح وارد — کہ جس کو پا نہ سکے ہر کسی کا وہم و گمان
یہ گنجِ علم خدا سے ہے ایک گنجینہ — کلید جسکی فقط شاعرون ہی کی ہے زبان
حضور پر شبِ معراج لطفِ خالق سے — ہوا جو منکشف اس علمِ حق کا راز نہان
دو شعر پیش کیے جبرئیل نے اس سے — ہوئے حضور جو اس گنجِ علم سے آگاہ
سحر کو آئے جو خدمت مین کعب ابن زہیر — ہوا قصیدے کا اُن کو جناب سے فرمان
قصیدہ آکے پڑھا جب حضورِ اقدس مین — وہ دونون شعر ہوئے شامل جلوہ کنان

رسولِ پاک نے پھر شاعرون کو سن کے یہ شعر
دیا خطاب "تلامیذ حضرتِ رحمان"

اسلم کی عید

آان بادہ دیکھو چرخ پر نکلا ہلالِ عید ہے — مشتاق ہر پیر و جوان ہر ایک محوِ دید ہے
عالم مین ہے عیش و خوشی کیا جلوۂ امید ہے — خندان ہے ہر دل کی کلی کیا فرحت جاوید ہے
ہر سمت عشرت کا سمان کیسا نشاط انگیز ہے
ہر لحظہ ہنگامہ جان فزا ہر دل مسرت خیز ہے
خوش خوش نظر آتے ہین سب عشرت کے ساز و برگ ہین — دلشاد دل آویز ہین حسرت عیان جاہ و حشم
جو ساتھ کے بچے ہین ان پر خدا کا ہے کرم — میری طرح ان کو نہین رنج و ملال و یاس و غم

اترائے ہین مثلِ صبا باغِ جہان مین ہر طرف
غنچہ کی صورت جا بجا سوتے نظر آتے ہین زر بکف
الله امیرے حال کی ملتا نہین کوئی خبر — کس کو دکھاؤن داغِ دل کس سے کہون دردِ جگر
افسوس آہِ نارسا مین کچھ نہین باقی اثر — آرام سے رکھتا نہین دم بھر یہ چرخ فتنہ گر
کپڑے بدن کے چاک ہین اُلجھے پریشان بال ہین
برگِ گل تر کی طرح مرجھائے دونون گال ہین
آیا اگر سنتے یہان جوڑے نئے سلوائے ہم — بن ٹھن کے مسجد کسطرح ہمراہ اُن کے جاتے ہم
ہم بھی سنتے ساتھ مین خوش ہو کے جی بہلاتے ہم — صحنِ چمن مین جھوم کر نغمے خوشی کے گاتے ہم
دل کے سب ارمان آرزو کرتے ہم اُن سے شوق سے
دیتے وہ سارے حوصلے ارمان ہوتے ذوق سے
آآن تمھین بتلاؤ ابا کو ہم ڈھونڈین کہان — کس دیس مین ہین جا بسے کیونکر ملے ان کا نشان
بیٹھ کیسے سنگدل وہ ہو گئے جا کر وہان — لیتے نہین کچھ بھی خبر کس حال مین ہم ہین یہان
گو دیکھتے ہین ہر طرف گھر گھر خوشی ہے عید کی
ہمکو فقط ہے آرزو ابا تمھاری دید کی
آان کہان ہے کا اُن کو جوڑا نیا میرے لیے — انگوں کس سے جا کے تم اب دیا میرے لیے
صبر و سکون ہے کام اُن ہے یہ دوا میرے لیے — شفقت تمھاری ہے فقط راحت فزا میرے لیے
الله بس کر ہی ہی رحمتون والا وہی
ہر راز پنہان مطلق وہی ہے اُنکا رکھوالا وہی

اسلم کی بھولی گفتگو سنکر یہ بولی اسکی ماں — اے رحمت صبر و سکون اے مایۂ آرامِ جان
دنیا ہے عبرت کی جگہ ہے شادی بھی ہے غم بھی یہان — ثابت بقا اس مین نہین فانی ہے گلزار جہان
تجھ سے سو دنیا سب لا یعنی خیالِ خام تو
ہے والی و وارث وہی اللہ کا لے نام تو
اے روحِ جسمِ ناتوان دنیا کی عزت تجھ سے ہے — آنکھون مین ٹھنڈک تجھ سے ہے سینے مین راحت تجھ سے ہے
جانِ دلِ بیمار ہے اُمیدِ صحت تجھ سے ہے — دولت ہے تو نادار کی عسرت مین عشرت تجھ سے ہے

مجھکو غم و اندوہ کی تو ہی تو کچھ پروا نہیں

تجھسے زیادہ کوئی شے عیش و طرب افزا نہیں

جب خوش تجھے پاتی ہون کھل جاتی ہے دل کی کلی | تیرے ہی دم سے ہے مجھے حاصل بہارِ زندگی

افلاس و کثرت کی گھٹا سر پر ہو گو چھائی ہوئی | لیکن تری صورت سے ہی ہوا ہے عیش و خوشی

شادا ہون مین اسقدر اندوہ و غم لیا چیز ہے

سب سے سوا راحت فزا دل کو مرا کیا چیز ہے

اے لختِ دل اونورِ نظر ہرگز نہ ہونا مضطرب | ہے تیرے نکلوں سے تسکین ربُ العالمین

رحمت الٰہی ہے ترے غافل مین ہونگی ہین | جبتک تن بیجان مین ہو باقی مرے جانِ حزین

لے بابلی درا تو ابھی نا سمجھ نادان ہے

صدمہ نہ کر بہرِ خدا تجھ سی تیری جان ہے

اولاد والو! لو خبر کہ کتنی اطفال کو ہے غم | ہے جن کی حالت غیر دیکھ کر لطف و کرم

اسلم بھی میرا تھا کبھی پروردۂ ناز و نعم | گو گردشِ افلاک سے اب ہے یہ پامالِ ستم

ہے صدمہ مین آلِ اولاد کے اُس کی کر داد دم

پھر دیکھو گے خلق مین عقبیٰ مین ہو گے شاد تم

اللہ کے پیارون کی ہے یہ التجا شام و سحر | لازم ہے لینا آپ کو مسکین و بیکس کی خبر

فاقون سے حالت غیر ہے کپڑے پھٹے ہین جسم پر | اسلم یتیم و بے نوا ہے ہو کرم کی اک نظر

اے اوج دلمین سوچ لین کہ کام بھی عقبیٰ کا ہے

کر لین بھلا ہو گا بھلا دستور یہ دنیا کا ہے

پیام بہار

وقتِ سحر ہے آمدِ فصلِ بہار ہے | باغِ جنان بھی آج چمن پہ نثار ہے

چونکی نئی شاخون سے پھوٹی ہین کونپلین | تانین اُڑا رہی ہین درختون پہ بلبلین

سو ناز سے ادا سے نسیمِ سحر چلی | اور چار سو مچا دی گلستان مین کھلبلی

پتّے بجا رہے ہین مسرت سے تالیان | اور جھومتی ہین نازسے آمون کی بالیان

دیدارِ دگر دیکھو لونگی پھول ون کا گھومنا | از راہِ بیخودی سے رُخِ گل کو چومنا

وہ زرد زرد سون کی دلچسپ کیاریان | قدرت کی دلفریب ہین کیا نقش کاریان

دامانِ کوہسار مین وہ سیمین آبشار

میدانِ دلپذیر مین سبزے کی وہ بہار

جلوہ ہین سامنے یہ اسی جلوہ نگار کے | اُس صانعِ قدیم کے پروردگار کے

وہ ذات پاک جس کی تجلی کو دیکھ کر | ہر دم جھکی ہی رہتی ہے خورشید کی نظر

جو خالقِ کریم ہے سارے جہان کا | اور مالکِ قدیم ہے ہر جسم و جان کا

ہان دلمین میرے عشق ہے اُس بے نیاز کا | جوئندہ ہون مین حُسنِ حقیقی کے راز کا

فصلِ بہار لائی ترنگین نئی نئی | اُٹھتی ہین میرے دلمین اُمنگین نئی نئی

مرغِ قفس تڑپتا ہے پرواز کے لیے

اور تڑپتا ہے اہلِ گلستان سے جا ملے

علم

سب سے اچھا ہے جہان مین شغلہ تعلیم کا | تو سکے بچون کی خاطر سلسلہ تعلیم کا

کام سر لیتے ہین عالی حوصلہ تعلیم کا | طے نہین ہوتا کسی سے مرحلہ تعلیم کا

جھیلنی پڑتی ہے جو دل پر بنے اس راہ مین

چابنے پڑتے ہین لوہے کے چنے اس راہ مین

کام گو مشکل ہے پر محنت کا پھل ملتا ہے خوب | علم والون کو کشاکش کا بدل ملتا ہے خوب

مرتبہ اہلِ خرد کو آجکل ملتا ہے خوب | شہد کا چھتہ ہے امین سے عسل ملتا ہے خوب

ہے فروغِ جاہ و حشمت دہر مین کسبِ کمال

علم کی دولت ہے گر دولت کوئی ہے لازوال

علم سے روشن ہوئے ہین آفتاب و ماہتاب | علم ہی نے شیشہ کر لکھی ہے قدرت کی کتاب

علم کے دم سے ترنم ساز مین چنگ و رباب | علم ہی نے کر دیا تحقیق تارون کا حساب

علم کی طاقت سے جاری ہین سمندر مین جہاز

علم ہی سے معرفت کے ہو گئے معلوم راز

علم سیکھو آپکو انسان بننا ہے اگر | شاہ عالیجاہ کا دیوان بننا ہے اگر

علم سیکھو دہر مین ذی شان بننا ہے اگر | ذی حشم ذی منزلت سلطان بننا ہے اگر

ہو حقیقت مین یہاں مقصد براری علم سے
ہو سعادت اس باغ مین باد بہاری علم سے

کیا غرض کیا کام ہو شاہ و گدا سے آپکو   کیا ملے گا صحبت اہل صفا سے آپکو
دے سکا ہے کس تشفی سے ولا سے آپکو   علم کہتا ہے ملادونگا خدا سے آپکو

علم ہی کو ہمدم و ہمراز اپنا جانیئے
علم ہی کو عمر بھر دمساز اپنا جانیئے

علم ہے شمع شبستان علم ہے گھر کا چراغ   علم کے انوار سے روشن ہین فانوس دماغ
علم کی باد بہاری کرتی ہے دل باغ باغ   علم کا تم سے جہانتک ہو سکے ڈھونڈو سراغ

علم وہ دولت ہے جس کو چور کا کھٹکا نہین
راہزن کا ڈر نہین شہ زور کا کھٹکا نہین

علم ہی ہے روح رواں ہے حضرت انسان مین   علم ہی طبع جوان ہے حضرت انسان مین
علم ہی طرز بیان ہے حضرت انسان مین   علم ہی نطق زبان ہے حضرت انسان مین

اے خلیق زار جب تک علم مین کامل نہو
رات دن محنت کرو غافل نہو

[illegible]

معبر کے ماہی گیر

بھائیو اُٹھو وقت سحر ہے   دن کا اُجالا پیش نظر ہے
وقت نیاز صبح دل آرا   پیر فلک کا سجدے مین سر ہے
خلد برین ہے خاک پہ مائل   مہد مسیحا باد سحر ہے
آؤ چلین اب اُٹھ کے کنارے   جال سے زیب دوش و کمر ہے
شکر فراوان زیست کا سامان   دولت غلطان مد نظر ہے
کھونے نہ پائے وقت گرانقدر   دامن دریا پُرز گُہر ہے
ابر ہے ہمسر موجین ہین ساکن   بحر بھی کھوئے شوق مین بر ہے
کیا ہے اگرچہ شام کو لوٹین   بحر مین گو درپیش سفر ہے
تنکے سے جو طوفان کو ہٹائے   مہر پہ اُس کے اپنی نظر ہے
سر پہ ہے اپنے سایۂ رحمت   جان کا پھر کیا خوف و خطر ہے
خوش مزہ شیرین آم ہزاروں   سایہ کنارہ پر راہگذر ہے
تازہ نخیل اور نخل گری کے   جن کا سمان فردوس نظر ہے
شام کا منظر اور بھی دلکش   ریت پہ رخشان نور قمر ہے
طرفہ تماشا چھینٹون کا اُڑنا   پانی مین گویا رشک شرر ہے
بحر روان ہے ساز خوش آیند   موجون مین کیا کیا نغمہ تر ہے
بلبلے موجون مین ہین طرب ریز   کف لب آب اک لطف دگر ہے

لے چلین کشتی جا کے جہان ایک
موج روان اور غدر خطر ہے

[illegible]

صبح و شام

دیکھتے ہین ہم بہار صبح و شام   اپنی آنکھین ہین نثار صبح و شام
جس کو دنیا کا نہین کچھ اعتبار   اس کو کیا ہو اعتبار صبح و شام
بے ثباتی کا ہے کھٹکا ہر گھڑی   گل کے پہلو مین ہے خار صبح و شام
نرگس شہلا ازل سے لائی ہے   اپنی آنکھون مین خمار صبح و شام
کیا جمے نقشہ کسی نقاش کا   خواب ہے نقش و نگار صبح و شام
آجتک ان کا نہ بیٹھا کچھ حساب   کر رہے ہین سب شمار صبح و شام
باغ ہستی پر خزان آنے کو ہے   دیکھ لے غافل بہار صبح و شام
اس سے پانا ہے سبکدوشی محال   سر پہ ہے خلقت کے بار صبح و شام
روز و شب ہے یہ ہماری گھات مین   مار ہی ڈالے گا مار صبح و شام
دین و دنیا مین نہین ان کا وقار   جو نہین کرتے وقار صبح و شام

میر اک بک تو اسے دوہرائے گا
ختم کر باغ و بہار صبح و شام

[illegible]

قطعہ ناور (مرحوم)

یاد وہ کب ہے ہماری نہ تھا چین ایکدم   یا یون ہماری شکل سے بیزار ہوگئے
اب آنکھ اُٹھا کے بھی کبھی تم دیکھتے نہین   اللہ اب ہم ایسے گنہگار ہوگئے

تازہ غزلیں

۱ مولانا حسرت موہانی بی اے

بلاکشانِ غمِ انتظار ہم ہی ہیں — خرابِ گردشِ لیل و نہار ہم بھی ہیں
فلک وقار و ذلک اقتدار ہم بھی ہیں — بہ فخر ہے کہ ترے خاکسار ہم بھی ہیں
دل ہوں جو تشانۂ تری نظر کا ہو — تو روحِ شوقِ بیچاری شکار ہم بھی ہیں
سی ست چھلکتے ہیں ہوتی ہے جیسے نکی نظر — اگر یہی ہے تو امیدوار ہم بھی ہیں
ہمیں بھی شاہد ساقی نہیں ہیں بیشتر — ستم رسیدۂ رنجِ خمار ہم بھی ہیں
نگاہِ یار سے اظہارِ التفات ہوا — تو حالِ دل نے کہا آشکار ہم بھی ہیں

شکایت اُن کی نہ چاہو ہی کہ حسرت
نشانۂ ستمِ روزگار ہم بھی ہیں

۲ امام الکلام پہلوانِ سخن مولانا ثاقب صاحب (بدایونی)

قیامت اسے خرامِ یار کردی — متاعِ جان و دل بیکار کردی
امیدِ وصل و بیمِ فرقتِ یار — رہینِ منتِ اغیار کردی
خموشی اے لبِ جان بخش تا کے — شکستہ خاطرِ بیمار کردی
شبِ غم اے ہوائے نالۂ دل — پریشان کاکلِ دلدار کردی
سرِ بزمِ رقیبان اشک باری — قیامت چشمِ دریا بار کردی
حذر اے موسمِ گل بیتِ شیخ — خرابِ خانۂ خمار کردی
نصیحت کیش پند و وعظ تا چند — طبیعت آخرش بیزار کردی
خدا را اے بتِ غارتگرِ دین — رگِ جان بستۂ زنار کردی

بہارِ ہستیِ موہوم ثاقب
نثارِ حسرتِ دیدار کردی

۳ مولوی محمد حسین صاحب محوی (لکھنوی)

اُٹھا دو ہاں اُٹھا دو آستان سے — اُٹھے جاتے ہیں لو ہم خود جہان سے
ارے او بے خبر دردِ نہان سے — تغافل کر نہ حالِ دوستان سے
الٰہی قابلِ صد رحم ہے دل — ستم اب اُٹھ چکے اس ناتوان سے
مدد کر تو ہی کچھ اے سوزشِ عشق — نہ نکلا کام کچھ ضبطِ فغان سے
ہوئی نذرِ ستم کشتِ تمنا — نئے ارمان اب اسلا اُن کمان سے
تڑپ کر جان دیدی ہم نے اپنی — نہ نکلی ہاں مگر اُن کی زبان سے
محبت کی اذیت بھی ہے دلچسپ — کوئی پوچھے یہ جانِ ناتوان سے
لگا پھر کوئی تیر کا زخم دل پر — کھلا یہ راز چشمِ خونفشان سے
چمن کا رنگ تمہیدِ الم ہے — بدل جاتی ہے فصلِ گل خزان سے
ستم کش تو بھی ترکِ آشنا کر — جو ملنا ہو کسی نامہربان سے
دھواں سا کچھ اُٹھا بسترسے میرے — کہ نکلی جان جسمِ ناتوان سے
ایک امید اور وہ بھی ہائے موہوم — حیاتِ جاودانی لاؤں کہان سے
مآلِ نالۂ ہے خانہ خرابی — سبق لو بلبلِ بے آشیان سے

زیادہ ضبطِ غم نے لطف محوی
مٹے ہم پر نہ نکلی اُف زبان سے

۴ حافظ محمد یعقوب صاحب ارخ (گیاوی)

جذبۂ دل کام کا نہ ہوگا اثر آپ سے آپ — آہی جائیں گے کبھی وہ مرے گھر آپ سے آپ
ہجر میں شعلۂ آہ و فغان کیوں چھوڑوں — ہو رہیگا مرے نالوں میں اثر آپ سے آپ
آجکل غیروں پہ ہے چشمِ عنایت ہر دم — پھر گئی ہے مری جانب سے نظر آپ سے آپ
چھیڑنے کیوں ہیں نسیمِ سحری کے جھونکے — شمع بجھ جائیگی ہنگامِ سحر آپ سے آپ
موسمِ گل میں ہرے ہونگے یہ سب زخمِ کہن — گل کھلائینگے مرے داغِ جگر آپ سے آپ
وصل میں کیوں نہ ہو صدچاک لباسِ ہستی — ٹکڑے ہوتا ہے گریبانِ سحر آپ سے آپ
یہ اثر فصلِ بہاری کا ہے اے رشکِ چمن — کہ ہرے ہو گئے پھر زخمِ جگر آپ سے آپ
میرے نالوں میں ہے زور اور وہ اثر ہے نہ درد — یار ٹھلتے ہوئے آئے گا مگر آپ سے آپ

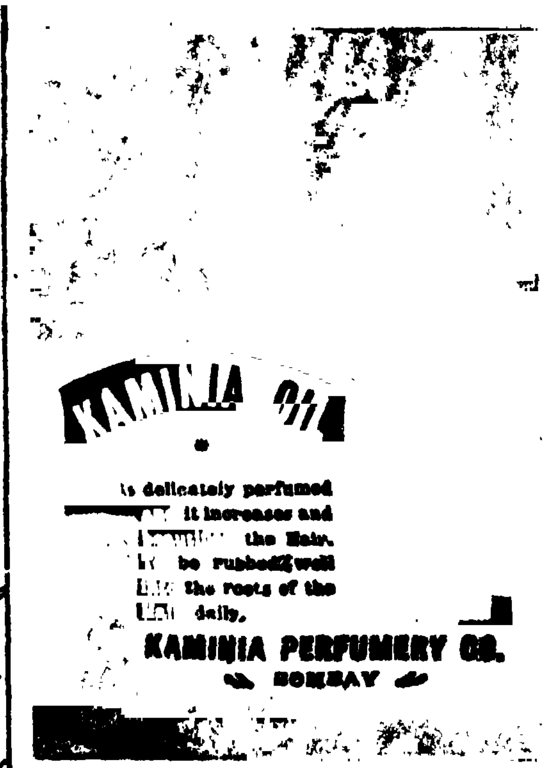
دیکھیں کب ہوتی ہے تقدیر ہماری یاور
دیکھیں کب آتے ہیں وہ ارخ کے گھر آپ سے آپ

---*---

مرد عورت اور لڑکیاں کے ... خوشبودار تیل

(رجسٹری شدہ) **کامی نیا آئیل** (رجسٹری شدہ)

یہ تیل نہایت عمدہ اور نفاست پسند ہی ہندوستان کے ہر ایک حصہ میں سب اسی کا استعمال کرتے ہیں کیونکہ یہ مفید اجزاء سے مرکب ہے کامی نیا آئیل سر پر لگانے سے ٹھنڈک رہتی ہے اور اسی باعث طالب العلموں وکیلوں بیرسٹروں اور دماغی کام کرنے والوں اور جن کے سر میں درد رہتا ہے بہت مفید ہے کامی نیا آئیل سر کی ہر ایک قسم کی بیماریوں کو دور کرتا ہے اور گرتے ہوئے بالوں کو بچاتا ہے اور بے وقت بال سفید ہونے نہیں دیتا سر کے بال نرم سیاہ و چمکدار ہو جاتے ہیں دماغ کی خشکی درد سر وکمزوری وغیرہ کو دور کرتا ہے بالوں کو بڑھاتا ہے ضعف دماغ و زیادہ فکر کی وجہ سے بالوں کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں اور بال گرنے لگتے ہیں اور یہ عارضہ اکثر بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی عورتوں کو ہو جاتا ہے جس کے لیے کامی نیا آئیل نہایت مفید ہے نقلی تیل جو بازار میں بکتے ہیں دماغ کو نقصان پہنچاتے ہیں ایسا ضرر رساں تیل نہ خرید کر ہمیشہ ہمارا اصلی کامی نیا آئیل طلب کرو جس کی عمدگی کے لیے ہم کو میرٹھ کی ... نمائش



سے ایک سونے کا تمغہ انعام ملا ہے۔ کامی نیا آئیل خریدتے وقت اگر کوئی دوکاندار آپ کو دوسرا تیل دے اور کہے کہ اس سے بہتر اور عمدہ ہے تو اس کی خریداری سے اجتناب کرو کیونکہ نقلی تیل فروخت کرنے والے زیادہ نفع کی لالچ سے خراب مال دینے کی کوشش کرتے ہیں ہمیشہ خریدتے وقت کامی نیا آئیل کی سربند بوتل دیکھو۔ قیمت فی بوتل عہ ۱۲ وی پی خرچہ چار آنہ۔ تین بوتل دو روپیہ دس آنہ وی پی خرچہ ساڑھے گیارہ آنے۔

استعمال کرنے کی ترکیب۔ سر کے بال اور بالوں کی جڑوں کو ہر دوسرے تیسرے روز صاف کرکے ان میں تیل کی مالش کی جاوے۔

اٹو دل بہار (رجسٹری شدہ) واقعی آپ کے مزاج کے مطابق قدرتی پھولوں کا کیمیاوی طریقے سے جوہر نکالا گیا ہے خوشبو کی پائداری اور پاکیزگی میں لاثانی ہے ... آپ کے رومال پر لگانے سے آپ کے گرد مہکتے ہوئے پھولوں کا باغ ہونے کا ثبوت دیں گے اچھی خوشبو کے علاوہ ... اس میں کوئی آمیزش نہیں ہے قیمت چھوٹی شیشی ۸ آنہ درمیانی ۱۲ آنہ بڑی ... محصول ڈاک علاوہ ہر جگہ ... فروخت ہوتی ہے ...

ہر ایک شیشی پر لفظ "اٹو دل بہار" دیکھ کر خرید کریں

سول ایجنٹس اینگلو انڈین ڈرگ اینڈ کیمیکل کمپنی جامع مسجد مارکیٹ بمبئی

لکھنؤ کے لیے ایجنٹ: سرکار کمپنی سوداگران و دوا سازان قیصر باغ لکھنؤ

ادب اردو کا ماہوار رسالہ

ادیب

مرتبہ

پیارے لال شاکر (میرٹھی)

छोटे बच्चों के लिये

چھوٹے بچوں کی طاقت بڑھانے والی ہے ڈونگرے کا بالامرت

یہ ڈونگرے کا بالامرت بہت موثر میٹھا ہونے کی سبب سے بچے بہت خوشی سے پیتے ہیں۔ یہ دوا بچوں کو تندرست اور طاقتور بنانے میں کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔ چھوٹے بچوں کی کھانسی، بخار، بدہضمی، پیچش وغیرہ امراض جو کمزوری کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، اس دوا کے استعمال سے رفع ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے بچوں کا بدن تھوڑے ہی عرصہ میں گوشت سے بھر کر وزن دار بنتا ہے اور غذا بہت جلد تحلیل ہو کر جسم میں طاقت پیدا ہوتی ہے۔ جن لڑکوں کو دودھ ہضم نہیں ہوتا ان کو دودھ میں بالامرت ملا کر دیا جائے تو وہ بھی ہضم ہوتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ محصولڈاک ۴ تین شیشی کی قیمت عہ محصولڈاک ۱۰

کے۔ ٹی۔ ڈونگرے کمپنی لمیٹڈ سے واڑی گرگام، بمبئی



طاقت بڑھانے والا پھل

کولا نام افریقہ کا ایک نہایت قوت دینے والا پھل ہے زیادہ فکر یا محنت کی وجہ یا غم و بیماری و تبدیلی آب و ہوا کے سبب بدن کمزور ہو گیا ہو تو اس کو استعمال کیجیے۔ نئی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ دم کو بڑھاتا ہے اس لیے گھوڑے کی سواری پہاڑ کی چڑھائی ورزشی کسرت ناچ گانا پڑھنا پڑھانا وغیرہ کاموں میں پہلے اس کو استعمال کرنے سے دم نہیں پھولتا۔ ہول دل کی دھڑکن روکتا ہے رات کو جاگنا ہو اس کو پی سکتے نقصان نہیں ہوگا۔ یہ شراب و افیون کی عادت کو چھڑاتا ہے مفصل حالات کی فہرست بلاقیمت منگوا کر دیکھیے۔

قیمت ۳۲ خوراک کی شیشی عہ

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ۔

اگست ۱۹۱۷ء

العصر

جلد ۷ — نمبر ۲

فہرست مضامین

تصاویر العصر کی محدود آمدنی اور کاغذ و دیگر لوازمات طبع کی روز افزون گرانی کے باعث ہم مجبور ہیں کہ چند ماہ کے لیے سلسلۂ تصاویر کو ملتوی کر دیں۔ یقین ہے کہ معاونین کرام ہماری موجودہ مجبوریوں اور پریشانیوں کا لحاظ فرما کر سلسلۂ تصاویر کے ملتوا کو زیادہ اہمیت نہ دیں گے۔ العصر سے بہت پرانے اور کثیر الاشاعت پرچے آج سے بہت قبل اس قسم کے سلسلوں کو مجبوراً بند کر چکے ہیں، حالانکہ ہم اب تک اس سلسلے کو جاری کیے۔ اگر توسیع اشاعت کے ذریعہ سے ہماری کافی مدد کی گئی تو ہم بہت جلد اس سلسلے کو از سر نو جاری کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ انشاء اللہ بعض ضروری تصاویر اور ہم وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہیں گی۔

خادم شاکر (میرٹھی)

قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ العصر ہر ماہ کے آخر میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔

(۲) اس رسالہ کی سالانہ قیمت للعہ مع محصول ہے اور ممالک غیر سے صہ مع محصول ہے۔ اس میں کمی ناممکن ہے۔

(۳) نمونہ کے لیے ۳ آنہ چاہیئے مفت نہیں ملے گا۔

(۴) خریداری کے لیے پیشگی قیمت آنا ضروری ہے، مابعد کا حساب نہیں۔

(۵) خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ دینا چاہیئے۔

(۶) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔

(۷) ترسیل زر و درخواست خریداری اور جملہ انتظامی امور کے متعلق خط و کتابت بنام منیجر رسالہ العصر نولکشور پریس لکھنؤ ہونا چاہیئے۔

(۸) مضامین بغرض اندراج رسالہ و ریویو کے لیے کتابیں تبادلہ کے لیے اخبارات و رسائل بنام منشی پیارے لال صاحب شاکر مالک و ایڈیٹر رسالہ العصر لکھنؤ ارسال کیے جائیں۔

(۹) العصر میں مذہبی مباحث اور موجودہ پالٹکس پر کوئی مضمون نہ چھپ پائے گا۔ نا تمام مضامین بھی نہ لیے جائیں گے۔

(۱۰) اعلیٰ علمی و ادبی مضامین کے لیے نقد معاوضہ بھی نذر کیا جائے گا مگر اس میں ادبی تخیل مضامین کی تخصیص ہے۔

زبان اُردو کا نادر و نایاب ذخیرہ کتب

علوم طبعیہ کی تاریخ۔ علوم طبعیہ کی بابت تمام دریافتوں اور ایجادوں کی کی تشریح جو ساتوین صدی قبل مسیح سے لیکر انیسوین تک وقتاً فوقتاً عمل مین آتی رہی ہین مسائل کی تحقیقات کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہو کہ قدیم و جدید حکما نے ان علمی دریافتون اور ایجادون مین کیا کیا حصہ لیا نہایت مفید اور ضخیم کتاب ہو مضامین کی وضاحت کے لیے صدہا تصویرین دی گئی ہین۔ قیمت ہر دو جلد ۱۲ عہ/ مجلد عہ۱۴/

عجیب و غریب صدی۔ دی وونڈر فل سنچری ریٹا مصنفہ الفریڈ رسل والس کا اُردو ترجمہ اس کتاب کو عجائبات روزگار کا میوزیم و عجائب گھر کہنا چاہیے اس مین وہ تمام باتین بڑی خوبی سے بیان کی گئی ہین جو انیسوین صدی مین حکمت نے ایجاد یا تحقیق نے ظاہر کی ہین حرارت روشنی اور برق نے جو عجیب کام بری اور بحری دنیا مین کیے ہین وہ عالمانہ طور پر اس کتاب مین مندرج ہین۔ علاوہ ازین آتش فشان پہاڑون اجرام فلکی علم الارض اور مسئلہ ارتقا کے متعلق بھی کافی معلومات بہم پہنچائے گئے ہین حجم ۲۰۰ صفحات قیمت ۹/ مجلد ۱۳/

سورج چاند ستارے۔ اجرام فلکی کے متعلق ایک نہایت دلچسپ اور مفید کتاب ہے جسمین چاند سورج، ستارون، سیارون، دمدار تارون، ٹوٹنے والے تارون کی زمین سے دوری، ان کی وسعت، جسامت، باہمی تعلقات گردش، کیفیت، اثرات، روشنی، حرارت، برودت وغیرہ معمولی کیفیات تحریر کرنے کے علاوہ بعض ایسی باتین بیان کی گئی ہین جو بالکل نئی معلوم ہوتی ہین زمین پر رہ کر آسمان کی سیر کرنا منظور ہو تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائین حجم ۲۰۰ صفحات قیمت صرف ۸/ مجلد ۱۲/

حیات شمع۔ جسمین شمع کی لو، روشنی، شمع کے لیے ہوا کی ضرورت شمع کے جلنے سے کون کون اشیا پیدا ہوتی ہین شمع کے جلنے اور عمل تنفس کی مشابہت کوئلہ کوئلہ کی گیس کاربونک ایسڈ، ہیڈروجن، نائٹروجن، آکسیجن وغیرہ کے افعال و خواص اور وزن و ماہیت وغیرہ کے حالات درج ہین قیمت ۸/

پھولون کی کہانی۔ جسمین پھول کے اعضا کا افعال و خواص بناوٹ اصطلاحی نام درجہ بدرجہ تولید، شادی بیاہ کرنے، کھانے پینے رہنے سہنے وغیرہ کے مفصل اور باتصویر حالات درج ہین قیمت ۸/

مشرق کی نابود شدہ تہذیب۔ کتاب کیا ہو ایک عبرت کا دفتر ہو یا یون کہو کہ مشرق کی نابود شدہ تہذیب کا ہو بہو مرقع جسمین یہان کی نہایت قدیم قومون کے عروج و زوال کی تصویر صاف صاف نظر آتی ہو۔ نہایت قدیم اقوام مثلاً فنیکی، حتی، بابلی، خالدی، اسوری، عرب، ایرانی مصری، یہودی وغیرہ کے وہ تمام دلچسپ اور تاریخی حالات قلمبند کیے گئے ہین جو تہذیب و شائستگی کا مسلمہ معیار سمجھے جاتے ہین قیمت ۱۶/

اصول پالیٹکس۔ تعریف نام سے ظاہر ہی جو لوگ پالیٹکس سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہین مناسب ہو کہ وہ اس کتاب کو زیر مطالعہ رکھین۔ قیمت ۱۰/ مجلد عصہ/

فلسفۂ الوہیت یعنی سری بھاگوت گیتا مع ترجمہ و تشریح مولفہ لالہ بہاری پنڈت جاکی ناتھ صاحب مدن دہلوی حجم ۲۰۰ صفحات۔ لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ دبیز توضیح مطالب کے لیے متعدد رنگین نقشے بھی شامل کیے گئے ہین طبع چہارم۔ مجلد قیمت عصہ/

اپنشدون کی تعلیم۔ اس کتاب مین ۱۲ اپنشدون کا مذہب یعنی خدا، انسان دنیا کی پیدائش، قائمی اور انتہا انسان کی موجودہ اور آئندہ حالت اور بندھ اور موکش کا بیان ہو۔ قیمت عصہ/ مجلد عصہ/

ویدون کی تعلیم۔ انگریزی کی مشہور و معروف کتاب ٹیچنگ آف دی ویداز کا ترجمہ قیمت مجلد ۱۴/

خدا کی ہستی۔ انگلستان اور امریکہ کے مشہور عالمان علم الٰہی کی نادر اور مستند تصنیفات کا اقتباس۔ عبارت نہایت سلیس اور عام فہم قیمت مجلد ۱۲/

حدیقۃ الاخلاق یا اکانومی آف ہیومن لائف کا اُردو ترجمہ اس کتاب کی نصائح موتیون مین تولنے کے قابل ہین۔ تقریباً تمام مہذب زبانون مین اس کا ترجمہ ہو چکا ہو۔ ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم ہو نوعمر لڑکون اور لڑکیون کے لیے یہ ایک اچھا انعام ہو قیمت ۱۲/ مجلد عصہ/

ہوائی کرہ کے عجائبات۔ اس کتاب مین ہوا کی وہ پُر راز باتین ہمکو

دلچسپ اور ساتھ بیان کی گئی ہیں جن کا جاننا نہایت ضروری ہے قیمت ۲ر

تاریخ مذہب - اس میں مذہب کی ابتدا و ترقی کا حال اور نیز بڑے بڑے مذاہب مثلاً بابلی اور اسور یا مصر و چین اور دیگر ممالک و اقوام کے مذاہب کی مختصر تاریخ درج ہے قیمت ۸ر مجلد ۱۰ر

قدامتِ عالم - لارڈ ایولین کی مشہور و معروف کتاب دی ڈان آف سولائزیشن کا ترجمہ - نہایت دلچسپ و قابلِ مطالعہ ہے قیمت ۶ر

مشاہیرِ عالم - دنیا میں جو مشہور آدمی گذرے ہیں اس کتاب میں انہیں کا تذکرہ درج ہے یہ کتاب بہت ہی مفید اور تعلیم بخش ہے اس کے مطالعہ سے نوجوانوں میں ہمت و ارادہ بلند کاموں کی تحریک و تشویق پیدا ہوگی قیمت ۸ر

علمبردارانِ حق - اس کتاب میں دورِ حاضر کے تین مشہور و معروف فلاسفروں یعنی (۱) ٹالسٹائی (۲) ایجنلس اور (۳) مارکس و اینگلس کے حالاتِ زندگی اور تعلیمات و اقوال درج ہیں نہایت دلچسپ اور سبق آموز کتاب ہے قیمت مجلد ۱۴ر

بیانِ فاعلیس جنٹلمین - اس کتاب میں ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہیں کہ کیونکر وہ ادنیٰ حالت سے محض اپنی ہمت و جوانمردی کے باعث ترقی کر کے دولتمند ہو گیا۔ نوجوانوں کے لیے نہایت مفید ہے قیمت ۱۲ر دو جلد مجلد ۱۴ر مجلد عمر

مصر کی کایا پلٹ - سر آکلینڈ کالون کی مشہور کتاب میکنگ آف ماڈرن ایجپٹ کا ترجمہ۔ مصری معاملات کی نسبت اس سے بہتر اور جامع کتاب ملنا دشوار ہے حجم ۲۲۰ صفحہ قیمت مجلد عمر

عطرِ سخن یا جذباتِ مسلم دورِ جدید کے مشہور شعرا یعنی مولانا حالی۔ ڈاکٹر اقبال، مولانا شبلی، مولوی ظفر علی خان۔ وغیرہ کی قومی اور مذہبی نظموں کا نہایت دلکش و دلپسند مجموعہ جس کا ہر مسلمان کے کتب خانہ میں رہنا ضروری ہے۔ اگر یہ نظمیں بچوں کو حفظ کرا دی جائیں تو ان کے دلوں میں قومیت کے جذبات خوب راسخ ہو جائیں گے قیمت عمر

حیاتِ داغ - حضور نظام دکن کے استاد ملک الشعرا حضرت مرزا داغ فصیح الملک کے باتصویر حالات اور کلام کا انتخاب قیمت ۱۲ر

اکسیرِ سخن - مہاکوی کالیداس کی موسمی نظموں (رتوسنگھار) کا اردو ترجمہ نظم کتاب کے شروع میں ملک کے مشہور افسانہ نویس بابو پریم چند صاحب نے ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت کے نام نامی پر یہ کتاب معنون کی گئی ہے اور آپ کی تصویر بھی شامل ہے نیز ان نظموں کے مترجم منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی کی تصویر بھی کتاب کے شروع میں لگائی گئی ہے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہاتھوں ہاتھ خریدی جائے۔ بہت کم نسخے اب باقی ہیں قیمت ۱۲ر

قاسم و زہرہ - منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی اس منظوم ڈرامے کے مصنف ہیں شروع سے آخر تک زبان شستہ خیالات پاکیزہ طرزِ ادا انتہا کا دلآویز شوخی اور بانکپن کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہے فقرے چست لطیفے برجستہ باایں ہمہ لغویت و رکاکت سے خالی نہیں معاشرت کے سین مطابق واقعات کے لکھے ہیں نیچرل کیفیات و جذبات میں سرتاپا ڈرامہ ڈوبا ہوا ہے قیمت ۸ر

عالمِ خیال - حضرت شوق قدوائی کی ایک بے بہا اضافت بر میلی اردو نظم جو پبلک سے خلعت قبول حاصل کر چکی ہے چار دن خوبی کے ساتھ یہاں عالمانہ ریویو بھی شامل ہیں۔ نیز منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی نے بھی ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے شروع میں ایک محوِ خیال عورت کی نادر تصویر چھاپی گئی ہے جو اسی کے لیے ایک مشہور مصور نے بنائی ہے قیمت ۱۲ر

برکاتِ سلطانی یعنی علیا حضرت جناب نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ تاج ہند جی سی ایس آئی جی سی آئی ای فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا کے مختصر حالات مع تذکرہ تصانیف۔ شروع میں سرکار عالیہ کی عکسی تصویر بھی چھاپی گئی ہے۔ لڑکیوں اور مستورات کے پڑھنے کے قابل ہے قیمت ۶ر

کلامِ محروم - یعنی منشی تلوک چند صاحب محروم کی اخلاقی، ادبی اور نیچرل نظموں کا قابلِ قدر مجموعہ۔ شاعرانہ تخیل کی رنگینی، اندازِ بیان کی شیرینی، مظاہرِ قدرت اور واقعاتِ عالم میں نگاہِ نتائج جو کی باریک بینی ہر جگہ قابلِ داد و تحسین ہے۔ پنجاب گورنمنٹ نے اس کتاب کی اشاعت پر دو سو روپے انعام مصنف کو عطا فرمایا ہے اور پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے دو سو نسخے خرید فرمائے ہیں۔ آپ بھی ایک نسخہ منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔ قیمت ۱۲ر مجلد عمر

کفایت شعاری ڈاکٹر اسمائلز کی پاکیزہ اور قیمتی تصنیف "تھرفٹ" کا سلیس اردو ترجمہ جس میں کفایت شعاری کے اصول کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے اور متعلقہ بحث کی گئی ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ اور دیدہ زیب۔ آپ کے کتب خانہ میں اگر اس کتاب کی کمی ہے تو فوراً طلب فرمائیے۔ قیمت ۸ر

العصر

(ہٹھ یوگ)

ہندوستان کے فیلسوفون نے فلسفۂ یوگ کی جو چار منازل قائم کی ہین اُن مین ہٹھ یوگ کا درجہ سب سے پہلے اور گیان یوگ کا سب سے آخر مین ہے۔ فی الحقیقت گیان یوگ کی منزل حاصل کرنے کے لیے انسان کو ہٹھ یوگ، برج یوگ، اور کرم یوگ کے مدارج طے کرنے پڑتے ہین۔ ہٹھ یوگ ابتدا ہے اور گیان یوگ انتہا۔ جو ابتدا سے واقف نہین وہ انتہا کو کیونکر حاصل کرسکتا ہے؟

جو لوگ سنسکرت کی اصطلاحات سے بے خبر ہین اُنکی واقفیت کے لیے یہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ہٹھ یوگ سے مراد فلسفۂ یوگ کی اُس شاخ سے ہے جسکا تعلق انسان کے طبعی جسم کی نگہداشت، صحت، آسودگی، اور طاقت سے ہے۔ ہٹھ یوگ کی تعلیم ہمین قدرتی طریق پر زندگی بسر کرنا سکھاتی ہے اور چونکہ ہمارا یہ کالبد خاکی اس غیر فانی اور دایمی ہستی رکھنے والے شرارہ کا محافظ ہے جسے لوگ روح کے نام سے موسوم کرتے ہین، اس لیے اسکی حفاظت کے بغیر یوگ کی اُن منزلون کو طے کرنا نہ صرف محال بلکہ غیر ممکن ہے جن کا سادھن صرف روح کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے "بیخوف روح بے خوف جسم کے اندر" یہ انسانی زندگی کا بہترین معیار ہے کیونکہ وہ شخص جسکا بدن طبعًا کمزور ہو، جس کے اندر بربچیریہ نہو، جو دایم المریض رہتا ہو، جسے کھانا ہضم کرنے کے لئے بھی سفوف پھانکنے کی فکر رہتی ہو، وہ روحانیات مین خاک قدم رکھ سکتا ہے۔ جس کا بدن صحیح حالت مین نہین اُسکے اعضائے رئیسہ ہر قسم کی ریاضت کے ناقابل ہوجاتے ہین۔ اُسے ہر وقت

روح اور بدن کا تعلق قایم رکھنے کی فکر لگی رہتی ہے۔ جب اسے شاریرک گیان حاصل ہین تو آتمک گیان کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔؟

صدیون تک مادیات کے خاردار راستون پر بھٹکنے کے بعد آب مغرب والون نے قدرت کی پیروی کرنے کا سبق سیکھا ہے۔ یہی وہ سبق ہے جس پر یوگی ازل سے اس پیرا چلے آئے ہین۔ ترقی تہذیب نے انسان کی نظرون مین چکاچوند پیدا کر کے اُسے اس قدرتی راہ سے ہٹا دیا تھا۔ اسکا خمیازہ لوگون نے ترقی امراض اور نسلی انحطاط کی صورت مین دیکھ لیا اور اب وہ پھر قدرتی طریق کی طرف رجوع کرنے لگے ہین لیکن یوگی جن اصول پر پہلے قائم تھا اُنپر اب بھی ہے فیشن کے انقلابات اور تمدنی اصلاحات نے اُس کے طریق زندگی پر کوئی اثر نہین ڈالا۔ وہ ہمیشہ ان باتون کو بچون کا کھیل سمجھ کر اُنپر مسکراتا رہا ہے کیونکہ اُسے قدرت کی پیروی کرنے مین جو آسایش حاصل ہے وہ راستہ سے بھٹکے ہوے لوگون کو خواب مین بھی نہین مل سکتی۔ اس قدرتی طریق کی پیروی کرنے کا نام ہی ہٹھ یوگ ہے۔

مشرقی اور مغربی تعلیم کے ملاپ نے اُن لوگون کے خیالات مین جو ان دونون سے کسی حد تک بہرہ ور ہو چکے ہین انتشار عظیم پیدا کر دیا ہے۔ آئے دن صدہا نظریے صدہا جدید تجاویز اور صدہا مختلف طریقے ہمارے روبرو پیش کیے جاتے ہین۔ کوئی کہتا ہے کمرہ مین سُرخ روشنی رکھکر سوئین تو دایمی شباب حاصل رہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے اگر ہم ہر روز کچھ عرصہ سر کے بل کھڑے ہونے کی عادت ڈالین تو دایمی قبض اور بدہضمی رفع ہو جاتی ہے۔ آپ اسے مذاق نہ سمجھیے مین نے سائنس کے مشہور رسالون مین اس قسم کے مضمون پڑھے ہین جن مین ان باتون کی تلقین کی گئی ہے لیکن سوال یہ ہے کیا یہ قدرتی طریقے ہین؟ ایک فریق کہتا ہے کہ زمین کے ساتھ مس ہونے سے ہماری قوت مقناطیسی زائل ہو جاتی ہے! اس کی تعلیم یہ ہے کہ ہمین ربڑ سول والے جوتے استعمال کرنے چاہئین ہمین شیشہ کے پایہ والے پلنگ پر سونا چاہیے کہ ہماری مقناطیسی طاقت چوبی پایہ کے راستہ سے زمین مین داخل نہ ہو جائے! بہت لوگ ان طریقون پر عامل بھی ہین لیکن کیا وہ اس سے کچھ فائدہ حاصل کر سکے؟ اسکا جواب مین نہین دے سکتا۔ آپ نہین دے سکتے۔ قدرت سے سوال کیجیے۔ دیکھیے وہ اس بارے مین کیا کہتی ہے۔

جب ہم روے زمین کی بیشمار اقوام پر نظر ڈالتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ سب سے زیادہ بدنی قوت رکھتے ہین اُنھون نے ان ایجادات کو کبھی سنا بھی نہین۔ دور کیون جائیے۔ کیا آپ خود اس بات کو محسوس نہین کرتے کہ ہری ہری گھاس پر لیٹ کر جو لطف حاصل ہوتا ہے وہ کسی قیمتی سے قیمتی شیشہ کے پایہ والے پلنگ پر حاصل نہین ہو سکتا۔ کیا یہ انسان کی فطری خواہش نہین کہ جب وہ کام سے تھک گیا ہو تو سبز کھیتون اور بہتی ہوئی ندیون اور مرغزارون کی سیر کرے بچون کو دیکھیے فرش زمین پر کھیل کر کتنا خوش ہوتے ہین۔ ہر شخص کا ذاتی تجربہ ہوگا کہ جب وہ دنیاوی مصروفیتون سے عاجز آ کر کسی باغ کی سیر کرنے نکلتا ہے تو یہی جی چاہتا ہے کہ کسی سایہ دار درخت کے نیچے قدرتی مخملی فرش پر لیٹ جاؤن۔ تم ربڑ کے تلے والے جوتون کا ذکر کرتے ہو۔ مین کہتا ہون جرابون اور بوٹون کو پھینک کر ننگے پاؤن چلنے مین جو لطف حاصل ہوتا ہے کیا وہ ان بوٹون مین حاصل ہو سکتا ہے؟ اسکی صدہا نظیرین پیش کی جا سکتی ہین لیکن اُنپر وقت ضائع کرنا لاحاصل ہے۔ ہر شخص تھوڑی سی فکر کے بعد خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ کسی خاص معاملہ مین قدرت اُسے کیا سکھاتی ہے۔ اگر ان مغربی طریقون کی اندھی تقلید کرنے لگو گے تو وہ وقت دور نہین جب کوئی شخص یہ کہدیگا کہ انسان کو کمرہ کے اندر بند ہو کر بیٹھ رہنا چاہیے۔ کیونکہ ہوا اس کی روح کو کھینچے لیے جاتی ہے۔

جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہٹھ یوگ سے مراد بدنِ انسانی کی نگہداشت مین قوانین قدرت کی پیروی کرنا ہے۔ بدنصیبی سے باقی تمام معاملات کی طرح لوگون کی ناواقفیت کے باعث فلسفۂ یوگ کی اس شاخ کے متعلق بھی عوام مین ایک عظیم غلط فہمی پیدا ہو چکی ہے جب ہندوستان کے علم و فضل کو زوال آیا تو لوگون نے اپنی جہالت اور لاعلمی کے باعث مختلف لفظون کے معنی کچھ کے کچھ رکھ لیے سادھو کا لفظ جو خدا رسیدہ اور پارسا لوگون کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، سر منڈے بھک منگون کے لیے استعمال ہونے لگا۔ یوگی سے مراد اب فلسفۂ یوگ کا ماہر نہین لیا جاتا بلکہ اس لفظ کا اطلاق عام طور پر اُن جٹا دھاری سپیرون پر ہوتا ہے جو بین بجا کر ناچتے گاتے اور گداگری کرتے ہین۔ اسی طرح ہٹھ یوگ کے مدعی بھی اب وہ لوگ ہین جو نہ صرف یوگ کی اس شاخ سے بالکل بے بہرہ بلکہ ایک غلط راستہ پر چلنے والے ہین۔ اُن کے نزدیک ہٹھ یوگ کا کمال یہ ہے کہ انسان اپنے بدن سے بعض غیر معمولی حرکات کا اظہار کر سکے مثلاً آنتون اور حلق کے فعل کو منقلب کر کے کسی چیز کو قولون (COLON) مین داخل کر کے بجائے منھ کے راستہ نکالنا وعلیٰ ہذا القیاس۔ یہ باتین کسی تماشائی کی نظر مین خواہ کتنی ہی دلچسپ ہون لیکن ہٹھ یوگ کے اصول سے قطعی بے تعلق ہین جیسے کیمیا یا طبیعیات سے۔

ہٹھ یوگ سے مراد صاف لفظون مین صحیح، قدرتی، اور باقاعدہ طریق پر زندگی بسر کرنا ہے جس کی تقلید سے ہر شخص فائدہ حاصل کر سکتا ہے اگر کوئی شخص سمجھتا ہے کہ ہٹھ یوگ کی تعلیم سکھاتی ہے کہ ہم کس طرح اپنے دل کی حرکت بند کر سکتے ہین، ہم کس طرح افعال اعضا کو منقلب کر سکتے ہین، ہم کس طرح چوتر آسن لگا سکتے ہین؟ ہم کس طرح آنتون کو منھ کے راستہ باہر نکالکر نہین دھو سکتے ہین؟ تو وہ سراسر غلطی پر ہے اور اس غلط فہمی ہی کے ازالہ کے لیے اس مختصر مضمون مین چند باتین سرسری طور پر بیان کی گئی ہین جو حقیقت مین فلسفۂ یوگ کی اس شاخ سے تعلق رکھتی ہین۔

مسئلہ فنائیت کا ایک غلط اصول یہ بھی ہے کہ بدن انسانی چونکہ فانی اور عارضی ہے اس لیے اُسکی حفاظت اور نگہداشت غیر ضروری اور لاحاصل ہے۔ اسی غلط فہمی مین پڑ کر بہت سے لوگ اپنے بدن کو طرح طرح کی صعوبتین دیتے ہین۔ کوئی مہینون آگ مین تپ کر بدن کو جلاتا ہے۔ کوئی کڑکڑاتی سردی مین یخ بستہ پانی کی دھار کے نیچے بیٹھنا فرض سمجھتا ہے بعض لوگ اپنے بازو کو خشک کرنا اور ناخن بڑھانا ہی داخلِ کمال سمجھتے ہین۔ افسوس کہ یہ سادہ لوح یوگ کے اس ابتدائی اصول سے واقف نہین کہ بدن آتما (روح) کا مندر ہے جبتک روح اس مندر مین نواس (سکونت) کرتی ہے اُس کے تمام ظہورات اُسی کی وساطت سے ہو سکتے ہین۔ پھر جب یہ مندر ہی نہ رہا تو اسکا مکین اپنے ارادون کو کیونکر درجۂ تکمیل تک پہونچا سکے گا؟ ماہرانِ علم النفس اس بات سے ناواقف نہین ہو سکتے کہ روح کو اپنے اکثر ظہورات کے لیے کسی مادی اور کثیف وجود کی ضرورت ہے۔ اس منشاء خاص کو پورا کرنے کے لیے ہی قدرت نے انسان کو ہر طرح مکمل اور بے عیب بدن عطا کیا ہے۔ جس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُسکے تمام اعضا مکمل اور صحیح حالت مین ہوتے ہین پھر کیا انسان کا یہ فرض نہین کہ وہ اُنکو اُنکی اصلی صورت مین رکھے؟ انسان کو کوئی حق حاصل نہین کہ اعضا کو ان کے فعل سے باز رکھے۔ جو ایسا کرتا ہے وہ اپنے آپ پر اور اس سے بڑھ کر قوانین قدرت پر ظلم کرتا ہے۔

انسان کی لاعلمی یا غلط فہمی کے باعث لوگون مین کسی نہ کسی طرح یہ باطل خیال نہایت مضبوطی سے جاگزین ہو چکا ہے کہ مرض بجائے خود کوئی حقیقی وجود رکھنے والی چیز ہے۔ یہی باعث ہے کہ جب کوئی شخص صحت کی راہ سے بھٹک جاتا ہے تو لوگ کہا کرتے ہین اسے فلان مرض لاحق ہو گیا ہے یا اس پر فلان مرض نے

حملہ کیا ہے۔ گویا لوگون نے مرض کو کوئی ایک وجود خاص سمجھ لیا ہے جو انسان پر گاہ بگاہ اس طرح حملہ آور ہوتا ہے جیسے بھیڑون کے گلہ پر بھیڑیا، یا مریضون کے گرد بیٹھنے والا، یا غلہ کے ذخیرہ پر چوہا لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ مرض بجائے خود کوئی چیز نہین صحت کا فقدان ہی مرض ہے۔ جب ہم کسی قانون قدرت کی خلاف ورزی کرتے ہین تو ہمارے بدن مین کوئی نہ کوئی علامت خاص پیدا ہو جاتی ہے مثلاً ایک شخص نے معدہ پر اسقدر بوجھ ڈالا کہ وہ اس کا تحمل نہ ہو سکا تو قدرت وہان درد پیدا کر کے اطلاع دیتی ہے کہ تمھارے بدن کی کل خراب ہے۔ انسان بجائے اس بوجھ کو دور کرنے کے درد کو ایک وجود خاص سمجھ لیتا ہے۔ اب بجائے اس کے کہ اس بوجھ کو ہٹایا جاتا الٹا اس پر اور بوجھ ڈالا جاتا ہے۔ کبھی گولیون کی بھرمار ہے اور کبھی کڑوی کسیلی دوائین پی جا رہی ہین لیکن درد ہے کہ رفع ہونے مین نہین آتا اور رفع ہو تو کسطرح؟ ہم تو درد کے پیچھے پڑے ہوئے ہین اور اس کا کوئی وجود نہین سایہ کے پیچھے بھاگنے سے تم اسے نایاب نہین کر سکتے۔

ہٹھ یوگ کا پہلا اصول یہ ہے کہ بدن کا کوئی عضو کسی صورت مین مریض نہین ہو سکتا اگر اس کی پورے طور پر نگہداشت کی جائے۔ فی الحقیقت عام قوانین قدرت کی پیروی کرنے کا نام ہی صحت ہے انسان کے اندر جو قوت ازلی موجود ہے وہ کسی بات مین اس کی رہبری کی محتاج نہین۔ اسکا ظہور آنکھون کی راہ سے ہوتا ہے مگر اسے عینک درکار نہین۔ اسکا ظہور قوت انہضام کی صورت مین ہوتا ہے لیکن اسے سفوف ہاضم مطلوب نہین۔ اسکا ظہور قوت بدنی کی صورت مین ہوتا ہے مگر اسے کسی ٹانک کی حاجت نہین۔ پھر کیا باعث ہے کہ لوگ بجائے اس کے کہ اسے اپنی راہ پر چلنے دین اور قوانین قدرت کی پیروی کر کے صحت و قوت برقرار رکھین، پہلے تو خود غلط راہ پر چلتے ہین اور پھر جب اپنے اعضا مین فتور پیدا ہوتے دیکھتے ہین تو بجائے اس غلط راہ کو ترک کرنے کے مختلف چیزون کا سہارا ڈھونڈھنے لگتے ہین۔

یہ قوت ازلی جس کا ذکر مین نے اوپر کیا ہے انسان کی بہترین رفیق ہے۔ وہ نہ صرف انسان کو صحیح راستہ پر چلانے مین ہر ممکن کوشش کرتی ہے بلکہ جب وہ کسی غلط راستہ پر چلتا ہے تو اسکی غلطیون کی بھی ایک حد تک تلافی کر دیتی ہے۔ یہی باعث ہے کہ تندرست آدمی کو کوئی مرض لاحق ہونے لگے تو وہ جلد ہی اُس پر غالب آجاتا ہے بخلاف ازین جس کا بدن کمزور اور جسکی طاقت ازلی ضعیف ہے وہ جلد تر امراض کا نشانہ بنتا ہے۔ جب یہ حالت ہے تو بدن کی مناسب نگہداشت نہ کرنا گویا اُس قوت ازلی کی پوری حفاظت نہ کرنا ہے جو بدن کی محافظ ہے۔ خیال کیجیے کہ بدن کو صحیح حالت مین رکھ کر روح کو اسکے بہترین ارادون کی تکمیل مین مدد نہ دینا کتنا بڑا اخلاقی جرم ہے۔

ہٹھ یوگ کی ضمنی تفصیلات اسقدر وسیع اور گنجایش اسقدر کم ہے کہ اُن مین سے سب کا اشارۃً بھی ذکر نہین کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ ان مین سے بہتیری ایسی ہین جن سے ہمارے ناظرین ناواقف نہین ہو سکتے مثلاً غذا سے بہترین نتائج حاصل کرنے کے طریقے اصلی اور مصنوعی بھوک کا امتیاز، معدہ کی صفائی کے لیے پانی کی مقدار کثیر کا استعمال وغیرہ وغیرہ۔ ان سب پر اگر تفصیلی بحث کی جائے تو ایک دفتر درکار ہوگا۔ تاہم بعض باتین ایسی ہین جن کا ذکر سرسری لفظون مین دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ترقی تہذیب کے باعث انسان کی مصروفیتین اسقدر بڑھ گئی ہین کہ وہ اکثر حالتون مین قوانین قدرت کی خلاف ورزی پر مجبور ہوتا ہے کسی مصروف کاروباری آدمی کے لیے جس کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے کھانا کھانے کے لیے ایک آدھ گھنٹہ کی فرصت نکالنا سخت دشوار ہے

وہ ایک طرف کھانا کھا رہا ہے اور ساتھ ساتھ صبح کی ڈاک کے خطوط پڑھتا جاتا ہے۔ ایک کلرک جسے صبح کے ۹ بجے سے شام کے ۶ بجے تک بیٹھا کام کرنا ہے۔ دوپہر کا کھانا صبح ہی کو کھا کر فوراً کام مین مصروف ہوجاتا ہے۔ ایسی حالتون مین اُن کا معدہ اور باقی اعضاے رئیسہ کا فعل اگر صحیح رہے تو اسے معجزہ کہنا چاہیئے اسی طرح انسان نے کھانا کھانے کو بھی ایک عادت کے طریق پر اختیار کرلیا ہے اسکی کسے پروا ہے کہ اُسے بھوک محسوس ہوتی ہے یا نہین جب کھانا کھانے کا وقت آیا چند نوالے کھالیے اور یہ جو بھوک محسوس ہوتی ہے وہ بھی اصلی بھوک نہین یہ تو ایک مصنوعی چیز ہے جو محض عادت کی بنا پر اپنے آپکو ظاہر کرتی ہے۔ اصلی بھوک سے تو مہذب انسان صدیان گذرین کہ ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ کیا وہ بھوک جو الکحل دار شراب کے استعمال سے پیدا کیجائے، اصلی بھوک ہوسکتی ہے؟ کیا وہ بھوک جو کچھ وقت کی غیر معمولی مصروفیت سے پیدا ہو حقیقی بھوک سمجھی جاسکتی ہے؟ ہرگز نہین۔ اصلی اور نقلی بھوک مین بُعد المشرقین ہے ایک کو کسی صحتار حسینہ کے چہرہ کی سُرخی سے اور دوسری کو کسی اوباش عورت کے غازہ سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ کیا ان دونون حالتون مین کچھ فرق نہین؟

مین اوپر بیان کرچکا ہون کہ اصلی بھوک کے احساس سے انسان مدت سے نابلد ہوچکا ہے۔ اس حالت مین یہ سمجھانا کہ اصلی بھوک کیا چیز ہے ویسی ہی لاحاصل کوشش ہے، جیسے کوئی شخص کسی پیدائشی اندھے کو رنگ کی کیفیت سمجھائے، یا کسی بہرہ کے، دبرو آواز کی کیفیت تحریر مین لانے کی کوشش کرے۔ تاہم مثال کے طور پر اتنا بیان کیا جاسکتا ہے کہ جس طرح حقیقی پیاس کا ایک خاص احساس ہوتا ہے یعنی وہ احساس جو تازہ سرد پانی ہی سے فرو ہوسکتا ہے، اسوقت دو گھونٹ سرد پانی دنیا بھر کی نعمتون سے بہتر معلوم ہوتا ہے شیراب، دودھ یا کوئی اور شربت اس احساس کو فرو نہین کرسکتا۔ اسی طرح حقیقی بھوک کا بھی ایک خاص احساس ہوتا ہے جو مصنوعی بھوک سے بالکل جداگانہ ہے۔

اصلی بھوک اُن جانورون مین پائی جاتی ہے جو قدرتی زندگی بسر کرتے ہین۔ اصلی بھوک چھوٹے بچے مین پائی جاتی ہے جب تک وہ مان کا دودھ پیتا ہے لیکن انسان کی صحبت کا اثر جیسے جیسے جانور یا بچے پر پڑتا ہے، اُن مین بھی اصلی بھوک کی احساس رفتہ رفتہ زائل ہونے لگتا ہے۔ اوسط درجہ کے انسان کو اصلی بھوک کا احساس بہت کم ہوتا ہے اور یہی باعث ہے کہ بہترین غذائین بھی اُسے کوئی خاص نفع نہین پہونچا سکتین۔

لیکن سوال پھر وہی باقی رہا کہ اصلی بھوک کیا ہے؟ مختصر لفظون مین یہ اُس حالت کا نام ہے جو انسان کو انتہا درجہ کی فاقہ کشی کے بعد محسوس ہوتی ہے۔ مین نے ۱۸۹۹ء کے قحط مین باگڑی لوگون کو دیکھا تھا جو بھیک مانگتے تھے اگر کہین سے آٹا ملا تو اسی کو پھانک لیتے تھے انہین گوندھنے اور پکانے کی بھی خواہش نہ ہوتی تھی اس لیے کہ اصلی بھوک ذائقہ تلاش نہین کرتی۔ اصلی بھوک کے وقت کھانے کا خیال کیسا اُسکے ذکر ہی سے منہ مین پانی آجاتا ہے۔ سوکھی باجرے کی روٹی مین جو لطف حاصل ہوتا ہے وہ معمولی طور پر پلاؤ اور قورمہ کی قابون مین حاصل نہین ہوسکتا۔

اس نکتہ کو واضح کرنے کیلیے مین ایک موٹی سی مثال اور پیش کرتا ہون۔ لوگ کہا کرتے ہین "جو لذت مان کے پکائے ہوئے کھانے مین آتی تھی وہ اب نہین آتی"۔ وہ سچ کہتے ہین لیکن قصور نہ کھانے کا ہے اور نہ کھانا پکانے والون کا۔ بلکہ قصور انکے معدہ اور ان کی عادات کا ہے۔ اگر انکے اندر پھر وہی بچپن کی حقیقی اشتہا پیدا ہوجائے تو ضرور انہین کھانے کا وہی لطف حاصل ہوسکتا ہے۔

یہ اور اسی قسم کی صدہا اور چیزیں سب ہٹھ یوگ کے تحت مین آتی ہین۔ یوگی خوراک کو محض پیٹ بھرنے کے لیے نہین کھاتا بلکہ وہ ایک لقمے کو کم از کم بتیس مرتبہ چباکر اس کا جوہر جس کو وہ اسکا پران (جان) کہتا ہو، حاصل کرتا ہے۔ تم بھی اگر اسی طرح کرو تو تھوڑی غذا سے بہترین مواد حاصل کرسکتے ہو۔ خدا نے دانت خوبصورتی کے لیے ہی نہین دیے، بلکہ غذا کے چبانے کیلیے دیے ہین چبا لقمہ کو دیر تک آہستگی چبایا جائے یہان تک کہ وہ خود بخود گھلکر اپنے آپ حلق مین پہونچ جائے، تو اس سے ایسی لذت حاصل ہوتی ہے جس کا صرف تجربہ ہی سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ ہٹھ یوگ کا عامل ہر قسم کی غذا سے بہترین نتائج حاصل کرسکتا ہے۔ وہ ان لوگون مین سے نہین ہوتا جو کسی خاص طریق غذا کے حامی ہین۔ وہ اس معاملہ مین عقل حیوانی کی پیروی کرتا ہے جو چیز اسے پسند آتی ہے کھاتا ہے اور ہمیشہ اس سے مفید نتائج حاصل کرتا ہو۔

مغرب کی سرد آب وہوا کے باعث وہان کے بعض سائنسدانون نے کچھ مدت سے لوگون کو یہ تعلیم دینی شروع کی ہے کہ پانی کی نہایت قلیل مقدار استعمال کرنا مناسب ہے۔ اُن کے نزدیک زیادہ پانی پینا رطوبات بدنی پر مضر اثر پیدا کرتا ہے اس بارے مین کسی خاص نتیجہ پر پہونچنے سے پہلے ہمین دیکھنا چاہئے کہ قدرت کیا سکھاتی ہے؟ پودے کو وقت پر پانی نہ دیا جائے تو وہ خشک ہوجاتا ہے۔ گھوڑے کو پانی نہ پلایا جائے تو وہ کام کرنے کے قابل نہین رہتا۔ پھر بھلا جو بات پودے اور گھوڑے پر صادق آتی ہے وہ انسان پر صادق نہین آتی؟

سچ پوچھو تو پانی ہی انسان کی زندگی ہے ہمارے نظام بدن مین ۷۰ فی صدی حصہ پانی کا ہے۔ اس پانی کا کچھ نہ کچھ حصہ ہر وقت صرف ہوتا رہتا ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے اور بدن کو اندرونی طور پر صاف رکھنے کیلیے پانی کی کافی مقدار استعمال کرنا اشد ضروری ہو۔

جو لوگ کافی پانی استعمال نہین کرتے، مریض وناتوان زرد اور دبلے پتلے اور کمزور دیکھے جاتے ہین۔ ہروقت قبض کے شاکی نظر آتے ہین۔ ان کا قولون غلیظ رہتا ہے۔ گردے اپنا فعل سرانجام نہین دے سکتے۔ یہان تک کہ خون مین بھی حدت پیدا ہو جاتی ہو۔

یوگی تازہ سرد اور خوشگوار پانی تھوڑی تھوڑی مقدار مین کئی بار استعمال کرتا ہے۔ وہ برف کا عادی نہین ہوتا جو قدرت نے انسان کے استعمال کے لیے نہین بنائی۔ کام کرتے وقت وہ پانی کا ایک گلاس اپنے پاس رکھتا ہے اور گاہ بگاہ اُس مین سے ایک گھونٹ پیتا، اور اس کے ساتھ ہی کہتا جاتا ہے "مین اپنے بدن کو اسکی کارکردگی کے لیے عرق مہیا کر رہا ہون۔ اسکی بدولت مجھے صحت اور طاقت اور توانائی حاصل ہوگی"۔

یوگی کے نزدیک ہر چیز مین پران ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پانی مین بھی پران موجود ہے۔ چونکہ اس پران کو وہ اپنا جزو بدن بنانا چاہتا ہے اس لیے گھونٹ بھر کر اسے چند سکنڈ تک منہ مین رکھتا ہے۔ اس طریق پر جو تازگی حاصل ہوتی ہے وہی اس پانی کا پران ہے۔ جب تم تھکے ماندے ہو تو دو چار گھونٹ پانی اس طرح پی کر دیکھو تم حیران ہوگے کہ پانی جیسی معمولی چیز کے اندر بھی قدرت نے کیا کچھ صفات پوشیدہ رکھی ہین۔

اکل وشرب کی اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے مجھے صرف ایک بات اور کہنا ہے۔ وہ شاید بعض لوگون کو ناگوار محسوس ہو تاہم اس کا بدنِ انسان کی بہتری سے اسقدر گہرا تعلق ہے کہ مین اُسے قلم انداز نہین کرسکتا۔

انسان غلاظت کا پتلا ہے۔ اس کی حالت نجاست بھرے ہوے ٹوکرے سے مختلف نہین جسے کسی نے پھول پتون سے سجا دیا ہو۔ اس ظاہری حسن وصفائی کے نیچے کریہہ حالت پوشیدہ ہے۔ غذا

جو ہم کھاتے ہین اس کا بڑا حصہ فضلہ بنکر خارج ہوتا ہے۔اس فضلے کے خارج ہونے ہی مین انسان کی صحت اور تندرستی ہے۔اگر اس اخراج مین فتور پیدا ہوجائے تو نہ حسن باقی رہتا ہے نہ خوبصورتی نہ چہرہ پر سُرخی رہتی ہے نہ بدن مین زور۔ایک ایسے ضروری معاملہ کو جس کا بدن انسان کی اصلاح سے ایسا گہرا تعلق ہو غیر ضروری قرار دینا اگر بےسمجھی نہین تو اور کیا ہے؟

جن لوگون نے علم تشریح الابدان کے ابتدائی اصول پڑھے ہین وہ جانتے ہین کہ غذا معدہ سے ہوکر قولون مین داخل ہوتی ہے۔قولون پانچ فٹ کے قریب لمبی ایک بڑی سی جھندار نالی ہے جس کے اندر سے فضلہ گذر کر آخر کار مقام اخراج تک پہونچتا ہے۔

جسقدر مادہ امعاء الصغیر کے اندر ہوتا ہے وہ ایک چھوٹے سے چور دروازہ کی راہ سے جو پیٹ کے داہنے طرف زیرین حصہ مین واقع ہے قولون مین داخل ہوتا ہے۔یہ دروازہ اس قسم کا ہے کہ جو چیز اس مین سے گذر کر قولون مین داخل ہوجائے، وہ چھوٹی آنت مین واپس نہین جاسکتی۔زایدہ APPENdix جہان مرض APPENdicitis پیدا ہوتا ہے اس کے نیچے ہے۔اور سب سے آخر RECtum (معاے مستقیم) ہے جس کے خاتمہ پر اخراج فضلہ کا دہانہ واقع ہے۔

اس مختصر کیفیت سے واضح ہوتا ہے کہ قولون بدن انسانی کے اندر ایک بدررو یا گندہ نالہ کی حیثیت رکھتا ہے قدرت کا تقاضا یہ ہے کہ اس مین جسقدر غلیظ و کثیف مادہ داخل ہو وہ ساتھ کے ساتھ صاف ہوتا رہے۔حیوانات مین جو آداب تمدن سے ناواقف ہین اور انسان کے بچون مین جنھون نے آبائی برائیان اختیار نہین کین یہ عمل عین منشاے قدرت کے مطابق ہوتا ہے۔حیوان یا بچہ کو رفع حاجت کی ضرورت ہو تو وہ انسان کی طرح وقت اور مقام یا موقعہ محل نہین دیکھتا۔یہی باعث ہے کہ حیوانون اور بچون کی صحت بہت اچھی رہتی ہے جون جون انسان دایرۂ تہذیب مین داخل ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ اس بارے مین تقاضائے قدرت کو نظر انداز کرتا ہے۔حتی کہ آخر کار قدرت اُسکی توجہ اس طرف مبذول کرانا ہی بھلا دیتی ہے اور یہین سے صحت انسانی کے فتور کی ابتدا ہوتی ہے۔سنا نہین کہ "قبض سب امراض کی ماں ہے"۔

ظاہر ہے کہ جب کسی نالی کو باقاعدہ صاف نہ کیا جائے تو اُس کے اندر اور اس کے پہلوؤن مین بہت سا فضلہ جمع ہوجاتا ہے۔یہ فضلہ رفتہ رفتہ اس نالی کا ایک حصہ بنجاتا ہے۔یہان تک کہ پھر اسے سطحی طور پر دھویا بھی جائے تو یہ مادہ اپنی جگہ سے نہین ہلتا۔یہی حالت قولون کی ہو۔دایمی قبض اور عدم صفائی کے باعث اسکی دیوارون مین فضلہ لگ جاتا ہے اور اسمین دن بدن تخفیف کے بجاے ترقی ہوتی رہتی ہے

جب قولون خراب ہوگیا تو اس کا زہریلا اثر سارے بدن پر جاری ہونے لگتا ہی۔خوراک کا اثر غذائی باطل ہوجاتا ہی۔خون مین کثافت آجاتی ہے۔قواے بدنی ڈھیلے پڑجاتے ہین اور جوانی ہی مین ضعف پیری کے آثار نظر آنے لگتے ہین۔لوگ مقویات استعمال کرتے ہین مگر بے سود سہل لیتے ہین مگر لاحاصل۔کیونکہ مقویات سے قولون کی صفائی تو غیر ممکن ہے۔اسی طرح سہل لینے سے زیادہ سے زیادہ امعاے صغیر و معدہ کا مواد نرم پڑجاتا ہی مگر قولون پھر بھی متاثر نہین ہوتا۔اس کے اندر کیڑے پڑجاتے ہین۔ہر وقت طبیعت مین ایک قسم کا خمار رہتا ہی اور کسل اور کمزوری ملکر وہ مرض پیدا کردیتے ہین جسے اصطلاح جدید مین NEURASthENiA کہاجاتا ہے۔

ہٹھ یوگ ان خرابیون کے انسداد کا نہایت سہل طریقہ بیان کرتا ہے، اور وہ بستی کرم (وستی) کا طریق ہے۔صاف لفظون مین اسکا مطلب پچکاری کے ذریعہ قولون کی صفائی کرنا ہے۔شاید یہ اعتراض کیا جائے کہ ہٹھ یوگ تو قدرت کی پیروی کرتا ہے اور یہ طریق قدرتی ہو نہین سکتا۔

گرامر دائمی یہ ہے کہ طریق ان کو پیش نشانہ سے قدرت کے موافق ہو اور [illegible] قسم کے پرندون کو اس پر عامل دیکھا گیا ہے۔ یہ پرندہ ہرسال نقل مکان کرتا ہے اور جب دور دراز سفر سے واپس آتا ہے تو نہایت نیم مردہ حالت مین ہوتا ہے۔ اسوقت یہ دریا کے کنارہ اپنی لمبی چونچ سے پانی کی کچھ مقدار سینے والون مین داخل کرتا ہے اور آناً فاناً مین تازہ دم ہوجاتا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ اس طریق پر بڈھون کی کایاپلٹ ہوگئی ہے مردون نے نئی جوانی حاصل کی ہے اور لاعلاج مریضون نے شفا حاصل کیا ہے

صحیح طریق پر سانس لینا صحیح طریق پر آرام کرنا، اور سونا یوگ کے طریقون پر غسل لینا اور ورزش کرنا یہ اور اسی قسم کی بیسیون تفصیلات ہٹھ یوگ کے ضمن مین بیان کی جاسکتی ہین۔ فی الحقیقت اس مضمون کا دائرہ اتنا وسیع ہو کہ اس مختصر مضمون مین اسکے عنوانات ماتحت پر سرسری نظر ڈالنا بھی ناممکنات سے ہو۔ تاہم سطور بالا سے ناظرین کو اسقدر ضرور معلوم ہوگیا ہوگا کہ فلسفہ یوگ کی یہ شاخ ہمین صحیح ترین معنون مین اصول قدرت کی پیروی کرنا سکھاتی ہو اور یہی اسکی اہمیت کا راز ہو۔ قدرت کی پیروی کرکے آج تک کسی نے نقصان نہین اُٹھایا اور نہ آیندہ کبھی ایسا ہونا ممکن ہو۔ تیرتھ رام

تمدنِ حیوانات

جو مخلوق کسی نہ کسی رنگ مین حس اور ادراک رکھتی ہے وہ ایک زندگی رکھتی ہے، اور جو مخلوق زندہ ہو وہ کوئی نہ کوئی تمدن بھی ضرور رکھتی ہو ہمارے اردگرد جقدر زندہ مخلوق پائی جاتی ہے، ہم انکی زندگی سے انکار نہین کرسکتے۔ یہ جدا بات ہے کہ انکی زندگی یا نوعیتِ زندگی ہماری زندگی سے کوئی جداگانہ صورت اور روش رکھتی ہو۔

ہم اس وقت یہ بحث نہین کرین گے کہ دیگر حیوانات کی زندگی علمی اور عملی پہلو سے ہماری زندگی سے کن کن امور مین متغایر اور ممتاز ہے۔ لیکن یہ ضرور کہین گے کہ حیوانات بھی ایک زندگی رکھتے ہین اور انکی زندگی کی بھی ضروریات اور اغراض ہین اور اُن ہی ضروریات اور اغراض کے تحت قدرت نے اس حصہ مخلوق کو حس اور قوت مدرکہ دے رکھی ہے۔

ہم مین سے بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ انسان کے سوائے اور کوئی زندہ مخلوق عقل وادراک نہین رکھتی بعض کا یہ خیال ہو کہ دوسرے حیوانات ایک قسم کا شعور رکھتے ہین۔ میری رائے مین یہ حضرتِ انسان کی زبردستی ہے۔ قدرت بخیل ہوتی اگر دیگر حیوانات کو کوئی شعور اور ادراک یا حس نہ دیتی۔ دیگر حیوانات بھی ایک قسم کا شعور ادراک اور حس رکھتے ہین اور جہان تک اُنکی ضروریات اور اغراض زندگی کی وسعت ہے اُسقدر اُنھین بھی ادراک اور حس دی گئی ہے چونکہ عموماً انسان اسطرف توجہ نہین کرتا اسواسطے اُسکی نظرون سے حیوانات کی یہ خصوصیت مخفی رہتی ہے جس طرح انسانی انواع اور انسانی نسلین جداگانہ ہین اور اُنکے طرز و اطوار اور شعایر تمدن وتہذیب کسی نہ کسی حد تک جداگانہ ہین اسی طرح حیوانات کی بھی جداگانہ قسمین اور جداگانہ ٹولیان ہین اور ہر جتھا اور ہر ٹولی ایک جداگانہ تمدن اور جداگانہ حس رکھتی ہو اور اُس مخصوص ادراک اور حس کے تحت انکی اغراض زندگی نشو ونما پاتی ہین۔

اگر تمدن سے مراد طرزِ زندگی یا روش زندگی ہے تو ہمین بکشادہ دلی یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ حیوانات بھی کوئی نہ کوئی طرزِ زندگی اور روش

زندگی رکھتے ہین، اور اُن کی زندگی اور طرزِ زندگی بھی اُن چند خصوصیات چند قیود اور چند امتیازات سے مشروط ہے، جن سے وہ دوسری انواع کے اطوار زندگی سے ممتاز ہین۔

ہم اس وقت صرف پرندون کو لیتے ہین اور پھر دکھاتے ہین کہ ان کا تمدن یا ان کا طرزِ زندگی اور اُنکے طرزِ زندگی کی خصوصیات اور قیود و امتیازات کیا کچھ نوعیت اور حقیقت رکھتے ہین۔

سب سے اول ہم یہ کہینگے کہ پرندون یا جانورون کی بھی کوئی نہ کوئی بولی اور زبان ہوتی ہے اور وہ بھی اپنے رنگ مین ایک دوسرے کی بولیان سمجھتے ہین اگرچہ ہم اُنھین ناطق نہ کہین یا اُنکی زبان کی کوئی قیمت نہ لگا سکین مگر اس بات سے ہم انکار نہین کر سکتے کہ وہ بھی کوئی نہ کوئی زبان رکھتے ہین اور اُنھین بھی اپنی اپنی ضروریات کے موافق ایک نطق حاصل ہے۔

یہ بات کہ ہم اُنکی بولیان سمجھ نہین سکتے ہین اس واسطے وہ کوئی بولی اور کوئی نطق ہی نہین رکھتے ایک فضول عذر ہے۔ کیا جانور یا دیگر حیوانات ہماری زبان سمجھتے ہین؟ اگر نہین سمجھتے تو کیا ہم بھی کوئی نطق اور کوئی بولی یا کوئی زبان نہین رکھتے؟

ہم پرندون کی بولی اور نطق اس طرح ثابت کر سکتے ہین کہ ایک ہی نوع کا پرندہ دوسرے ہم نوع کی بولی پر خبردار ہو جاتا اور سمجھ لیتا ہے کہ اُس کا منشا کیا ہے۔ دیکھو جب ایک کوّا اور ایک کوئل بولتی ہے تو دوسرا کوّا اور دوسری کوئل اُس سے متاثر ہوتی اور ایک ایسی حرکت کرتی ہے، جس سے ہم سمجھ جاتے ہین کہ اُس دوسرے پرند یا جانور کی آواز کوئی مطلب رکھتی تھی۔

پرندون کی آوازین مختلف رنگ رکھتی ہین جیسے انسان کی آوازین رکھتی ہین۔ دیکھو انسان کی طبیعت جب مغموم ہوتی ہو تو آواز کا رنگ کچھ اور رہتا ہے اور خوشی کی حالت مین کچھ اور، ناگہانی صدمہ کی حالت مین کچھ اور، اور تدریجی صدمہ کی صورت مین کچھ اور۔ اسی طرح پرندون کی آوازین بھی مختلف رنگ اور سمان رکھتی ہین۔

(۱) **صوت معمولی** جس مین ایک جانور محض طبعی اقتضا سے کوئی آواز نکالتا ہے جیسے مرغی دانہ چگتے ہوئے کڑکڑ کرتی پھرتی ہے۔

(۲) **صوت انتباہیہ** یہ وہ آواز ہے جس مین ایک جانور کسی خوف اور دہشت کی حالت مین خود ہوشیار ہوتا اور دوسرون کو متنبہ کرتا ہے جیسے مرغی بلی کے دیکھنے پر یا کوّا کسی شکاری کے آنے پر آواز نکالتے ہین۔ ہر سننے والا اُن آوازون سے سمجھ جاتا ہے کہ مرغی اور کوّا کوئی خوفناک نظارہ کر رہا ہے اور اُس پر ایک ہراس طاری ہے۔

بعض وقت باورچی خانہ مین روٹی پکانے والی خادمہ مرغی کی ایسی آواز سُن کر پکار اُٹھتی ہے "دیکھو کوئی بلی تو نہین پھر رہی ہے"

(۳) **صوت اطلاعیہ** اس آواز مین نہ تو خوف ہوتا ہے اور نہ کوئی ناگہانی گھبراہٹ۔ اُس کا طرز ہی جداگانہ ہوتا ہے۔ کبھی آسمان مین کونج بولتی سُنی ہو گی۔ انسان بھی سنکر جان جاتا ہے کہ اپنے ساتھیون سے بچھڑ گئی ہے اور دوسری کونجون کو اپنی تنہائی سے اطلاع دے رہی ہے۔

(۴) **صوت یاسیہ** یہ آواز بعض پرند مایوسی اُداسی یا ایک غم کی حالت مین نکالتے ہین۔ کبھی فاختہ، کبوتر، کوئل کو کسی سُنسان ویرانہ اور درخت پر دوپہر کے وقت سنا ہو گا۔ آواز ہی ایسی ہوتی ہے جس سے ہر غور کرنے والا سمجھ جاتا ہے کہ عالمِ یاس مین کوئی جانور بول رہا ہے۔ کوئل کی کوکو لاپرواہ دلون کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔ فاختہ اور کبوتر کی بھی ایسی آوازین دل و دماغ پر ایک اثر کیے بغیر نہین رہتین بعض لوگ ان آوازون سے ایسے ہی متاثر ہوتے ہین جیسے انسانی آوازون سے۔

(۵) صوت انسیہ۔ یہ وہ آواز ہے جس سے ایک اُنس پایا جاتا ہے۔ جانور کیا انسان بھی ایسی آوازون سے سمجھ جاتا ہو کہ ایک جانور دوسرے جانور سے محبت اور پیار کر رہا ہے کبھی کبوتر اور مرغی کو دیکھا ہوگا کہ اپنے بچون سے محبت اور پیار کرتے ہوئے کس قسم کی آوازین نکالتے ہین۔ آوازین ہی کہے دیتی ہین کہ ان مین ایک انس اور پیار بھرا ہوا ہے۔ جیسے ایک بچہ کی مان بچہ سے لاڈ اور پیار کی باتین کرتی ہے کوئی عورت جب بچہ سے ایسی باتین کرتی ہی تو ہر شخص سمجھ جاتا ہی کہ وہ بچہ سے پیار اور محبت و لاڈ کی باتین کر رہی ہے اس کا لہجہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔

(۶) صوت غضبیہ۔ یہ وہ آواز ہوتی ہی جس مین ایک جانور دوسرے جانور کو غصہ سے جھڑکتا یا کچھ سمجھاتا ہے۔ دیکھو جب مرغی مدافعت کرتی یا جب کوئی ایک خطرہ سے بچتا ہے تو اُسکی آواز کیسی درشت اور کرخت ہوتی ہے۔ ایک سننے والا فوراً ہی تاڑ جاتا ہی کہ آواز دینے والا جانور ایک غصہ کی حالت مین ہے۔

(۷) صوت شاکریہ۔ یہ وہ آواز ہے جس مین ایک جانور کسی دوسرے ابنائے جنس کی مہربانی اور مدد کا معترف ہوتا ہی۔ یا انسان کی مہربانی لطف و کرم کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ دیکھو جب ایک مرغی کبوتر یا کوے کو ٹکڑا یا دانہ ڈالا جاتا ہے تو کھاتے کھاتے اُن کے منھ سے کبھی کبھی ایک قسم کی ایسی آواز نکلتی ہے کہ خود انسان بھی سمجھ جاتا ہے کہ یہ مشکور رہے اور خوش ہو کر اظہار خوشی کر رہا ہی۔

جب ہم ایک دوسری جنس ہو کر اس قسم کی آوازون سے کچھ نہ کچھ مطلب پا لیتے ہین تو خود اُن کے ہم نوع سمجھ نہ لیتے ہونگے! ہم غور نہین کرتے ورنہ ہمین معلوم ہو سکتا ہے کہ ہر نوع حیوانی اپنی نوع کی بولیان بخوبی سمجھتی ہے۔ ایک جانور قفس مین بولتا ہی اور دوسرا جانور اُسے دیکھتا بھی نہین مگر فوراً بھانپ جاتا ہی کہ اُسکا ہم نوع کسی مصیبت مین گرفتار ہے خدا کی قدرت ہی کہ کسی مصیبت زدہ جانور کی آواز جدا ہی سمان رکھتی ہے اُس مین ایک دائمی یاس ہی پائی جاتی ہے۔

ذرا صبر اور شوق سے اُس جانور کی آواز سنو جو بدقسمتی سے قفس مین بند ہے اور اپنی مصیبت زدہ آنکھون اور کانون سے دوسرے ابنائے جنس کو آزاد دیکھتا اور آزادی کی خوش کن آواز سُن رہا ہے۔ طوطے جب آزاد طوطون کو دیکھتے ہین تو پنجرون مین اس اُداسی سے بولتے ہین کہ بعض وقت سننے والے انسان بھی متأثر ہو جاتے ہین ؎

خبرے ہست کہ امروز کسے مے آید
رخصت اے نالۂ کفر یا درسی مے آید

پابند بلبل جب آزاد بلبل کو دیکھ لیتی ہے تو اُسکی بولی ہی کہے دیتی ہے کہ اُسکے دل پر کیا کچھ گزر رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ وہ یاس و اندوہ سے آزادی کا سوگ کر رہی ہے ؎

اے صبا باغ مین تم نالۂ سوزان نہ کرو
رشک سے بلبل بے برگ و نوا جلتی ہے

ادھر اس بلبل آزاد کا بھی تماشا دیکھو کبھی اُس ٹہنی پر بیٹھتی ہی اور کبھی اُس ٹہنی پر۔ سکت اور طاقت نہین ورنہ پابند اور پابرشتہ بلبل کو لے اُڑے۔ آزاد بلبل کی بیقراری اور بے چینی پر اگر انسان غور کرے تو ساری عمر کے واسطے قسم کھالے کہ کسی آزاد کی آزادی نہین کھوئیگا ؎

برروئے گل و شمع نظر را نکشایم
پاس ادب بلبل و پروانہ ضرور است

جب پرندون مین یہان تک امتیاز و ادراک یا حس ہی تو پھر یہ کیسطرح کہا جائے کہ اُنکا کوئی تمدن اور کوئی روش زندگی نہین ہے!

جس طرح انسانی زندگیان کوئی نہ کوئی روش اور خصوصیات
تی ہین اسی طرح حیواناتی زندگیان بھی رکھتی ہین۔ یہ دوسری بات
ہے کہ ہم اُنسے واقفیت پیدا نہ کرین اور اُنکی کوئی قیمت نہ لگائین۔
جب انسان باوجود ناطق اور صاحبِ عقل و فراست ہونے
کے بھی اُسوقت تک دوسری انسانی نوع کے طریق زندگی اور شعار
تمدن سے واقف نہین ہوسکتا جبتک کہ واقفیت حاصل نہ کرے
حیوانات کے طریق زندگی سے کیونکر واقف ہوسکتا ہے !
سب لوگ کہتے ہین کہ جانور نہ بولتے ہین اور نہ ایک دوسرے
کی بولیان سمجھتے ہین لیکن ہم دیکھتے ہین کہ طوطے اور مینا انسان
کے سکھائے پڑھائے ہوے فقرے رٹ ہی لیتے ہین۔ ایک دفعہ
سنا تھا کہ تھانیسر (ضلع حصار پنجاب) مین ایک شخص کے پاس ایسا
گدا تھا جو طوطے کی طرح بولتا تھا۔ جب بعض جانور یہ طاقت
رکھتے ہین کہ انسانی بولیان بول سکین تو کیون اُنکی کوئی اپنی
زبان نہ ہوگی ؟

یہ دلیل ایک ایسی مضبوط دلیل ہے کہ اُسکی تردید ہی نہین
ہوسکتی۔ جب بعض جانور ایسا دماغ رکھتے ہین کہ انسانی فقرات
کی نقل اتار سکتے ہین تو ثابت ہے کہ قدرت نے اُنھین بھی
کوئی زبان دے رکھی ہے جہان تک دیکھنے کا موقعہ ملا ہے
مین پرندون کی چند ایسی خصوصیات بیان کرتا ہون کہ جس سے یہ
ثابت ہوگا کہ حیوانات بھی ایک تمدن رکھتے ہین اور گو وہ
محدود ہوتا ہے اور صرف انہی حدود مین جو قدرت کی جانب سے
مقرر ہوئے ہین مگر ہوتا ضرور ہے۔

(۱) اکثر جانور اور پرند ایسے ہین کہ سوائے اپنے ابنائے نوع
کے اور کسی نوع سے خلط ملط نہین رکھتے۔ کوا کبھی کبوتر کے ساتھ
اور کبوتر کبھی کوے کے ساتھ نہین بیٹھتا اور نہ اُڑتا ہے۔

ایک مثل مشہور ہے کہ ایک دفعہ کسی فلاسفر نے کہا کہ کبھی ایک نوع
کا پرندہ دوسرے نوع کے ساتھ خلا ملا نہین رکھتا۔ بہ مصداق
الجنس یمیل الی الجنس ایک دوسرے شخص نے ایک دفعہ دیکھا
کہ ایک کوا اور کبوتر ایک منڈیر پہ اکٹھے بیٹھے ہوے ہین فلاسفر
کو دکھا کر کہا کہ دیکھو تمھارے فلسفہ کی تکذیب ہوتی ہے فلاسفر
نے کہا کہ اُنھین اُڑا کر دیکھو جب وہ اڑے تو دونون کی ایک
ایک ٹانگ شکستہ تھی۔ فلاسفر نے کہا دیکھو ان مین ایک تناسب
تھا اسواسطے دونون اکٹھے بیٹھے تھے۔

خیر یہ تو مثال تھی۔ درحقیقت پرندے ہمیشہ اپنی ہی نوع
کے ساتھ خلا ملا رکھتے ہین۔ یہ اُنکے تمدن کی ایک شرط یا
ایک روش ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ ان کا تمدن نوعی
حدود رکھتا ہے اور ان مین کلاس کے مطابق خلا ملا ہوتا ہے۔
ایک کلاس دوسری کلاس سے عموماً الگ رہتی ہے۔

(۲) سوائے چند جانورون مثل مرغی کوے اور چیل وغیرہ کے اکثر
پرندے دوسرے پرندون کا اندوختہ نہین لیتے۔ اپنی قسمت اور
محنت پر ہی شاکر اور صابر رہتے ہین۔ ان پرندون کی ایسی قناعت
انسانون کے واسطے اُنکے تمدن کی ایک زندہ دلیل فضیلت شمار
ہوسکتی ہے اور کیا ہمین یہ کہنے کی اجازت نہ ہوگی کہ انسان باوجود
اسقدر دعاوی شرف و فضیلت کے اپنے تمدن مین عموماً اس قسم کی
فضیلت نہین رکھتا اور اُسکی طمع و حرص اسکے تمدن یا حسن تمدن
کو بہت کچھ پیچھے ڈالتی ہے ؟

(۳) پرندے سوائے بعض مستثنیات کے کبھی دوسرے پرندے
کو اپنی خود غرضیون کے تحت کسی مصیبت مین ڈالنا پسند نہین کرتے
حالانکہ حضرت انسان باین شرف و احترام بالعموم ایسے ہی
منصوبون مین رہتا ہے۔

زہم پالکو جانور تعلقات میں پڑتے ہین بہت ہی محتاط اور حد درجہ شناس ہوتے ہین سوائے اپنے رفیق زندگی یا اپنے جوڑے کے دنیا کے مقابلہ مین اُنکے جذبات کبھی مشتعل نہین ہوتے یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ اس پر حضرت انسان کی صدہا اخلاقی کتابین قربان ہین

تعجب کی بات یہ ہے کہ عموماً وہ جانور، وہ درندے، وہ پرندے جو انسان کے ساتھ رہتے ہین، بالفاظ دیگر جو گھریلو جانور ہین وہ جنگلی جانورون کی طرح جذبات مین ایسے محتاط ثابت نہین ہوتے جس قدر اُن کی زندگیان انسانی زندگیون کے قریب رہتی ہین اُتنی قدر اُن کے جذبات انسانی خواہشات اور انسانی نمو دنمائیون کے متبعرت ہوتے ہین۔

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانی تہذیب اسقدر متحرک ہے کہ دیگر مخلوق بھی اُس سے اثر پذیر ہونے سے محفوظ نہین رہ سکتی۔

(۵) حیوانانی تمدن کی یہ بھی ایک بڑی بھاری صفت ہے کہ انمین استقلال اور بردباری ایک خصوصیت رکھتی ہے اور اس کے ساتھ ہی انمین ایک وفا اور حق شناسی بھی پائی جاتی ہے۔ باوجود کہ ہم بعض جانورون کی آزادی کو دیتے ہین انھین قید اور پابند بنا لیتے ہین مگر وہ چند عرصہ ہم مین رہکر ہمارے ہی ہو جاتے ہین انھین ہم سے ایک محبت ہو جاتی ہے اور وقت پر اپنی بساط کے مطابق وہ ہمارے مددگار بھی ہوتے ہین لیکن ایک ہم ہین کہ مہینون ایک جانور کو پال کر اور ساتھ رکھکر یا تو ذبح کر لیتے ہین اور یا ایسی حالت مین چھوڑ دیتے ہین کہ اُس سے زیادہ اور کوئی بے رحمی نہین ہو سکتی۔

کیا انسانی تمدن اور انسانی تہذیب کے واسطے یہ ایک داغ اور بدنامی نہین کبھی اُس بدقسمت کتے کو بھی دیکھا جو برسون ایک مہربان مالک کی خدمت کرنے کے بعد پرانی گلی کے ایک گوشہ مین سسک رہا ہے۔ اب کوئی اُسے پوچھتا بھی نہین یا تو سارا دن جیک جیک اور موتی موتی ہوتا تھا اور یا اب اُسکی شکل بھی بری معلوم ہوتی ہے۔ اگر جانورون کو بھی ہمارے تمدن اور ہماری تہذیب کی تنقید کا موقع ملتا تو انسان اُنکے نوٹ پڑھکر فیصلہ کر سکتا کہ دوسری ہمسایہ مخلوق کی نگاہون مین اُسکی قدر و قیمت کیا ہے اور ہماری تہذیب اور تمدن کیسا پایہ رکھتا ہے۔ خوش قسمتی ہے انسان کی کہ کوئی دوسری مخلوق اُسکا نقاب نہین اُلٹتی ہے

بایدم ز نشست بر آتش سمند دار
در بزم او شناختہ ام جائے خویش را

علم حیوانات کی سب سے بڑی غرض و غایت یہ ہے کہ انسان یہ جانے یا یہ جاننے کی کوشش کرے کہ اُسکی ہمسایہ زندہ مخلوق کیا کچھ خصوصیات رکھتی ہے اور کونسی باتین اس مخلوق سے بھی اقتباس کے قابل ہین۔ یہ بھی ہمارے واسطے ایک نمونہ ہین۔ اُنکی قیمت صرف یہی نہین کہ انکا گوشت لذیذ ہے یا اُن کے پر خوبصورت ہوتے ہین اور اُنسے زنانہ ٹوپیان اچھی سجتی ہین یا اُنکا شکار اچھا ہوتا ہے۔ یہ تو قدرت نے اُنکی قسمت مین لکھ دیا ہے مگر اس مخلوق مین ان باتون کے علاوہ اور بھی بہت سی خوبیان ہین۔ تھوڑی دیر کے واسطے یہ سمجھ لو کہ یہ کائنات پرندون سے خالی ہو گئی ہے۔ ہر چہار اطراف عالم مین نہ کوئی پرند ہے اور نہ کوئی جانور۔ کیا یہ عالم دیکھکر انسان خاموش رہ سکتا ہے اور کیا ہمارا ماحول کوئی زینت اور کوئی خوبی رکھ سکتا ہے۔ گھر کے درخت پر اگر کوئی پرند آکر نہ بیٹھے اور کوئی جانور نہ بولے تو صحن مکان ہی سونا سونا معلوم ہوتا ہے جب باغ مین بلبلین اور قمریان نہ ہون اُس کی پھلواریان کیا دلاویزی رکھین گی؟

دیکھو، یہ گھر لیو جانور ہم سے اسقدر مانوس کیون ہوجاتے ہین ؟ انھین بعض وقت ہم خاندان کا ایک ممبر خیال کرتے ہین ؟ اسواسطے کہ ہم ان کی ضرورت کا احساس کرتے ہین اور انھین بھی ایسا ہی احساس ہوتا ہے ۔ اس سے انکی ضرورت ثابت ہے ۔ جانورون مین کیا سب حیوانات مین ایک حس یا ایک خیالی طاقت کام کر رہی ہے ۔ اگر ہم اُس حس یا اس خیالی طاقت سے خود کو رفتہ رفتہ آشنا کرتے جائین تو ایک وقت ایسا بھی آجائیگا کہ ہم اس سے زیادہ تر اُنکے تمدن اور اُنکی حسیات سے واقف ہوتے جائینگے ۔

یہ بھی ایک علم ہے ۔ کوئی علم سوائے اس کے حاصل نہین ہو سکتا کہ اُسے کسی قاعدہ کے تحت مین حاصل کیا جائے ۔ ہمین اپنے نطق اور اپنے تمدن کا اسقدر گھمنڈ اور غرور ہے کہ ہم دوسرون کے تمدن سے واقف ہونا اپنی کسر شان جانتے ہین ۔

علم حیوانات محض سکولون اور کالجون مین ہی حاصل نہین ہو سکتا ۔ اس کا نصاب جنگلون بیابانون اور باغون مین ملتا ہے ۔ اس کا قاعدہ جانورون سے محبت اور اُنس ہے محبت اور اُنس صرف انسانون کو ہی قابو مین نہین لاتا بلکہ جانورون پرندون درندون کو بھی اپنا بنا لیتا ہے ۔

اگر ہماری خلقت کی کوئی غرض اور کوئی مدعا ہے تو دیگر اشیاء اور دیگر حیوانات کی خلقت کی بھی کوئی غرض ہے اور اگر کوئی ایسی غرض ہو تو وہ یا ہماری غرض کے تابع ہے، یا اس سے اُسے ایک صحیح اور مفید وابستگی ہے ؎

بے وجہ نہین کرتی ہے نالے بلبل
یاد گل رہ رہ کے رُلاتی ہے اُسے

سلطان احمد

قانونِ تغیر کا اثر انسان مین

ڈارون لکھتا ہے کہ انسان کی صورت و ہیئت مین تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے ۔ ایک قوم کے دو شخص بھی یکسان نہین ہوتے ۔ لاکھون کروڑون آدمیون کے چہرون کا مقابلہ کر دو ایک دوسرے سے مختلف ہونگے قصر چہرہ ہی نہین بلکہ اعضاء جسمانی مین بھی ہر ایک مین اختلاف پایا جاتا ہے ۔ ٹانگون کے طول مین بہت جلدی تفاوت پیدا ہوتا ہے بعض ممالک کے آدمیون کی کھوپری لمبی ہوتی ہے بعض کی گول ۔ دانتون مین بھی ایسا ہی اختلاف ہوتا ہے جیساکہ چہرون مین ۔ شرائین و عروق بھی ایسی مختلف سمتون مین دوڑے ہوئے ہوتے ہین کہ انکے صحیح راستے معلوم کرنے کے لیے ہزار ہا نقشون کا امتحان کرنا پڑتا ہے ۔ یہی حال عضلات کا ہے مختلف اقوام کے افراد مین اور ایک ہی قوم کے مختلف افراد کے قواء عقلی مین جو بین فرق نظر آتا ہے اس کے بیان کی ضرورت نہین ۔ یہی حال حیوانات کا ہے خصوصاً پالتو جانورون مین وحشی جانورون کی بہ نسبت زیادہ جلدی اور بہت نمایان انقلابات ہوئے ہین ۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ پالتو جانور جن حالتون مین رکھے جاتے ہین وہ بہت مختلف اور گوناگون ہوتی ہین ۔ انسانون مین بھی مہذب اور متمدن آدمیون پر انقلاب حالت کا اثر زیادہ ہوتا ہے مختلف مرتبہ اور پیشے کے آدمیون کے اعضاء جسمانی قواء دماغی اور میلان طبع بالکل مختلف ہوتے ہین وحشی اقوام کے افراد مین اسقدر تفاوت نہین پایا جاتا جن اقوام کی وسعت زیادہ ہے انمین تغیرات بھی زیادہ ہوتے ہین ۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ جن حالتون کے تغیر سے حیوان کے مزاج مین فرق پیدا ہوتا ہے اُن ہی حالات کے بدلنے سے انسان کے مزاج مین بھی فرق

آجاتا ہو بلکہ تغیر حالت کا حیوانات کے جن اعضا پر اثر پڑتا ہو انسان
سے بھی اُن ہی اعضا پر زیادہ اثر ہوتا ہو۔ غرض عالم حیوانات مین ایک قانون
جو قانون تغیر کہلاتا ہو جاری ہے۔

اسباب انقلاب و تغیر — حیوانات مین انقلاب کے اسباب کا اگر استقصا
کیا جائے تو وہ حسب ذیل ہین۔

(۱) مختلف حالتون کا مخصوص اثر جو حیوانات پر بلا واسطہ پڑتا ہو اسی
طرح انسانون پر مختلف آب و ہوا اور مختلف پیشون کا اثر اُنکے قواے جسمانی
مین فرق پیدا کر دیتا ہو۔ گرمی اور دھوپ سے رنگ اور بالون کی صورت
مین تغیر پیدا ہو جاتا ہو جیسے پالتو جانورون مین سردی اور تری کا اثر اُن کے
بالون کی پیدائش پر پڑتا ہو۔

(۲) خاص اعضا کا کثرت استعمال یا ترک استعمال بھی اعضاے جسمانی پر
بہت اثر ڈالتا ہو۔ کثرت استعمال عضلات اور اعضا کو تقویت دیتا ہے
اور ترک استعمال اُنمین کمزوری پیدا کرتا ہو۔ اگر کسی بیماری کی وجہ سے ایک
گردہ کام کرنا چھوڑ دے تو دوسرے گردے کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہو اور وہ
موٹا اور بڑا ہو جاتا ہے۔ بوجھ اٹھانے کی مشق سے استخوان نہ صرف طاقتور
ہوتے ہین بلکہ بڑے ہو جاتے ہین۔ اسی طرح مختلف پیشے اعضاے جسمانی
پر مختلف اثر ڈالتے ہین۔ موروثی سپاہیون کی نسبت موروثی ملاحون کی
ٹانگین بڑی ہوتی ہین۔ گردن موٹی اور ہاتھ چھوٹے ہوتے ہین لیکن سپاہیون
کے سینہ کمر اور کولے نسبت ملاحون کے چوڑے اور بڑے ہوتے ہین۔

(۳) غالب گمان یہ ہو کہ اگر کسی فرقہ مین ایک پیشہ نسلاً بعد نسلٍ
جاری رہے یا کئی نسل تک ایک خاص حالت قایم رہے تو یہ تغیرات
موروثی ہو جاتے ہین یہی وجہ ہو کہ بچون کے ماں باپ اگر ایسے زمانہ مین
مر جائین کہ انھون نے اپنی اولاد کو اپنا فن نہ سکھایا ہو مگر پھر بھی بچون مین
اُس پیشہ کی طرف خاص میلان قائم رہتا ہو اور وہ اُس فن مین آسانی سے
عمدہ دستگاہ حاصل کر لیتے ہین۔ پیشہ ور لوگون کے بچون کے ہاتھ
پیدایش کے وقت بھی امرا کے بچون کے ہاتھون سے کسی قدر بڑے
ہوتے ہین۔ دیہاتی اور دہقانی لوگ چونکہ کچی اور سخت چیزین زیادہ
کھاتے ہین جنکو انھین خوب چبانا پڑتا ہو اس سبب سے اُنکے جبڑے
بڑے اور مضبوط ہو جاتے ہین، اور پیدایش کے وقت بھی بچون کے
تلوون کی کھال بہ نسبت جسم کی کھال کے زیادہ سخت ہوتی ہو جسکی وجہ یہ ہے
کہ زمین پر پھرنے کی عادت کی وجہ سے اُنکے تلوون کی کھال سخت ہو گئی
ہے۔ امریکہ کے وحشیون کی نسبت یورپین لوگون کے بعض حواس خصوصاً
نظر کمزور ہوتی ہو۔ ان لوگون کے دماغون کا امتحان کرنے پر معلوم ہوتا ہو
کہ امریکہ کے اصلی باشندون کی کھوپڑی کے جوف جو حسیات اعضاے حس سے
قبول کرتے ہین یورپین اشخاص کی نسبت بڑے ہوتے ہین۔ غرض
مشاہدات اس قیاس کے موید ہین کہ نہایت قدیم زمانہ مین جس طرح
ممالک کی آب و ہوا اور زندگی کی حالتون مین تغیر ہوتا گیا، انسان کی
ہیئت جسمانی کیفیت مزاج اور خصائل مین بھی فرق پڑتا گیا ہوگا۔

انتخاب طبعی — ہم دیکھتے ہین کہ انسان کی جسمانی اور ذہنی کیفیتین اور
حالتین بدلتی رہتی ہین اور ان تبدیلیون کے علل و اسباب ویسے ہی
ہوتے ہین جیسے کہ دیگر حیوانات کے۔ انسان روے زمین پر دور دور
پھیلا ہوا ہو اور جب وہ ایک ملک سے نقل مکان کرکے دوسرے ممالک
مین گیا تو اُسپر بہت سی مختلف حالتون کا ضرور اثر پڑا ہوگا۔ قدیم زمانہ
مین بھی جب انسان کے اجداد اسقدر بڑھ گئے کہ جس مقام پر وہ رہتے
تھے، وہان کی پیداوار اُنکے گزارہ کے لیے کافی نہ رہی تو اُنکو قیام حیات
کے لیے جد و جہد کرنی پڑی ہوگی۔ اور فطرت کے اُس سخت قانون نے جو
انتخاب طبعی کہلاتا ہو ان پر عمل کیا ہوگا یعنی وہ باشندے جن کے قواے اور
طبیعتین ملک کی آب و ہوا اور مرز و بوم کے خواص کے موافق ہونگی وہ
بہت پھولے ہونگے۔ اور جن کے قواے جسمانی اور طبعی اُسکے ناموافق ہونگے
وہ رفتہ رفتہ کم ہوتے گئے ہونگے۔ قدیم زمانہ مین خوراک حاصل کرنیکے

طریقون مین فرق پڑنے یا مرز و بوم کی کیفیت کے بدلنے سے جب انسان کے سلسلے کے کسی حیوان کی عادات و طریق زندگی مین اس قسم کا فرق پڑتا ہوگا کہ اس کا درختون پر زندگی بسر کرنا کم ہو جائے تو وہ رفتہ رفتہ چوپایہ یا دو پایہ جانور بنجاتا ہوگا۔ مثلاً بابون پہاڑی ملکون مین رہتے ہین اور کچھ ایسی ہی ضرورت ہو تو درخت پر چڑھتے ہین اس وجہ سے انکی چال ڈھال بالکل کتون کی سی ہوگئی ہے۔ صرف انسان ہی ایسا حیوان ہو جو سیدھا کھڑا ہوا اور دو پایہ بنا، اور اسکو یہ شرف اسکے ہاتھون کے طفیل نصیب ہوئی جنکی حیرت انگیز ساخت اس قسم کی واقع ہوئی ہو کہ وہ انسان کے ارادہ کے بالکل تابع ہین لیکن یہ ہاتھ انسان کے کامون مین پورے طور پر مدد نہ دے سکتے، اگر وہ انسان کے جسم کا بوجھ سنبھالنے اور درختون پر چڑھنے کے کامون مین مصروف رہتے۔ بلکہ ہاتھون کا پورا استعمال کرنے کے لئے ہاتھ اور بازو بلکہ جسم کے بالائی حصہ کو بالکل آزاد رہنا بہت ضرور ہے۔ اسی واسطے انسان کے پاؤن چپٹے اور انگوٹھا اتنا چھوٹا ہو کہ وہ گرفت کے کام مین بالکل نہین لایا جاسکتا۔

علم[1] الاعضا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہو کہ تمام حیوانات کے جسم مین قدرت کا یہ اصول جاری ہے کہ جب ہاتھون مین گرفت کی قوت کامل ہوتی جاتی ہے تو پاؤن مین جسم کو سہارنے اور رفتار کی قوت ابڑھتی جاتی ہے۔ بندرون کی اقسام مین بعض ایسے بندر ہین جو چوپایہ اور دو پایہ کی درمیانی حالت مین ہین مثلاً گوریلا دو پاؤن سے جھوتا ہوا چلتا ہی۔ بعض قسم کے ہائی لوبیٹ[2] بغیر سہارے دو پاؤن سے چل اور دوڑ سکتے ہین لیکن انکی رفتار بیڈھنگی ہوتی ہے۔ انسان بالکل سیدھا کھڑا ہوتا اور چلتا ہو۔ زمانہ کی جدو جہد اور ان فائدون نے جو ہاتھون کے کامل استعمال سے حاصل ہوتے تھے، انسان کو دو پایہ بنادیا کیونکہ اس حالت مین وہ پتھرون اور لاٹھیون سے اپنی حفاظت کرنے اور شکار پر حملہ کرنے اور خوراک جمع کرنے کے زیادہ قابل ہوسکا۔ ان افراد کی نسل جن کے قوا اس غایت کے حصول کے زیادہ موافق تھے عرصہ دراز مین خوب بڑھ گئی اور جن افراد نے اس قسم کی ترقی نہ کی وہ کم ہوتے ہوتے ناپید ہوگئے۔ انسان کے اسلاف جون جون سیدھے ہوتے گئے اور انکے قدمین استواری اور ہاتھ اور پاؤن مین گرفت کی طاقت آتی گئی اور جون جون انکے پاؤن اور ٹانگین جسم کو سہارنے اور لے چلنے کے قابل ہوتے گئے، اسی قدر ان مین اور تغیرات بھی پیدا ہوتے گئے ہونگے جو ہاتھ پاؤن کے ان تغیرات کے لیے لازمی تھے مثلاً دانت چھوٹے ہوگئے کیونکہ جب انسان اپنی محافظت کا انتظام ہاتھون سے کرنے لگا نیز چیرنے پھاڑنے کے لیے اسکو دانتون کی مدد کی ضرورت نہ رہی تو دانتون کا استعمال کم ہوگیا۔ دانت گھٹے تو جبڑے بھی چھوٹے ہوگئے جب انسان ہاتھون سے طرح طرح کے کام لینے لگا تو اسکو ان کامون کے سرانجام کے لیے دماغ پر بھی زور ڈالنا پڑا اور اسوجہ سے انسان کی دماغی قوتون اور ذہنی طاقتون مین ترقی ہوئی اور خود دماغ کی مقدار بھی بڑھ گئی۔

کھوپڑی کی وسعت اور دماغ کا وزن بڑھنے نے انسان کی ریڑھ کی ہڈی پر بہت بڑا اثر ڈالا اور اسکو سیدھا کھڑا رہنے مین مدد دی اور جب یہ تبدیلی واقع ہوئی تو دماغ کے وزن کے اندرونی اثر نے کھوپڑی کی وضع بھی بدل دی۔ علم حیوانات کا مشاہدہ کرنے سے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہو کہ اعضا سر کی حرکتین یا انپر خارجی تاثرات کھوپڑی کی وضع اور صورت بدل دیتے ہین۔

جسمانی ترکیب کو چھوڑکر اب قوا عقلی اور دماغی پر غور کرو۔ اس

[1] وہ علم جسمین زندہ اجسام (خواہ حیوانات ہو یا نباتات) کی زندگی کے قانون اور ان کے عمل اور طرز عمل سے بحث کی گئی ہے

[2] ایک قسم کا بندر جس کے بازو بڑے ہوتے ہین۔

باب مین ڈارون لکھتا ہے کہ اگر ایک طرف ایک ایسے وحشی شخص کو دیکھو جو چار سے زیادہ گنتا نہین جانتا اور دوسری طرف ایک اعلی قسم کا ایپ لیکر اسکو خوب سدہاتا و اور پھر اُن دونون کے قواے عقلی کا مشاہدہ کرو تو یہی معلوم ہوگا کہ وحشی آدمی کے قواے مدرکہ ایپ سے بہت زیادہ ہین لیکن بات یہ ہے کہ انسان اور حیوان کے قواے عقلی و نفسانی مین اگرچہ مدارج کا فرق بہت زیادہ ہے لیکن حیوانات مین وہ تمام قوتین موجود ہین جو انسان مین ہین، اور بعینہ انسانی قوتون کا خاکہ ہین۔ حیوانات بھی خوشی رنج راحت و تکلیف محسوس کرتے ہین۔ جذبات کا اثر ان پر بھی اسی طرح ہوتا ہے جیسا کہ انسان پر۔ اگر آقا ایک کتے کو پیار کرے، تو دوسرے کتون کو حسد ہوتا ہے۔ یہی حال بندرون کا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور صرف خود ہی محبت نہین کرتے بلکہ انکے دل مین یہ بھی خواہش ہے کہ دوسرے بھی انسے محبت کرین۔ کتا جب کبھی کوئی کرتب سیکھ لیتا ہے تو بڑا فخر کرتا ہے کتے سے شرم خوف و حیا کے جذبات بھی ظاہر ہوتے ہین۔ ابتداء عمر مین انسان جو کچھ سیکھتا ہے وہ دوسرون کی نقل اُتارنے سے سیکھتا ہے۔ حیوانات کا بھی یہی حال ہے۔ بلی کے بچے جو کچھ ماں کو کرتا دیکھتے ہین خود بھی فوراً ویسا ہی کرنے لگتے ہین۔ قواے عقلی کی ترقی کے لیے توجہ کی بہت ضرورت ہے۔ جانورون مین بھی یہ قوت پائی جاتی ہے۔ وہ بہت غور سے اپنے مطلب کی چیزون کو دیکھتے ہین اور جب شکار کی گھات مین بیٹھے ہون تو ہمہ تن مصروف ہوجاتے ہین بعض جانورون کا حافظہ بہت تیز ہوتا ہے کتے برسون بعد اپنے آقا کو پہچان لیتے ہین۔ ماہرین علم حیوانات نے مشاہدہ کیا ہے کہ چیونٹیان مہینون بعد بھی اپنے گروہ کی چیونٹیون کو پہچان لیتی ہین۔

ڈارون نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حیوانات مین قوت تخیل استدلال وغیرہ بھی پائی جاتی ہے۔ اس بیان سے اسکا مطلب یہ ہے کہ جسطرح انسان کی ترکیب جسمانی قانون تغیر کے بموجب بدلتے بدلتے ایسی مختلف ہوگئی کہ علم حیوانات و علم تشریح مقابلہ کے ماہر بھی نہایت غور و خوض سے ان مین مماثلت و مشابہت کا پتہ چلا سکتے ہین، اسی طرح قواے طبعی و دماغی بھی بدلتے بدلتے اس درجۂ کمال پر پہونچے ہین کہ اب حیوانات کی یہ قوتین انسانی قوتون کا صرف خاکہ رہ گئی ہین لیکن ترکیب جسمانی کی طرح قواے عقلی کی اصل بھی حیوانات مین موجود ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ انسان نے ایپ وغیرہ حیوانات سے ترقی کر کے انسانی صورت اختیار کر لی ہے بلکہ یہ دونون کسی ایسی نوع کے ترقی یافتہ صورت مین جو اب مفقود ہے۔

خلقت انسان کے متعلق بعض محققین کی راے

یہ ڈارون اور اس کے متبعین کے قیاسات ہین لیکن بعض محققین کی یہ راے ہے کہ انسان کی خلقت دیگر حیوانات سے الگ واقع ہوئی ہے۔

ساموئیل لینگ کی رائے

ساموئیل لینگ[1] جو علوم جدیدہ کا بہت بڑا ماہر اور ڈارون کے مسئلہ ارتقا کا مداح ہے اسکی بھی یہ رائے ہے کہ ادنی درجہ کی کوئی قوم اور اعلی درجہ کے ایپ مین جو اسوقت دنیا مین موجود ہین اسقدر فرق ہے کہ یہ ممکن نہین معلوم ہوتا کہ انسان ایپ کا ترقی یافتہ فرد ہو۔ ایک حبشی بھی جس کے قواے دماغی بہت کمزور ہوتے ہین چمپانزی یا گوریلا سے بہت دور ہے یہانتک کہ مادرزاد دیوانہ بھی جس کا دماغ بہت چھوٹا اور جسکی فراست نہایت کم ہوتی ہے ایک ایسا انسان ہے جس کے قواے ذہنی نہایت محدود ہوتے ہین لیکن ایپ نہین ہے۔ بڑے سے بڑے گوریلا کا دماغ کمزور سے کمزور جوان آدمی کے دماغ سے ½ ہوتا ہے

[1] ساموئیل لینگ، ۱۲ دسمبر ۱۸۱۲ء کو بمقام اڈنبرگ پیدا ہوا سینٹ کالج کیمبرج مین تعلیم پائی۔ ابتدا مین محکمہ ریلوے مین ملازم رہا اور ۱۸۶۵ء مین جب وہان سے علحدہ ہوا تو علمی کتابون کا سلسلہ شروع کیا۔ اسکی تصنیفات بیشتر زمانہ حال کی سائنٹیفک تحقیقات کی نسبت ہین اور انسان کے متعلق بعض اعلی درجہ کے مضامین لکھے ہین۔

، رقوی آدمی کے دماغ سے ہے ایک تندرست آدمی کا مغز وزن
ن ۱۳۱ یا ۱۴۲ آونس سے کبھی کم نہیں ہوتا۔ اور انسان کے دماغ
اوزن اوسطاً ۴۸ یا ۴۹ آونس ہے لیکن گوریلا کا دماغ زیادہ سے زیادہ
۲۰ آونس ہوتا ہے۔ انسان جو کچھ تجربے حاصل کرتا ہے وہ اُن سے حیوانات
کی طرح صرف جزئی فائدہ ہی نہیں اُٹھاتا بلکہ وہ اُن تجربات سے اصول
قوانین استنباط کرتا ہے اور نہ صرف خود زندگی بھر اُن اصول پر
قائم رہتا بلکہ اُس کی آیندہ نسلیں بھی اُن پر کاربند ہوتی ہیں اور راہ نمائی
حاصل کرتی ہیں۔

ہکسلے کی رائے | ہکسلے کا بیان ہے کہ انسان اور ایپ کے ٹائپ
میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ انسان کے اعضا کی ترتیب اس طرح پر
ہے کہ وہ چلنے والا حیوان ہے۔ درانحالیکہ ایپ درختوں پر چڑھنے
والا ہے۔ اس واسطے انسان ایسے اجداد سے پیدا نہیں ہو سکتا جو اس
وضع کے ہوں۔ اس کے علاوہ گوریلا کی ہر استخوان میں ایک خاص قسم
کا ایسا نشان ہوتا ہے کہ وہ انسان کی اُسی مقام کی ہڈی سے الگ تمیز کی
جا سکتی ہے۔ اور جسم انسان کے فاصل (آثار متحجرہ) سے جو اب تک برآمد
ہوئے ہیں انسان کا بن مانسوں کی جنس کی طرف سے صعود کرنا ظاہر
نہیں ہوتا۔

گریشی لٹ کی رائے | گریشی لٹ لکھتا ہے کہ ایپ میں دماغ کا وہ حصہ جو
کنپٹی کے پاس اور سر کے وسط میں ہوتا ہے پہلے نشوونما پاتا اور اس کی
شکنیں پہلے ظاہر ہوتی ہیں۔ اُس کے بعد اندرونی اور سامنے کے حصے
میں شکنیں ظاہر ہوتی ہیں اور وہ حصے نشوونما پاتے ہیں لیکن انسان کے دماغ
کی نشوونما اس کے برخلاف ہے۔ انسان کے دماغ کے سامنے کے
حصے کی شکنیں پہلے ظاہر ہوتی ہیں اور وسطی حصہ کی بعد میں۔ اس سے
ظاہر ہے کہ انسان کسی ایسی نوع سے نہیں ہو سکتا جس کی دماغی ترکیب
اُس کی دماغی ترکیب کا عکس ہو اور اس لیے وہ بن مانسوں کی نسل
سے نہیں ہے۔

مسٹر پال ٹرپی کین کی رائے | مسٹر پال ٹرپی کین اپنی کتاب علم الانسان
میں کہتے ہیں کہ فی الحقیقت سیدھا کھڑا ہونا اور چلنا صرف تعلیم اور
سکھلانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ انسان کے جسم کی ساخت ہی
دوسرے جانوروں سے ایسی مختلف ہے کہ اُس کو سیدھا کھڑا رہنے
میں بہت سہولت ہے۔ مثلاً کتے یا گائے کے اعضا اس قسم کے
بنے ہیں کہ وہ چاروں پاؤں پر ہی چل سکتے ہیں۔ اس سے کم درجہ
پر ایپ کی کیفیت ہے۔ اور انسان کو سیدھا کھڑا ہونے کے لیے اگرچہ
ابتدا کوشش کرنی پڑتی ہے لیکن اُس کا جسم ایسی ترکیب سے
بنا ہے کہ بہ نسبت دوسرے جانوروں کے وہ اپنا وزن بہت آسانی
سے تُلا ہوا رکھ سکتا ہے جب ایپ وغیرہ بندر انسان کی نقل اتارنے

---

۵۱ ٹامس ہنری ہکسلے تاریخ ۴۔ مئی ۱۸۲۵ء بمقام ری لنگ پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ میں حاصل کرنے کے بعد اس نے ڈاکٹری سیکھنی شروع کی اور علم تشریح میں عمدہ مہارت حاصل کی اور بحری فوج کے معالجہ کے لیے جہاز پر نوکر ہو گیا۔ ہکسلے کو علم موجودات کا بہت شوق تھا اور اُن سفروں میں جو اس کو اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کیلیے کرنے پڑے مشاہدہ قدرت کا بہت موقع ملا اور اس نے ایک ماہر علم موجودات کی حیثیت سے دنیا میں شہرت حاصل کی۔

۵۲ بن مانس (بندر وغیرہ) آنول نال والے جانوروں کی قسم کا ایک جانور ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں گبن، ایپ، گوریلا، چمپانزی اور رنگ اوٹانگ وغیرہ ترکیبوں میں ایک دوسرے کے مماثل ہیں اور یہی وجہ ہے ان میں اور دوسرے اقسام کے آنول نال والے حیوانات قراضہ یعنی کترنے والے جانور۔ حیوانات ذوحوافر یعنی کھُروار جانور۔ حیوانات آکلۃ اللحم۔ یعنی گوشت خوار جانور) میں فرق معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً استخوان کا طول، ہاتھ و پاؤں میں پانچ پانچ انگلیاں، دانتوں کی کامل قطار کھوپڑی اور دماغ کی ساخت، ایک حد تک سے اسلئے یہاں تک انسان ایپ سے مشابہت رکھتا اور اسی جنس میں داخل معلوم ہوتا ہے۔

اور سید حافظ احمد نے ذی ہوش ... کرتے ہیں وہ بہت وقت سے تھوڑی دیر لیسی تدبیر سے ... سکتے ہیں - وہ ایپ جو انسان سے بہت مشابہ ہیں وہ بھی درختون پر چڑھنے واسنے جانور ہیں اور درختون کی شاخون ... ہاتھ اور پاؤن سے پکڑ لیتے ہین - در اصل ایپ وغیرہ ... ہین اور ... پاسے جانور ... سے کے میانی ... ہین - لیکن ... انسان ہی ایک ایسا مخلوق ہے جس کے دونون ہاتھ اپنے خاص کامون کے لیے آزاد رہتے ہین - ولیس کی راسے[1] مین لکھتا ہو کہ یہ بالکل یقینی امر ہے کہ انتخاب طبعی کے طریقے پر انسان کی موجودہ نسل جس کے جسم پر بال نہین ہین حیوانات کی کسی ایسی نسل سے نہین پیدا ہو سکتی جس کے جسم پر بال ہون - کیونکہ ایسی تبدیلی بجاسے مفید ثابت ہونے کے کم از کم بعض لحاظ سے مضرت رسان ثابت ہوتی -

مہذب آدمی اپنے ہاتھون سے ہزارون طرح کے ایسے کام انجام دیتا ہی جو وحشی لوگ نہین کر سکتے - وہ انحالیکہ مہذب اور وحشی آدمی کے ہاتھونکی ساخت مین علم تشریح کی رو سے کوئی فرق نہین ثابت ہوتا - بناوٹ کے لحاظ سے ایک وحشی آدمی کا حلق بھی ایسا ہی ہوتا ہو جیسے ہمارے ان کے مغنی کا لیکن جو آوازین ان حلقون سے نکلتی ہین وہ کیسی مختلف ہوتی ہین ان باتون سے ولیس یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ وحشی آدمیونکے دماغ ہاتھ حلق مین مخفی قابلیت موجود ہوتی ہو جو عارضی طور پر بیکار رہتی ہی اور اسکا باعث انتخاب طبعی نہین ہو سکتا - نہ انسان مین یہ قدرت ہی کہ وہ اس قابلیت کو خود حاصل کر سکے بلکہ کوئی اور ارفع قدرت ہونی چاہیے جسنے ان قابلیتونکو خلق کیا ہو اور وہ قدرت حکمہ بالغہ الٰہی ہے -

انتخاب طبعی جو صرف قانون فطرت کے بموجب واقع ہوا ہو حیوانات کی وحشی اور جنگلی جنین پیدا کر سکتا ہی لیکن ضرور ہی کہ انسان کو قدرت ایزدی نے پیدا کیا ہو اور وہی ہمکو ایسے مدارج اخلاقی و عقلی پر پہنچا سکتا ہے جو بہت اعلیٰ و ارفع ہین -

حکیم سید شاہ ولی الدین چشتی

[1] الفرڈ رسل ولیس ایک انگریز علم موجودات کا ماہر ۱۸۲۳ء مین بمقام اسک پیدا ہوا ۱۸۴۸ء مین اس نے علم موجودات کا مشاہدہ شروع کیا اور اس غرض سے بہت سے ممالک کا سفر کر کے اپنے مشاہدات کو قلمبند کیا - اس نے بعض رایون مین ڈارون سے اختلاف کیا ہو -

(خیالات پریشان)

پاونیر بحیر لکھنؤ ماہ دسمبر مین ایک عشرت کدہ بنا ہوا تھا اسکے چپہ چپہ مین دل کو کھینچ لینے کی جو تاثیر ہمیشہ سے ہے وہ اس مہینے مین پورے طور پر اپنی کمربائی طاقت کو کام مین لا رہی تھی - سارا ہندوستان چارون طرف سے امنڈ آیا تھا - اور ہر طرف ایک میلا سا لگا نظر آتا تھا - اس کشش سے متاثر نہونا ہمارے قلم سے بھی باہر تھا - اُدھر احباب کو بھی اصرار کا موقع ہاتھ آیا خطوط اور طلبی کی وہ بھرمار ہوئی کہ بے لکھنؤ آئے چارہ کار نظر نہ آیا - آئے تو تھے کہ کانفرنس وغیرہ کی شرکت کے بہانے بچھڑے ہوئے دوستون سے بھی خوب جی کھول کر مل لینگے لیکن آہ! یہ وہ حسرت ہی جو کبھی پوری ہونیوالی نہین -

بہرحال اس موقعہ پر جہان تک ممکن ہوا دلچسپی سے وقت گزارنے کی کوشش کی گئی ہو ورنہ مدتونکے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ دل و دماغ کثرت کار کی الجھنون اور کشاکش سے فارغ اور ہجوم ترددات و افکار سے آزاد تھا لیلائے کتاب کا دیوانہ جسکو بغیر کتاب دیکھے سونا حرام ہو وہی کچھ اسکی قدر کر سکتا ہی - مگر کتاب تو تا کیان؟ آخر ایک دوست سے کہا کہ بھائی جاڑونکی پہاڑ سی راتین تنہائی و بے شغلی سے کاٹے نہین کٹتین کوئی کتاب ہی دیکھنے کیلیے دیجیے انھون نے بہت سے نام بتانے چاہے جن مین دریائے لطافت کو لیلیا ہو کہنے کو تو میر انشاء اللہ خان میرزا قتیل کی فارسی باتین ہین جو قواعد صرف نحو کی کتاب ہی مگر علوم معانی و بیان و بدیع اور بہت سی مفید باتین بھی جمع کی گئی ہین - یہ نادر کتاب چھپوا کر انجمن ترقی اردو نے ملک پر جو احسان کیا ہی وہ بڑے شکریہ کا مستحق ہی - بہرحال کتاب کو بڑے شوق سے اول سے آخر تک پڑھا اور

جسقدر کتاب کے وجود میں آنیکی مسرت ہوئی اُسیقدر بعض خیالات نے رنج بھی پہنچایا ہے کہ ہماری اس شیرین زبان کی عمر بہت چھوٹی نہیں ہے سیکڑون شاعر و ادیب اس نے پیدا کیے لیکن بدقسمتی ہے کہ جس طریقے اور موضوع پر دریا سے لطافت تصنیف کی گئی ہے ملک مین اور کوئی ایسی کتاب اُردو کی موجود نہین ہے اور کسی نے آشنا ہو کر ادھر توجہ کرتا صرف نحو مین البتہ سکرٹری صاحب انجمن ترقی اُردو نے ایک بسیط مفصل کتاب لکھی ہے۔ مگر علم ادب اور نظم و نثر سے جو فنون لطیفہ اور علوم تعلق رکھتے ہین اُن مین کوئی ایسی کتاب نہین لکھی گئی جو مجموعی حیثیت سے انشا پردازی اور علم ادب کی تمام ضرورتون کو پورا کرتی ہو علم بیان و معانی و بدیع پر ضرورت ہے کہ ایک مستقل کتاب نہایت مفصل اور مشرح تیار کی جائے جو تمام لوازم کی حاوی ہو۔ ایسے چھوٹے چھوٹے رسالے تو کئی نظر سے گزرے جن مین اختصار کے ساتھ اِن علوم سے بحث کر دی گئی ہے، مگر وہ بھی فارسی و عربی کی تقلید مین ورنہ اور کچھ بھی نہین۔ فارسی کے قواعد کی کتابون مین بھی مختصراً اِن باتون کا ذکر آجاتا ہے۔ اس وقت تک اُدھر کسی کا خیال نہ گیا اور کسی شاعر و ادیب نے بھی اِس کی ضرورت محسوس نہ کی اور اب جو انجمنین ترقی اُردو کی خدمت کے لیے جا بجا قائم ہو رہی ہین یا ہو چکی ہین اُن سے بھی توقع نہین کہ انگریزی ترجمون سے فرصت ملے۔ یہ صرف ہم لوگون ہی کا کام ہے کہ ایک ضخیم و بسیط کتاب ان علوم پر اُردو مین تیار کرین۔ اس وقت بھی ہندوستان مین اُردو کے ہزارون شاعر اور علم ادب کے نام لیوا موجود ہین لیکن کتنے ایسے ہون گے جو اچھی طرح عروض جانتے ہون، علم قافیہ سے واقف ہون، اور معانی و بیان و بدیع پر اُن کو عبور حاصل ہو، زبان کی فصاحت و بلاغت کو سمجھتے ہون، اُس کا کوئی معیار اُن کے ذہن مین ہو میرے خیال مین مشکل سے صرف چند ایسے لوگ نکل آئین گے ورنہ اکثر موزون طبع ہین۔ قدرت سے ایک طاقت دی گئی ہے اُس کو کام مین لانے کے سوا اور کچھ نہین جانتے۔

کاش! کوئی صاحب ہمت کرکے اس میدان مین قدم رکھین۔ اور بہتر ہوگا کہ یہ کام لکھنؤ مین کیا جائے۔ یہان نسبتہً آسانی رہے گی اول تو یہان ہر علم و فن کی کتابین بکثرت میسر آسکتی اور آتی رہتی ہین، پھر اُردو زبان کا یہ ایک صدر مقام و مرکز بھی ہے، اور اِس وقت جس قدر شعرا لکھنؤ مین ہین دعوی سے کہہ سکتا ہون کہ ہندوستان کے کسی بڑے سے بڑے شہر مین بھی اتنے نہ ہون گے۔

بہرحال عربی، فارسی، اُردو کی موجودہ کتابون کی مدد سے اگر لکھا جائے تو بہت کچھ کامیابی کی امید کی جا سکتی ہے۔ اِس مشکل کا آسان ہونا کچھ زیادہ دشوار نہین ہے۔ میرے خیال مین صرف ایک ماہانہ مشاعرہ کر دینا کوئی چیز نہین ہے اور نہ اس قسم کے جلسے تفریح کے سوا کچھ نتیجہ خیز اور مفید عام ہو سکتے ہین۔

اِسی دوران مین ایک اور خیال پیدا ہوا، اور وہ کس قدر دل دُکھانے والا ہے۔ مین نے بچشم خود دیکھا ہے کہ قدیم مطبوعہ اور قلمی نایاب دواوین اور نادر اُردو و فارسی و عربی کتب کا ذخیرہ نخاس مین کوڑیون کے مول فروخت ہوا کرتا ہے۔ اس طرح سیکڑون عمدہ عمدہ کتابین ناپید و منتشر ہو گئین۔ کاش لکھنؤ مین کوئی ایسا کتبخانہ ہوتا جو ان جواہرات گران مایہ کو مٹنے سے بچاتا، اور کم سے کم اساتذہ کے دواوین و تذکرہ جات اور اُردو کی قدیم تصانیف یک جا نظر آتے۔ اب بھی اگر یہ خیال قوت سے فعل مین آجائے تو بہت کچھ کامیابی کی امید کی جا سکتی ہے۔ یہ ایک خاص قسم کا کتب خانہ ہوگا جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے بے مثل و لاجواب کہا جا سکیگا۔ ورنہ بہت کچھ مٹ چکا ہے اور جو کچھ ہے وہ مٹا جا رہا ہے۔ البتہ یہان یہ کہنا ضروری ہے کہ نولکشور پریس نے جو احسانات اُردو زبان بلکہ علمی دُنیا پر کیے ہین، وہ کبھی فراموش کرنے کے لائق نہین۔ اُن کو بھول جانا کفران نعمت اور ایک ناقابل معافی گناہ ہے۔ سچ تو یہ ہے

کہ اگر اپنے تجارتی اغراض سے ایک بڑا کثیر سرمایہ اس نے نہ لگایا ہوتا تو
ہمارے قدیم اساتذہ کے دیوان اور تصانیف بالکل معدوم ہو چکے ہوتے
اور ڈھونڈے سے بھی نہین ملتے۔ اس کا یہ احسان ہے کہ ایک چیز میسر تو آجاتی
ہے گو یہ پیسہ اخبار غلط چھپائی پر بھی بدنام ہو گیا ہے۔ تاہم
آپ کا یا تو میر ہی کو لے لیجئے۔ میر کو خدائے سخن آپ کہتے ہین،
مگر سچ بتائیے کہ اس کے لخت جگر یعنی کلام کی آپ نے کیا قدر کی؟
کیا یہ شرم کی بات نہین کہ نہایت بُرے کاغذ پر غلط سلط اور
بدخط چھپا ہے اور آج تک کسی کو توفیق نہ ہوئی کہ پورا کلیات نہ سہی
اُس کا انتخاب ہی ایک نہایت عمدہ صورت سے پوری صحت کر کے
چھپوایا جاتا۔ کلکتہ کی ایشیاٹک سوسائٹی اور یورپ کے مستشرق
رئیسون سے سبق لینا چاہیے جو سیکڑون نسخون سے مقابلہ کر کے کس قدر
عمدہ طور پر نایاب و نادر عربی فارسی کتابین ہزارون لاکھون
روپیہ صرف کر کے طبع کراتے ہین، اور وہ کتابین بڑی بڑی قیمتون
پر ہاتھون ہاتھ بک جاتی ہین۔ لیکن ہماری بدنصیبی دیکھئے کہ قدیم
مصنفین کی کتابون کو روپی کے مول خریدنا اور دیکھنا بھی وبال
جان سمجھا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قوم و ملت مین اسلاف پرستی
نہین وہ کبھی شاہراہِ ترقی پر نہین آسکتی اور وہ قعر فنا
کی طرف جا رہی ہے۔ یہ وقت ہے کہ ہم جس طرح یورپ کی اور
بہت سی بیہودہ باتون مین تقلید کرتے ہین، اِن مفید و کارآمد
باتون مین بھی پیروی کرین، اور علمی دنیا مین اپنے کو للہ نہ ہنسوائین
دنیا مین غیرت و حمیت اگر کوئی چیز ہے، اور علم دوستی اگر کچھ اصلیت رکھتی
ہے، تو بہتر ہے کہ اب بھی ہم خواب غفلت سے چونکین، اور کھیل کود
کی باتون کو چھوڑ کر ادھر ہمتین مبذول کرین۔ وقت کی رفتار
برق کی رفتار سے کم نہین۔ دن گزرتے جاتے ہین، اور مشکلون
مین روز بروز اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر ہم محنت کرین تو بہت کچھ
ذخیرۂ نایاب ہاتھ آسکتا ہے۔ افسوس ہم کو یہ خبر نہین کہ قومون کی ذہنی
و مادی و روحانی ترقی کا اصلی راز یہی ہے کہ اسلاف کے کارنامون
کی قدر کی جائے اور اُن کی یاد زندہ کی جائے۔ ہم دیکھین کہ وہ کیا
کر گئے اور کیا کرتے تھے جو دنیا مین اسقدر مقبولیت حاصل کی۔
ہم بھی وہی کام کیون نہ کرین جس سے دوامی عزت حاصل ہو۔ مصر و شام
مین جب تک یہ خیال پیدا نہ ہوا عربی کا لاجواب ذخیرۂ علوم و فنون
مٹتا چلا گیا۔ ہزارون لاکھون جواہرات خاک گمنامی مین مل گئے بعض
کے نام رہ گئے، اور اکثر کے نام بھی معلوم نہین۔ مگر یورپ کی تقلید
مین کوشش ہو رہی ہے کہ قدیم تر تصانیف تلاش کر کر کے
محنت و صرف زر کر کے جس طرح بھی ممکن ہو ملک مین شائع کی
جائین مصر و شام پھر بھی پیچھے ہین۔ جرمن اور فرانس نے
اس قسم کی مساعی مین سب سے زیادہ حصہ لیا ہے اور اِن دونون
سلطنتون نے بڑی بڑی رقمین احیاء علوم کے لیے صرف کر ڈالی
ہین محض علم پروری کے لیے طبقات ابن سعد جو تاریخ کی ایک
مشہور و لاجواب کتاب ہے اور دنیا مین مفقود تھی، جرمنی کے
ایک مستشرق پروفیسر نے تقریباً بیس سال کی لگاتار محنت سے
اُس کو بہم پہنچا کر طبع کرایا اور قیصر جرمنی نے جو اب خون خوار مشہور
ہے ایک لاکھ روپیہ صلہ مین دیا۔ اس طرح فرانس اور جرمنی
کے علاوہ یورپ کے دیگر مقامات مین بھی بڑے پیمانے پر یہ
کام ہو رہے ہین۔ ہالینڈ مین ایک بہت بڑا پریس "بریل" ہے
جس نے سیکڑون ہزارون عربی و فارسی کی قدیم و نایاب کتب
بہم پہنچا کر اور متعدد نسخون سے صحت کر کے طبع کر ڈالین گِب
میموریل سیریز خاص طور پر دیکھنے کے قابل ہے اور جسطرح انگریزی
کتابین جلد کی عمدگی اور نفاست طبع کے لحاظ سے بھی لائق دید ہوتی
ہین ویسے ہی یہ عربی و فارسی کی کتابین بھی ہین۔ بخلاف اس کے

ہمارے لائق علم دوستون کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی ایسی نادر کتاب
پا بھی جاتے ہین تو اُس کو ہوا بھی نہین لگنے دیتے خواہ اُن کے بعد
اُس کا حشر کچھ ہی ہو۔ مصر و بیروت مین اس کا خوب احساس ہوگیا
ہے مگر ایشیا مین اور ممالک کی یہ حالت نہین ہے۔ وہان علاوہ
قدیم علمی و ادبی و تاریخی اور لغت کی تصنیفات کے ایام جاہلیت
کے شعراء کے دواوین کس قدر محنت و تلاش کے بعد عمدہ خوبصورت
طبع کیے گئے ہین۔ ان کی شرحین لکھی گئین قدیم دقیق الفاظ جو اب ترک
کیے گئے، اُن کا حل جا بجا کیا گیا، اور تمام ملک مین اُن کی قدر
کی جاتی ہے۔ لیکن ہماری حالت اس کے بالکل خلاف ہے۔
اگر ہم اُردو کو زندہ رکھنا اور علمی زبان بنانا چاہتے ہین تو ضرورت
ہے کہ ایسے جواہر پارون کا کھوج لگائین لیکن افسوس! ہماری
حالت یہ ہے کہ پرانی کتابون کا پڑھنا بھی بار ہے اور کیونکر نہ ہو۔
ایک کلیات سودا بازار سے لے آئیے، اور پڑھنا شروع کیجیے
سیکڑون اور ہزارون الفاظ ایسے ملین گے جن کو اور لوگ تو
کیا اہل لکھنؤ و دلی بھی نہ سمجھ سکین گے، جن کو اہل زبان ہونے کا بڑا
دعویٰ ہے۔ اُن کی شرحین لکھنا، محنت اور متعدد نسخون سے
اُن کی صحت کرنا اور برسہا برس کی لگاتار محنت کے بعد عمدہ چھپوانا
تو ایک ایسا کام ہے جس کا خیال بھی دل مین نہین پیدا ہوتا۔ پڑھنا
اور دیکھنا ہی تضیع اوقات و فعل عبث سمجھا جاتا ہے۔ مگر ایسا سمجھنا
نہایت لغویت اور ہماری کوتاہی خرد کی دلیل ہے۔ اس کا نتیجہ
ہوا کہ روزمرہ کی بول چال مین انسان کو جن الفاظ کی ضرورت
ہوتی ہے وہی رہ گئے اور اب الفاظ کا دائرہ روز بروز تنگ
ہوتا جاتا ہے ہزارون نئے عربی، فارسی، انگریزی الفاظ اُن کی
جگہ لیتے جاتے ہین۔ ہم یہ نہین کہتے کہ جدید علوم کی ترقیون کی
ضرورت نہین یا مصطلاحات کی حاجت نہین مگر اس شعبہ سے بے اعتنائی
کرنا بھی ہماری بد مذاقی کی دلیل ہے۔ کیا دُنیا کے سب لوگ ایک
ہی کام کرتے ہین۔ یہ بالکل کارخانۂ قدرت کے خلاف ہے کوئی کسان
ہے اور کوئی تاجر۔ ہر ایک فرقہ کی خدمات کی نوعیت جداگانہ ہے۔
پھر ہم کو کیون نہ اس اصول سے باخبر ہونا چاہیے!

یہ داستان ایک دردانگیز داستان ہے۔ کاش کوئی باہمت
کھڑا ہو۔ اور ایک جماعت کو اپنا رفیق سفر بنا کر اس راہ مین اپنی کشتی
ڈال دے۔ مایوسی کی کوئی وجہ نہین۔ دُنیا کو اب نہین تو کبھی نہ کبھی ادھر
توجہ کرنا پڑے گی مگر اُس وقت کام اور دشوار ہو جائے گا۔ اخلاف
ہم اسلاف کی بے حسی پر نفرین کرین گے، اگر درحقیقت اُردو
زبان کی قسمت مین عروج اور زندہ زبان بننا ہے تو یہ دن جلد
آنے والے ہین۔ ورنہ ایک نہ ایک دن سب کو فنا ہے۔

آپ جانتے ہین اوس سے پیاس نہین بجھتی۔ دوسرے تیسرے
دن پھر اُنھین دوست سے اور کتاب کی فرمائش کی گئی اور بہت
سے نام سننے کے بعد خمخانۂ جاوید کو لے لیا۔ یہ ایک جدید
تصنیف اور ضخیم تذکرۂ شعرا ہے۔ مین اخبارات مین اس کے ریویو
بھی دیکھ چکا تھا اور عرصہ سے اشتیاق تھا۔ دیباچہ سے پڑھنا شروع
کر دیا۔ تذکرہ کی ضخامت دیکھ کر تو خیال ہوا تھا کہ مدتون سے جو آرزو
دل مین دبی تھی وہ آج پوری ہو گئی۔ آب حیات کے بعد یہ تذکرہ اس
کا تتمہ ہوا۔ اور اس مین شک نہین کہ ہندوستان کی عام زبان اُردو
کا یہ اتنا بڑا تذکرہ ہے کہ نہ اس سے بڑا لکھا گیا اور نہ امید ہے کہ آئندہ
لکھا جائے۔ مگر افسوس ع

مادر چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

اُس کے دوران مطالعہ مین جو خیالات پیدا ہوئے اُن کا ذکر بھی کرنا
مناسب ہے۔

دنیا کی ہر ترقی یافتہ و مہذب زبان میں شعر و سخن کو ادبیات و علوم کا ایک جزو قرار دیا گیا ہے اور اس کی خدمت کرنا اپنی قومی ہستی کا ایک ضروری فرض سمجھا گیا ہے۔ مگر بدنصیب اردو کی حالت اس کے خلاف ہے اس پر ہنسا جاتا ہے اور اس کی تحقیر کی جاتی ہے۔ اس میں جس قدر تعلیم یافتہ لوگوں کی زیادتی ہے اتنی نہیں تو کسی قدر شعراء کی پست خیالی اور بعض دوسری بےضابطگیوں کو بھی دخل ہے مشاعرے کی رفتار بھی اگر زمانہ کی رفتار کے قدم بقدم ہوتی تو ہمیں اپنے بھائیوں کی گلہ سنجی کا کوئی موقع نہ ملتا۔ اب تک بہت سی ایسی باتیں بھری ہوئی ہیں جن کو سنتے سنتے کان تھک گئے اور دل اکتا گیا مگر ہم ان کو انہیں پرانے ہوئے ہیں۔ دنیا کی رفتار ترقی تو یہ ہے کہ پیام خبر رسانی کے لیے تار اور "لاسلکی" یعنی بےتار کی تار برقی ایجاد ہو چکی، اور رات دن اس سے کام لیا جاتا ہے۔ سیکڑوں کوس سے تھوڑی دیر میں تبادلہ خیالات کر لینا ایک کھیل ہو گیا ہے مگر ہمارے شاعر ابھی تک کبوتروں ہی سے پیغام رسانی کا کام لے رہے ہیں اور ہمیشہ جب دیکھیے خون کبوتر یا قاصد کی لاش آتی ہے۔ سواری کے لیے موٹر سائیکل ریلوے ایجاد ہو چکی۔ دم بھر میں انسان میلوں کا سفر کر سکتا ہے، اور رئیسوں میں موٹر لینڈ ٹو کا ہونا داخل وضعداری ہو گیا ہے۔ مگر ہمارا شاعر جب بیابان کی خاک چھاننے جاتا ہے تو پا برہنہ اور پھر خار مغیلان اس کے پیروں کو اس قدر چھلنی چھلنی کر دیتے ہیں کہ چلنا دشوار ہو جاتا ہے یا چلتے چلتے چھالے پڑ جاتے ہیں کہ قدم اٹھانا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ بیچارہ قیس جسکو صحرا نوردی کا خاص ذوق ہے اور جس کا فرض زندگی اس کے سوا ہے ہی نہیں کبھی سواری پر سفر نہیں کرتا۔ یہ دیوانہ سواری کو کیا جانے! بی لیلیٰ ان کی چہیتی جب ان کی خاطر کسی دشت و وادی کی طرف جاتی ہیں تو ناقہ و محمل ہی سے کام پڑتا ہے۔ خاک اڑتی جاتی ہے اور بی لیلیٰ شتربان کے شتر غمزے اٹھاتی ہوئی اس کی للو پتو کرتی ہوئی راستہ سے پھیر کر منزل مقصود کی طرف لانے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ میاں قیس سے ملاقات ہو جائے۔ اسی طرح یورپ میں سائنس نے حربیات اور فنون جنگ میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ بم پھینکنا گیس چھوڑنا مشین گن توپوں سے گولے برسانا اور سیکڑوں طریقے ہیں، جن سے دشمن کو سخت سے سخت نقصان پہنچایا جا سکتا ہے لیکن بھولے سادہ دل و سادہ مزاج شاعر اور اس کے معشوق میں عجیب قسم کی لڑائی ہوتی ہے معشوق تیر نظر اور تیغ ابرو اور مژگان کی سنانوں سے کام لیتا ہے۔ اپنے حریف کو اسیر کرنے کے لیے زلفوں سے مشکیں کس لیتا ہے۔ اور سخت سزا دینا مقصود ہوتی ہے تو ناگنوں سے ڈسواتا ہے، اور اس قسم کے سیکڑوں مفروضہ مظالم ہیں جو عاشق زار کی جان ناتوان پر کیے جاتے ہیں۔ اور جو اس کے خرمن جان کے لیے برق خاطف کا کام کرتے ہیں۔ اور مزا تو یہ ہے کہ شاعر صاحب مرنے کے بعد بھی چین نہیں پاتے قیامت تک فریاد کیا کرتے ہیں۔ مگر داور محشر کے یہاں بھی ان کی شنوائی نہیں ہوتی ہے۔ غرض ایسی بہت سی باتیں ہیں جن کو مبالغہ کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔

خیر یہ تو مذاق تھا۔ انصاف شرط ہے۔ تیر نظر میں جو بات ہے وہ مشین گن میں کہاں۔ زلف کی ناگنوں سے ڈسوانا جو مزہ رکھتا ہے وہ امریکہ کی جان سلب کرنے والی برقی مشین سے کب حاصل ہو سکتا ہے محمل کی سواری میں جو لطف میسر ہے وہ موٹر اور ریلوے میں کیونکر میسر آئے۔ اس کا فیصلہ مذاق سلیم پر منحصر ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ہم کو بھی اصلاح خیالات کی ضرورت ہے۔ بیانیں بھی جدت چاہیے اور مضامین میں بھی ندرت۔ سڑی گلی ہڈیاں کب تک جھنجھوڑا کریں گے۔ ادھر گو غزل جان شاعری ہے مگر نزاکت خیال کا خیال بھی لازمی ہے۔

میرا ایک اور بھی خیال ہے ۔ وہ یہ کہ ترتیب دواوین و تذکرہ کا پُرانا طریقہ یہ ہے کہ ردیف وار غزلیں اور نام ہوتے ہیں یہ نہایت فرسودہ طریقہ ہے اور اس کی پابندی فضول ہے زمانہ وار ترتیب ہونا چاہیے! اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ بلند و پست کلام یکجا نہ ہوگا ۔۔۔ شاعر کی تدریجی ترقی کا حال دیکھنے والے پر کھلتا رہے گا عجب مشکل ہے کہ ردیف وار ہونے کی وجہ سے سنہ ۱۲۹۰ھ اور سنہ ۱۳۲۰ھ کی کہی ہوئی غزلیں یکجا ہو جاتی ہیں ۔ دونوں کو پڑھنے سے اس قدر فرق نظر آتا ہے کہ قوت فیصلہ کو بھی حیران ہونا پڑتا ہے اور ادھر خیال منتقل ہی نہیں ہوتا کہ ایک غزل تیس برس پہلے کی کہی ہوئی ہے ہندوستان ہی میں امیر خسرو کو لیجئے جن کی شہرت نہ صرف ایشیا بلکہ یورپ میں بھی ہے انھوں نے اپنے دواوین کو زمانہ کے لحاظ سے مرتب فرمایا۔ ایک دیوان ابتدائی ہے' دوسرا شباب کا' تیسرا ادھیڑ عمر کا' اور چوتھا بڑھاپے کا ۔ یہ غالباً چار دیوان ہیں۔

ایک بڑی خرابی ردیف وار میں یہ ہے کہ خواہ مخواہ ردیفیں پوری کرنے کے لیے زبردستی غزلیں کہنا پڑتی ہیں ۔ اور وہ اس قدر بے مزہ اور فضول بکواس ہوتی ہے کہ پڑھنا بھی ناگوار ہوتا ہے۔ خود شاعر کا جی نہیں چاہتا کہ شامل دیوان کرے مگر رسم کی پابندی مجبور کرتی ہے محض آورد اور ہٹوٹ ہوتی ہے ۔حالانکہ شاعری ہٹوٹ کا نام نہیں بلکہ حقیقی جذبات کا اظہار بصورت نظم اور اس کو خوبی سے ادا کرنا شاعری ہے ۔ شاعری مرقع جذبات اور تصویر افکار کا نام ہے ۔ جب تک اس میں کوئی بات کوئی اثر نہ ہو (خواہ وہ اثر غم ہو یا اثر مسرت) اس وقت تک صحیح معنوں میں وہ شعر نہیں بلکہ محض کلام موزون ہے حالانکہ ع

شاعری نام ہے جذبات کی موزونی کا!

اب تذکروں کو لیجئے۔ اُن کی حالت اور زیادہ افسوس ناک و اصلاح طلب ہے ۔ میری نظر میں صرف آبِ حیات ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُس کو تذکرہ کہا جا سکے ۔ ضرورت ہے کہ ملک میں آبِ حیات کے اور حصے شائع کیے جائیں اور اُسی قابلیت سے لکھے جائیں جس طرح کہ آبِ حیات لکھا گیا ہے ۔ صاحب خمخانہ نے بھی محنت کی ہے اور تذکرہ نویسوں نے بھی ۔ مگر اُس کو تذکرہ کہنا بیجا نہیں معلوم ہوتا۔ باوجودیکہ مصنف صاحب ایم۔اے اور تعلیم یافتہ ہیں مگر خمخانہ ایک نظم کہنے والوں کی فہرست مع نمونۂ کلام ہے۔ دنیا کی ہر زبان میں سیکڑوں برائے نام شاعر پیدا ہوتے ہیں لیکن وہ اور اُن کا کلام بہت جلد فنا ہو جاتا ہے جس شاعر کا کلام زندہ رہے وہی اصلی شاعر ہے۔ اور صرف ایسے ہی شاعروں کے حالات و تنقید کلام لکھنا تذکرہ نویس کا فرض ہے تخلص اور نام اور ایک دو شعر لکھنا فضول سی بات ہے کسی گلدستہ میں کسی کا کلام دیکھا اور درج تذکرہ کر لیا یہ تذکرہ نویسی نہیں ہے۔ اور ردیف وار ہونے کی وجہ سے ایک عجیب خلط ہو گیا ہے کہ سنہ ۱۲۲۰ھ ہجری اور سنہ ۱۳۲۰ھ کے شاعر ایک جگہ نظر آتے ہیں اور کلام میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

قدرت کا ایک مقررہ قاعدہ ہے کہ جب تک باہم تناسب نہ ہو حسن و خوبی نہیں پیدا ہوتی ۔ حسن درحقیقت بالفاظ دیگر تناسب کا نام ہے ۔ مگر ہمارے تذکروں اور دواوین میں یہ بات کہاں سے آئی؟ خمخانہ پر اعتراض میرا مقصود نہیں بلکہ عام مذاق دکھانا ہے اور اُس کا نام تمثیلاً لیا گیا ہے ۔ اگر ہم اور ہمارے خیالات میں جدت نہیں' تازگی نہیں' اور ہمیشہ پُرانی لکیر کے فقیر بنے رہے تو یقیناً ہمارا لٹریچر (علم ادب) بہت جلد فنا ہو جائیگا اور جلد مردہ ہونیوالا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی بے اعتنائی اور قدیم روش کے بزرگوں کی وضعداری' پھر کسی سلطنت کا سرپرست نہونا اور برادران وطن کی مخالفت' یہ ایسی باتیں ہیں جو بظاہر بے حقیقت معلوم ہوتی ہیں

مگر گہری نظر ڈالی جائے تو ہمارا اسلامی پشت ادب برباد ہو جائے گا : اور جو نقوش بالفعل قابل پرستش ہیں اگر ان پر سے بھی پردہ اٹھا دیا جائے تو اصل حقیقت منکشف ہو جائیگی۔

اس سلسلہ میں مجھکو ایک اور امر پر زور دینا ہے وہ یہ کہ ہمارے شعراء اور مصنفین کی قبریں نہایت کسمپرسی اور بیکسی کی حالت میں ہیں اور بےنشان ہوتی چلی جاتی ہیں۔ عمر خیام کے مزار کی حالت آپ کو معلوم ہے کہ اب کیا ہے۔ وہاں یورپ کے سیاحوں کا ایک میلا سا لگا رہتا ہے۔ بڑے بڑے عالم سیاح آتے اور پھول چڑھا جاتے ہیں ہزاروں مضمون اس پر لکھے جا چکے۔ اس کے نام سے متعدد کلب قائم ہیں۔ مگر ہمارے اسلاف کی روحیں فاتحہ کی بھی محتاج ہیں۔ اور اکثر کی قبریں مٹ چکی ہیں اور مٹتی جاتی ہیں اور ہم ایک آنسو بھی نہیں بہاتے۔ کاش ادھر توجہ کریں اور جو رہ گئی ہیں ان کی خبر لیں بہت ممکن ہے کہ آگے چلکر اردو بھی دنیا کی ایک علمی زبان ہو اور اس کا لٹریچر زندہ قوموں میں دلچسپی سے پڑھا جائے جس طرح عمر خیام کی زیارت کو امریکہ و یورپ سے سیاح نیشاپور آتے ہیں ممکن ہے کہ اسی طرح کہیں کوئی علم دوست انیس کی قبر کو ڈھونڈھتا لکھنؤ آ نکلے، اور غالب کا کمال دہلی کی طرف اس کو کھینچ لائے۔ ہمارے ان مشاہیر کو بہت زیادہ زمانہ نہیں گزرا مگر "وائے برحال ما" بعض کی قبروں کے نشان بھی نہیں رہے اور رہے بھی ہیں تو وہ اس قدر دھندلے ہیں کہ مٹے ہی سمجھئے !

یہ تھے میرے پراگندہ خیالات کا مجموعہ جس کو میں العصر کے ناظرین کے آگے پیش کر کے ملک سے استدعا کرتا ہوں کہ للہ ذرا توجہ کیجئے خاصکر دہلی و لکھنؤ کے باحمیت و غیرت پسند شعراء و علم دوست اصحاب سے جو اردو کے حقیقی مگر بےحس و بےشرم اخلاف ہیں یہ وہ اخلاف ہیں جنکی آنکھیں ابتک نہیں کھلیں یا نئی روشنی سے چوندھیا کر رہ گئی ہیں۔ اور کچھ نہیں۔

محوی (لکھنوی)

(حضرت انسان کا کچا چٹھا)

اگر آپ دنیوی محنت و کشمکش سے علیحدہ ہو کر، ایک ساعت یا دن کی رزمگاہ کے خونریز معرکۂ جدال و قتال کی طرف سے اپنی توجہ منعطف کر کے جسم انسانی کے اندرونی حصص کے صحیح راز کا بنظر امعان مشاہدہ کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اس "چھوٹی دنیا" اور اس ایک مشت خاک کی سرشت کا مطالعہ، جو تبدریج ایک حسین اور "فیشن ایبل" انسان کی صورت میں متشکل ہوتا ہے، لطف اور دلچسپی سے خالی نہیں ہو گا۔ آؤ دیکھیں کہ اسکی اصلیت کیا ہے!

کیمسٹری (علم الکیمیا) ہم کو تبلاتی ہے کہ ایک خوبصورت نازنین یا ایک زاہد خشک کا جسم اسی مادہ سے بنا ہے جو ایک انڈے کی شیشی میں پایا جاتا ہے۔ ایک ہزار انڈے لے لیجئے۔ اگر آپ ان میں جان ڈالنا جانتے ہیں تو آپ اس مادہ سے جو آپ کے پاس ہے، ایک شکسپیر، ایک رستم، یا ایک ارسطو تیار کر سکتے ہیں !

لیکن خوش قسمتی سے یا بدقسمتی سے، اگرچہ وہی مواد جس سے انسان کی سرشت ہوئی ہے، اس دنیا میں بافراط موجود ہے، تاہم اس کو ایک ذی حیات انسان کی صورت میں لانا انسانی طاقت سے بعید ہے۔ پھر بھی یہ معمولی مواد جس سے انسان بنایا گیا ہے، اس قابل ہے کہ اس کا معائنہ کیا جائے۔

مثلاً ایک اوسط وزن کے آدمی کو لو جو وزن میں ۲ من ۴ سیر ہو، اس میں سے تمام گیس نکال لو تو اس کا وزن ½۲ سیر سے زیادہ نہ رہے گا۔ انسان کا جسم گیس کا ایک خزانہ ہے، جس میں ۵۹ سیر آکسیجن رہتا ہے، جو ۲۰ فٹ طول ۱۰ فٹ عرض اور ۱۵ فٹ بلندی والے کمرہ میں اچھی طرح سما جائیگا۔ نیز اس میں سے ہیڈروجن کو بھی علیحدہ کر لیا جائے تو ۵۹ سیر میں سے تخفیف ہو کر صرف ½۷ سیر رہ جائے گا، جو ۵ فٹ مربع اور ۱۲ فٹ بلند کمرے کو بھر سکتا ہے۔ اگر اس کو کسی خول میں بھر دیا جائے تو وہ انسانوں کی ایک معقول تعداد کو بادلوں کے طبقہ میں پہنچا دینے کی طاقت رکھتا ہے۔ تیسرا عنصر نائٹروجن گیس ہے، جو ۴۰ مکعب فٹ کی ضخامت والی جگہ میں رہ سکتا ہے۔

اب اُن چودہ عناصر میں سے جن سے انسان کے جسم کی ترکیب ہوئی ہے ہم نے صرف تین عناصر نکال لیے جو تینوں ملکر ۲۰ فٹ طول، ۲۰ فٹ عرض اور ۱۵ فٹ بلندی والے کمرے میں سما سکتے ہیں، جس میں ۵۰۰ آدمی کی گنجائش ہوتی ہے لیکن جب ہم ان تینوں عناصر کو علیحدہ کر کے دیکھتے ہیں تو انسان کا وزن گھٹ کر ½۱۴ سیر رہ جاتا ہے جو ایک بچے کے وزن کے برابر ہے ابھی ایک اور عنصر ۱۴ سیر وزن کا باقی رہ جاتا ہے جس کو کاربن یا ڈائمنڈ کہتے ہیں (کاربن اور ڈائمنڈ کیمیاوی طور پر دونوں ایک ہی چیزیں ہیں جو ایک ہی خاصیت و علامت رکھتی ہیں) جس طرح کوئلے کمرہ میں گرمی کو قائم رکھتے ہیں اسی طرح کاربن انسان کے انجن کو گرم رکھتا ہے۔

اب ہم کو صرف وہ ½۲ سیر وزن، جو تمام گیس دور کر دینے کے بعد بچ رہا ہے، دیکھنا باقی ہے۔ یہ تو اہم اور کارآمد مادوں سے مرکب ہے۔ اس میں ۱۸ چھٹانک کیلشیم یا لائم، اور ½۱۳ چھٹانک فاسفورس ہے۔ اگر اتنا فاسفورس دیا سلائیاں تیار کرنے میں صرف کیا جائے تو وہ دیا سلائیاں بنارس کے تمام باشندوں کے استعمال کے لیے کافی ہوں گی۔ کیلشیم اور فاسفورس نکال لینے کے بعد صرف ۱۲ چھٹانک وزن باقی رہتا ہے جو سوڈیم، سلفر، کلورائن، میگنیشیم، پوٹاشیم اور سلیکن سے مرکب ہے۔ اُن کا وزن جسم میں ۴ گرین سے ایک اونس تک بڑھتا ہے۔ یہ چودہ عناصر باہم مرکب و مخلوط ہیں اور انسانی مشین کو متحرک رکھتے ہیں آکسیجن اور ہیڈروجن دونوں مل کر ہمارے پیش کردہ ۲ من اور ۴ سیر وزن والے متوسط آدمی کے جسم میں ایک من اور ۲ سیر مائیت پیدا کر دیتے ہیں۔ کلورائن اور سوڈیم دونوں کا وزن ½۳ چھٹانک ہوتا ہے۔ اور یہ بھی آکسیجن اور کاربن کے ساتھ مل کر ہڈیوں کی ساخت میں مدد دیتے ہیں۔

انسان کا جسم کیسی عجیب و غریب لیبارٹری، اور کیمیاوی ترکیب سے خود بخود پیدا ہونیوالی اشیاء کا ایک حیرتناک مخزن ہے!

امعاء کو صاف کرنے کے لیے صابون بھی یہیں موجود ہے چنانچہ گلیسرین اسی کام کے لیے ہے جو انسانی مشین کے کل پُرزوں کے لیے صاف کرنے والے روغن کا کام دیتا ہے۔ شکر بنانے کا مشین بھی یہاں موجود! روٹی، چباتے وقت منہ کی رطوبت کے ساتھ ملکر شکر بنجاتی ہے۔ علاوہ ازیں گوند اور الکوہل وغیرہ اسی کارخانہ میں تیار ہوتے ہیں۔

یہ ہے انسان کی، اس ذرہ خاک کی جسمانی تعمیر! جب غیظ و غضب ایک غریب آدمی کی ایذا رسانی پر مائل کریں تو انسان کو اپنے تودۂ خاک کی تعمیر پر ضرور توجہ کرنا چاہیے کہ اسکی زندگی کیسی فانی اور بنیاد کس قدر متزلزل ہے! (ترجمہ)

اختر (جوناگڈھی)

(مضمون نگار کی بیوی)

۱

صبح ہونے میں ابھی کچھ دیر ہے۔ آسمان پر اب بھی دو ایک ستارے ٹمٹمارہے ہیں۔ پرندوں کی نغمہ سرائیاں ابھی شروع نہیں ہوئی ہیں۔ ساوتری کی ماں چارپائی پر بیٹھی ہوئی رام نام کی مالا جپ رہی ہے۔ قریب ہی کملا نیند میں بیخبر پڑی ہے۔ یکایک وہ خواب میں بڑبڑانے لگی "پاؤں پڑتی ہوں! معاف کردو۔" ماں اُس کے پاس گئی اور شانہ ہلا کر دریافت کیا "ارے! کیا ہوا؟" کملا کا جسم پسینے میں شرابور تھا۔ ماں ایک دم چلا اٹھی "ساوتری... او ساوتری! جلدی آ۔ دیکھ تو کملا کا کیا حال ہوگیا۔"

ساوتری بغل والے کمرے میں تھی۔ آواز سُن کر فوراً آئی۔ پیچھے پیچھے اُس کا شوہر رگھناتھ بھی آگیا۔ کملا کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیے گئے، ہوا کی گئی، تب جاکر کہیں کملا کو ہوش آیا۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد وہ پھر سوگئی۔ رگھناتھ نے کہا "یہ کیا بات ہے؟ کیوں ایسا ہوا؟" ماں نے کہا "بیٹا! میں بھلا کیا جانوں۔ اب کی دفعہ تو یہ نہ کچھ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ رام جانے، ہر وقت کن فکروں میں رہتی ہے۔"

ساوتری کا اشارہ پاکر رگھناتھ وہاں سے چلاگیا۔ ساوتری نے اپنی ماں سے کہا "کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوئی ہے۔ اتنے دن ہوگئے اور سدھانشو ایک دفعہ بھی نہیں آیا۔ عجب نہیں کہ ان دونوں میں لڑائی ہوئی ہو۔ خیر، کچھ بھی ہو، لیکن اس وقت کملا کو بیدار کرنا مناسب نہیں۔ میں اس کے پاس بیٹھتی ہوں، تم اپنا کام دیکھو۔"

رگھناتھ دفتر جاتے وقت، راستہ کاٹ کر، سدھانشو کے پاس پہنچا اور اُس سے سسرال آنے کے لیے کہا۔ سدھانشو نے جواب دیا کہ "آج کل میں ایک نسخہ لکھ رہا ہوں جس کی وجہ سے مطلق مہلت نہیں ملتی۔ جب تک وہ پورا نہ ہوجائے، میرا وہاں آنا غیر ممکن ہے۔" سدھانشو ایک مضمون نگار ہے۔ رگھناتھ کی باتوں سے وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ تاہم یہ وعدہ ضرور کیا کہ "ناول ختم ہوتے ہی میں آؤں گا۔"

۲

دونوں بہنیں برآمدے میں بیٹھی ہوئی کشیدہ نکال رہی ہیں۔ ساوتری اپنے ہاتھ کی صفائی کے لیے محلہ بھر میں مشہور ہے۔ اُس کا ہاتھ ایسی تیزی سے چلتا ہے جیسے مشین۔ کبھی کبھی وہ کملا کی طرف بھی دیکھتی جاتی ہے۔ کملا اِس وقت ایک سلیپر بنا رہی ہے۔ سب کو معلوم تھا کہ آج سدھانشو ضرور آئے گا۔ دفتر جاتے وقت رگھناتھ کہہ گیا تھا کہ میں سدھانشو کو بلانے جاؤنگا۔ ساوتری نے اپنی چھوٹی بہن کملا کے سنگار میں آج اپنا بہت سا وقت صرف کیا ہے۔

شام ہوگئی، لیکن سدھانشو کا پتہ نہیں۔ ساوتری نے کہا "کملا!" کملا "ہاں بہن!" کہکر اُس کی طرف دیکھنے لگی۔ ساوتری نے کہا "کیا آج سدھانشو نہیں آئیگا؟" کملا کا چہرہ سُرخ ہوگیا۔

ساوتری۔ "آخر کیا بات ہے؟ آج کل وہ بہت کم آتا ہے۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا۔"

کملا۔ نہ معلوم آج کل اُن کے ہاتھ میں کتنے کام ہیں۔ کاموں سے اُنھیں فرصت نہ ملتی ہوگی۔ پروف دیکھنا! مطبع کو مسودہ بھیجنا! اخبارات میں مضمون لکھنا! دوسروں کی تصنیفات پر تنقید کرنا!

تنقیدوں کے جواب دیکھنا، غرض سیکڑوں کام ہیں۔ انھیں سے
نہیں فرصت نہ ہوتی ہوگی!

کملا کے طرزِ کلام سے تکبر کا اظہار ہوتا تھا۔ اُس کی نظر میں ہندی
لٹریچر کی احیا و ترقی کا دارومدار زیادہ تر اُس کے شوہر پر تھا۔
اگر کہیں سدھانشو موجود ہوتا تو اپنی بیوی کی یہ باتیں سُن کر
پھولا نہ سماتا۔

ساوتری۔ اِس عدیم الفرصتی کی حالت میں بھی اگر وہ آنا چاہے تو کچھ
نہ کچھ وقت ضرور نکال سکتا ہے۔

کملا۔ نہیں بہن! میں نے انھیں منع کر دیا ہے کہ میری وجہ سے اپنی
روز افزوں شہرت میں خلل نہ آنے دیں۔

جب ساوتری نے دیکھا کہ کملا اصلی بات کو چھپا رہی ہے تو وہ
پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ کتنی ہی دیر تک دونوں طرف
خاموشی رہی۔ آخر، ساوتری نے آہستہ سے کہا "کہیں تم دونوں
میں کھٹ پٹ تو نہیں ہو گئی ہے؟"

کملا۔ کھٹ پٹ کس کے ساتھ؟

ساوتری۔ سدھانشو کے ساتھ، اور کس کے ساتھ۔

کملا۔ یہ تم کیا کہتی ہو! اُن کے ساتھ کھٹ پٹ! پھر اس کی کوئی
وجہ! معلوم ہوتا ہے کہ راگھو بھائی کے ساتھ تمھارا روز جھگڑا ہوتا ہے!

ساوتری غور کرنے لگی کہ آخر معاملہ کیا ہے جو کملا اپنے دل کی
بات ظاہر نہیں کرتی۔ وہ بالکل کملا کے قریب آ گئی۔ اُس نے کہا۔
"ہم لوگوں میں جھگڑا ہوتا ہے تو اتنا نہیں بڑھ جاتا! مگر شاباش ہے
تجھ کو کہ کوئی بات کھل کر نہیں بتاتی۔ اچھا یہ بتا، اگر تم دونوں میں
کوئی بگاڑ نہیں ہوا تو تو اس قدر اُداس کیوں رہتی ہے؟ اور اُس
روز سوتے سوتے کیوں چیخ اُٹھی تھی؟ تیرا اُٹھنا بیٹھنا اور تیری بول
چال دیکھ کر کیا میں اتنا بھی نہیں سمجھ سکتی! خیر خواہ کچھ ہی سبب ہو،
مگر اِس دفعہ میں تجھے بالکل بدلا ہوا پاتی ہوں۔ پہلے اگر چار روز کے
لیے بھی آتی تھی تو چٹھیوں کا تانتا بندھ جاتا تھا، اور سدھانشو کو بھی
یہاں آئے بغیر چین نہیں ملتا تھا۔ مگر اب کی دفعہ وہ بُلانے پر بھی
نہیں آیا۔ آخر وجہ کیا ہے؟ کیا سچ مچ سدھانشو تجھ سے ناراض ہے؟

کملا۔ ناحق وہ کیوں ناراض ہوتے۔ تم کیا بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو؟
کیا تم نے کبھی انھیں ناراض ہوتے دیکھا ہے؟

ساوتری۔ خیر خواہ کچھ ہی ہو، مگر اب میری سُنو۔

اب کملا زیادہ دیر اپنے دلی راز کو پوشیدہ نہ رکھ سکی۔ اُس کی
زبان میں لکنت پیدا ہو گئی۔ آواز بھرا گئی۔ آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔
دل دھڑکنے لگا۔ اپنا سر جھکا لیا۔

ساوتری نے اپنے آنچل سے کملا کے آنسو پونچھے، اور کہنے
لگی "کملا! مجھ سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت نہیں۔ بتا تو سہی،
تجھے سدھانشو نے کیا کہا۔ بتا دینے سے تیرا دل بھی ہلکا
ہو جائے گا۔"

کملا کی زبان سے ایک لفظ نہ نکلا۔ وہ ساوتری کی گود میں
سر ڈال کر رونے لگی۔

۳

سدھانشو رات کے وقت اپنی مضمون نگاری اور ناول نویسی
کی اُدھیڑبن میں مصروف رہتا ہے۔ وہ میز کے سامنے کرسی پر
بیٹھا ہوا عالمِ خیال کی سیر کرتا ہے۔ ستاروں سے منور آسمان کی طرف
ٹکٹکی لگا کر گھنٹوں کچھ سوچتا ہے۔ آخر، بیشمار بلند خیالات اور عمدہ
و چیدہ مضامین کا ذخیرہ اُس کے ہاتھ آتا ہے۔ وہ ہر وقت یوگیوں
کی طرح اپنی خیالی دنیا کی سیر میں مصروف رہتا ہے۔ یہ وہ باتیں
ہیں جو کملا کو ایک نظر نہیں بھاتیں۔ وہ ان میں رخنہ انداز ہونے
کی کوئی کوشش نہیں اُٹھا رکھتی۔ اُس کا نرم و نازک دل جب

اپنے شوہر کی محبت و تعظیم کے لیے تیار ہو جاتا ہے، تو وہ اپنے شوہر کے پاس آئی۔ بے قرار ہو کر محبت کرے اور اس کے دل میں اپنا گھر بنائے لیکن بسا اوقات اس کی ساری آرزوئیں خاک میں ملجاتی ہیں۔ وہ بے چین ہو کر دل سے اپنے شوہر کے قدموں میں بیٹھ جاتی ہے۔ لیکن سدھانشو کو اس کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ خاموش بیٹھے بیٹھے نیند کا غلبہ ہوتا ہے، اور کملا اپنے شوہر کے قدموں میں پڑی رہتی ہے۔

آج شام ہی سے آسمان پر بادل چھائے ہوئے ہیں۔ ہوا تیزی کے ساتھ چل رہی ہے۔ کملا آہستہ آہستہ اپنے شوہر کے کمرے میں داخل ہوئی۔ دیکھتی کیا ہے کہ سدھانشو ہی موٹی کاپی لیے نہ معلوم کیا لکھنے میں مصروف ہے۔ کملا نے آتے ہی گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ سدھانشو ایک دم بول اٹھا "میں میں! یہ کیا کرتی ہو؟"

دردمندوں کا دل بہت نازک ہوتا ہے ذرا سی چوٹ لگی، اور بھر آیا۔ چنانچہ کملا کی آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے۔ بدن کانپنے لگا کسی قدر سنبھل کر کہنے لگی "تھوڑی دیر کے لیے لکھنا بند کر دو اور میرے ساتھ باتیں کرو!"

سدھانشو۔ ٹھہرو، ابھی فرصت نہیں ہے!

کملا۔ اب کیا ساری رات لکھتے ہی رہوگے۔ رات رات بھر جاگنا اچھا نہیں ہے۔ کبھی کچھ مجھ سے بھی بات چیت کرنا چاہیئے۔

سدھانشو۔ تمہارے آتے ہی خیالات کہیں کے کہیں جا پہنچتے ہیں۔ تمہاری وجہ سے بہت ہرج ہوتا ہے۔ عورت کو اپنے شوہر کے کاموں میں مخل نہونا چاہیئے!

کملا اپنی اس ذلت سے بہت رنجیدہ ہوئی۔ غم کا دریا امنڈ آیا۔ وہیں بیٹھکر وہ سوچنے لگی "میری دلدہی کی ایک بات بھی نہیں کہی۔ میں بڑی بدقسمت ہوں۔ میرا ہی قصور ہے کہ اپنے شوہر کی شہرت و ناموری میں رخنہ ڈالتی ہوں۔ ایسے قابل شوہر کی بیوی بننے کی میں اہل نہیں............"

دوسرے ہی دن کملا نے اپنے میکے خط لکھا کہ "بہت دن سے ماں اور بہن کو نہیں دیکھا۔ دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ مہربانی سے مجھے بلا لو۔"

کملا شوہر کی اجازت پاکر میکے چلی گئی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جاتے وقت اس کا دل خوش ہونے کے بجائے آتش غم سے جل رہا تھا۔

(۴)

آج سدھانشو اپنی سسرال کی طرف گیا ہے۔ طلبی تو ہوہی چکی تھی، مگر آج اس کے دوست گیا پرشاد نے بھی آکر اصرار کیا۔ اس کے دل میں یکا یہ خیال پیدا ہوا کہ میں نے اپنے سخت برتاؤ سے کملا کو ناراض کر دیا ہے۔

دروازے پر کوئی نہ تھا، لہذا سدھانشو سیدھا مکان کے اندر چلا گیا۔ سامنے ساوتری نظر آئی۔ اس کو دیکھتے ہی وہ متحیر ہوگئی۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد بولی "اوہو! آج تو دوپہر میں چاند نکل آیا!" سدھانشو مسکرا کر رہگیا۔ کچھ بولا نہیں۔

رگھناتھ بھی موجود تھا۔ وہ بول اٹھا کہ "سدھانشو کو جو غرور ہے، اسے توڑنے کی ایک دن بھی تمہاری بہن نے کوشش نہیں کی۔"

ساوتری نے سدھانشو سے کہا "بھائی! تم سیدھے چمن کی طرف چلے جاؤ۔ وہیں رادھاجی کے درشن ہونگے۔"

سدھانشو کو خیال بھی نہ تھا کہ اتنا سستا چھوٹ جاؤں گا۔ وہ فوراً اوپر پہنچا۔ کملا خاموشی سے تکیوں پر غلاف چڑھا رہی تھی۔ سدھانشو کو دیکھتے ہی اس نے گھونگھٹ نکال لیا اور ایک طرف

بیٹھ گئی۔ اُس کا دل شرم کے باعث پانی پانی ہو رہا تھا۔

اِدھر اُدھر دیکھکر سدھانشو نے کملا کا ہاتھ پکڑ لیا اور بیساختہ اُس کی زبان سے "پیاری" نکل گیا۔

کملا۔ چھوڑو چھوڑو۔ بھائی آجائیں گے۔

سدھانشو۔ نہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ آج اتنے دن بعد تو آنا ہوا اس پر بھی تم آنکھ چراتی ہو۔

سدھانشو کے ہاتھ چھوڑتے ہی کملا باہر کی طرف بھاگنے لگی۔ سدھانشو نے راستہ روک لیا "میرے ہاتھ آکر تمہارا دل ایک دن بھی خوش نہیں ہوا۔ افسوس! اگر اُس وکیل کے ساتھ تمہاری شادی ہوتی تو ...."

کملا نے آگے ایک لفظ نہ کہنے دیا۔ "پھر وہی بات! مین اس قابل کہاں ہون کہ تمہارے قدمون مین بیٹھون"۔

سدھانشو نے بات کاٹ کر کہا "قدمون مین کیون؟ کملا! تم کہین قدمون مین بیٹھنے کے لائق ہو۔ تمہاری اصلی جگہ تو میرے دل مین ہے"۔ اتنا کہکر اُس نے کملا کو گلے سے لگا لیا۔

اب کملا کی خوشی کا کیا کہنا! اُس کی زبان سے کوئی بات نہ نکلی۔ محبت کا یہ برتا دیکھکر دل ہی دل مین کڑھنے لگی "افسوس! مین ایسے محبتی شوہر سے خفا ہوگئی تھی۔ اب اِس قصور کی کوئی تلافی ہوسکتی ہے کہ نہین؟"

سدھانشو نے پھر کہا "تمھین ناراض نہین ہونا چاہیے۔ مین تم پر ہرگز خفا نہین ہوا۔ اُس روز تم نے میری بات کو ٹھیک ٹھیک نہین سمجھا تھا۔ تم کو معلوم نہین کہ مضمون لکھتے وقت ہم لوگون کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ ورنہ ناممکن تھا کہ مین تم سے ایسا سلوک کرتا۔ لیکن تم تو "مضمون نگار کی بیوی" ہو۔ ہمیشہ یہ تکلیف تمھین اُٹھانا پڑیگی۔ اُس روز جو مین قدر بے رُخی سے پیش آیا تھا اُس کا سبب یہ کتاب تھی"۔

سدھانشو نے یہ کہکر کاغذ مین لپٹی ہوئی ایک خوشنما کتاب نکالی اور ورق اُلٹ کر "ڈیڈیکیشن" کملا کو دکھایا۔ یہ ناول کملا کے نام پر معنون کیا گیا تھا۔

کملا دیکھتے ہی دل مین اپنی نادانی پر کٹ کٹ گئی "معاف کرنا۔ مین نے آج تک تمہارے دل کو نہین پہچانا تھا۔ اب تو مجھے ضرور تمہارے قدمون مین جگہ ملے گی!"

سدھانشو "پھر وہی بات! افسوس"

ساوتری اور رگھوناتھ دونون چھپے ہوئے یہ باتین سن رہے تھے اور یہان دونون کو مطلق اس کی خبر نہ تھی۔ ساوتری کمرے مین داخل ہوگئی، اور سامنے پہنچتے ہی کہنے لگی "بڑی ہوشیار لڑکی ہے! غرور توڑنا تو الگ رہا، خود ہی قدمون مین لوٹنے لگی!"

رگھوناتھ نے کہا "یہ تمہاری بھول ہے۔ کملا کسی ایسے ویسے کے پالے نہین پڑی ہے، یہ **مضمون نگار کی بیوی** ہے!"

"پلشم"

ایک بیوہ کا خط۔ جناب ایڈیٹر صاحب۔ تسلیم۔ ہمشیر روزاشہ کے ایک نمبر مین میری پیاری بہن ن س بیگم صاحبہ کا ایک پُر درد مضمون بیوگان کی کس مپرسی کے بارے مین شائع ہوا۔ اُنھون نے بیوگان کے عقد ثانی کے متعلق رائین طلب کی تھین۔ چونکہ وہ لکھنؤ کی رہنے والی ہین لہذا آپ براہ کرم اس خط کو اپنے رسالہ مین جگہ دیکر اُنکو مطلع کر دین۔ اگر وہ چاہین تو بلاتوسل اخبار پرائیویٹ طور پر مجھ سے خط و کتابت فرماسکتی ہین۔ مین اپنا پورا پتہ ارسال کرتی ہون۔ آپ بہن ن س بیگم صاحبہ کے دریافت کرنے پر اُنھین میرا پتہ بتا دین فقط — راقم ایک بیوہ

(طوافِ زمین)

۱۷

پاسپارٹو بہت لاطائل بکتا ہے

ہانگ کانگ ایک مختصر جزیرہ ہے جو ۱۸۴۲ء کی جنگ چین کے بعد انگریزی حکومت کے قبضہ اقتدار میں بروے عہدنامہ شامل ہوا تھا۔ چند ہی سال کے اندر انگریزون نے یہان ایک بہت بڑا شہر آباد کر لیا اور ایک وسیع بندرگاہ "وکٹوریہ" نامے قائم کر دی۔ یورپ سے جس قدر تجارتی مال چین کو جاتا ہے وہ اِسی بندرگاہ سے روانہ ہوتا ہے۔ جو لوگ یہان کی سیر کرتے ہین وہ بندرگاہ، گرجا گھر، محتاج خانہ وغیرہ کی عظیم الشان عمارتون کو اور بازارون کی رونق کو دیکھکر سوائے اس کے اور کوئی خیال ہی نہین کر سکتے کہ یہ بھی یورپ کا کوئی شہر ہے جو کرۂ زمین کو شگاف دیکر مغرب سے مشرق کی طرف نکال لیا گیا ہے۔

پاسپارٹو اپنی پتلون کی جیبون مین ہاتھ ڈالے ہوے بندرگاہ کی سڑک پر روانہ ہو گیا جہان اُس نے مختلف قسم کے مختلف الممالک اشخاص، چینی، جاپانی، ہندوستانی، انگریزی جاوی یورپ مین کثرت سے چلتے پھرتے دیکھے۔ بندرگاہ پر پہنچکر گودی مین اُسے متعدد جہاز اور کثیر التعداد بادبانی دودخانی کشتیان ہر ملت و قوم کے لوگون سے بھری نظر پڑین؛ بلکہ بعض سلطنتون کے جنگی جہاز بھی کھڑے دیکھے۔

پاسپارٹو پہلے ایک یورپین خطاطی کی دُکان پر گیا۔ خط بنوایا۔ ہاتھ مُنھ دھویا۔ اور پھر ٹکٹ لینے کے لیے ٹکٹنگ آفس کی طرف چلدیا۔ دیکھتا کیا ہے کہ وہان فیکس بھی سرنگون اپنے جوتے کی ایڑیون پر بوجھ دئے ٹہل رہا ہے۔ جون ہی اُس پر نظر پڑی پاسپارٹو خود بخود کہنے لگا۔ "اُنھ۔ بیچارہ ریفارم کلب کے ممبرون کا جاسوس۔

ہمارے جہاز تک پہنچ جانے کی وجہ سے کس قدر غمگین و رنجیدہ ہے"۔ فیکس کی اندوہگینی کا سبب یہ تھا کہ یہان بھی وارنٹ گرفتاری اُسے وصول نہوا تھا۔ اب وہ کیا کرے؟ آیا امریکہ تک تعاقب مین جائے یا نہین؟ اِسی اُلجھن مین تھا اُس نے پاسپارٹو کا یہ جملہ سُنا اور ترشروئی سے جواب دیا "ہان"

پاسپارٹو نے قہقہہ لگا کر کہا۔ مجھے یقین ہے کہ تم ہم سے جدا نہوگے لہذا آؤ ساتھ ہی چلکر ٹکٹ بھی خرید لین!

چنانچہ دونون آدمیون نے ساتھ جاکر ٹکٹ خریدے۔ پاسپارٹو نے ۲ ٹکٹ درجہ اول کے اور فیکس نے ایک ٹکٹ درجہ اول کا خریدا اسی وقت ٹکٹ بابو نے یہ بھی اِن سے کہدیا کہ "اگرچہ جہاز "کرناٹک" کی روانگی کل صبح کی مشتہر کی جا چکی ہے، لیکن چونکہ اُس کی مرمت جلد ہو گئی، اِس لیے آج شام ہی کو چھوڑ دیا جائیگا، اور اس کی اطلاع بذریعہ مطبوعہ نوٹسون اور منادی کے شہر مین مشہور کر دی گئی ہے" پاسپارٹو یہ سنکر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ "یہ ہماری خوش قسمتی ہے فوراً ہی اپنے آقا کو جاکر خبر کرتا ہون"

اب فیکس نے مصمم قصد کر لیا کہ اپنا راز پاسپارٹو سے کہدے اور اِس طرح تا حصول وارنٹ گرفتاری فلیاس کو یہان پر رکھے کیونکہ یہی آخری مرحلہ ہے۔ پھر اگر ہزار وارنٹ بھی اُسے ملجائین تو جب تک فلیاس کسی انگریزی علاقہ مین داخل نہو اُس کی گرفتاری ناممکن ہے۔ اِسی خیال سے فیکس نے خریداری ٹکٹ سے فراغت کر کے پاسپارٹو کو شراب خانہ مین چلنے اور دو ایک ساغر چڑھانے کے لیے مدعو کیا۔ چونکہ وقت کافی تھا اس لیے پاسپارٹو بھی آمادہ ہو گیا بندرگاہ کے قریب ہی ایک میکدہ مین دونون چلے گئے۔ یہان علاوہ

شراب خواری کے افیون نوشی بھی ہوتی تھی اور میخانہ کے پچھلے حصہ مین بہت سے بسترے اور تکیے بچھے ہوے تھے جہان بہت سے چینی لوگ لیٹے لیٹے افیون کشی کر رہے تھے اکثر نشہ مین بیہوش سو رہے تھے ۔ شراب خانہ کے وسط مین ایک میز پڑی تھی جس کے گرد شراب خوار مصروف میگساری تھے فیکس اور پاسپارٹو نے سمجھ لیا کہ وہ افیونیون کے میکدہ مین آگئے ہین ۔

انگریزی سوداگر اس قسم کے تریاکیون کے ہاتھ دو سو ساٹھ ملین فرانک کی افیون سالانہ فروخت کرتے ہین ، اور وہ لوگ انسانیت سے رفتہ رفتہ حمق کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہین ۔

ابتداً ملک چین مین افیون کشی روسا و معزز اشخاص کے لیے مخصوص تھی لیکن اب عوام مین بھی سرایت کرگئی ہے اور ہر زن و مرد اس بلاے بے درمان مین مبتلا ہے ۔ اگرچہ حکومت چین نے اس خانمان سوز مصیبت کے دفعیہ کی بہت کچھ کوششین کین لیکن کامیابی نہوئی جس کا سبب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو ایک مرتبہ اس کا عادی ہو جاتا ہے پھر اُس کے لیے ترک افیون ناممکن ہے ۔ بہر حال دونون طرح چھٹکارہ نہین اگر ترک کیا جائے تو معدہ کی بیراحتی سے اور اگر شغل جاری رکھا جائے تو اُس کے زہر کے اثر سے انسان قبل از وقت مر جاتا ہے ؎

غرض دو گونہ عذابست جان مجنون را
بلاے صحبت لیلےٰ و فرقت لیلےٰ

ایسے ہی میکدہ مین فیکس اور پاسپارٹو داخل ہوئے تھے ۔ دونون ایک طرف جا بیٹھے ۔ ایک بوتل ، دو گلاس ، اور کچھ گزک طلب کرکے جام نوازی شروع کردی گئی ۔ فیکس کے اصرار سے پاسپارٹو پیالے کے پیالے چڑھاتا گیا مگر فیکس نے عقلمندی کی اور آہستہ آہستہ چند چھوٹون ہی کا استعمال کرنے پر اکتفا کی ۔

پی جا رہی تھی اور باتین ہو رہی تھین ۔ بالآخر پاسپارٹو کھڑا ہوگیا ۔ اور کہنے لگا " بس بھئی ! ۔ اب اپنے آقا کو مجھے خبر دینے کے لیے جانا چاہیئے ۔"

فیکس ۔ ذرا ٹھہریئے ۔ مجھے آپ سے کچھ باتین کرنا ہین ۔

پاسپارٹو ۔ کیا کوئی اہم بات ہے ؟ کل جہاز مین گفتگو کرینگے ۔ اب وقت تنگ ہوگیا ۔ مین جاتا ہون ۔

فیکس ۔ نہین ! بیٹھیئے ۔ مجھے آپ کے آقا کے متعلق کچھ کہنا ہے ۔

اس پر پاسپارٹو نے غور سے فیکس کی طرف نظر کی اور یہ دیکھ کر کہ فیکس کی حالت اور وضع و ہیئت کچھ غیر معمولی سی ہو گئی ہے پھر بیٹھ گیا اور پوچھا " کہو ۔ کیا کہتے ہو ؟"

فیکس ۔ اول تو یہ بتلایئے ۔ آپ مجھے پہچانتے بھی ہین کہ مین کون ہون ۔

پاسپارٹو ۔ ہان ۔ کیا آپ کو کچھ شبہہ بھی ہے ۔

فیکس ۔ یہ بات ہے تو مین آپ کو تمام معاملات سے مطلع کیے دیتا ہون ۔

پاسپارٹو ۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے ۔ اب بھی اگر آپ کہنا چاہتے ہین تو کہئے لیکن یہ مین ضرور کہونگا کہ مخالفین نے آپ کو میرے آقا کے تعاقب مین بھیجکر فضول زیر باری اٹھائی ہے ۔

فیکس ۔ فضول کیونکر ۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو پورے روپیہ کی خبر نہین ہے "

پاسپارٹو ۔ خبر کیون نہین ہے ۔ بیس ہزار اشرفی !

فیکس ۔ بیس ہزار نہین ۔ بلکہ پچپن ہزار ۔

پاسپارٹو ۔ آپ کیا کہتے ہین ۔ پچپن ہزار ؟ میرے آقا کو مطلق علم نہین کہ حریفون نے شرط کو پچپن ہزار تک پہنچا دیا ہے ۔ مین ابھی جا کر خبر کرتا ہون ۔

فیکس ۔ ہان ہان ۔ پچپن ہزار اشرفی اگر مجھے کامیابی ہو جائے تو دو ہزار کا مین بھی مالک ہونگا ۔ اور اگر آپ امداد دین تو مین قسم کھاتا ہون کہ پانچسو

آپ کو پیش کردوں گا۔

پاسپارٹو۔ کیا کہا؟ آپ کو مدد دوں؟

فیکس۔ ہاں چند روز فلیاس کو ہانگ کانگ میں روکنے میں مجھے مدد دیجئے۔

پاسپارٹو۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ اور کیا بیہودہ خیال ہے؟ کیا آپ کے جنٹلمین حضرات نے اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا کہ میرے آقا کے ناموس و اعتبار پر شبہ کر کے آپ کو تعاقب میں ڈال دیا جو یہ بھی چاہتے ہیں کہ اس کے سفر میں بھی مزاحمت پیدا کریں۔ حقیقتاً ریفارم کلب کے ممبران کا یہ فعل نہایت خلاف تہذیب اور کمینہ پن پر مبنی ہے۔

فیکس یہ گفتگو سنکر متحیر ہو گیا۔ اس کی خاک سمجھ میں نہیں آیا کہ پاسپارٹو نے کیا کہا۔ وہ غور سے اس کے چہرے پر نظریں گڑا کر بولا "آپ مجھے کیا سمجھ رہے ہیں؟"

پاسپارٹو۔ بابا! ابھی تک پوچھے جاتے ہو کہ میں کون ہوں۔ ہو کون؟ ایک آدمی ہو جس کو ریفارم کلب کے ممبران نے میرے آقا کی سیاحت کی تصدیق کے لئے روانہ کیا ہے۔ اور میں نے تمھاری اس حرکت کو بہت دن ہوئے محسوس کر لیا تھا لیکن اس خیال سے کہ میرے آقا کی طبیعت مکدر نہ ہو ابھی تک میں نے اُسے خبر بھی نہیں دی۔

فیکس۔ ایں۔ کیا آپ کے آقا کو میرا علم نہیں؟

پاسپارٹو۔ نہیں مطلق علم نہیں ہے۔

پاسپارٹو نے یہ کہکر انگڑائی لی۔ سراغرساں اب اور بھی سوچ میں پڑ گیا۔ اُسنے جان لیا کہ پاسپارٹو نے اُسکے جاننے میں غلطی کی تھی لیکن یہ غلطی اور بھی پیچیدگیوں کا باعث ہو گئی۔ تاہم یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ پاسپارٹو ایک سیدھا سچّا آدمی ہے اور اپنے آقا کے ساتھ شریک جرم نہیں ہے۔ اِس وجہ سے اور بھی توقع ہو گئی کہ بوجہ عدم شرکت جرم و شرافت طبعی اگر اسے اپنے آقا کی مجرمانہ حرکت سے وہ واقف ہوگا تو ضرور امداد پر آمادہ ہو جائیگا۔ چنانچہ اسی امید پر اُس نے کہا "بھائی جان! سنئے! جیسا کہ آپ نے خیال کیا میں ریفارم کلب کے ممبر کا جاسوس نہیں ہوں۔ بلکہ میرا تعلق لندن پولس کے محکمہ مخفی سے ہے۔"

پاسپارٹو۔ ارے۔ خفیہ پولس؟

فیکس۔ ہاں، میں ثابت کر سکتا ہوں۔

سراغرساں نے یہ کہکر ایک قطعہ مطبوعہ سرٹیفکٹ ڈیوٹی کا جیب سے نکال کر پاسپارٹو کو دکھلایا۔ پاسپارٹو اس کو دیکھکر بڑی حیرت سے فیکس کا منھ تکنے لگا۔ تب فیکس نے کہا "خوب سمجھ لیجئے کہ یہ شرط والا قصہ ایک مکر او حیلہ ہے۔ فلیاس نے جو دام تزویر پھیلایا ہے آپ بھی اُسے باور کر کے بیوقوف بنے ہوئے ہیں اور ممبران ریفارم کو بھی احمق بنایا گیا ہے۔"

پاسپارٹو۔ لیکن یہ کس لیے؟

فیکس۔ ہاں سنئے۔ ۲۸۔ اکتوبر کو لندن بنک سے پچپن ہزار پونڈ کے نوٹ چوری گئے ہیں اور چور کا حلیہ تمامتر مسٹر فلیاس سے ملتا ہے۔

پاسپارٹو نے گھونسہ کی صورت میں ہاتھوں کو ٹکرا کر زور سے کہا "چل اپنا کام کر! تیری ان باتوں کو وہ باور کر سکتا ہے جس نے مسٹر فلیاس کو نہ پہچانا ہو۔ میرا آقا دنیا کے شریف ترین انسانوں میں سے ہے۔"

فیکس۔ تم اُس کی شرافت کو کہاں سے جانتے ہو! جس روز اُس کی ملازمت تم نے قبول کی اُسی دن اِس نامعقول شرط کے بہانے وہ بنک نوٹوں کی ایک وافر تعداد لے کر چل پڑا۔ اور ایسی تیزی سے کہ کوئی شے بھی اپنے ساتھ نہیں لی۔

پاسپارٹو یہ سنکر کچھ سوچ میں پڑ گیا اور بولا۔ ہاں۔ یہ ٹھیک ہے جو تم کہہ رہے ہو! لیکن اس سے تمھارا مقصد کیا ہے؟

فیکس۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اس مقام تک بانتظار حصول وارنٹ گرفتاری

بن تعاقب میں چلا آیا ہوں اور اب آپ سے یہ اُمید کرتا ہوں کہ فلیاس کے سفر کو روکنے اور چند روز کے لیے اُس کو ہانگ کانگ میں ٹھہرانے کے لیے آپ میری مدد کیجئے۔ اُس رقم انعام کو جو لندن بنک نے مقرر کی ہے ہم اور آپ باہم تقسیم کرلینگے۔

پاسپارٹو یہ سنکر انتہائی قہر و غضب سے ہیجان میں مبتلا ہوگیا اور شدت جوش میں تھرائی ہوئی آواز کے ساتھ دانتوں کو کٹکٹا کر کہنے لگا "میں ...... ارے! میں اور تیری مدد! ..... اپنے خداوند نعمت کے گم کرنے میں! ...... اف! ہرگز ...... ! ہرگز ...... کسی حالت میں کبھی! ......" یہ کہکر ایک دم سے کھڑا ہوگیا۔ لیکن جوشِ غضب اور نشہ کی کثرت نے اُس کی قوت زائل کر دی تھی۔ اِس لیے مجبوراً پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا "مسٹر فیکس! میری بات کو اچھی طرح جان لو کہ تمھاری باتیں صحیح بھی ہوں اور میرا آقا واقعی وہی چور بھی ہو جس کی تلاش تمھیں ہے تب بھی میں قطعی تمھاری مدد سے انکار کرتا ہوں۔ کیونکہ میں اُس کے زمرۂ ملازمت میں داخل ہوں، اور اُس کو نہایت ہی شریف النفس اور اعلیٰ درجہ کا ایماندار پاتا ہوں۔ ایسی صورت میں کسی طرح میں اُس کے ساتھ خیانت نہیں کرسکتا۔ حتیٰ کہ اگر تمام دنیا کے زر نقد کو جمع کر کے مجھے پیش کیا جائے تب بھی میں اپنے آقا سے بے وفائی نہیں کروں گا۔ بس۔

فیکس۔ معلوم ہوا کہ میری درخواست کو تم نامنظور کرتے ہو؟

پاسپارٹو۔ ہاں۔ نہایت شدت کے ساتھ نامنظور کرتا ہوں!

فیکس۔ اچھا۔ اگر ایسا ہے تو آپ یہ فرض کر لیجئے کہ میں نے آپ سے کچھ کہا ہی نہیں! اور گویا آپ نے بھی کچھ نہیں سنا۔ کہئیے، اور پیجئے گا!

پاسپارٹو۔ ہاں۔ ایک پیگ۔

اتنا کہکر دونوں ساتھیوں نے اپنے اپنے گلاس بھرے اور آپس میں ٹکرا کر منہ کو لگائے۔ پاسپارٹو سمجھ رہا تھا کہ شراب نے اُس کو خراب کر دیا۔ کیونکہ اُسکو بہت ہی نشہ ہو رہا تھا۔ سبب یہ تھا کہ فیکس نے اس خیال سے کہ پاسپارٹو اپنے آقا کے پاس پہنچکر جہاز کرناٹک کی آج شام کی روانگی سے اُس کو مطلع نہ کر دے، یہ کارروائی کی کہ چپکے سے تھوڑی سی افیون لے کر پاسپارٹو کے گلاس میں ڈالدی اسکی تاثیر سے وہ تھوڑی دیر میں بےہوش ہوگیا۔ اور کرسی سے گرکر میز کے نیچے جا پڑا! اور بالکل ہی اپنے آپ سے گیا گذرا ہوگیا۔

فیکس نے یہ دیکھکر کہ ترکیب چل گئی اور پاسپارٹو بیہوش ہوگیا خود بخود کہا "میں کامیاب ہوگیا۔ کامیاب! پاسپارٹو اپنے آقا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اِس لیے روانگی جہاز کی اُسے خبر نہیں ہوسکتی؛ اور جب تک دوسرا جہاز آئے وارنٹ گرفتاری مجھے ملجائیگا میں فلیاس کو گرفتار کرکے صاحب ثروت ہوسکوں گا! آہ! کیسی نعمت کیسی خوش قسمتی! ہا ہا! ۔ فرض کیجیے کہ آج شب کی روانگی جہاز کی اُسے خبر بھی ہو جائے اور فلیاس چل بھی دے۔ تاہم اس منحوس فرانسیسی کو تو اُس سے میں نے جدا کر لیا"

یہ باتیں نشہ کی ترنگ میں اپنے دل سے کرتا ہوا، شراب کی قیمت ادا کر کے میخانہ سے چلتا ہوا۔ اُدھر دکان والوں نے بیہوش پاسپارٹو کو اُٹھا کر افیونیوں کے ایک بستر پر لیجا کر ڈالدیا۔

۱۸

فیکس بغیر کسی تعارف کے فلیاس سے شناسائی کرتا ہے

جس وقت میخانہ میں یہ واقعہ پیش آ رہا تھا، مسٹر فلیاس اس وقت مسٹرس اڈا کے ساتھ شہر کے بازار کی سیر میں مصروف تھا۔ مسٹرس اڈا کے اپنے مخلص کے ساتھ سفر یورپ پر آمادہ ہوجانے کے ساتھ ہی فلیاس نے سمجھ لیا تھا کہ ایسی طویل سیاحت کے لیے خواتین بہت زیادہ

اشیائے ضروری کی محتاج ہیں۔ اور اسی مقصد سے وہ دونوں اس وقت
دکانوں میں گردش کر رہے تھے تاکہ ایڈا کے لیے ضروری
چیزیں خریدی جائیں۔ اگرچہ فلیاس جیسے ایک انگریز کے لیے صرف
ایک ہینڈ بیگ کے ساتھ دورِ عالم کی گردش ممکن ہے مگر ایک عورت
اس قدر اختصار اپنے اسباب میں کسی طرح گوارا نہیں کر سکتی بہرحال
فلیاس کی اس فیاضی سے ایڈا بار بار متاثر ہو کر اظہارِ شکرگذاری
کرتی تھی اور ہر دفعہ اُسے یہی جواب ملتا تھا "اس کی ضرورت نہیں
جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ میری سیاحت کے لوازم میں سے ہے اور میرے
پروگرام میں ایسا ہی درج بھی ہے"۔

خریداری اشیاء سے فرصت کر کے دونوں شخص ہوٹل میں واپس
آئے اور بڑے ہال میں طعام سے فراغت کر کے ایک دوسرے
سے معانقہ کے بعد جدا ہو گئے۔ مسٹرس ایڈا بیڈ روم (پلنگ کمرہ)
میں سویرے سے چلی گئی۔ کچھ تو تکانِ سفر سے اور کچھ اس خیال سے
کہ صبح جہاز پر پہنچنے کیلیے سویرے اٹھنا ہے فوراً ہی سو گئی۔ البتہ
فلیاس آدھی رات تک بڑے ہال میں بیٹھا اخبار پڑھتا رہا۔ کیا
وہ اُن لوگوں میں سے تھا جو ہر بات پر متعجب ہو جاتے ہیں اور ہر
چیز سے سوچ میں پڑ جاتے ہیں، اور کیا وہ اپنے ملازم کے
ہوٹل میں سونے کے لیے واپس نہ آنے پر اندیشہ ناک ہو رہا تھا؟
اور متحیر تھا؟ ہرگز نہیں۔ وہ اس قسم کا آدمی ہی نہیں جو ایسی باتوں
کا خیال بھی کرتا ہو۔ بجز اس کے کہ صبح جہاز روانہ ہوگا اور کچھ اُس
کے ذہن ہی میں نہ تھا۔ چنانچہ اگلی صبح کو اُس نے پاسپارٹو کو پکارا
اور جب وہ نہ آیا تو باطمینان تمام اپنے ہینڈ بیگ کو اُٹھا کر مسٹرس ایڈا
کو جا پکارا اور اُسے ہمراہ لیکر ایک کرایہ کی گاڑی منگا بندرگاہ
کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستہ آدھ گھنٹہ میں طے ہو گیا۔ مگر جب بندرگاہ
میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ "کرناٹک" جہاز اب سے ۱۲ گھنٹہ قبل روانہ
ہو چکا ہے۔ فلیاس کو یقین تھا کہ پاسپارٹو اُسے علی الصباح جہاز پر حاضر
ملیگا لیکن خلافِ اُمید نہ وہاں پاسپارٹو تھا نہ جہاز۔ اگر اس وقت
کوئی دوسرا شخص ہوتا تو اس حادثہ ناگہانی پر اُس کے اضطراب و
پریشانی کی کوئی انتہا نہ رہتی۔ لیکن فلیاس کے چہرے پر کوئی
خفیف سی علامت بھی فکر و تردد کی ظاہر نہ ہوئی۔ بلکہ مسٹرس ایڈا کو
جو فرطِ حسرت سے آنکھوں میں آنسو بھر لائی تھی اُس نے تسلی دیتے ہوئے
کہا "غصہ نہ کیجئے! یہ ایک حادثہ تھا۔ پیش آگیا۔ ذکر کیا ہے"۔

اسی اثناء میں سراغرسان فیکس جو دور سے فلیاس کی تاک میں تھا
قریب آیا اور نہایت ہی عاجزانہ طور پر سلام کر کے کہنے لگا "غالباً جناب
بھی اس حقیر کی طرح جہاز کرناٹک پر سفر کرنا چاہتے تھے"۔

فلیاس ۔۔ ہاں ۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ جہاز مذکور تو کل شب کو روانہ ہو گیا

فیکس ۔ ہاں جناب ہوا تو یہی۔ خاکسار نے بھی یوکوہامہ جانے کے
لیے ٹکٹ لیا تھا۔ مگر اب جو جہاز پر سوار ہونے کے لیے آیا تو سنا
کہ وہ چلا گیا۔ اِس خبر سے میں بہت ہی متاثر ہو رہا ہوں مسافروں
کے ساتھ اس قسم کی چالاکی جائز رکھنا اس کمپنی کی بہت بڑی بیہودگی
ہے۔ اب ہم کو دوسرے جہاز کے لیے آٹھ روز اور یہاں
انتظار کرنا چاہیئے!

فلیاس ۔ میرے خیال میں سوائے جہاز کرناٹک کے کوئی دوسرا
جہاز یا بادبانی کشتی بندر ہانگ کانگ میں مفقود نہو گی!

سراغرسان کے چہرہ کا رنگ اُڑ گیا، اور جب اُس نے دیکھا کہ
مسٹرس ایڈا کو فلیاس اپنے بازو میں ڈالکر کشتی رانی کے بندر کی
طرف چل دیا تو وہ سر سے پاؤں تک کانپنے لگا، اور بے اختیار
اُن کے پیچھے دوڑا۔ گویا فلیاس ایک مقناطیس تھا اور فیکس ایک
سوئی کہ جن میں باہم علیحدگی نہیں ہو سکتی۔

پہلی بات فیکس کے حسب مراد ہوئی کیونکہ ۳ گھنٹہ تک فلیاس

نے بندرگاہ مین ہرطرف گشت لگایا مگر کوئی کشتی "یوکوہامہ" جانے والی نملی بانیمہ یہ عجیب الاطوار جنٹلمین مصروف سعی تھا۔ آخرکار ایک بڈھا کشتیبان جنٹلمین کے پاس آکر پوچھنے لگا ۔" غالبًا صاحب کو کشتی کی ضرورت ہوگی

فلیاس - ہان ۔کیا تمھارے پاس کشتی ہے۔ جو فورًا روانہ ہوسکے؟ -

ملاح - ہان - حضور والا - بادبانی مشین کی کشتی نمبر ۴۳ میرے پاس ہے جو جناب کے لیے حاضر و تیار ہے -

فلیاس - تیز رفتار بھی ہے؟

ملاح - ایک گھنٹہ مین ۹ میل جاتی ہے - اگر ملاحظہ فرمائیے تو چل کر دکھلاؤن ؟

فلیاس - ہان - دیکھنا تو چاہتا ہون -

ملاح - میری کشتی کی سواری سے حضور بہت خوش ہونگے - کیا حضور دریا مین ہوا خوری فرمانا چاہتے ہین؟

فلیاس - نہین ! مین سفر کر رہا ہون -

ملاح - کیا فرمایا ؛ سفر کا ارادہ ہے ؟

فلیاس - ہان ! کیا تم معاہدہ کرتے ہو کہ مجھے " یوکوہامہ" تک لے چلوگے ؟

ملاح - غالبًا حضور مذاق فرماتے ہین !

فلیاس - نہین مذاق نہین ، مین جہاز کرناٹک پر نہین پہنچ سکا - اور ضرورت یہ ہے کہ ماہ حال کی ۱۴ تاریخ تک مین یوکوہامہ پہنچ جاؤن کیونکہ اُسی تاریخ کو جو جہاز وہان سے "سان فرانسسکو" کی طرف جاتا ہے اُس مین سوار ہوسکون -

ملاح - مجھے بہت افسوس ہے - لیکن کیا کیا جاے یہ سفر ناممکن ہے!

فلیاس - سو گنی یومیہ تم کو دی جاینگی اور اگر وقت مقررہ پر جہاز تک پہنچا دوگے تو دو سو گنیان انعام بھی ملیگا -

ملاح - کیا واقعی حضور صحیح فرماتے ہین -

فلیاس - صحت و واقعیت کے سوا مین دوسری بات جانتا بھی نہین -

ملاح ایک گوشہ مین جاکر سمندر کو بہت غور سے دیکھنے لگا - اور کچھ سوچ مین پڑگیا - گویا وہ اس عظیم الشان معاملہ مین دریا سے مشورہ کر رہا تھا فیکس اس وقت عجیب تذبذب مین مبتلا ہوگیا - اُس کی تمام اُمیدین ملاح کے ہونٹون کی حرکت سے وابستہ تھین ! -

ملاح پھر فلیاس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا - فلیاس نے پوچھا " کہو کیا ارادہ ہے"؟

ملاح - حضور عالی ! ایک چھوٹی بادبانی کشتی کے ذریعہ سے تو غلام ایسے پُرطوفان موسم مین " یوکوہامہ" تک جو پانچ ہزار چھ سو پچاس میل کے فاصلہ پر ہے نہین جاسکتا ، اپنے آپکو ، کشتی کو ، اور اپنے معزز مسافر کو کیونکر خطرہ مین ڈالدون !

فیکس نے یہ جملہ سُنکر نہایت اطمینان سے ایک لمبی سانس لی لیکن ملاح نے پھر سلسلۂ گفتگو کو جاری رکھکر کہا لیکن پھر بھی ابھی ایک ترکیب ہوسکتی ہے (فیکس کا دم پھر گھٹنے لگا) -

فلیاس - وہ کیا ؟

ملاح - یہان سے " ناگازاگی" جو جاپان کے جنوب کا منتہا ہے یا " شنگھائی" کو چلین - شنگھائی یہان سے ۸ سو میل ہے - اس طرح ہم ساحل سے بھی دور نہونگے اور بوجہ اسکے کہ ساحل کے پانی کا بہاؤ شمال کی طرف ہوتا ہے ہم جلد بھی پہنچ جائینگے -

فلیاس - مسٹر ملاح میرا مقصد یہ ہے کہ جو جہاز " سانفرانسسکو" کو امریکی طرف جاتا ہے اُس مین سوار ہوسکون - اور وہ جہاز " یوکوہامہ" سے روانہ ہوتا ہے نہ کہ شنگھائی سے -

ملاح - حضور والا میرا مطلب نہین سمجھے - جو جہاز " سانفرانسسکو جاتا ہے وہ پہلے شنگھائی سے چلتا ہے پھر ناگازاگی پہنچتا ہے وہان سے یوکوہامہ ہوکر امریکہ جاتا ہے -

فلیاس - کیا تمہیں بالتحقیق معلوم ہے اور اب تم مطمئن ہو؟

ملاح - جی ہاں - مین خوب جانتا ہون یہی صورت ہے -

فلیاس - جس جہاز کو تم کہتے ہو وہ شنگھائی سے کب چلتا ہے؟

ملاح - اسی مہینہ کی ۱۴ تاریخ کو شام کے وقت - اور ابھی اس کی روانگی مین چار روز باقی ہین اور جہاز دن کے ۹۶ گھنٹے ہوتے ہین ہم کشتی کو اچھی طرح چلائینگے - اور جب جنوب و مشرق کی ہوا معاون ہوگی تو فی گھنٹہ ۸ میل کے حساب سے نیکر اس مدت مین ہم ۸ سو میل کو طے کر لین گے - یون بآسانی فرانسسکو کے جہاز تک ہم پہنچ سکتے ہین -

فلیاس - مطلب میرا یہی ہے کہ مجھکو اس جہاز پر پہنچا دو جو سانفرانسسکو جاتا ہے - خواہ وہ شنگھائی ہو خواہ ناگاساکی اور خواہ یوکوہاما - مجھے اس سے کچھ بحث نہین - مین سو گنی روزانہ کے حساب سے اور اگر جہاز پر پہنچ سکے تو دو سو گنی انعام کی تم کو دونگا - کیا تم اس پر رضامند ہو اور چلتے ہو؟

ملاح - جی ہان - چلتا ہون - مین ایک گھنٹہ مین اپنی کشتی کے بادبان درست کرکے اور کھانا تیار کرا کر بالکل تیار ہو جاؤنگا -

فلیاس - بہت خوب - یہ تو ہو گیا - کیا کشتی کے مالک تم خود ہو؟

ملاح - جی ہان - میرا نام "جانسلی" اور میری کشتی کا نام "تنفدر" ہے -

فلیاس - کچھ پیشگی بیعانہ لوگے؟

ملاح - حضور کی مہربانی -

فلیاس - لو - یہ دو سو گنی بیعانہ ہین -

بعد ازان فیکس کی طرف منہ پھیر کر کہنے لگا "اگر چلنے کا ارادہ ہو تو کہئیے - مین آپ کو بھی کشتی مین جگہ دیسکتا ہون ......"

فیکس - مین جناب سے یہ استدعا کرنے والا ہی تھا -

فلیاس - کچھ حرج نہین - ہم آدھ گھنٹہ بعد کشتی مین ہونگے -

پھر مسٹرس ایڈا سے مخاطب ہو کر پوچھا "اس سفر سے ڈر رہے گا تو نہین - کیون؟"

ایڈا - جب آپ ساتھ ہین تو مین کسی چیز سے نہین ڈرتی - مگر پاسپارٹو کی وجہ سے میری طبیعت بہت پریشان ہے - خدا جانے بیچارہ کہان رہگیا؟ اور کیا ہوا؟ -

فلیاس - خاتون! اسکا فکر نہ کیجئے - مین اس کا ابھی انتظام کرتا ہون -

یہ کہکر فوراً ایک گاڑی والے کو آواز دی اور مسٹرس کے ساتھ سوار ہو کر پہلے پولیس اسٹیشن مین اور وہان سے فرانسیسی سفیر کے یہان پہنچا - دونون جگہ پاسپارٹو کا حلیہ درج کرا کے ایک کافی رقم جو اسے وطن مالوف تک پہنچنے کے لیے کافی ہو جمع کر دی اور پھر بندرگاہ پر واپس آیا - جانسلی ملاح حاضر و تیار تھا - تینون آدمی مع فیکس کے کشتی مین سوار ہو گئے -

کشتی "تنفدر" ہر طرح سے مکمل درست اور مضبوط تھی جس مین عمدہ بادبان لگے ہوئے تھے - بالائی سطح اور زیرین حصہ بہت خوبصورتی کے ساتھ نہایت ہلکا بنایا گیا تھا - علاوہ کپتان جانسلی کے چار دیگر ملاح اور تھے جو سب کے سب توانا تندرست دلیر اور فن کشتی رانی مین ماہر تھے - نو د کپتان ایک ۴۵ سالہ سانولی رنگت کا تیز نظر اور تنومند آدمی تھا - جس کی تمام عمر سمندر کی موجون مین بسر ہوئی تھی - اور اپنے ہم پیشہ اشخاص مین "نہنگ دریا" کے نام سے مشہور تھا -

کشتی کی بالائی سطح سے ایک سبک زینہ لگا ہوا تھا - جس سے نیچے اتر کر ایک مختصر سا پاک و صاف اور غیر مکلف کمرہ نظر آیا -

فلیاس نے اپنے مہمان فیکس سے متانت کے ساتھ نرمی کے لہجہ مین کہا "مجبوری ہے - سوائے اس کے اور کوئی راحت کی جگہ

آپ کے لیے نہین ہے۔ معاف کیجیے گا۔"

فیکس نے اظہار شکرگذاری کے بعد دل مین کہا "اگرچہ یہ شخص چور ہے لیکن نہایت متواضع اور خلیق آدمی ہے"۔

۲ بجے کشتی کے بادبان کھولدئے گئے اور کپتان جانسلی نے "تنغدر" کو راستہ پر لگادیا۔ مسافر کشتی کی سطح پر بیٹھے مسٹر فلیاس اور مسٹرس اڈا اِس اُمید مین کہ شاید پاسپارٹو اب بھی نظر آجائے کنارے کی طرف بغور دیکھ رہے تھے۔ فیکس بیحد اضطراب و بےچینی مین مبتلا تھا۔ وہ ڈر رہا تھا کہ اگر کہین پاسپارٹو آگیا تو تمام چالاکی کھل جائیگی، اور مین کشتی سے باہر پھینکدیا جاؤنگا۔ پھر مجھے اپنے انعام سے بھی ہاتھ دھونا پڑیگا۔ مگر افسوس کہ بیچارہ پاسپارٹو نہ آنا تھا نہ آیا، وہ شاید ابھی تک افیون کے اثر سے بیہوش شراب خانہ مین پڑا ہوا تھا۔

۱۹

کشتی والے نے کیونکر انعام حاصل کیا؟

کپتان جانسلی نے کشتی کا سکان پکڑا بادبان کھولے اور نہایت تیزی کے ساتھ موجون کو چیرنا شروع کیا سال کے اس موسم مین ایک چھوٹی کشتی پر دریا مین ۸ سو میل کا سفر حقیقتاً ایک بہت ہی خطرناک بات تھی۔ بالخصوص اس لیے اور بھی کہ سواحل چین کے سمندر مین نہایت شدید طوفان برپا رہتا ہے۔ اِن طوفانون کے ظہور کا موسم نومبر دسمبر جنوری فروری تک رہتا ہے۔ اور فلیاس شروع جنوری مین کشتی "تنغدر" پر سوار ہوا ہے۔

کشتی والے نے اپنی روزانہ اُجرت مین خود ہی اختصار کر دیا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ "یوکوہامہ" تک لے جانے کا وہ معاہدہ کرتا مگر کپتان جانسلی حریص اور لالچ مین اندھا ہوجانے والا آدمی نہین ہے۔ اِسی وجہ سے اُس نے شنگھائی کو ترجیح دی ہے۔ اگرچہ یہ بھی نہایت خوفناک جسارت ہے لیکن اس قدر مسافت طے کر لینے کے لیے اپنی کشتی پر اُسے اعتماد ضرور ہے۔

فلیاس اپنی ٹانگین پھیلائے متموج سمندر کی طرف ملاحون کی طرح بغور دیکھ رہا تھا۔ مسٹرس اڈا دنبالہ کشتی کی طرف ایک کنارے مین بیٹھی ہوئی بڑی حیرت سے دریا کے شور و شر کو دیکھ رہی تھی کشتی ایسی تیزی کے ساتھ جا رہی تھی گویا بادبان مین بھری ہوئی ہوا اُسے سطح بحر سے اُٹھالیجانا چاہتی ہے۔

رات ہوگئی۔ چونکہ قمری مہینہ کی ابتدا تھی اس لیے چاند بھی پردۂ افق مین پنہان ہوگیا۔ سمندر سے آسمان تک ایک اندھیرا چھایا ہوا تھا جنوب و مشرق کی طرف سے بادلون نے آآکر فضائے آسمانی کو اور بھی تاریکی سے لبریز کر دیا۔

فیکس کشتی کی دیوار سے تکیہ لگائے گرداب حیرت مین ڈوبا ہوا تھا۔ جانتا تھا کہ فلیاس گپّی نہین ہے اِس لیے اُس سے بات کرنے کی ہمت نہین پڑتی تھی۔ نیز لندن بنک کے چور سے وہ گفتگو کرنا اپنی توہین بھی سمجھتا تھا اور اگرچہ اُس کے طفیل مین کشتی پر سوار ہونا بھی اُسے گوارا نہ تھا لیکن سوائے اس کے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ اِن سب کے علاوہ دوسری فکر نے الگ اُس کا خون خشک کر دیا تھا کیونکہ اِس مین کوئی شک نہین ہوسکتا تھا کہ یوکوہامہ کے جہاز مین فلیاس سوار ہوکر امریکہ لازمی طور پر پہنچ جائیگا، جہان اُس کو بالکل آزادی حاصل ہو جائیگی۔ چنانچہ فیکس کا دماغ تمام تر اِن ہی خیالات مین مستغرق تھا کہ فلیاس نے اتنی کثیر رقم لندن بنک سے اُڑائی ہے اور بجائے معمولی چورون کی طرح براہ راست لندن سے امریکہ کی طرف فرار ہونے کے اُس نے اہالیانِ پولس کو مغالطہ دینے کے لیے ۲ حصہ کرۂ زمین کا دورہ کر کے ممالک متحدہ امریکہ مین داخل ہونا اختیار کیا جہان وہ باطمینان تمام اس بنک کی رقم سے لطفِ عیش اُٹھائیگا لیکن جب یہ چور امریکہ مین سکونت گزین

ہوجائیگا۔ اس وقت فیکس کیا کریگا۔ وہان تو اُسے گرفتاری کا کوئی حق ہی حاصل نہین۔ یہ تو کیا فلیاس کو چھوڑ بیٹھے گا؟ نہین ہرگز نہین۔ فیکس نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ وہ کبھی اُس کو نہ چھوڑیگا بلکہ اُس وقت وہ یہ کوشش کرے گا کہ سلطنت برطانیہ کی طرف سے مجرم کی سپردگی ملزم کے لئے حکومتِ امریکہ کو تحریک کیا جائے۔

کشتی کی حسین مسافر مسٹرس ایڈا بوجہ پاسپارٹو کے لاپتہ ہوجانیکے نہایت غمگین اور مضطرب تھی اور فلیاس بھی اُس کی فکر سے خالی نہ تھا بہت کچھ غور و فکر کے بعد یہ رائے قائم کرلی گئی تھی کہ پاسپارٹو غلطی سے جہاز کرناٹک پر سوار ہوکر چلا گیا ہے۔ مسٹرس ایڈا نے بھی اس خیال سے اتفاق کرلیا۔ تاہم ایک قسم کا تاسف اُسے ضرور تھا۔ گو اپنے دل کو یون تسلی دے رہی تھی کہ اگر جہاز کرناٹک پر واقعی وہ سوار ہوگیا ہے تو یوکوہامہ مین ضرور اپنے رہائی دینے والے محسن کو وہ پالے گی!

تقریباً آدھی رات کو ہوا زور سے چلنے لگی۔ فلیاس اور ایڈا نیچے کمرہ مین چلے آئے۔ فیکس وہان پہلے ہی سے ایک گوشہ مین سو رہا تھا

دوسرے دن جب آفتاب طلوع ہوا تو آلۂ رفتارنما کے ملاحظہ سے ظاہر ہوا کہ سو میل سے زیادہ کشتی سفر کرچکی ہے۔ لہذا اگر یہی رفتار قائم رہی تو مقصد کا حاصل ہونا بالکل بدیہی تھا۔ تمام دن "تنفدر" ساحل کے قریب ہی رہی اور دریا کے بہاؤ نے اُس کی رفتار کو اور زیادہ مدد دی۔ چونکہ ساحل پانچ چھ میل سے زیادہ دور نہ تھا اس لیے اکثر اوقات مسافرون کو دکھلائی دیتا تھا۔

دوسرے دن سویرے کے وقت ہوا مین کسی قدر سکون تھا اِس لیے بادبانون کو کھول دینا پڑا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد ہوا مین تیزی آگئی اور کپتان کشتی کے بادبانون کو لپیٹ دینے پر مجبور رہا۔

مسٹر فلیاس اور مسٹرس ایڈا کو دریا کے سفر سے دورانِ سر کی شکایت پیدا نہین ہوئی تھی اس لیے کافی اشتہا کے ساتھ اُنھون نے وہ کھانا جو، ہانگ کانگ سے ساتھ لے لیا تھا شکم سیر ہوکر کھایا لیکن فیکس نے سر گھومنے کی وجہ سے شرکتِ طعام سے معذوری ظاہر کی۔ شام کو، آلۂ رفتارنما، پھر دیکھا گیا معلوم ہوا کہ دو سو بیس میل کی مسافت قطع ہوچکی ہے۔ بیشک اگر کشتی یونہی چلتی رہے تو فلیاس وقت مقررہ پر "شنگھائی" پہنچکر اُس جہاز مین جو یوکوہامہ سانفرانسسکو جاتا ہے ضرور سوار ہوسکتا ہے۔ اور ہانگ کانگ مین جو خطرناک روک پیدا ہوگئی تھی اس طرح اُسکی تلافی ہوسکتی ہے۔

رات شروع ہونے کے ایک گھنٹہ بعد کشتی "تنفدر" آبنائے "فارکین" مین سے جو جزیرۂ اعظم "فارمز" اور ساحل چین کے مابین واقع ہے گذری۔ آبنائے مذکور مین ہواؤن کی تیزی اور رو کے تموج سے کشتی ہچکولے کھانے لگی جس کی وجہ سے سطح کشتی پر کھڑا ہونا دشوار ہوگیا۔ صبح کے وقت ہوا مین اور بھی شدت پیدا ہوگئی۔ کشتی ایک تنکے کی طرح پانی پر تیر رہی تھی، اور فضا مین طوفان بلا کے آثار پیدا ہو چلے تھے۔ مقیاس الہوا کشتی مین موجود تھا۔ اُس نے کرۂ ہوا مین ایک تغیر عظیم کی اطلاع دی، اور جنوب و مشرق سے بڑے بڑے جھونکے چلنا شروع ہوگئے۔

کپتان، جانسلی، نے موسم کی اِس حالت کو بغور دیکھکر منھ ہی منھ مین بڑبڑانا شروع کیا۔ پھر فلیاس کے پاس آکر پوچھنے لگا۔ "مین جناب سے سب کچھ کہہ سکتا ہون"۔

فلیاس۔ ہان۔ ضرور۔

کپتان۔ اچھا تو سُنئے! اور خبردار ہوجایئے کہ ایک بہت ہی خوفناک طوفان آرہا ہے۔

فلیاس۔ کدھر سے۔ شمال یا جنوب سے؟

کپتان۔ جنوب سے۔ مہلک بگولون کی طرح۔

فلیاس - اگر جنوب سے آ رہا ہے تو کچھ پروا نہیں - ہم کو اور آگے اُڑا لے جائے گا -

کپتان - اگر آپ اِس قدر دل کو مضبوط کیے ہوئے ہیں تو مجھے بھی کوئی پروا نہیں -

جانسلی کا کہنا جھوٹ نہ تھا - تھوڑی دیر میں طوفان آگیا - دریائے چین کی سطح کے بگولے خاصکر اس موسم میں بیحد ہی خطرناک ہوتے ہیں -

کپتان نے امکانی پیشبندیاں پہلے ہی سے کر لی تھیں تمام بادبانوں کو لپیٹ دیا - دکلوں کو طنابوں سے مضبوط باندھ دیا - صرف ایک بادبان کے سرے کو اس قدر کھلا رکھا تھا کہ اگر کشتی کا اگلا حصہ ڈوبنے لگے تو رسی کھینچنے سے تھوڑی سی ہوا بادبان میں بھر جائے اور کشتی کو اُبھار دے - دوسرے بادبان دکلوں سے اچھی طرح لپیٹ کر باندھ دیئے گئے تھے - دروازوں سوراخوں کو بالکل بند کر دیا گیا - کمرہ کے زینہ کا بیرونی پٹ لگا دیا گیا، اور کشتی پوش کو خوب ہوشیاری کے ساتھ سطح پر باندھ لیا گیا، اور ایک بڑا موم جامہ اوپر لپیٹ کر اس طرح کا استحکام کر لیا گیا تھا کہ ایک قطرہ پانی کا بھی کشتی میں داخل ہونا ناممکن تھا -

آٹھ بجتے بجتے زور کی بارش شروع ہو گئی - ہوا کے جھکڑ لحظہ بلحظہ بڑھنے لگے - جانسلی نے مسافروں سے کمرہ میں چلے جانے کے واسطے کہا - مگر فلیاس، ایڈا اور فیکس کسی نے بھی اُس غیر ہوادار غار میں بند ہو جانا قبول نہ کیا - بلکہ سطح کشتی پر ہی رہنا پسند کیا، اور اپنے تیئں دکلوں کی رسیوں سے مضبوط باندھ لیا تاکہ موجیں اُن کو بہا کر نہ لیجائیں - غضب سے بھری ہوئی ہوا رفتہ رفتہ اِس رجہ زور شور سے چلنے لگی کہ چھوٹی کشتی چڑیا کی طرح اُڑتی ہوئی معلوم ہونے لگی - موجیں کشتی کو کبھی آسمان پر پہنچا دیتی تھیں اور کبھی دریا کی تہ کی طرف لیجاتی تھیں - ہر موج ایک کوہِ گراں کی طرح آتی اور کشتی کو ایک میل دور پھینک دیتی اس وقت اُس کی رفتار ریل کی رفتار سے کہیں زیادہ تھی -

شام تک کشتی تنغدر ہوا کی تیزی اور موجوں کی تھپیڑوں سے شمال کی طرف جو منزلِ مقصود تھی بہت زیادہ مسافت طے کر گئی - پہاڑسی موجیں بار بار چاہتی تھیں کہ کشتی کے اوپر سے گزر کر اُسے زیر کر لیں لیکن جانسلی جیسے ماہرِ فن ملاح کے ہاتھ میں سکان تھا - جو بڑی بہادری سے اس خطرناکی کا مقابلہ کر رہا تھا - مسافر سر سے پاؤں تک پانی میں تر ہو رہے تھے، بلکہ بہت سا پانی گلے اور حلق سے بھی نیچے اُتر گیا تھا فیکس کے مارے خوف کے اوسان غائب تھے - مگر فلیاس ایسی دلجمعی مضبوطی اور بے پروائی کا اظہار کر رہا تھا کہ مسٹرس ایڈا اُسے دیکھکر خیال کرتی تھی کہ یہ طوفان بھی اُس کے پروگرام سفر میں داخل ہے اور اس لیے وہ نہایت آزادی و استقلال سے دریا کی تلاطم خیزیوں کا مقابلہ کر رہا ہے -

شام تک تنغدر ہوا کی رو میں برابر شمال کی طرف چلتی رہی - مگر بعد مغرب طوفانی سمت تبدیل ہو گئی - موجوں نے کشتی کو بغل کیطرف سے ڈھکیلنا شروع کیا - اور اِس قدر اُس میں لرزش و جنبش پیدا ہونے لگی کہ ہر ہر منٹ پر کشتی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کا خوف تھا - اس رات میں طوفان کی بہت ہی زیادتی ہو گئی - بادل، موجیں، اندھیرا، ایک دوسرے سے ایسے بہم ہو گئے تھے کہ اُن میں تفریق کرنا مشکل تھا -

جانسلی نے جب طوفان کی رفتار میں رفتہ رفتہ ترقی ہی دیکھی تو وہ فکر و اندیشہ میں مبتلا ہو گیا اور اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد فلیاس کے پاس آکر کہنے لگا حضور والا! طوفان بتدریج بڑھتا ہی جا رہا ہے اور ہلاکت نظر آ رہی ہے - ایسی صورت میں اگر ہم ساحل پر چلے چلیں تو غیر مناسب نہ ہو گا -

فلیاس - مین بھی ایسا ہی خیال کرتا ہون -

جانسلی - بہت خوب - اگر حضور رضامند ہون تو مین قریب کے کسی ساحل کی طرف کشتی لے چلتا ہون -

فلیاس - مین ایک ساحل کو جانتا ہون - اگر کشتی اُدھر لے چلو تو نجات کی اُمید ہوسکتی ہے -

جانسلی - خدا حضور کو خوش رکھے - فرمایئے وہ کون سا ساحل ہے"

فلیاس - تنگھائی!

پہلے تو جانسلی فلیاس کا مطلب نہین سمجھا - مگر پھر سمجھ کر کہنے لگا - "بیشک - حضور کو استحقاق حاصل ہے - بہت اچھا مین تنگھائی چلتا ہون"

رات حقیقتاً بہت ہی اندھیری ہوگئی - ایسے گھُپ اندھیرے مین کشتی کا نہ ڈوبنا بالکل بعید از عقل تھا کیونکہ کشتی لوٹ لوٹ گئی - مگر پھر بالکل معجزانہ طور پر سیدھی ہو کر چلنے لگی - سوائے فلیاس کے اور سب کو اپنی زندگی سے نااُمیدی ہو چکی تھی فیکس تو بیہوش ہوگیا - لیڈی ایڈا نہایت سنجیدگی سے استقلال پر جمی ہوئی تھی - باوجود اس تمام آشفتگی و پریشانی کے اُسے فلیاس کا دیدار ایک کیفیت خاص بخش رہا تھا -

صبح ہوئی - طوفان بدستور قائم تھا - البتہ ہوا کا رخ پھر اصلی حالت پر آگیا، اور کشتی تیزی سے پھر چلنے لگی - جو امواج دریا رات کی ہوا سے اُٹھ رہی تھین وہ صبح کی ہوا سے پیدا ہونے والی موجون سے ٹکرا ٹکرا کر اور بھی حشر برپا کرنے لگین - اگر کشتی تنفدر کافی مضبوط اور سخت نہ ہوتی تو پارہ پارہ ہو جاتی - کبھی کبھی دُور سے گھرے ہوئے بادلون کے درمیان مین خشکی بھی نظر آجاتی تھی - لیکن سطح دریا پر کوئی کشتی یا جہاز دکھلائی نہین دیتا تھا - وسعت بحر مین تنفدر اکیلی تھی - سہ پہر کو ہوا کسی قدر اعتدال پر آگئی اور اس سبب سے مسافرون کو کسی قدر آرام کرنے اور کھانا کھانے کا موقع مل گیا -

تیسری رات بہ نسبت پہلے دو طوفانی دنون کے کسیقدر سکون پذیر تھی کپتان نے نچلے بادبانون کو کھول دیا جس سے کشتی کی رفتار مین زیادتی ہوئی - اگلے دن یعنی ۱۱ تاریخ کو صبح کے وقت جانسلی نے اطلاع دی کہ اب "تنگھائی" سو میل دور رہے اور اس مسافت کا آج ہی شام تک طے کر لینا لازمی ہے تاکہ تنگھائی پہنچکر یوکوہامہ کے جہاز پر سوار ہوسکین - اگر یہ طوفان برپا نہوا ہوتا تو اب تک تنگھائی پہنچ گئے ہوتے -

اب ہوا ساکن تھی اور دریا خاموش - تمام بادبان کھولدیے گئے ۲ بجے دن کے وقت کشتی تنگھائی سے ۴۵ میل کے فاصلہ پر تھی - ۲ گھنٹے جہاز کے چھوٹنے مین باقی رہ گئے - ضروری تھا کہ ان ہی ۲ گھنٹون کے اندر اندر کشتی بندرگاہ تنگھائی مین پہنچ جائے - کشتی کا ہر سوار خوف و بیم مین مبتلا تھا اور سوائے فلیاس کے ہر شخص کے دل مین دھڑکن تھی - اب جہاز تک پہنچنے کے لیے ۹ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کشتی کو چلنا چاہیئے اور مصیبت یہ تھی کہ ہوا بالکل ہی ساکن ہو رہی تھی کشتی بھی آہستہ آہستہ چلنے لگی - اب کیا کیا جائے کوئی چارہ نہین! ہوا کا چلانا انسان کی طاقت سے باہر ہے!

۶ بجے تنگھائی کا فاصلہ دس میل رہ گیا، اور جہاز کی روانگی کا وقت بہت قریب آگیا - ۷ بجے تنگھائی صرف ۳ میل دور تھا - کشتی بانون نے بحالت اضطراب مغلظات بکنا شروع کر دیا - کیونکہ وہ فلیاس سے انعام موعودہ اب کسی طرح حاصل نہین کر سکتے - جہاز کی روانگی سے پہلے پہنچنا ناممکن ہے -

جانسلی اور اُس کے ساتھی حیران تھے کہ کیا کرین فیکس دل ہی دل

مین خوش ہو رہا تھا۔ مسٹرس اَیڈا چپکے چپکے رونے لگی۔ مگر فلیاس کے بشرہ پر کوئی شکن بھی نہ تھی۔ کیا یہ شخص بے دل وجگر کا آدمی ہے یا پاگل؟

شہر کی روشنی کا سلسلہ جو دور سے ستارون کی طرح درخشان معلوم ہوتا تھا اُس مین سے سیاہ اور کثیف دھوان ظاہر ہوا۔ یہ ایک لائنے سفینے سے نکل رہا تھا۔ یہ تو وہ جہاز ہے جو اپنے مقررہ وقت پر یوکوہامہ اور امریکہ جانے کے لیے چل پڑا ہے۔ کپتان تجالی کی جیسے ہی اُس پر نظر پڑی بے اختیار سکّان اُس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ چلا کر کہنے لگا "ہاے۔ خدا کی مار۔ جہاز ہاتھ سے نکل گیا.....!"

فلیاس نے بغیر اس کے کہ کسی اضطراب کا اظہار کرے، جانسلی سے کہا "اشارہ کرو کشتی کی توپ داغدو! آگ جلا دو! مستول پر جھنڈیان باندھدو، جس سے معلوم ہو کہ کشتی تباہی مین ہے"۔

جانسلی نہایت تیزی سے چھوٹی توپ کی طرف جو کشتی کے سرے پر رکھی تھی دوڑا۔ توپ بھری گئی۔ جھنڈیان جو مدد کا اشارہ تھین نمایان کی گئین۔ فلیاس نے توپ کو رنجک دکھانے کا حکم دیا، اور چھوٹی برنجی توپ نے چارون طرف سطح بحر پر ایک گونج پیدا کر دی۔ کیا دیکھتے ہین کہ جہاز کشتی کی طرف آرہا ہے۔

کشتیبانان تنقدر نے تھرا تھرا کے خوشی کے نعرے مارنا شروع کیے۔

۳۰

پاسپارٹو کو روپیہ کی قدر کہان معلوم ہوتی ہے

اب کچھ پاسپارٹو کی بھی خبر لینا چاہیئے کہ وہ بیچارہ افیونیون کے شراب خانہ مین بندرگاہ ہانگ کانگ مین کیا کر رہا ہے۔

فیکس کے چلے آنے کے بعد شراب خانہ کے آدمیون نے پاسپارٹو کو افیونیون کے ایک بستر پر سُلا دیا تھا۔ ۳ گھنٹہ بعد اُسے کسی قدر ہوش آیا اور اِس مصیبت سے نجات پانے کی اُس نے کوشش کی۔ ہزار دقّت وہ ہمت کر کے اُٹھا اور کئی بار لڑکھڑا لڑکھڑا کر سر کے بل گر پڑا آخر جس طرح بھی بنا چلا اور بھاگنے لگا۔ کبھی اُس کا سر کسی دیوار سے ٹکرا جاتا تھا اور کبھی وہ اُلجھ کر گر پڑتا تھا۔ بہرحال اسی مصیبت مین کراہتا کراہتا گرتا پڑتا بندرگاہ تک آپہنچا۔ بیچارے کا سر ننگا تھا کیونکہ ٹوپی بھی شراب خانہ مین رہگئی تھی۔

اِس وقت جہاز چھوٹنے ہی کو تھا۔ کسی نہ کسی طرح وہ جہاز مین داخل ہو گیا اور ڈک پر پہنچتے ہی پھر بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اہالیان جہاز جو مسافرون کی اِس قسم کی بدمستیون کے عادی ہین انھون نے پاسپارٹو کو اُٹھا کر درجۂ دوم کے ایک کمرہ مین لیجا کر لٹا دیا۔

جہاز کرناٹک ۷۔ جنوری کو ہانگ کانگ سے پاسپارٹو کو لیکر بندر یوکوہامہ کی طرف تیزی سے روانہ ہوا۔ اِس جہاز مین علاوہ مسافرون کے بہت سا مال تجارت بھی تھا۔ صرف دو کمرے ایک مسٹر فلیاس اور دوسرا مسٹرس ایڈا کے لیے خالی رہ گئے تھے۔

جہاز کی روانگی کے ایک روز بعد جہاز کے مسافرون نے دیکھا کہ ایک ننگ سر شخص احمقانہ حرکتین کرتا ہوا درجۂ دوم کے کمرون سے جہاز کے ڈک پر آکر ایک کونہ مین بیٹھ گیا۔ یہ شخص پاسپارٹو تھا جس کے حواس صبح کی خنک ہوا سے برجا ہوتے جارہے تھے۔ رفتہ رفتہ یوم گذشتہ کی سرگذشت اُس کے ذہن مین آنا شروع ہوئی میکدہ مین شراب کی کثرت، نشہ کی زیادتی، اور اپنی حالت کا اندازہ کر کے وہ خود بخود کہنے لگا "مین بہت ہی بدمست ہو گیا تھا۔ اب مسٹر فلیاس سے مین کیا کہونگا۔ وہ مجھے دیکھکر کس قدر خفا ہوگا" پھر خود اپنے دل کو یون تسلی دینے لگا "نہین۔ نہین۔ مسٹر فلیاس نہایت عمدہ آدمی ہے۔ وہ میری ہر خطا کو معاف کر دیتا ہے۔ جو کچھ ہوا ہو لیکن مین نے جہاز کو نہین چھوڑا۔ اور پہنچ ہی گیا۔ اور یہی مسٹر فلیاس کا بھی مقصد تھا۔ بس"۔ اِس کے بعد اُس کو فیکس کا خیال

آیا تو کہنے لگا ہوں ۔ اب معلوم ہوا خدا کا شکر ہے کہ تیرے ہاتھ سے چھٹکارا ہوگیا۔ اس جہاز پر تو قطعی تو سوار نہ ہوا ہوگا۔ کیونکہ میرے ساتھ ایسی بدمعاشی کرنے اس جہاز میں سوار ہونے کی ہمت تجھے کیونکر ہو سکتی ہے۔ اگر ایک مرتبہ میرے سامنے تو آجائے تو حرامزادے تیرا گلا ہی پکڑ کر گھونٹ دونگا۔ میرے فلیاس جیسے آقا کو تو بنک کا چور بتاتا ہے اور اپنے آپ ایک نہایت جاسوس بنکر اس کے پیچھے پڑا ہے! بدمعاش ۔ سور!"

یہ باتیں دل ہی دل میں کرنے اور ہزارہا گالیاں فیکس کو دے کر پھر اپنے آپ ہی سوچنے لگا کہ اس بے ایمان کے تعاقب کا حال اپنے آقا سے نہیں کہنا چاہیئے۔ نامعقول کو کتے کی طرح اپنے پیچھے دوڑنے دینا چاہیئے۔ لندن پہنچکر اپنے آقا سے اس بیہودگی کا ذکر کرونگا تاکہ وہ خوب ہنسے لیکن اب سب سے پہلے مجھے اپنے آقا کے سامنے جاکر کل کی اس بدمستی کی معذرت کرنا چاہیئے۔

پاسپارٹو یہ کہکر کھڑا ہوگیا اور بڑی مشکل سے درجۂ اول کے کمرین کی طرف پہنچا سطح کی کرسیون پر اپنے آقا اور مسٹرس اڈا کو نہ دیکھا تب آہستہ آہستہ زینہ سے اترکر کمرون مین آیا۔ سامنے والے درجے مین چند معزز اشخاص بیٹھے ہوے تھے۔ مگر اُن مین فلیاس نہ تھا۔ بجبور جہاز کے ایک خدمتگار سے دریافت کیا اُس نے جواب دیا۔

"ایسا جنٹلمین جیسا کہ تم کہتے ہو اِن کمرون مین کوئی نہین ہے"

پاسپارٹو ۔ معاف کیجیے ۔ ضرور ہے ۔ جسے مین پوچھتا ہون وہ ایک خوبصورت لانبے قد کا نازک اندام جنٹلمین ہے کسی سے بات چیت نہین کرتا ۔ بہت ہی کم سخن ہے ۔ اور ایک خاتون بھی اُس کے ساتھ ہے ۔

خدمتگار ۔ اِن کمرون مین کوئی عورت ہی نہین ہے ۔ اگر یقین نہین آتا تو لو یہ فہرست موجود ہے ۔ مسافرون کے نام پڑھ لو ۔

پاسپارٹو نے فہرست لیکر مسافرون کے نام نمبروار دیکھے ۔ اور اپنے آقا کا نام اُس مین نہ پاکر سخت متحیر ہوا۔ اُس کی سمجھ مین نہین آتا تھا کہ اب کیا کرے ۔ یکایک اُسے خیال آیا کہ کہین غلطی سے وہ کسی دوسرے جہاز مین تو سوار نہین ہوگیا ۔ لہذا اُس نے پوچھا "کیا اِس جہاز کا نام کرناٹک نہین ہے؟"

خدمتگار ۔ ہان ۔ یہ کرناٹک ہی ہے ۔

اس اثنا مین ایک دم سے حقیقت حال اُس کی نظر کے سامنے پھر گئی ۔ اور شراب خانہ کا گذرا ہوا واقعہ اُسے یاد آگیا اور وہ "ارے" کہکر ایک آرام کرسی پر گر پڑا ۔ گویا ایک بجلی تھی جو اُس کے سر پر گری اور اُسے مبہوت و غم آگین کر گئی ۔ اب وہ اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ جہاز نے وقت روانگی کا تبدیل کر دیا تھا اور اُسے لازم تھا کہ اس کی اطلاع وہ جاکر اپنے آقا سے کرتا ۔ مگر بوجہ شراب خانہ مین بیہوش ہوجانے کے وہ جہاز کے شام ہی کو روانہ ہوجانے کی اطلاع اپنے آقا کو نہ دیسکا ٹکٹ بھی اُسی کے پاس تھے ۔ یہی سبب ہوا کہ مسٹر فلیاس اور مسٹرس اڈا اِس جہاز پر سوار نہو سکے ۔ اور اس شدید ترین غلطی کا ارتکاب کرکے پاسپارٹو نے خود اپنے سر آفت لی ۔

بیشک پاسپارٹو کی غلطی ہے لیکن اس مین تمامتر فیکس کی خباثت شامل ہے کہ بیچارے کو بیہوش کرکے اِس قابل ہی نہ رکھا کہ اپنے آقا کو وہ مطلع کرتا ۔ غم و غصہ سے پاسپارٹو زار زار رونے لگا ۔ اُس نے یہ بھی جان لیا کہ فیکس کا مقصد اِس بیہوشی سے یہی تھا کہ فلیاس کو جہاز پر سوار ہونے سے روک کر بعد مین گرفتار کر لے اور اس طریقہ سے فلیاس اپنی شرط مین ناکام رہکر اپنی تمام دولت و متاع کو خیرباد کہہ بیٹھے ۔

اِس جوش غم و غصہ سے جب وہ خوب تڑپ چکا تب اُسے اپنا خیال آیا کہ اِس پردیس مین وطن سے کالے کوسون دُور بغیر اپنے

تھا کہ وہ کیا کر سکتا ہے؟ اس وقت جبکہ وہ جاپان جا رہا ہے۔ اس مشرقی ملک میں بغیر روپیہ پیسہ کے وہ کیونکر گذارہ کر سکے گا؟ چند اشرفیاں جو جیب میں پڑی ہوئی تھیں وہ بھی شراب خانہ کے خدمتگاروں نے چرائی تھیں۔ اس دور دراز ملک سے یورپ بھی واپس نہیں جا سکتا ہے وہ تو غنیمت یہ ہوا کہ جہاز کا ٹکٹ مع قیمت طعام کے لیا گیا تھا ورنہ اب ہی شدت گرسنگی سے ہلاک ہو جاتا۔ ع

این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

غرضکہ بیچارہ پاسپارٹو رنج و غم اور افلاس و اشتہا کے خوف سے عجیب پریشانی میں مبتلا تھا، اور فاقہ کشی کے ڈر سے علاوہ اپنے کھانے کے مسٹر فلیاس وا ڈکے کھانے کا کھانا بھی وہ کھا جاتا تھا۔ وہ اپنے خیال میں معدہ کے ذخیرہ کو بھر رہا تھا۔

۱۳ جنوری کو صبح کے وقت جہاز کرناٹک بندرگاہ یوکوہامہ میں داخل ہوا۔ یوکوہامہ بحر محیط اعظم کے بڑے بندرگاہوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس لئے تمام جہازات جو امریکہ، چین، جاپان، کے سفر کرتے ہیں اس بندر میں لازمی طور پر ٹھہرتے ہیں۔ یوکوہامہ خلیج ایڈو میں واقع ہے۔ شہر ایڈو شہنشاہ جاپان کی دوسری بندرگاہ ہے جو چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

جہاز کرناٹک گودی میں جا کر لنگر انداز ہو گیا۔ مسافروں نے برآمد ہونا شروع کیا۔ پاسپارٹو بھی اترا۔ مگر وہ نہیں جانتا کہ کیا کرے۔ اس لیے گلی گلی اور بازار بازار مارا مارا پھرنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ مثل کلکتہ اور ہانگ کانگ کے یہ بھی یورپین قسم کا ایک شہر ہے۔ عمارتیں، مکانات، دوکانیں، بازار سب ولایت کے نمونہ اور انداز کی مگر چلنے پھرنے والے لوگ مختلف قوموں اور نئے نئے حلیوں کے نظر پڑے۔ چینی، جاپانی، ملیشیا، امریکن، انگریز باہم خلط ملط بازاروں اور کوچوں میں پھر رہے تھے۔

شہر کے انگریزی محلوں میں پھر کر وہ اصلی باشندوں کی آبادی کی طرف گیا۔ شہر کے جاپانی محلہ کا نام "بنتون" تھا جو جاپان کے جزائر و دریا کے دیوتا کا نام ہے۔ اس محلہ کی اکثر گلیاں بانس اور صنوبر کے درختوں سے سجی ہوئی تھیں۔ بعض مندروں کے دروازے پاسپارٹو کو بہت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتے تھے، اور بمبئی کے مندر کا واقعہ اسے یاد آکر یہاں کے مندروں میں داخل ہونے کی جسارت نہ کرنے دیتا تھا۔ کہیں کہیں بانس کے پل نہایت نزاکت اور کاریگری سے بنے ہوئے تھے، اور آس پاس بانسوں اور صنوبر کے درختوں نے منظر میں دلفریبی پیدا کر دی تھی، والے پارک تھے بعض جگہ مذہب بدھ اور کنفیوسیش کے پیروؤں کی اجتماع گاہیں تھیں کہیں کہیں بازار میں آدمیوں کی کثرت سے ہنگامہ سا لگا ہوا تھا سیکڑوں عورتیں مرد بچے اور ایک قسم کی دم کٹی بلیاں ہر طرف چل پھر رہی تھیں۔ یہاں کی عورتیں ملیح و صبیح خوش چہرہ لیکن عجیب قسم کے لباس سے آراستہ تھیں۔

پاسپارٹو رفتہ رفتہ شہر سے باہر آگیا، اور دیہاتوں کے کھیتوں کی ہوا کھانے لگا۔ کھیتوں کی مینڈوں پر عمدہ عمدہ درخت لگے ہوئے تھے جن پر بکثرت پھول نظر آتے تھے۔ ان پھولوں میں کیملیا جو یورپ میں بہت مقبول اور نایاب پھول سمجھا جاتا ہے بڑی فراوانی کیساتھ موجود تھا۔ حتیٰ کہ معمولی گھانس میں اور اس میں کوئی امتیاز نہیں تھا۔ نکنیز جسکی کلی بہت مبارک مشہور ہے اور کلاس، آلو بالو وغیرہ کے درخت بھی بہار دکھا رہے تھے کھیتوں میں بہت سے چھپے عجیب عجیب وضع و انداز کے بنے ہوئے تھے جن میں رنگارنگ کی چڑیاں مصروف پرواز تھیں جنکی وجہ سے کوئی کھیت کے اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

پاسپارٹو نے کھیتوں میں پھرتے پھرتے ایک جگہ کثرت سے بنفشہ اگا ہوا دیکھا۔ اسنے کبھی سنا تھا کہ گل بنفشہ میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے اس لئے فوراً کھانا شروع کر دیا۔ مگر چونکہ اس بنفشہ کا مزہ اور ذائقہ اسکے وطن کے بنفشہ سے بالکل مختلف تھا اس لیے بدذائقگی کی وجہ سے نہ کھا سکا۔

رات ہو گئی۔ پاسپارٹو پھر شہر کی طرف پلٹا۔ بھوک کی شدت سے انتڑیاں

کلام وفا

نتیجۂ فکر نواب محمد عمر خان صاحب متخلص بہ وفا خلف الصدق نواب مقتدر الدولہ بہادر دام اقبالہ

یا حبیب کبریا تیرے طلب گاروں مین ہون
تو سراپا ناز ہے مین ناز برداروں مین ہون

مصطفےٰ تو شاہ ہے مین کفش برداروں مین ہون
یوسف کنعان ہی تو اور مین خریداروں مین ہون

بخشدے سارے گنہ یارب طفیل پنجتن
اُمتی تیرے نبی کا ہون گنہ گاروں مین ہون

کیا عجب ہی میٹ دے نقش خط تقدیر کو
تو شفیع عاصیان اور مین گنہگاروں مین ہون

معترف تقصیر کا ہون منفعل اعمال سے
ہی سر تسلیم خم بیشک خطا کاروں مین ہون

بت پرستون کو خبر کر دو کہ مین ہون بت شکن
اور رسول ہاشمی کے کفش برداروں مین ہون

صحبت مے نے ریاکاری بھی سکھلا دی مجھے
زاہدو مین متقی ہی نوش میخواروں مین ہون

کیا سمجھ رکھا ہی تو نے مجھکو ای سرمست ناز
فتنہ گر تو ہی تو کیا ہی مین بھی عیاروں مین ہون

ای فلک کب تک کریگا مجھ پہ تو مشق ستم
سب بھلا دونگا تری شیخی مین ہشیاروں مین ہون

بے رخی بے اعتنائی پیر گردون تا کجا
جلد قسمت کو پلٹ دے مین دل افگاروں مین ہون

ڈال دے باہین گلے مین وصل سے کر شاد کام
دیکھ مدت سے ستمگر مین طلب گاروں مین ہون

یوسف مصری کی صورت تو جو ہی بازار مین
مین زلیخا کی طرح تیرے خریداروں مین ہون

ہان پلا دے وصل کا ساغر کہ مین ہون تشنہ کام
جان من مدت سے مین تیرے وفاداروں مین ہون

نزع مین یارب مرے ورد زبان ہو لا الٰہ
اُمتی خیر الوریٰ کا اور دینداروں مین ہون

ہے خمار ساغر عشق محمد ای وفا
بادۂ عرفان سے مست اُس کے پرستاروں مین ہون

مرزا غالب

رسائی سے پرے ہے فکرتِ رفعت گزیں تیری
ہمارے آسمانوں سے بہت اونچی زمیں تیری

ترا ہر شعر شرحِ دفترِ رمزِ نہانی ہے
نوائے سازِ فطرت ہے صدائے دلنشیں تیری

خسِ این بیشہ پہلو میدرد آتش سواران را
رہِ نظمِ سخن میں پیروی آساں نہیں تیری

اگر ہو آسمانِ شعر پہ رخشاں تری صورت
صفائی پا سکے ممکن نہیں ماہِ مبیں تیری

کہاں زیبا ہے تیرے عشق کو عشقِ بتاں کہنا
سمجھ ہی جب نہیں سکتے زبانِ ہر حسیں تیری

نہ وہ ساغر، نہ وہ ساقی، نہ وہ میخانہ ہے باقی
مگر جوشاں ابھی تک ہے شرابِ آتشیں تیری

تری رہ دار اہلِ دل کو ہے فردوسِ گوش اب تک
وہ دلّی میں تری دھومیں، وہ بزمِ آفریں تیری

مرقعے حسنِ پنہاں کے جو تو نے کھینچ ڈالے ہیں
عجائب خانۂ افکار میں سب سے نرالے ہیں

فلک پیما تخیل کو ملا حب اوج تاروں کا
ہوا آئینہ عالم آسماں کے پردہ داروں کا

تعجب کیا کہ اٹھ سکتا نہیں اپنی نزاکت سے
یہ پردہ شاہدِ معنی کے رخ پر اشعاروں کا

قصیدہ گوئی میں بھی شان خودداری رکھی قائم
ستائش گر ہوا اک آن سے تو تاجداروں کا

بوئے عشقِ حقیقی داغِ دل سے تیرے آتی ہے
بظاہر گو نظر آتا ہے سودا ماہ پاروں کا

جگر کو کھود کر وہ شاہدِ رعنا تراشے ہیں
ہوا پھر قصۂ تازہ کوہکن اور کوہساروں کا

ادائے خاص سے تو نے صلائے عام دی سب کو
رہا پھر بھی مگر محبوب دل معجز نگاروں کا

ترا مضمونِ فصلِ گل پڑھے صحرا میں گر کوئی
نظر آئینہ دار آئے ہر اک ذرّہ بہاروں کا

ستائش گر ہے واعظ اس قدر جس باغِ رضواں کا
وہ اک گلدستہ ہے تیرے تخیل کے گلستاں کا

فغانِ نسیم

ہر رنج و درد میں ڈوبی ہوئی فغاں میری — بھری ہے حسرت و حرماں سے داستاں میری
لہو رلاتی ہے یہ چشمِ خوں چکاں میری — عجیب ضیق میں ہے جانِ ناتواں میری

کہوں تو کس سے کہوں ماجرائے غم اپنا
سنے تو کون سنے قصۂ الم اپنا

ستم رسیدہ ہوں آوارۂ وطن ہوں میں — اسیرِ دامِ ملال و غم و محن ہوں میں
غریب بیکس و ناچار خستہ تن ہوں میں — ذلیل بندۂ خلاقِ ذوالمنن ہوں میں

گواہ ذلت و خواری شکستہ حالی ہے
نسیم کا کوئی ہمدرد ہے نہ والی ہے

میں بے زباں ہوں کیونکر کہوں فسانۂ غم — کروں تو کس سے کروں آہ شکوۂ ظلم
مصیبتوں میں نہیں کوئی مونس و ہمدم — نہیں ہے کوئی بھی پرسانِ حال اے ستم

ہماری آہ میں کچھ بھی نہیں اثر افسوس
نسیم کی نہیں لیتا کوئی خبر افسوس

نڈھال ہو گیا فاقوں سے میرا جسمِ نزار — نہ چین دن کو میسر نہ رات کو ہے قرار
پڑا ہوں بسترِ غم پر میں صورتِ بیمار — دکھاؤں آہ کسے داغِ سینۂ افگار

نہ مونسے نہ شفیقے نہ ہمدمے دارم

نہ در دل یا گویم عجب غمے دارم

عجیب رنگ ہے نیرنگ چرخ مینائی — کہ بیکسی کی ہر جا ردائے لطف گھٹا چھائی
ہزار حیف ہے خلق خدا تماشائی — کوئی نظر نہیں آتا وفا کا شیدائی

وہ بیوفا ہے جس سے وفا کی تھی امید
چھپا ہوا ہے سیہ مین خلوص کا خورشید

خبر ہو جلد کہاں تک مین رنج و غم اٹھاؤن — نئے نئے مین کسی کے داغ دکھلاؤن
تمہارے نخل محبت کا کچھ تو پھل پاؤن — کہین نہ غیر کے ہاتھون مین مفت بک جاؤن

مدد کا وقت ہے اے پاسبان مسلمانو!
ستم زدون پہ خدا را کرم مسلمانو!

شہید گردش لیل و نہار ہم بھی ہین — خزان رسیدہ گل نوبہار ہم بھی ہین
نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہین — تمہاری قوم کی اک یادگار ہم بھی ہین

جگر کو تھام لو دلدوز ہے فغان یتیم
سنا رہا ہے تمہین اوج داستان یتیم
(اوج گیاوی)

ندی

گیت گاتی ہوئی تو آتی ہے — داستان خوشی سناتی ہے
سیر تیری جہان کرتا ہے — چاند کشتی لیے اترتا ہے
موج آب بقا روانی ہے — صاف موتی کی طرح پانی ہے
آب تجھ سے نبات پاتی ہے — ہر گیاہ حیات پاتی ہے
گرم جھونکے ہوا کے آتے ہین — سرد سیراب ہو کے جاتے ہین
رنگ اپنا شفق جماتی ہے — آگ تن مین ترے لگاتی ہے
رات تارون کو لیکے آتی ہے — غیرت کہکشان بناتی ہے
ابر باران ہے اشکباری مین — برق تابان ہے بیقراری مین
ہے پریشان نسیم و صرصر سے — ترے جھکے الجھن ہے زلف ابر سے
اک جگہ پر تجھے قرار نہین — تیری چالون کا اعتبار نہین
شور ساحل سے سبزہ ہے بیدار — آنکھین کھولے ہے نرگس بیمار

تیرے دم سے نہال ہے شمشاد — سرو رعنا خزان سے ہے آزاد
دل مین رکھتی نہین ہے گرد و غبار
تجھ سے ہوتے ہین بارور اشجار
(ڈاکٹر یاد ملیحی)

گنہگار محبت

(ماخوذ از نظم مسز سروجنی نائڈو صاحبہ)

اے بہ حسن و جمال اے بت خورشید عذار — سیکڑون آہوئے صحرا تری آنکھون پہ نثار
جس طرح طائر بخوف اڑا کرتے ہین — اڑ کے کر لیتے ہین افلاک معلیٰ کا حصار
کی ہے مین نے نگہ چشم محبت تم پر — درد دل کا اگر اسکون نے کیا ہے اظہار
جز نظارۂ روئے دل صد چاک نہ تھا — شوق دیدار نے آنکھون کے کیا تھا لاچار
مین نے مانا کہ گنہگار نظر بازی ہون — کیا کرون اسکو کہ مجبور تھے یہ دیدۂ زار

بخش دو تم جو سمجھتے ہو خطائین ان کو
کون کرتا ہے محبت کو خطاؤن مین شمار

دست حسرت نے اگر کی ہو کوئی گستاخی — ہو کے بیتاب بنے ہون جو گلے کا تیرے ہار
بادۂ شوق محبت مین اگر ہو کے مست — ہو گئے ہون یہ کبھی مائل آغوش و کنار
اپنے آغوش محبت مین تمہین لے لیکر — ہو کے بیتاب نکالے ہون گر ارمان دو چار
صورت زلف یہ پہنچے ہون اگر تا بہ کمر — ہو کے قربان چھپے ہون جو تمہارے رخسار
نذر کرنے کے لیے لائے ہون تحفے یہ اگر — ریگ کی طرح کہ ممکن ہی نہین جنکا شمار

بخش دو تم جو سمجھتے ہو خطائین ان کو
کون کرتا ہے محبت کو خطاؤن مین شمار

لب عشاق نے کھینچی ہو اگر آہ کوئی — ہو کے سرگرم فغان دل کا نکالا ہو بخار
ہو کے مجبور اگر عرض تمنا کی ہو — لب نازک سے جو بوسون کا لیا ہو اقرار
ضبط الفت سے جو فرقت مین رہے ہون خاموش — رخ زیبا کی ثنا مین جو پڑھے ہون اشعار
الغرض جوش محبت مین اگر مست ہو کر — لے لیے ہون لب نازک کے جو بوسے دو چار
ہو کے بیدرد نکالی ہو تمنا دل کی — لب جان بخش کو پہنچا ہو اگر کچھ آزار
بخش دو تم جو سمجھتے ہو خطائین انکو — کون کرتا ہے محبت کو خطاؤن مین شمار

قصۂ درد والم تم کو سنایا ہو اگر ۔ آہین بھر بھر کے نکالا ہو اگر دل نے غبار
ہو کے پامال جفا ہجر مین تڑپا ہو اگر ۔ بیقراری مین رہا ہو نہ اگر صبر و قرار
نام ہمارا کا سے کے شکایت کی ہو ۔ نالےین کے سنائی ہو اگر حالت زار
نہ ہمائے علی پہ درد کی تسکین کیلیے ۔ نیکے مظلوم ہوا ہو جو ترا شکوہ گذار
ہو کے مجبور تقاضائے محبت سے اگر ۔ حسرت و یاس و تمنا کا کیا ہو اظہار

بخشدو تم جو سمجھتے ہو خطائین ان کو
کون کرتا ہے محبت کی خطاؤن مین شمار

وفا صدیقی

کلام مہر (جبر تپوری؟)

ادب کیسا تھا ہو رہ سوال سائل بھی ۔ ملکا نہو تو نکا سا کبھی جواب نہ دو

سب کے بھلے مین اپنا بھلا جانتے ہین ہم ۔ سچا ہے یہ اصول اسے مانتے ہین ہم

موسیٰ کو بنی آ کے طور تھا کو ۔ آنکھون دیکھا ظہور تیرا
کچھ مہر ہو مہر پر تو جانین ۔ ہے ذرہ نواز نور تیرا

وقت کا گر آدمی پابند ہے ۔ خواہ مفلس خواہ دولتمند ہے
وہ کہین جائے کہین آئے مگر ۔ اسکا ہر مہر سکھ آنند ہے

آسان نہین ہے اونکا دل لینا ہاتھ مین ۔ یہ سخت کام مہر محبت کا کام ہے
گر اپنی فکر مین سگ دنیا نے تو کیا ۔ بھوکون کا پیٹ پالنا ہمت کا کام ہے

آسنے نہ پائے مہر رعونت مزاج مین ۔ رہنا ہے نیک نام اگر تم کو راج مین

الفت تری دیکھی کج ادائی دیکھی ۔ ہر ایک ادا مین دلربائی دیکھی
مبت بن گیا مہر تیرے آگے ای بت ۔ تقریر مین تیری وہ صفائی دیکھی

تازہ غزلین

نواب لاڈلے صاحب فائق تلمیذ حضرت فراغ مرحوم

ہر گھڑی چین کی الفت مین کٹی جاتی ہے ۔ دم یہ بنتی ہے جب ایذا مین کمی ہوتی ہے
دل مین آ کر نگہ ناز چھری ہوتی ہے ۔ انکی دریردہ یہ بیداد بری ہوتی ہے
اُس سے کسن یاتا مین کم غم کی جھڑی ہوتی ہے ۔ وہ نظر کیون دل مضطر سے بری ہوتی ہے
قدر نالون کی نجست مین جبھی ہوتی ہے ۔ ضبط کی جب کہ گردن پہ چھری ہوتی ہے
جسکو کہتے ہین حسینون کی شکستہ پیمان ۔ خستگی دل عشاق وہی ہوتی ہے
دست وحشت جو دکھاتا ہے سلیقہ اپنا ۔ زلف برہم مری آشفتہ سری ہوتی ہے
سر کعب ہم تو جو آئے ہین تری گھر قاتل ۔ خیر ہو کس لیے اب تیز چھری ہوتی ہے
آسمان رنز گرتا ہے آسی پہ بجلی ۔ شاخ امید کسی کی جو ہری ہوتی ہے
شوق بدنام جو کر دے تو کرے کیا کوئی ۔ ورنہ کس کی نگہ شوخ چھری ہوتی ہے
مانگ لیتی ہین لہو قرض جگر سے آنکھین ۔ آنسوؤن کی ترے غم مین جو کمی ہوتی ہے
ای فلک دیکھ کے خندان مجھے تو نہ بل ۔ خندۂ زخم جگر میری ہنسی ہوتی ہے
ضبط اندوہ سے تو جان کا دینا اچھا ۔ جب خفا آپ سے نزدیک یہی ہوتی ہے
اُنس ہونے نہین دیتا کسی تکلیف سے شوق ۔ ہر جفا انکی مرے دل کو نئی ہوتی ہے
میرے دھوکے مین وہان غیر پہ ہوتا ہے کرم ۔ غیر کے دھوکے مین مجھ پر خفگی ہوتی ہے
آرزو جلد نکل جاؤ نکلنا ہے تجھے ۔ غم کی دیوار مرے دل مین کھڑی ہوتی ہے
لیکے دم غم سے چھڑاتا ہے وہ رشک عیسیٰ ۔ انکی بیداد مین بھی چارہ گری ہوتی ہے
نرمی سنبل کاکل ہے سراسر دھوکا ۔ پاؤن مین تیکے یہ زنجیر کڑی ہوتی ہے
قہر ہے آپکا آنا کہ بگڑ کر جانا ۔ کونسی انمین مصیبت کی گھڑی ہوتی ہے
ہاتھ پردے سے اٹھا دیجیے پردہ منظور ۔ پردہ داری سے بہت پردہ دری ہوتی ہے
آتش افشانی فریاد غلط ہے ہمدم ۔ منھ تک آتی نہین جو دل کی لگی ہوتی ہے

اثر جان حزین دل کی کسک تھی واقف
وہ بھی اب خوبی قسمت سے کبھی ہوتی ہے

جناب میرزا صاحب ثاقب دہلوی اوزادہ حضرت داغ (دہلوی)

چھپنے مین پھول منہ کو ترے زلف کی بوٹ مین / پتی گلاب کی ہے گویا زبان دہن مین
پھوٹا جو عشق مجھ سے اس انقلاب مین بھی / بلبل ہون انجمن مین پروانہ ہون چمن مین
اس دور مین ہمین بھی کیا دور کا ملیگا / بیٹھے ہین دور اگر ساقی کی انجمن مین
سنتے نکل گئی جو ہوتی ہے وہ نئی سی / ہر بات زلف کی ہی جبتک ہے دہن مین
غنچے چٹک کے ہنستے بلبل کے چہچہے پر / پھولا پھلا شگوفہ ای باغبان چمن مین
ڈھونڈھا بہت اجل نے لیکن نظر نہ آیا / مین ناتوان چھپا تھا بستر ہی کی شکن مین
جو جان پیسے دینے مین سمت مین عاشقون کی / ایسے بھلا کہان ہین اس لف ترکمن مین
کافور ہو گئے وہ آئے نہ دفن کرنے / کافور مل دیا کیون یار دم مری کفن مین

دل مفت لیگئی ہی ناداں ہمین بنا کر
سچ ہے کہ چشم پرفن یکتا ہے اپنے فن مین

ابو اللسان مولوی محمد صدیق حسن صاحب سفیر (نگینوی)

مجھے جو کہتے ہو ہر بار تم کہ تو کیون ہو / تمہاری بزم مین آ بیٹھے عدو کیون ہو
گناہ مرنا حسینون پہ ہے اگر بہوت / کوئی زمانے مین اللہ خوبرو کیون ہو
یہ کہکے چور ہوا ہون کہ مر گیا تیر / دکھا رہے ہین جگر کا آرزو کیون ہو
جو میرے خون کا منظور ہی بہانا نہین / تو آب تیغ سے پانی مرا لہو کیون ہو
جنون جامہ دری کا جو شغل ہی ٹھہرا / تو روز جیب گریبان مین بیج رفو کیون ہو
ہمین سے روٹھنا ہمکو نہ نام ہی رکھنا / خفا ہو ہمسے تو پھر ہمسے گفتگو کیون ہو
مجھے جو رشک ترا بزم مین ترے ہے / عدو کی میرے مقابل مین آبرو کیون ہو
یہ میکدہ نہین گھر ہے خدا کا ای واعظ / یہان یہ ذکر مے و جام و سبو کیون ہو
گھٹی ہے کس سے بتاؤ تو کس سے بگڑی ہے / سنان و تیغ لیے آج جنگجو کیون ہو
رگ گلو سے تو ای گل قریب ہو کر / ہماری آنکھون سے پوشیدہ مثل بو کیون ہو
تجھی سے باغ جہان مین ہین نقش ہر شی / جو تو نہ ہو تو گلون مین یہ رنگ و بو کیون ہو

شراب تم نہین پیتے یہ مانا ہم نے سفیر
مگر زمانے مین بدنام چار سو کیون ہو

منشی عبدالخالق صاحب خلیق (دہلوی)

ہمین آتا ہے گھر بیٹھے ترا دیدار کر لینا / تصور مین بلائین لیکے دل مین پیار کر لینا
قیامت ہے ترا یون وعدہ دیدار کر لینا / نہین کرنا زبان سے آنکھ سے اقرار کر لینا
کبھی انکار کر دینا کبھی اقرار کر لینا / تمہین سو بار توبہ توڑنا سو بار کر لینا
نہ منہ پھیرینگے ہرگز ایک کیا سو وار کر لینا / جو کچھ بھی ہو سکے تیغ نگاہ یار کر لینا
ترے بل پہ ہی مین عصیان شعار آیا ہون محشر مین / خطا پوشی مری بھی ہے رحمت غفار کر لینا
نگاہ سرمگین عاشق پہ کیا کیا قہر ڈھاتی ہے / تمہین تکمیل ہے تیغ نظر سرکار کر لینا
دو بالا لطف پامالی ملے ہم مشتی والون کو / قیامت کو بھی تم خاک مین رفتار کر لینا
شریک رنج و غم اب پاس حرمان کی ہین ہم / ہمین بھی آگیا یہ کھیل دو کو چار کر لینا
سوا تیرے فسونگر کیسی سے ہو نہین سکتا / جفا کرنی ستم کرنا پھر آنکھین چار کر لینا
تمہاری آنکھ بھولے سے ادھر پڑ جائے کیا ممکن / کہان سے آگیا بیست کا ہشیار کر لینا
اسیر ہجر کے عالم نے ڈالا ہی مصیبت مین / قیامت ہے کسی کا وعدہ دیدار کر لینا
متاع دل کی گاہک ہے شہر مین لاکھون نکل آئیں / ہمین آتا نہین سودا سر بازار کر لینا
یقین جانو ہمین بھی لوگ دنیا مین ولی کہتے / کسی کافر کا گر آتا ہمین دیندار کر لینا
صداقت جوہر ذاتی ایمان ہے سچ پوچھو / بہت مشکل ہے یہ گفتار کو رفتار کر لینا
عدو کو سر چڑھا کر داغ بدنامی ملا آخر / کہا تھا کس نے تم اسکو گلے کا ہار کر لینا
پئے ضبط فغان یہ کہکے وہ تاکید کرتے ہین / سر میدان محشر واللب اظہار کر لینا
گلستان مین کبھی تھا شاخ گل پر آشیان اپنا / میسر اب نہین ممکن سر دیوار کر لینا
دہکین کی ہوائے شوخ سے لاکھون گلے کاٹے / نہ بھولیگا کبھی وہ تیر کو تلوار کر لینا
کیا ہے ترک شغل مے مگر اب بھی یہ عادت ہے / سحر ہوتے ہی طواف خانہ خمار کر لینا
پہنچتے ہین عدم تک دم زدن مین سرو ہستی / بہت آسان ہے طے منزل دشوار کر لینا
اگر ہمسے کوئی پوچھے غلط فہمی ہے لوگون کی / نشان سجدہ کو ایمان کی معیار کر لینا
یہ اچھا مشغلہ ہے کاٹنے کو رات فرقت کی / شب غم یاد تیغ ابروے خمدار کر لینا
خدا سے ڈر کے آجاؤ عیادت کو دم آخر / ثواب آخرت ہے پرسش بیمار کر لینا
گل مضمون کھلاتا ہے کہ رنگین خلیق ایسے / کہ دامان زمین شعر کو گلزار کر لینا

دلچسپ ناول اور افسانے

گودڑ کا لعل - ایک نہایت دلچسپ اخلاقی تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کا طبعزاد فسانہ مصنفہ والدہ صاحبہ سید محمد افضل صاحب بی اے حصہ اول ودوم صفحات ۲۴۹ قیمت ۳ ملے

جنگ جرمن و بلجیم - ۱۹۱۴ء کی مشہور جنگ کے ہولناک کارنامے قیمت ۱۰

جرمن محکمہ جنگ کے اسرار - جرمن محکمہ جنگ کے اسرار کا مجموعہ نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت ۶

خلق مجسم - شائستہ زندگی کی جیتی جاگتی تصویر انسانی ہمدردی کا سبق اخلاق محبت کی دلکش تصویر قیمت ۶

ماما - حسن فروشی و عشق آموزی کا آئینہ دلفریب کرشموں کا گنجینہ قیمت ۱۲

بوالہوس - عورتوں کی مستقل مزاجی درستی تعلیم پابندی محال و قیافہ شناسی پر روشنی ڈالی گئی ہے حسن و عشق کی چاشنی بھی موجود ہے قیمت ۱۲

خوش قسمت - ایک ڈاکٹر کا مریم پر عاشق ہو کر مسمریزم کے ذریعہ سے قابو میں لانا قیمت ۱۲

جوش خون - ایک عصمت فروش عورت کی شوہر سے بیوفائی قیمت ۱۲

کلجگ کی کھونٹی جس میں ہیری برٹن ایک جہاز ران نے اپنے شباب کے کارنامے لکھتے ہوئے دو شیر یز بچوں کی شرارتیں دکھلائی ہیں قیمت ۶

نیرنگی دہر - مجیدہ بیگم کے مصائب اور وفاداری کی داستان شریف النسا کی کج ادائیوں کا انجام مصنفہ منشی عبدالغفور صاحب صفحات ۱۳۲ قیمت ۸

چابک سوار معشوقہ - گھوڑ دوڑ کی بدولت ایک رئیس کی تباہی و بربادی قیمت ۹

بادشاہ سلامت - لانگ لیوو دی کنگ کا ترجمہ گردش روزگار کے کرشمے حسن و عشق کی تصویر صفحات ۲۹۶ قیمت ۱۲

گنجینہ سرا غرسانی - ایک بوالہوس عاشق شوہر کا دوسری عورت کے عشق میں مبتلا ہونا اور اپنی زوجہ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگنا۔ دردناک ناول ہے قیمت ہر چہار حصہ ۶

جفا و وفا - ایک حسینہ دلنواز کی وفاداری عاشق خفیہ فروش کی دغابازی قیمت ۸

طلسمی فانوس - انگلستان کے مشہور جادو نگار رینالڈس کا ایک انگریزی ناول کا ترجمہ قیمت ۱۴

بسنتی دیوی - مسٹر رومیش چندر دت کے ناول کا ترجمہ ایک غریب نیک نفس عصمت مآب عورت کی عملی زندگی کا مرقع قیمت ۱۰

مار آستین - بنگال کے جادو نگار بنکم چندر چٹرجی کے ناول کا اردو ترجمہ قیمت ۸

بنگالی دلہن - بنکم چندر کا سب سے بہتر دلچسپ ناول شوہر پرستی اور عورتوں میں جذبات خودداری پیدا کرنے کا بہترین آلہ قیمت ۱۲

پرتاب - بنکم چندر چٹرجی کے بہترین بنگالی ناول کا ترجمہ قیمت ۱۰

مرنالنی - بنکم چندر کا مشہور فسانہ بنگالی عورتوں کے جذبات شوہر پرستی کا مرقع قیمت ۸

ہاجرہ کی کامیابی - اس میں معاشرت اور تمدن پر دلچسپ بحث کی گئی ہے قیمت ۴

عزیز مصر - مصر کے دارالسلطنت قاہرہ کا سچا قصہ قیمت ۲

حور عین - غدر ۱۸۵۷ء کے ہاتھوں دو شریف خاندانوں کی تباہی سچے عشق محبت کے جذبات قیمت ۱۴

سرگذشت - رینالڈس کے دلچسپ دلکش ناول "میری پرائس" کا ترجمہ ۱۲

بچھڑوں کا ملاپ - ایک اخلاقی قصہ بچوں اور مستورات کے پڑھنے کے لائق ۲

مراد نامراد - خوفناک عبرت انگیز دلچسپ ناول قیمت ۴

ہوا باز عاشق - ایک دلچسپ سبق آموز ناول جس میں حسن و عشق کے کرشمے محبت کے لطیف جذبات - جرمنوں کی خفیہ پیشہ دوانیاں غداروں کی حرکات علیا ان صبر و استقلال کے ساتھ کوشش کرنے کے نتائج وغیرہ وغیرہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ لکھنؤ کی صاف و شستہ زبان میں دکھائے گئے ہیں۔ قیمت ۸ر

جرمن جاسوس - حال کی جنگ یورپ کے متعلق جرمن کے جاسوسوں کی ان تھک کوششوں کے تمام و کمال حالات جو دول یورپ کے خلاف کی گئیں پرلطف پیرایے میں مذکور ہے - وہ وہ اسرار جن کے انکشافات کے حالات پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ بجگر جاسوسوں کی کارروائیاں حسن و محبت کے سچے جذبات محبت کے حقیقی جلوے لعبتان فرنگ کے چھچھورے یورپ کا طرز معاشرت - بے وفا پری جمال معشوقوں کے جھگڑے - شوخ و شنگ نازنینوں کے عشوہ و انداز - راز و نیاز - ہجر و وصال وغیرہ عہ

افشائے راز - یہ وہ دردانگیز افسانہ ہے کہ جس کے لفظ لفظ سے حسرت ٹپک رہی ہے جس میں زمانہ کی رفتار اور ابنائے جنس کی بدسلوکیوں کی کہانی کچھ ایسے مزیدار پیرایہ میں بیان کی گئی ہے کہ جی پھڑک جاتا ہے صفحہ ۲۴۴ قیمت ۱۰ر

تاج شہادت - ایک سچا واقعہ ایک معزز خاندان کی تباہی اور دولت عثمانیہ کے موتی ہیرے - یورپ کے جرائم پیشہ گروہ کی عیاریاں و چالبازیاں تجربہ کار سراغرسانوں کا طریق سنسنی خیز ناول صفحہ ۲۳۲ قیمت عہ

انتقام ناتمام - ایک حسین دوشیزہ کی ایک ہولناک مقصد کے لئے تیاری حسن و عشق کی چالبازیاں قیمت ۵ر

نیرنگ فرنگ (ہسٹری آف کرائم کا ترجمہ لوئی بونا پارٹ کے کارنامے

حسن و عشق کا مرقع - وکٹر ہیوگو کی تصنیف صفحہ ۲۸۸ قیمت عہ

غدار سر راہ - ایک بیوہ لیڈی اور اس کی نوعمر حسین لڑکی کے ساتھ غداری - قیمت ۴ر

ولایتی پرستان یعنی مسٹریز آف دی کورٹ آف لندن کا ترجمہ جس میں حسن و عشق کی نیرنگیاں - راز و نیاز کی باتیں - بوالہوس امیروں کی پرفطرت چالیں - دغا فریب اور جعلسازی کے عبرت خیز مرقعے - خفیہ رازوں کے حیرت انگیز پراسرار واقعات کا ہولناک نظارہ - غرضکہ ہر سین قیامت برپا کئے دیتا ہے جلد اول صفحہ ۴۴۶ - قیمت عہ جلد دوم قیمت عہ

حسن پرست - بوالہوس کا البم فلسفیانہ نظرت کا مرقع حسن و عشق قیمت ۸ر

بزم اکبری - اس میں شہنشاہ اکبر اور اس کے جلیل القدر پنج ہزاری منصب دار حبیب خان کے دلچسپ حالات حاکم مالوہ - باز بہادر کی شاہزادی روپ متی کے حسن و عشق کی پر درد داستان خاقان اکبر کی فوج کشی سلطان احمد نگر کی تباہی اور دیگر تاریخی واقعات نرالے ڈھنگ سے قلمبند کیے گیے ہیں صفحہ ۴۴۴ قیمت ۱۲ر

دیورانی جٹھانی - نیک نفسی اور حسن تدبیر مفید و نتیجہ خیز ناول ۱۴ر

گلاب و چمپا - نیک بیبیوں کے شریفانہ اطوار نوخیز دلہنوں کی کوتاہ اندیشی - پڑھ کر دل بیچین ہو جاتا ہے صفحہ ۱۶۴ - قیمت ۱۲ر

لکشمی - محبت کی دیوی - پاکبازی کی سنہری مورت قیمت ۵ر

رضا و حسینہ - نئے ڈھنگ کا اچھوتا ناول حسن و عشق کے قدرتی جذبات محبت کی نیرنگ سازیاں - قیمت ۴ر

ظرائف لطیف - تین ناولوں کا مجموعہ حسن و عشق قیمت ۴ر

سندر شانتا - کمال خوبی کے ساتھ عشق محبت - ہجر و وصال - شک رقابت - دوستی و ہمدردی مصیبت و استقلال - عیاری اور ہوشیاری کو دکھایا گیا ہے صفحہ ۳۲۶ - قیمت عہ

سراغ رسانِ ہند - ایک عقل کی دیوی مس کی قیافہ شناسی - ہند کی گذشتہ حالت کا نظارہ حسن و عشق صفحہ ۱۸۰ - قیمت ۱۲/

فسانۂ بنگال سر رابندرناتھ ٹیگور بابو پربھات کمار مکرجی وغیرہ مشہور بنگالی مصنفین کی آٹھ چیدہ اور پسندیدہ کہانیوں کا اُردو ترجمہ - یہ کتاب بہترین دماغوں کے بہترین خیالات کا نچوڑ ہے قیمت ۱۲/

کایا پلٹ - آنے والے زمانے کا ایک اچھوتا ناول قیمت ۱۰/

ناولہائے قاری - دہلی کے مشہور و معروف سیاح جاپان و انگلستان قاری سرفراز حسین صاحب عزمی کے بین مقبول عام اور نہایت دلچسپ اور دلکش ناولوں کا مجموعہ قیمت عہ مجلد قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ

ایک شاعر کا انجام - نیاز فتحپوری کا مشہور اور مقبول عام ناول دیکھنے کی چیز ہے قیمت ۱۲/

شباب لکھنؤ - اگر آپ گذشتہ لکھنؤ کی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمایئے - ایک انگریز سیاح نے سلطنت اودھ کے عروج کے زمانہ کے چشم دید حالات نہایت دلکش پیرایہ میں قلمبند کیے ہیں مترجمہ منشی محمد احمد علی صاحب بی اے قیمت عنصر

انارکلی بیگم - شاہزادہ سلیم اور انارکلی بیگم کے عشق کی درد انگیز داستان - ترجمہ از بنگالی قیمت - ۱/

فاتح بنگالہ - قابل دید ناول ہے صفحہ ۱۹۲ - قیمت ۱۲/

وفا کا پتلہ - شوہر کی بیقراری - خفیہ پولیس کی کارگذاریاں - عجیب و غریب سراغرسانی صفحہ ۵۲ قیمت ۲/

محل خانہ شاہی جس میں محمد واجد علی شاہ شاہ اودھ نے خود اپنے قلم سے اپنے محلات عظمیٰ کے حالات اور پریخانہ کے واقعات تعلیم موسیقی کے طریق یا نی عشقیہ لایف لکھی ہے - ہر محل کی تصویر - قیمت ۸/

مکاری کا پتلہ - ایک رئیس کی تباہی کا نظارہ حکمت عملیوں سے بدنگئے

کھڑے ہوتے ہیں - صفحہ ۲۲۸ قیمت ۱۲/

کرشن کا تماشا عشق صادق کا فوٹو - عبرت نما آئینہ ظرافت و لطافت کا گنجینہ صفحہ ۵۲۲ قیمت عہ

ابن مسلم - ایک تاریخی ناول مصنفہ منشی سلطان حیدر صاحب جوش ضرور ملاحظہ فرمایئے قیمت عہ

قصر دریا قصہ کی دلچسپی کا پے در پے پیش آنا - مجرموں کا نہایت چالاکی سے کامیاب ہونا - سراغرسان کا بھانڈا پھوڑنا - امرائے ہندوستان کی زندگیوں کی پرلطف اندرونی کیفیت صفحہ ۱۰۰ قیمت ۸/

ہاجرہ - ایک دلچسپ و اعلیٰ درجہ کے عربی ناول کا ترجمہ قیمت عہ

طرحدار لونڈی متمول مگر غافل خاندان کا رنگ ڈھنگ لونڈی کی چالاکیاں - جایز و ناجایز تدبیروں سے ترقی حاصل کرنا - مار آستین بن کے اپنے آقا کے خاندان پر تباہی لانا - اور ایک مقدمہ میں پھنسکر جیلخانہ میں جانا صفحہ ۲۰۸ قیمت ۱۰/

میٹھی چھری - ایک بیرون ملک کی قرضداری و بربادی - عشق و بربادی کا قصہ نہایت پرمذاق صفحہ ۱۱۶ قیمت ۴/

پیاری دنیا - ایک مصری شاہی لاش کا قصہ اور عشق دنیا اور کامیابی وغیرہ صفحہ ۱۰۴ قیمت ۴/

حاجی بغلول - ظرافت میں ڈوبا ہوا ہے جس کے ہر لفظ میں مذاق مضحک آمیز واقعات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں قیمت ۴/

کایا پلٹ جس میں دکھایا ہے کہ آج کل ہندوستان میں ہر قسم کی ترقی سے اندرونی ترقیوں کی کیا حالت ہے صفحہ ۲۰۷ قیمت ۶/

بنگالی دیوی - ایک بوالہوس بڈھے کی شادی - بیوی کی کج ادائی - جائداد کا تغلب نواسیوں کا مقدمہ عجیب مضحکہ آمیز طرز میں بیان کیے ہیں اور جس میں سوشیل اور اقتصادی معاملات پر روشنی ڈالی گئی ہے - مستورات کے پڑھنے کے قابل قیمت ۸/

مرد عورت اور لڑکوں کے لیے سر میں لگانے کا خوشبودار تیل

(رجسٹری شدہ) **کامی نیا آئیل** (رجسٹری شدہ)



یہ تیل نہایت عمدہ اور فائدہ مند ہے ہندوستان کے ہر ایک حصہ میں سب اسی کا استعمال کرتے ہیں کیونکہ یہ مفید اجزا سے مرکب ہے کامی نیا آئیل سر پر لگانے سے ٹھنڈک رہتی ہے اور اسی باعث طالب العلموں وکیلوں بیرسٹروں اور دماغی کام کرنے والوں اور جن کے سر میں درد رہتا ہے بہت مفید ہے کامی نیا آئیل سر کی ہر ایک قسم کی بیماریوں کو دور کرتا ہے اور گرتے ہوئے بالوں کو بچاتا ہے اور بے وقت بال سفید ہونے نہیں دیتا سر کے بال نرم سیاہ و چمکدار ہو جاتے ہیں دماغ کی خشکی درد سر و کمزوری وغیرہ کو دور کرتا ہے بالوں کو بڑھاتا ہے ضعف دماغ و زیادہ رنج و فکر کی وجہ سے بالوں کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں اور بال ٹوٹ کر گرنے لگتے ہیں اور بسا اوقات اکثر بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی عورتوں کو ہوتا ہے جس کے لیے کامی نیا آئیل نہایت مفید ہے نقلی تیل جو بازار میں لوگ فروخت کرتے ہیں دماغ کو نقصان پہنچاتے ہیں ایسا ضرر رساں تیل نہ خریدو بلکہ ہمیشہ ہمارا اصلی کامی نیا آئیل طلب کرو جس کی عمدگی کے لیے ہم کو میسور کی گذشتہ نمائش گاہ سے ایک سونے کا تمغہ انعام ملا ہے۔ کامی نیا آئیل خریدتے وقت اگر کوئی دوکاندار آپ کو دوسرا تیل دے اور یہ کہے کہ اس سے سستا اور عمدہ ہے تو اس کی خریداری سے اجتناب کرو کیونکہ ہلکا تیل فروخت کرنے والے زیادہ نفع کی لالچ سے خراب مال دینے کی کوشش کرتے ہیں اس سبب خریدار کامی نیا آئیل کی سربند بوتل دیکھ لو قیمت فی بوتل عصر روپیہ وی پی خرچہ چار آنہ تین بوتل دو روپیہ دس آنہ وی پی خرچہ سات آنے۔

استعمال کرنے کی ترکیب سر کے بال اور بالوں کی جڑ دن کو ہر دوسرے تیسرے روز صاف کر کے ان میں تیل کی مالش کی جائے۔

آٹو دل بہار (رجسٹری شدہ) واقعی آپ کے مزاج کے مطابق قدرتی پھولوں کا کیمیاوی طریقہ سے جوہر نکالا گیا ہے خوشبو کی پائداری اور پاکیزگی میں لاثانی ہے ایک چند قطرے آپ کے رومال پر لگانے سے آپ کے گرد مہکتے ہوئے پھولوں کا باغ ہونے کا ثبوت دیں گے اچھی خوشبو کے طلبگار ہمیں کہ ایسا ہی عطر تلاش کریں جس میں شراب کی آمیزش نہیں ہے قیمت چھوٹی شیشی ۸ درمیانی ۱۲ بڑی ۱۶ محصول ڈاک علاوہ اس کی بڑھتی ہوئی فروخت دیکھ کر بعضوں نے نقل بنانا شروع کی ہے۔

ہر ایک شیشی پر لفظ "آٹو دل بہار" رجسٹر دیکھ کر خرید کریں

سول ایجنٹس اینگلو انڈین ڈرگ اینڈ کیمیکل کمپنی جامع مسجد مارکیٹ بمبئی

لکھنؤ کے لیے ایجنٹ: سرکار کمپنی۔ سوداگران و دوا سازان قیصر باغ۔ لکھنؤ

منشی پیارے لال صاحب شاگرد بیرجی، مالک و ایڈیٹر کے لیے بابو منوہر لال صاحب بھارگو بی اے نے نول کشور پریس لکھنؤ میں چھاپ کر شائع کیا

ادب اور اُردو کا ماہوار باتصویر رسالہ

آئینہ

مرتبہ

پیارے لال شاکر (میرٹھی)

قیمت سالانہ للعہ مع محصول

قیمت فی پرچہ ۱۰

([illegible])

العصر

ستمبر ۱۹۱۸ء

جلد ۷ — نمبر ۳

فہرست مضامین

قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ العصر ہر ماہ کے آخر میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔ (۲) اس رسالہ کی سالانہ قیمت للعہ معہ محصول ہے اور ماکسی نمبر سے چندہ کا مع محصول بیجا میں کمی ناممکن ہے (۳) نمونہ کے لیے ۳ آنا چاہیے مفت نہیں ملیگا (۴) خریداری کیلیے پیشگی قیمت آنا ضروری ہے مابعد کا حساب نہیں (۵) خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ دینا چاہیے (۶) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے (۷) ترسیل زر درخواست خریداری اور جملہ انتظامی امور کے متعلق خط و کتابت بنام مہتمم رسالہ العصر نولکشور پریس لکھنؤ ہونا چاہیے (۸) مضامین بغرض اندراج رسالہ ریویو کے لیے کتابیں تبادلہ کے لیے اخبارات و رسائل بنام منشی پیارے لال صاحب شاکر مالک و ایڈیٹر رسالہ العصر لکھنؤ ارسال کیے جائیں (۹) العصر میں مذہبی مباحث اور موجودہ پالٹیکس پر کوئی مضمون نہ چھاپا جائے گا ناتمام مضامین بھی نہ لیے جائیں گے (۱۰) اعلیٰ علمی و ادبی مضامین کے لیے نقد معاوضہ بھی نذر کیا جائے گا مگر اس میں اوریجنل مضامین کی تخصیص ہے۔

بعض معاونین العصر کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا گیا ہے۔ یقین ہے کہ جملہ حضرات توجہ فرما کر مجھے شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائینگے (شاکر)

زبانِ اُردو کا نادر نایاب ذخیرۂ کتب

علومِ طبعیہ کی تاریخ - علومِ طبعیہ کی اُن تمام دریافتوں اور ایجادوں کی شرح کا جو ساتویں صدی قبل مسیح سے بیسویں صدی تک وقتاً فوقتاً عمل میں آتی رہی ہیں۔ مسائل کی تحقیقات کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کن کن حکما نے علمی دریافتوں اور ایجادوں میں کیا کیا حصہ لیا۔ نہایت مفید و ضخیم کتاب ہے، مضامین کی وضاحت کے لیے صدہا تصویریں دی گئی ہیں۔ قیمت ہر دو جلد عہ مجلد عہ

عجیب غریب صدی - دی ونڈرفل سنچری ریڈ مصنفہ الفریڈ رسل والس کا اُردو ترجمہ۔ اِس کتاب کو عجائباتِ روزگار کا میوزیم و عجائب گھر کہنا چاہیے۔ اِس میں وہ تمام باتیں بڑی خوبی سے بیان کی گئی ہیں جو انیسویں صدی میں حکمت نے ایجاد یا تحقیق سے ظاہر کی ہیں۔ حرارت، روشنی اور برق نے جو عجیب کام بری اور بحری دُنیا میں کیے ہیں وہ علانیہ طور پر اِس کتاب میں مندرج ہیں۔ علاوہ ازیں آتش فشان پہاڑوں، اجرامِ فلکی، علم الارض اور مسئلہ ارتقا کے متعلق بھی کافی معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ حجم ۔ صفحات قیمت ۹ر مجلد ۱۲ر

سورج چاند ستارے - اجرامِ فلکی کے متعلق ایک نہایت دلچسپ و مفید کتاب ہے جس میں چاند، سورج، ستاروں، سیاروں، دُمدار تاروں، ٹوٹنے والے تاروں کی زمین سے دوری، اُن کی وسعت، جسامت، طبعی تعلقات، گردش، کیفیت، اثرات، روشنی، حرارت، برودت وغیرہ عمومی کیفیات تحریر کرنے کے علاوہ بعض ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جو بالکل نئی معلوم ہوتی ہیں۔ زمین پر رہ کر آسمان کی سیر کرنا منظور ہو تو اِس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ حجم ۳ صفحات قیمت صرف ۸ر مجلد ۱۲ر

حیاتِ شمع - جس میں شمع کی لو، روشنی، شمع کے لیے ہوا کی ضرورت، شمع کے جلنے سے کون کون اشیا پیدا ہوتی ہیں، شمع کے جلنے اور عملِ تنفس کی مشابہت، کوئلہ، کوئلہ کی گیس، کاربونک ایسڈ، ہیڈروجن، نائٹروجن، آکسیجن وغیرہ کے افعال و خواص اور وزن وغیرہ بہت سے ضروری حالات درج ہیں۔ قیمت ۶ر

پھولوں کی کہانی - جس میں پھول کے اعضا، افعال و خواص، بناوٹ

مصطفیٰ، تمام درجہ بندی، نوید شاہی، یادگار، پیشہ، رہنے سہنے وغیرہ کے مفصل اور باتصویر حالات شائع ہیں۔ قیمت ۸ر

مشرق کی نابود شدہ تہذیب - کتاب کیا ہے ایک عبرت کا دفتر ہے، اِس میں گزشتہ مشرقی تباہ و برباد شدہ تہذیبوں کا عروج و زوال نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ تصویریں صاف صاف نہایت عمدہ ہیں۔ مثلاً فنیقی، بابلی، خالدی، اسوری، عرب، ایرانی، مصری، یہودی وغیرہ کے تاریخی حالات قلمبند کیے گئے ہیں جو تہذیب و شائستگی کا سلسلہ سمجھے جاتے ہیں۔ قیمت ۶ر

مصورِ نفسیات - جیسا کہ نام سے ظاہر ہے جو لوگ نفسیات سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اُن کے لیے یہ کتاب قابلِ مطالعہ ہے۔ قیمت صرف ۱۲ر مجلد عہ

فلسفۂ الٰہیات - یعنی مسئلہ ... ترجمہ و تشریح مولفہ ... صاحب ... صفحات ... لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ بہتر، توضیح مطالب کے لیے متعدد نقشے بھی شامل کیے گئے ہیں۔ طبع چہارم مجلد قیمت عہ

اپنشدوں کی تعلیم - اِس کتاب میں اپنشدوں کا مذہب یعنی خدا، انسان، دُنیا کی پیدائش، قائمی، انسان کی موجودہ اور آئندہ حالت اور بندھ اور موکش کا بیان ہے۔ قیمت عہ مجلد عہ

ویدوں کی تعلیم - انگریزی کی مشہور و معروف کتاب ... آف دی ویداز کا ترجمہ میکس مولر کی تصنیف۔ قیمت مجلد ۱۲ر

خدا کی ہستی - انگلستان اور امریکہ کے مشہور علمائے علمِ الٰہی کی نادر اور مستند تصنیفات کا اقتباس۔ عبارت نہایت سلیس اور عام فہم۔ قیمت مجلد ۱۲ر

حدیقۃ الاخلاق - اکانومی آف ہیومن لائف کا اُردو ترجمہ۔ اِس کتاب کی نصائح موتیوں میں تولنے کے قابل ہیں۔ تقریباً تمام مہذب زبانوں میں اِس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم ہے۔ نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے یہ ایک اچھا انعام ہے۔ قیمت ۱۲ر مجلد عہ

منروا پبلشنگ کمپنی، منروا پریس لکھنؤ (اودھ)

ہوائی کرہ کے عجائبات - اس کتاب میں ہوائی دو پُر اسرار باتیں نہایت دلچسپ [illegible] کی گئی ہیں جو [illegible] نہایت [illegible] دری ہی۔ قیمت ۴

تاریخ مذہب - [illegible] مذہب [illegible] ابتدا [illegible] ترقی کا حال اور تیرہ بڑے بڑے مذاہب [illegible] اور دیگر ممالک و اقوام کے مذہب [illegible] مجلد [illegible]

قدمائی [illegible] - [illegible] مشہور [illegible] وغیرہ [illegible] نہایت [illegible]

مشاہیر نامہ - دنیا میں جو مشہور اشخاص گزرے ہیں اس کتاب میں [illegible] مفید اور قابل [illegible] مطالعہ سے [illegible] پیدا ہوتی ہے۔ قیمت ۹

خیالات [illegible] - [illegible] مشہور و معروف [illegible]

[illegible] ہیں نہایت [illegible]

دیوان [illegible] - اس کتاب میں ایک نوجوان غریب [illegible] کے حالات [illegible] ہیں کیونکر [illegible] حالات سے [illegible] ترقی کرکے [illegible] نوجوانوں کے لیے نہایت [illegible] ہے۔ قیمت [illegible] مجلد [illegible]

مصری کا بایبلٹ - [illegible] کی مشہور کتاب [illegible] ایجیپٹ کا ترجمہ مصری معاملات کی نسبت اس سے بہتر [illegible] دشوار ہے۔ حجم ۴۴۴ صفحے قیمت مجلد [illegible]

عطر سخن یا جذبات نظم - [illegible] کے مشہور شعرا یعنی مولانا حالی - ڈاکٹر اقبال، مولانا شبلی، مولوی ظفر علی خان وغیرہ کی قومی اور مذہبی نظموں کا نہایت دلکش و دلپسند مجموعہ جس کا ہر مسلمان کے کتب خانہ میں رہنا ضروری ہے - اگر یہ نظمیں بچوں کو حفظ کرادی جائیں تو ان کے ذہنوں میں قومیت کے جذبات خوب راسخ ہو جائیں گے۔ قیمت [illegible]

اکسیر سخن - مہاکوی کالیداس کی موسمی نظموں (رتو سنگار) کا اُردو ترجمہ نظم کتاب کے شروع میں ملک کے مشہور فسانہ نویس بابو پریم چند صاحب نے ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے - مہاراجہ کشن پرشاد

بہادر یا اثقاسم کے نام نامی پر یہ کتاب معنون کی گئی ہے اور آپ کی تصویر بھی شامل ہے - نیز ان نظموں کے مترجم منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی تصویر بھی کتاب کے شروع میں لگائی گئی ہے - یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہاتھوں ہاتھ خریدی جائے - بہت کم نسخے اب باقی ہیں - قیمت ۶ر

قاسم و زہرہ - منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی کی منظوم ڈرامہ کے [illegible] شروع سے آخر تک بانشستہ خیالات پاکیزہ [illegible] کا [illegible] شوخی اور [illegible] کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہے - [illegible] لطیفے برجستہ [illegible] حکیمانہ مذاق سے خالی نہیں - معاشرت کے سین مطابق فطرت دکھائے [illegible] جذبات میں سرا پا ڈوبا ہوا ہے۔ قیمت ۸ر

دیوان غالب اُردو - اُردو دیوان غالب کا یہ خاص ایڈیشن نہایت اہتمام سے [illegible] شروع میں ایک پُر لطف دیباچہ اور مرزا غالب کی مختصر [illegible] غالب کی عکسی تصویر بھی شامل ہے - کلام غالب کے [illegible] اس نسخہ [illegible] - قیمت [illegible] مجلد [illegible]

شرح دیوان غالب - مع مقدمہ مشتمل برحالات و تنقید کلام غالب از سید [illegible] حسرت (موہانی) بی اے قیمت [illegible]

مکاتیب سلطانی یعنی علیا حضرت جناب نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ تاج الہند جی سی ایس آئی جی سی آئی ای فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا کے مختصر حالات مع تذکرہ تصانیف شروع میں سرکار عالیہ کی عکسی تصویر بھی چسپاں کی گئی ہے - لڑکیوں اور مستورات کے پڑھنے کے قابل ہے - قیمت ۶ر

کلام محروم یعنی منشی تلوک چند صاحب محروم کی اخلاقی ادبی اور نیچرل نظموں کا قابل قدر مجموعہ - شاعرانہ تخیل کی رنگینی انداز بیان کی شیرینی مظاہر قدرت اور واقعات عالم میں نگاہ نتائج جو کی باریک بینی ہر جگہ قابل داد و تحسین ہے - پنجاب گورنمنٹ نے اس کتاب کی اشاعت پر دو سو روپے انعام مصنف کو عطا فرمایا ہے اور پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے دو سو نسخے خرید لئے ہیں - آپ بھی ایک نسخہ منگا کر ملاحظہ فرمائیں قیمت ۱۲ مجلد [illegible]

کفایت شعاری - ڈاکٹر اسمائلز کی پاکیزہ اور قیمتی تصنیف تھرفٹ کا سلیس اردو ترجمہ جس میں کفایت شعاری کے اصول کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے اور محققانہ بحث کی گئی ہے لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ اور دیدہ زیب - آپ کے کتب خانہ میں اگر اس کتاب کی کمی ہو تو فوراً طلب فرمائیے - قیمت ۸ر

العصر

ترقی

الے ملک میں آجکل ہر مذہب و ملت میں جو عام خواہش پائی جاتی
ہا ہندمین ترقی کی خواہش ہو وہ یہ ہو کہ "ہم ترقی کرین"۔ یہ ایک جائز
نہ عمدہ خواہش ہو اور اِس بات کی دلیل ہو کہ ہندوستان کی
ماری قومین اس بات کو محسوس کر چکی ہین کہ اُن کی موجودہ حالت
یسی نہین ہو جو ہونی چاہیئے تھی۔ اِس احساس کے اسباب مختلف
ہین لیکن غالباً سب سے بڑا سبب وہی ہو جس کا سُراغ تقریباً ہر
کے اسباب زمانہ کی انسانی تاریخ مین ملتا ہو یعنی "زندگی کی سخت کشمکش" لیکن
ازانجملہ ایک سبب یہ بھی ہو کہ جس قدر ہمارے ملک کے تعلقات ممالک خارجہ
سے بڑھتے جاتے ہین اُسی قدر ہم کو اِس بات کا موقع ملتا ہو کہ اپنی حالت کا
مقابلہ دوسری قومون سے کرتے ہین ہم دیکھتے ہین کہ یورپ کی سب قومین
علم و عقل، تجارت و تمول اور قوت مین نہایت اعلیٰ مرتبے رکھتی ہین۔
ہماری ہمسایہ ایشیائی قومین بھی بیدار ہو چلی ہین اور شاہراہ ترقی پر

کوشان ہین۔ جاپان کی حیرت انگیز ترقی نے اِس بات کو ثابت کر دیا
ہو کہ ہر قسم کی ترقی خواہ وہ قومی ہو یا تمدنی، تجارتی ہو یا ملکی وہ بنی نوع
کا اِرث ہو اور اس مین کوئی امتیاز رنگ، قوم یا ملک کا نہین جو کوشش
کرتا ہو وہ پاتا ہو اور جو کھٹکھٹاتا ہو اُس کے لیے کھولا جاتا ہو۔ جب
ہم اپنی حالت کا اندازہ اِن قومون سے کرتے ہین تو ہم کو معلوم ہوتا ہو
کہ ہم ہنوز پستی کی حالت مین ہین۔

یہ ایسا زبردست احساس ہو جو آجکل ہندو، مسلمان، سِکھ، مسیحی غرض
ترقی کا احساس سب قومون مین مشترک ہو ہندوستان کی ہر جماعت ہر خطے
و حصے مین مشترک پایا جاتا ہو اور ہم اس کو ایک نہایت نیک فالم جو
سمجھتے ہین جس طرح اخلاقی ترقی مین سب سے پہلی چیز خود علم نہین مگر تھوڑے
اسی طرح مادی ترقی مین بھی سب سے پہلے "اپنی حالت کا احساس کرنا" ہر اس تک
عیوب و کمزوریون سے مطلع ہوتا ہو۔ اِس احساس کا ظہور ہمارے ملک مین ا دکھا کے

دوسروں میں نظر آرہا ہی۔ اوّل تو ملک میں ایک عام بے چینی سی نظر
آرہی ہی۔ ہمالیہ سے راس کماری اور بحر عرب سے خلیج بنگال تک ہر جماعت
و مذہب و طبقے میں ایک حرکت سی پائی جاتی ہی۔ ایک ایسی حرکت گویا
سمندر کی موج پانیوں کے گہراؤ پر جنبش کر رہی ہی! یہ فنامنا (نظارہ) فطرتی،
ایک ایسے ملک میں جو ہزار ہا سال سے سکون و قرار پسند رہا ہو حیرت انگیز ہی۔
اگرچہ ہندوستان پر بڑے بڑے انقلابات آتے رہے ہیں لیکن ہمارا
ملک اور اُس کے باشندے بمقابلہ دوسرے ممالک اور قوموں کے
بالطبع صلح پسند اور سکون و قرار کے جویاں رہے ہیں۔ ہندوستان کے
[ہند بالطبع سکون پسند ہی] فلسفے اور تمدن کا میلان ہمیشہ تقدیر، قناعت
صبر، برداشت اور راضی برضائے مولا کی طرف رہا ہی۔ انقلابات
و تغیرات سبب بے چینی نہ ہوا۔ بلکہ ہمیشہ ایک امر ناگزیر کے سمجھے جاتے رہے
ہیں۔ ہندوؤں کا تخیل "بہشتی سکون" ہی یعنی روح کا ہمہ لالحاظ
جسموں اور تغیرات سے چھٹکارا پانا اور نروان میں فنا ہو جانا یا بالفاظ
دیگر روح کا ایک دائمی قرار و سکون حاصل کرنا اصلی بہشت ہی۔ اس کا
سبب کچھ تو اس ملک کی قدرتی جغرافی یکسوئی و تنہائی ہی کہ تین طرف
[اسکے وجوہ] سے قدرت نے اس کو سمندر کی خندق سے محفوظ کر دیا
ہی اور شمال میں ایک زبردست پہاڑوں کی دیوار کھڑی کر دی ہی
تاکہ یہ باغ عدن بطور خلاصہ عالم کے خود ایک چھوٹی سی دنیا بنی رہے
اس میں صرف شمال مغرب و شمال مشرق دو دروازے ہیں جو خوفناک
پہاڑی دروں سے متصل ہی۔ شمال مغرب کے دروازے سے ہمیشہ
اس باغ عدن کو لٹیروں کا خطرہ رہا ہی۔ اس لیے قدرت نے اُس
دروازہ کا محافظ اُن قوموں کو رکھا ہی جن کی فطرت پارہ کے مانند
اکسیر نخرہ، ۔قدر ہندوستان کی قومیں سکون و قرار پسند ہیں اُسی قدر
کتابہ، ۔ ۔ انقلاب پسند۔ دربان کے لیے ہوشیار و مضبوط ہونا
دلچسپ ۔ سبب یہاں کی آب و ہوا ہی جو سکون و آرام پسندی

انسان میں پیدا کرتی ہی۔ پس بے چینی کا ظہور اور ترقی کا احساس اس
ملک کے لیے فی الحقیقت ایک حیرت انگیز فنامنا (نظارہ) ہی۔
ہند میں ہر چہار طرف ترقی کی پکار اور غُل ہی۔ کوئی زبردست
احساس لوگوں کو مجبور کر رہا ہی کہ وہ ہزار ہا سال کی مذہبی قیود، رسوم
و عادات جو کسی زمانہ میں اس وقت کے حالات کے لحاظ سے مفید تھیں
مگر اب شاہراہ ترقی میں ان کی مزاحم ہیں تقویم پارینہ کی طرح بالائے طاق
رکھدی جائیں اور وہ وسائل اختیار کیے جائیں جن سے ہندوستان
کو تمدنی، مالی، ملکی و تجارتی لحاظ سے اقوام متمدنہ میں ایک باوقعت جگہ
حاصل ہو۔ اگر ہندوستان کا آشوک، چندر گپت، بکرماجیت اور اکبر دلی، پٹنہ
اُجین یا کلکتہ میں نہ سہی لندن میں رہے تاہم بیربل، فیضی اور جے سنگھ
صوبہ دار کابل کے درجوں پر ہندوستانی نظر آئیں۔ پرتھی راج یا شیر شاہ
کے بہت سے سور بیر بچے یونین جیک کے جھنڈے کو تھامے ہوئے
پنجہزاری اور بارہ ہزاری فوج کی برگیڈ جنرلی کا کمانڈ کرتے ہوں! کوئی
شک نہیں کہ جب بچے اپنی بڑی بوڑھیوں سے شیریں روایات اور
دلچسپ حکایات سنتے ہوں تو مذکورہ بالا دلخوش کن خواب اُن کو نظر
آتے ہوں۔ بہرحال اس واقعہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ملک میں
ایک سخت بے چینی کی روح ہی اور ہندوستان کی سب قومیں ترقی کی خواہاں
و جویاں ہیں۔ ہم اس زبردست احساس کی دل سے قدر کرتے ہیں
اور اُس جد و جہد کو ہمدردی سے دیکھتے ہیں کہ جو ہندوستان کی قومیں
تعلیم میں اور اپنے ملک کی صنعتی و تجارتی و اکانومکل (مالی) ترقی میں
کر رہی ہیں۔ لیکن ایک بات ہماری سمجھ میں اب تک نہیں آئی کہ اس تگ و دو
[اِس ترقی کی علت غائی کیا ہی] کی منزل مقصود یا علت غائی کیا ہی؟ ہم کہاں تک
پہنچے ہیں اور کدھر جا رہے ہیں؟ اس وقت ہماری حالت کیا ہی؟ اور اس
حالت سے کیا حالت پیدا ہو گی؟ یہ سوالات نہایت عمیق مگر ضروری ہیں۔
یہ سوال ہمارے دل میں اپنے وطن ہندوستان کی سچی محبت سے پیدا

ہو رہے ہیں۔ ہمارے دل کو سخت صدمہ ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کی بہت سی قوت بہت سا روپیہ بہت سا وقت اور بہت سی جانیں لاعلمی اور ناتجربہ کاری سے ایسی صرف ہو رہی ہیں جس کا نتیجہ بمقابلہ اس قوت روپیہ وقت اور جانکاہی کے بہت ہی خفیف حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک روپیہ خرچ کرتے ہیں تو ایک آنہ کی چیز ہاتھ آتی ہے۔ گو نیت اچھی ہے مگر کام کرنے

قصد نیک مگر وسائل و طریقے ناقص ہیں

کے طریقے اور وسائل نہایت ناقص ہیں۔ مثلاً ہم چاہتے ہیں کہ ہماری قوم اور ملک ترقی کرے، یہ اچھی نیت ہے مگر ترقی کا مقصد و طریقہ کیا ہے؟ انگریزی تعلیم حاصل کرنا اور یہ کیوں؟

تعلیم کا مقصد سرکاری نوکری

تاکہ کوئی سرکاری دفتر کی نوکری مل جائے پس منزل مقصود سرکاری نوکری ہے جو ہزار میں سے دس شاید کامیابی سے حاصل کرتے ہیں اور بقیہ ۹۹۰ زندگی کی سخت کشمکش میں مبتلا رہتے ہیں۔ اب اگر ذاتی قومی و ملکی ترقی کی نیت سے وہ ایسے علوم مفیدہ کو حاصل کرتے جنکی غرض محض سرکاری نوکری نہ ہوتی بلکہ آزادانہ کوئی پیشہ یا صنعت اختیار کرتے تو اسی قوت اور محنت اور روپیہ اور جانکاہی کے صرف سے بہت بہتر نتیجہ اپنی ذات و قوم اور ملک کی فلاح کا ہوتا۔

پس اس بات پر لحاظ کرنا ازبس ضروری ہے کہ ذاتی و قومی و ملکی ترقی کے لیے تعلیم اس زمانے میں لابدی ہے مگر تعلیم کی غایت محض سرکاری نوکری نہ ہو بلکہ اپنے دماغی و عقلی و اخلاقی و جسمانی قویٰ کو اس طور پر ترقی دینا جس سے آزادانہ طور پر اپنی بسر اوقات کر سکیں اور ملک کے لیے مفید ثابت ہوں۔ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ہر اچھی اور مفید چیز اپنی قیمت آپ رکھتی ہے۔ بہت سے نام کے بارسٹر معمولی دیسی وکیلوں کے سامنے سرسبز نہیں ہوتے۔ بعض پرائیویٹ ڈاکٹر اور حکیم سرکاری ملازم ڈاکٹروں سے بہت اچھی آمدنی رکھتے ہیں۔ یہودی، پارسی، مارواڑی، بوہرے، خوجے، میمن، بھاٹیے نوکری بہت کم کرتے ہیں مگر ایسی لیاقت رکھتے ہیں کہ آزادانہ طور پر خوش بسری سے رہتے ہیں

ہم کو یقین ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب ملک میں ہزاروں ایسے خانگی دار العلوم قائم ہو جائیں گے جہاں لوگ اپنی اپنی ضرورتوں کے موافق ایسی عملی تعلیم دیں گے اور ایسا نصاب تعلیم مقرر کریں گے جس کا مقصد محض سرکاری نوکری نہ ہوگی بلکہ آزادانہ طور پر اپنی بسر اوقات کرنے کے قابل بنانا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا عقلی و ذہنی ترقی انسان کی

صرف عقلی و ذہنی ترقی کافی نہیں

کامل ترقی کے لیے کافی ہے؟ اس میں شک نہیں کہ قوموں کی ترقی میں عقلی و ذہنی ترقی کو بڑا دخل رہا ہے لیکن تاریخ الاقوام کے مطالعہ سے ہم کو یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انسانی ترقی میں کیرکٹر یعنی قوت عملی نے ایسے بڑے بڑے کارنمایاں کیئے ہیں جو محض عقلی و ذہنی ترقی سے نہ ہو سکے۔

ذہن و ذکا اور قوت عملی
اِن میں کونسا زیادہ اہم ہے؟

اگر ہم دو ایسی قوموں کو لیں جن میں سے ایک تو صرف ذہن و ذکا رکھتی ہو اور دوسری قوت عملی بھی تو ہم بآسانی کہہ سکتے ہیں کہ یہ دوسری قوم اول سے بازی لے جائے گی۔ مثالاً ہم چند نمونے پیش کرتے ہیں۔ مثلاً رومی قوم اور یونانی قوم۔ سب جانتے ہیں کہ یونانی قوم ذہن و ذکا میں بمقابلہ رومی قوم کے بہت بڑھی ہوئی تھی یہاں تک کہ رومیوں نے بہت کچھ یونان سے سیکھا۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ رومی قوم سے وہ مغلوب ہو گئی؟ اس کا سبب رومیوں کی قوت عملی تھی۔ پھر عرب قوم جو بمقابلہ ایرانی و رومی قوم کے ذہن و ذکا کے لحاظ سے محض وحشی تھی، ایرانی اور رومی ان کے مقابلہ میں نہایت شائستہ و متمدن تھے مگر غلبہ عربوں کا رہا۔ اس کا سبب بھی یہی قوت عملی تھی۔ ایرانی اور رومی ذہن و ذکا تو رکھتے تھے مگر قوت عملی کی ان میں کمی تھی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہندو قوم جو ذہن و ذکا کے لحاظ سے یورپ کی کسی قوم سے کم نہیں مگر تھوڑے سے افغان اور ترک مسلمانوں سے مغلوب ہو گئے اور ۷۰۰ برس تک ان کے محکوم رہے حالانکہ افغان و ترک ہندوؤں کے ذہن و ذکا کے

مقابلہ میں منزل مقصود کے تھے۔ اس کا بھی وہی جواب ہے کہ ہندوؤں میں باوجود ذہن و ذکاوت کے قوت عملی کی کمی تھی اور افغان و ترک گو ذہن و ذکاوت میں ہندوؤں سے کم تھے لیکن قوت عملی رکھتے تھے پھر انگریزوں کا ہندی قوموں کو مغلوب کرنا سب سے آخری ثبوت اس بات کا ہے کہ قوموں کی تاریخ میں ہمیشہ قوت عملی کو ذہن و ذکا پر تفوق حاصل رہا ہے اور شاید یہ ہمیشہ رہیگا۔

ہندیوں میں قوت عملی کی کمی

قدرت نے اہل ہند کو ذہن و ذکا میں یورپ کی کسی قوم سے کم نہیں رکھا ہے ہندوستان کا تمدن، علم و ادب، فن تعمیر، موسیقی، فلسفہ اس بات پر شاہد ہیں مگر ہم میں قوت عملی کی سخت کمی ہے پس سب سے مقدم قوت عملی کو ترقی دینا ہے

ترقی کے اقسام اور درجے

ترقی کے مختلف درجے اور اقسام ہیں مثلاً عقلی ترقی، تمدنی ترقی، ملکی یا سیاسی ترقی، اخلاقی ترقی ان سب ترقیوں میں باہم بڑا پیچیدہ تعلق ہوتا ہے مثلاً سوشل ترقی اور پولیٹیکل ترقی لازم و ملزوم ہیں جس قدر ہم سوشل ترقی کریں گے، پولیٹیکل یا سیاسی ترقی خود بخود ہوتی جائے گی۔ اسی طرح عقلی ترقی کے ساتھ تمدنی ترقی ہوتی جاتی ہے۔

سوشل ترقی پولیٹیکل ترقی پر مقدم ہے

لیکن پولیٹیکل ترقی بلا سوشل ترقی کے مشکل ہے۔ اب اگر ہم پولیٹیکل ترقی کی تو جدوجہد کریں اور سوشل ترقی سے غافل رہیں تو بہت کچھ ہماری محنت بیکار جائے گی چنانچہ آجکل ہمارے ملک میں لوگ پولیٹیکل ترقی کو ترقی کی منزل مقصود سمجھتے ہیں اسوقت ہم لوگ جتنی کوششیں کر رہے ہیں سب پولیٹیکل نشو و نما کی کر رہے ہیں۔ بڑے بڑے عہدوں کے لیے اور نئی نئی خدمتوں کے واسطے ہم اپنی محنتوں کو صرف کر رہے ہیں۔ ان ہی خواہشوں کے لیے ہم انگریزی تعلیم کی تدبیر و تاکید کر رہے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ صرف عہدوں یا خدمتوں سے کسی فرقہ یا قبیلے کی سوشل و پولیٹیکل ترقی نہیں ہو سکتی۔ عہدوں اور خدمتوں کے لحاظ سے جو ترقی کسی فرقہ یا قبیلے نے کبھی پائی ہے وہ حقیقی ترقی نہیں ہے اور وہ پائدار ثابت ہوئی ہے نہ اُس سے کسی قوم کا افلاس دور ہوا یا ہو سکتا ہے۔ سوشل ترقی کے بغیر دنیا میں بہت کم پولیٹیکل ترقی حاصل ہوئی ہے۔ اور اگر ہوئی ہے تو وہ ہرگز پائدار نہیں ثابت ہوئی۔ جو راجپوت امرا ہمایوں، اکبر، جہانگیر وغیرہ کے ایام میں ذی مرتبہ تھے اُن کی اولاد اب تک ذی مرتبہ ہے۔ مگر وہ مسلمان امرا جو مغلیہ سلطنت میں ذی اختیار تھے اور بڑے بڑے عہدوں اور خدمتوں پر ممتاز تھے اب کہاں ہیں؟ راجہ مان سنگھ اور جسونت سنگھ کی اولاد اب تک صاحب منزلت ہے مگر نور جہاں بیگم کے بھائی نواب آصف خان یا عبداللہ خان یا فرخ سیر کی اولاد کو اب کیا مقدرت ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ راجپوت امیروں کی پولیٹیکل منزلت اُن کی سوشل یعنی معاشرتی مقدرت پر مبنی تھی اس لیے وہ قائم رہی۔ مسلمان امیروں کا پولیٹیکل فروغ اُن کے سوشل اقتدار پر مبنی نہ تھا اس واسطے اُنکا نام و نشان باقی نہ رہا۔

سوشل ترقی سے پولیٹیکل فروغ خود بخود حاصل ہو جاتا ہے

پس ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ پولیٹیکل فروغ سوشل عظمت کا باعث نہیں بلکہ سوشل عظمت پولیٹیکل فروغ کی موجب ہے۔ کیا وجہ ہے کہ بنگال کا سرکاری کونسلوں میں وہ وقعت اور اثر نہیں پڑتا جیسا اہل بمبئی کا اس کا سبب یہی ہے کہ اہل بمبئی سوشل ترقی کو شروع ہی سے پولیٹیکل ترقی پر ترجیح دیتے رہے لہذا پولیٹیکل وقعت اُن کو خود بخود حاصل ہوتی رہی۔ تواریخ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ باامن ملکوں میں کسی فرقہ یا قبیلہ کی پولیٹیکل ترقی نہیں ہو سکتی جب تک اس کی سوشل حالت میں ترقی نہیں ہوئی۔ انگلینڈ میں اوسط درجہ اور درمیانہ طبقوں کے لوگ پارلیمنٹ میں داخل نہیں ہوئے اور نہ اُن کو سرکاری عہدے ملے تاوقتیکہ اُن کی سوشل منزلت نہ بڑھی۔ ڈسنٹر لوگ ایک عرصہ تک

نہ پالیمنٹ کے ممبر منتخب کر سکتے تھے نہ ممبر منتخب ہو سکتے تھے لیکن جون جون انھون نے سوشل ترقی کی یہ حقوق انکو خود بخود ملتے گئے۔ ہندوستان مین پارسیون کو جنکی تعداد ایک لاکھ سے کم ہے جو پولٹیکل وقعت حاصل ہے کسی اور قوم کو نہین کونسلون مین سرکاری عہدون اور خدمتون مین تجارت مین بلکہ یورپ کے ممالک مین بھی اُن کا بہت بڑا اثر ہے حالانکہ وہ پولٹیکل جد وجہد بالکل نہین کرتے۔ اِس کا باعث وہی سوشل ترقی ہے جو اِس قوم مین سب سے زیادہ پائی جاتی ہے اُنکے فی صدی سو افراد تعلیم یافتہ اور تاجر ہین جو نہ صرف دستکاہ رکھتے بلکہ سرمایہ دار ہین۔ اور یہی وجہ ہے کہ اُن کا پولٹیکل وقار بہت بڑھا ہوا ہے۔

آج دنیا مین مسلمان سلطنتون اور قومون کا پولٹیکل وقار کیون گھٹ گیا ہے۔ اِس کا سبب سوشل تنزل ہے۔ اور یورپ کی سوشل ترقی اس کی پولٹیکل ترقی کا باعث ہوئی ہے اور یورپ کی جس قوم کی سوشل حالت بہتر ہے اُسی قدر اُس کا پولٹیکل وقار بڑھا ہوا ہے پس معلوم ہوا کہ پولٹیکل جد وجہد ترقی سے مقدم سوشل ترقی ہے۔ اور سوشل ترقی کا بہت بڑا تعلق عقلی ترقی سے ہے۔ سوشل ترقی مین نظام تمدن یعنی قواعد وراثت، ضوابط محاصل اور معاش و طریقۂ معاشرت کو بہت بڑا دخل ہے کسی قوم کی سوشل ترقی نہین ہو سکتی جب تک کہ اُس قوم کا نظام معاشرت اِس طور پر مرتب نہ ہو کہ اُس مین دولت ٹھہر سکے۔ جو قوم فضول خرچ ہو شادی بیاہ وغیرہ مین دولت اُڑا دینے والی ہو

سوشل ترقی کے لیے لوازمات کیا ہین؟

محاصل و معاش مین عمدہ مہارت نہ رکھتی ہو اس قوم کی سوشل ترقی مشکل امر ہے۔ سوشل ترقی کے لیے جفاکشی کم خرچی ضبط نفس منبلی دور اندیشی لوازمات سے ہین ہندوستان مین ہندوؤن کی سوشل حالت مسلمانون سے بہتر ہے اِسی لیئے اُنکا پولٹیکل وقار اور اہمیت روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ جہان تک ہم غور کرتے ہین ہم کو سوشل ترقی پولٹیکل ترقی پر مقدم معلوم ہوتی ہے اور سوشل ترقی کے لوازمات عقلی و اخلاقی ترقی ہین جن سے انسان اپنے نظام تمدن و طریقہ معاشرت کو اِس طور پر قائم کر سکتا ہے جو سوشل ترقی مین معاون ہون۔

تمام ترقیان آخر کار فرد واحد کی ترقی نفس پر ختم ہوتی ہین اور وہین سے شروع بھی ہوتی ہین جب تک نفس انسان کی اصلاح نہو اور

اصلاح نفس ہر قسم کی ترقی کی جڑ ہے

اُس کی قوت سحر کہ اُن اعلی اخلاقی اصولون سے مثلاً عدل، رحم، مساوات، اخوت مین متاثر نہ ہو کسی قسم کا اعلے نظام تمدن قائم نہین ہو سکتا۔ سوسائٹی کی بنیاد اعتماد باہمی پر ہے۔ جہان اُس کی جس قدر کمی ہے وہ جماعت اُسی قدر کمزور ہے بنی نوع انسان کی دو حالتین ہین ایک انفرادی اور دوسری اجتماعی جس طرح انسان کے شخصی مقاصد اُس کے ساتھ ہوتے ہین اُسی طرح اجتماعی مقاصد بھی ہوتے ہین کبھی کبھی اجتماعی مقاصد پر ہماری ہستی منحصر ہوتی ہے اِس لیے ضرور ہے کہ اجتماعی مقاصد کے لیے انسان ذاتیات کو قربان کرے۔ لیکن ذاتیات کا اِس قدر غلبہ انسان مین ہوتا ہے کہ وہ اجتماعی مقاصد کا خیال نہین رکھتا۔ اِس کے لیئے ضرور ہے کہ وہ انسانیت کے اعلی مفہوم کو سمجھے۔ اپنے نفس کو قبضے مین رکھے۔ کاروبار معاشرت و معاملات سود و زیان مین یگانون کی طرح ایک دوسرے کا شریک ہے۔ کسی

اتحاد قومی کے بغیر کوئی ترقی ممکن نہین

جماعت کی قوت اور اہمیت اُسکے اتحاد پر موقوف ہے۔ مادی اشیا مین جن چیزون کے ذرے جس قدر باہم پیوستہ ہوتے ہین اُسی قدر وہ چیز سخت اور مضبوط ہوتی ہے۔ ایک لوہے کے ٹکڑے کو لو اور ایک لکڑی کے ٹکڑے کو تو صاف معلوم ہو گا کہ لوہا اُس آسانی سے نہین ٹوٹ سکتا جیسے لکڑی۔ وجہ یہ ہے کہ لوہے کے ذرے بہ نسبت لکڑی کے آپس مین بہت زیادہ وابستہ ہوتے ہین انسان کی انفرادی اور اجتماعی حالت کی مثال ہم دریا کی ریت کے ذرون اور پہاڑ سے دے سکتے ہین۔ دریا کی ریت کے ذرے جب علیحدہ علیحدہ ہوتے ہین اگر

ہاتھ آئین تو تو کچھ جائین گے مگر جب وہی ذرے سمنٹ سے وابستہ
ہوجاتے ہین تو پہاڑ بن جاتے ہین۔ فی الحقیقت پہاڑ بعینہٖ انفرادی
ذرون کے باہم پیوستہ و منجمد ہونے کا نام ہی۔ یہی حال انسان کا ہی
انفرادی حالت مین وہ دریا کے ریت کے ذرون کی مانند ہی لیکن
جب مذہب یا خون یا رشتہ یا کسی اور سمنٹ سے وہ وابستہ ہو کر
ایک جماعت بن جاتے ہین تو ایک زبردست قوت ہوجاتے ہین۔ اور
جس قدر یہ سمنٹ قوی ہوتا ہی اسی قدر وہ جماعت ٹھوس اور مضبوط ہوتی
ہی جس کا مقابلہ کرنا آسان نہین۔ ہندوستان کا سب سے بڑا

ہندوستان کا سب سے بڑا ضعف

ضعف یہی رہا ہی کہ باوجودیکہ یہان کی قومین
کثرت مین دریا کی ریت کے مانند ہین مگر اتحاد قومی کا سمنٹ اُن مین
ہمیشہ کمزور رہا ہی۔ قومی اتحاد جس سے قومی عظمت کا پتہ چلتا ہی

قومی اتحاد نادر ہی

وہ اس ملک مین بہت کم ہی۔ ہندوستان کے آج
بہت سے اہم پیچیدہ مسائل خودبخود حل ہوجائین گے اگر اتحاد قومی
مین یہان کے مختلف اجزا متحد ہوجائین۔ عقلی و ذہنی ترقی، دولت
کی ترقی، تجارت کی ترقی خواہ ہم کتنی ہی کیون نہ کرلین لیکن جبتک
اتحاد قومی کا شیرازہ باہم اخوت و مساوات مین نہ بندھے گا ترقی
کی منزل مقصود تک ہم نہین پہنچ سکتے۔ دنیا کی ساری قومین اتحاد
ہی سے اپنے آپ کو مضبوط کر رہی ہین۔ جاپانی قوم کی آج جو
وقعت و قوت بڑھ رہی ہی وہ مختلف جرمن اقوام کے باہم متحد ہوجانے
کے باعث ہی۔ یہ اتحاد نہ صرف عام اغراض یعنی عام سود و زیان
کے اشتراک پر مبنی ہی بلکہ مذہب اور خون کا اتحاد اس کو روز بروز مضبوط
کرتا جاتا ہی۔ ہم ترقی ترقی پکارتے ہین لیکن مقتدایان تعلیم یافتگان
ہند ترقی کی بنیاد یعنی اتحاد قومی سے غافل ہین۔ ظاہر ہی کہ کوئی مکان
خواہ وہ کیسا ہی عمدہ کیون نہ بنایا جائے بغیر بنیاد کے قائم نہین رہ سکتا۔
اتحاد قومی کے لوازمات خون، زبان، مذہب اور یک ملکت ہین۔

مشرق مین بالعموم اور ہندوستان مین بالخصوص مذہب اتحاد قومی
کا بہت بڑا ذریعہ ہی۔ لیکن اصلاح و تربیت نفس جو اخلاقی تعلیم سے
حاصل ہوتی ہی وہ بہت کچھ ہم مین قومی اتحاد کی صلاحیت پیدا کرسکتی
ہی اور جس قدر ہمارے ملک کے افراد اصلاح و تربیت نفس و
ترقی اخلاق مین کوشش کرین گے اُسی قدر ہماری قوم ترقی
پذیر ہوگی "راستبازی قوم کو سرفراز کرتی ہی" اور اس مین کوئی
شک نہین کہ کسی قوم کی ترقی و تنزل کا دار و مدار اُسکے اخلاق پر
ہی پس ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہین کہ سب سے مقدم اصلاح و تربیت نفس

کسی قوم کی انفرادی و اجتماعی ترقی کا دار و مدار اخلاق پر ہی

کی ترقی ہی اور اُسکے بعد عقلی و ذہنی عقلی
و ذہنی ترقی سے سوشل ترقی پیدا ہوتی
ہی اور سوشل ترقی خودبخود پولٹیکل ترقی کا باعث ہوتی ہی۔ حضرت
مسیحؑ کا قول ہی کہ "تم سب سے پہلے خدا کی بادشاہت کے متلاشی ہو
تو ساری چیزین تم کو ملین گی" اس قول مین ایک زبردست صداقت
ہی۔ قوم یہود جس مین آپ نے جنم لیا تھا پولٹیکل ترقی کی جویان تھی۔
لیکن اس قوم کی سوشل و اخلاقی اور روحانی حالت اس درجہ خراب تھی
کہ انجیل مین بار بار اس کا ذکر آتا ہی۔ اس سے زیادہ کسی قوم کی کیا
خوفناک اور شرمناک حالت ہوگی کہ اُس نے اپنے ہی خواہ ہادی
اور منجی کو ایک بت پرست رومی حاکم کے ہاتھ سے اذیت پہنچائی۔
انجیل مین اس دردناک حالت کی تصویر اس آیت مین ملتی ہی کہ "وہ
اپنے گھر آیا اور اُس کے اپنون نے اُسے قبول نہ کیا"

ترقی کے مدارج ذہن نشین کرلینے کے بعد ہم کو اس بات کی ضرورت

ترقی بتدریج آہستہ آہستہ ہوتی ہی

ہی کہ قانون قدرت سے ہم صبر کا سبق
سیکھین۔ دنیا کے جتنے بڑے بڑے کام ہین وہ ایک لمحہ مین نہین
بلکہ صدیون اور زمانون مین ہوئے ہین ہر قسم کی ترقی بتدریج آہستہ آہستہ ہوتی

قانون قدرت سے مثال

ہی ایک بیج کو بوؤ اور دیکھو کہ وہ ایک لمحہ مین پورا درخت

بن کر تیار نہین ہو جاتا بلکہ بتدریج اُس کی نشو و نما ہوتی ہو۔ زمین تیار کرنا کھاد دینا، آبیاری کرنا، نیز نا حفاظت کرنا وغیرہ وغیرہ بعض بڑے درخت برسون مین جا کر جوان ہوتے ہین اور کبھی ایسا ہوتا ہو کہ ایک بوتا اور دوسرا کاٹتا ہو۔ باپ بوتا ہو اور اُس کی اولاد اُن پھلون کو کھاتی ہو۔

کسی پہاڑ مین جا کر طبقات الارض پر غور کرو اور دیکھو کہ پرت پہ پرت جمے ہوے ہین جو شاید لاکھون برسون مین جم جم کر اتنے بڑے ہوے ہین، شاید سو برس مین ایک انچہ کا ہزاروان حصہ بنا ہوگا۔ یہی حال قومون کی ترقی کا ہو۔ انگلستان کی ترقی ۵۰ یا ۱۰۰ برس کی نہین ہو بلکہ اُس کی ابتدا انگنا چارٹا سے ہوتی ہو جس کو آج ۵۰۰ برس سے زیادہ ہو گئے۔ البتہ ترقی کی رفتار حالات کے لحاظ سے بڑھتی رہتی ہو۔ قانون کشش سے ہم سیکھتے ہین کہ جس قدر

ترقی کی رفتار

دو جسم نزدیک آتے جاتے ہین اُسی قدر اُنکی کشش کی رفتار زیادہ ہوتی جاتی ہو۔ پانی جسقدر بلندی سے نیچے کو بہتا ہو اُسی نسبت کے لحاظ سے اس کی رفتار ہوتی ہو جب مکان کے لیے مصالح اور معمار تیار ہو جاتے ہین تو مکان پھرتی سے بننے لگتا ہو پس انگلستان کی گذشتہ صد سالہ ترقی کی رفتار مین بھی اسی قسم کا تناسب سمجھنا چاہیے ہماری قومی ترقی کی رفتار گو مدھم ہو لیکن ہمارے روحانی و اخلاقی و عقلی و معاشرتی حالات کے لحاظ سے اُس کی رفتار تیز ہو گی پس جلدی کرنا قانون قدرت کے خلاف اور حماقت ہو۔

ہم کو ایک اعلی تخیل ترقی کا رکھنا ضرور ہو۔ انسان کی تاریخ کے

ترقی کے اعلی تخیل کی ضرورت

مطالعہ سے ہمین اس بات کا پتہ چلتا ہو کہ مختلف زمانون مین انسانی ترقی کے مختلف تخیل رہے ہین۔ ایک زمانہ مین ترقی کا تخیل تزکیۂ نفس و خیال عاقبت تھا۔ لوگ تارک الدنیا ہو کر حظائظ نفسانی و لذائذ دنیوی سے پرہیز کرتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ یہ خاکی زندگی درد و تکلیف سے بھری ہوئی ہو حتی کہ سانس لینا بھی ایک دردناک امر ہو۔ اُن لوگون کے سامنے بادشاہتین اور حکومتین اور دولت و حشمت و عیش دنیوی سب ہیچ تھے۔ عاقبت کے لیے وہ سب کچھ قربان کر دیتے تھے حتی کہ خود کو بھی فنا کر دیتے تھے۔

رومیون کا تخیل یا مدعاے ترقی یہ تھا کہ روما کو سب دنیا کا سب سے

رومی قوم کا تخیل

بڑا اور حسین ترین شہر بنایا جائے۔ یہ خیال مذہبی رنگ مین رنگا ہوا تھا اور اس قدر محرک تھا کہ رومی قوم اس مدعاے ترقی کے جوش سے معمور تھی حُب وطن کے جوش مین وہ سب کچھ قربان کر دیتے تھے اور اس حُب وطن کے تخیل نے اُنکو فی الحقیقت ایک زبردست قوم بنا دیا تھا جن کے کارنامے اور افسانے آج دنیا کی تاریخ مین یادگار ہین۔

عربون کا تخیل حُب مذہب تھا اور یہ تخیل اُن کے ہادی حضرت محمدؐ

عربون کا تخیل

نے اِس قوم مین ایسا قوی کر دیا تھا کہ وہ اپنے مذہب کی محبت و جوش اشاعت مین مجنونیت کے درجے پر پہنچ گئے تھے۔ اور اس زبردست تخیل نے جو نتیجے دنیا مین پیدا کیے وہ ظاہر ہین۔

یورپ کی قومون کا محرک تخیل حُب تجارت و دولت تھا۔ کولمبس

یورپی قومون کا تخیل

واسکوڈے گاما وغیرہ نے بڑے بڑے بحری سفر اسی تخیل کی تحریک سے کیے اور آخر کار یہ تخیل ایسا قوی ہوتا گیا کہ دنیا کے سمندر ان اقوام کے جہازون کے لیے آج مثل ایک تالاب کے ہو گئے ہین اور اسی تجارت و حصول دولت کے زبردست تخیل نے اِن سے وہ وہ ایجادین کرائین جو حیرت انگیز ہین۔ اِسی تخیل کی بدولت ملک اور سلطنتین اُن کے قبضے مین آ گئین اور آج افواج بحری و بری کی آراستگی اور نئے نئے ایجاد جو ہوتے ہین وہ اسی لیے ہین کہ اپنی تجارت و دولت کی حفاظت کی جائے اور اُسے ترقی

دی جائے۔

پس تاریخ انسانی میں تخیل ترقی کا سب سے زبردست محرک سمجھا گیا ہے اور جس قدر کوئی تخیل نیکی و سود مندی بنی نوع کا رنگ اپنے میں رکھتا ہے اسی قدر وہ قوی اور محرک ہوتا ہے۔ کوئی شک نہیں کہ حب الوطنی کا تخیل بہت زبردست تخیل ہے، اس لیے کہ یہ انسان کا ایک پاک مذہبی فرض ہے۔ دنیا کی تمام قوموں کی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ حب الوطنی کے تخیل نے افراد و اقوام سے عجیب و غریب کام کرائے ہیں۔

ہندوستانی تخیل — حب الوطنی کی ایک جھلک ہندوستان میں بھی ظاہر ہو رہی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ چند دنوں میں ہندوستان کے اس سرے سے اُس سرے تک ایک جوش کا اثر ایک زبردست تموج کی صورت میں پھیلتا جا رہا ہے جس رنگ میں ایک زبردست قومیت کی روح پیدا ہو رہی ہے لیکن سب سے اعلےٰ تخیل وہ ہے جو دنیا کا سب سے بڑا ہادی اور منجی ہمارے سامنے رکھتا ہے اور جو حب وطن، حب مذہب اور حب دولت سے اعلیٰ و افضل ہے یعنی حب اللہ اور حب الناس۔ یہ تخیل صرف دو لفظوں میں ادا ہو سکتا ہے "محبت کرو"! (ماخوذ)

حرفت اور زراعت کی ترقی[1]

(مسٹر نہال سنگھ صاحب کے ایک مضمون کا خلاصہ)

محنت کی تقسیم اور اجتماع

پرنس کروپٹکن ایک روسی رئیس ہیں جن کی آزاد خیالی اور حمایت آزادی روس ایسے دقیانوسی اور ہر قسم کی ترقی کے مخالف ملک میں سرسبز نہ ہو سکی بلکہ شہزادہ موصوف کو وہاں سے جان لیکر خیریت کے مرکز یعنی برطانیہ کو بھاگنا پڑا۔ آپ نے اپنا مشغلہ علمی تحقیقات قرار دے رکھا ہے اور اپنی تدقیق کے نتائج رسائل اور کتب کے وسیلے سے علم دوست دنیا کی نذر کر چکے ہیں۔ دو ڈھائی سال ہوئے آپ نے ایک کتاب "فیلڈز فیکٹریز اور ورکشاپس" کے مسئلہ پر لکھی تھی جس میں اقتصادیات کے بعض اہم مسائل پر نئی روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ نے اس سے پیشتر ایک کتاب "باہمی استمداد" پر تصنیف کی تھی جسمیں یہ ظاہر کیا تھا کہ تمدنی ترقی میں امداد باہمی کو سب سے زیادہ دخل حاصل ہے اور ڈارون کے مسئلہ بقائے انسب اور قوت طبعی کے تنازع کو نامعقول ٹھہرایا ہے۔ اول الذکر کتاب میں مشہور ماہر اقتصادیات ایڈم اسمتھ اور پادری مالتھس کے خیالات کی تردید کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ایڈم اسمتھ کا یہ خیال ہے کہ ہر کاریگر کو وہی کام کرنا چاہیئے جسکے وہ طبعاً قابل ہے یعنی ایک آدمی کو ایک خاص قسم کی صنعت انجام دینا چاہیئے۔ اس کے جتنے پیرو ہیں وہ بھی یہی مانتے ہیں کہ ایک آدمی کو ایک ہنر میں کمال پیدا کرنا چاہیئے جس سے صنعت کی ترقی ہوتی ہے اور ضرورت کی چیزیں بہت عمدہ تیار ہوتی ہیں۔ مگر پرنس کروپٹکن اس کے خلاف ہیں اور اصول تقسیم محنت کو مضر ٹھہرا کر اجتماع محنت کو مفید قرار دیتے ہیں۔ مجلسی ترقی کے کمال اور استحکام کے لیے لازم ہے کہ صنعت اور زراعت پہلو بہ پہلو ترقی کرے۔ عقلی اور دستی کام ایک دوسرے سے وابستہ ہونا چاہیئے۔ اس کا انجام یہ ہوگا کہ ہر ایک قوم اپنی ضروریات خود مہیا کرنے لگی اور زرعی

[1] کئی سال ہوئے جب یہ مضمون شائع ہوا تھا۔ جنگ کا اُس وقت نام و نشان نہ تھا۔

صنعتی پیداوار سے اپنی احتیاج کی بہم رسانی کا کام لے گی۔

ہندوستان کی فتح سے انگلستان کے ہاتھ بہت سا زر و مال لگ گیا جس کی بدولت وہ مصنوعات کی ترقی مین مصروف ہو گیا، چالیس سال پیشتر فرانس انگلستانی مصنوعات کا خریدار تھا، مگر آج اس ملک سے جو چیزین غیر ممالک کو جاتی ہین وہ مالیت مین انگلینڈ کے نصف کے برابر ہین۔ وہ اپنی قومی ضرورت کی تقریباً تمام اشیا خود تیار کر لیتا ہے تیس چالیس برس ہوئے کہ جرمنی انگلستان کی چیزون کا بڑا سوداگر تھا، مگر بعد ازان اس کا خوفناک صنعتی حریف بن گیا۔ آسٹریا، ہنگری، اور اٹلی بھی اسی اصول پر عمل پیرا ہے اور صنعتی آزادی حاصل کرنے کی سخت کوشش کرتے رہے ہین۔ اب برازیل اور میکسیکو سوتی کپڑے اپنے ہان تیار کرتے ہین۔ ہسپانیہ اور سویڈن بھی اپنی حرفتون کو ترقی دے رہے ہین۔ روس اپنی ضرورت کی بہت سے چیزین خود تیار کرتا ہے۔ "فرانسیسی انجینیرون کی مدد اور صنعتی تعلیم کے طفیل سے وہ ریلوے کی ضروریات کا سارا سامان اپنے ہان تیار کرتا ہے" وہ اس کے لیے غیرون کا دست نگر نہین ہے۔ اس وقت اضلاع متحدہ اور جاپان دنیا کے سب سے بڑے صنعتی ممالک سمجھے جاتے ہین اب ہندوستان بھی سوتی کپڑے سن اور کوئلہ کے لیے اغیار کا محتاج نہین رہا جتنا کوئلہ صرف ہوتا ہے اس کا ۹۰ حصہ ہندوستان کی کانون سے نکلتا ہے باقی غیر ممالک سے لایا جاتا ہے۔ لوہا بھی یہان تیار ہونے لگا ہے اور رفتہ رفتہ وہ دن آرہا ہے کہ اس کا ضرورتمند نہ رہیگا۔ ۱۹۱۱ء مین جب شہر ٹورین مین نمائش ہوئی تھی تو اس کی بابت ایک فرنچ ماہر اقتصادیات نے یہ لکھا تھا کہ "ہر جگہ تجارت و حرفت کو بڑھانے کی کوشش ہو رہی ہے اٹلی اب اس فکر مین ہے کہ وہ اپنی حاجت کی اشیا غیرون سے نہ لے بلکہ اپنے ہان تیار کرے۔ اٹلی اور روس سب سے آزاد ہونا چاہتا ہے کوئی صناع اور کوئی تاجر ایسا نہ ہوگا، چاہے وہ کیسا ہی معمولی کیون نہ ہو، جو اغیار کے حرفتی جوے سے رہا ہونے کا خواہشمند نہ ہو۔" کچھ عرصہ ہوا، یہ گمان کیا جاتا تھا کہ بعض ممالک قدرتاً خام اشیا بہم پہنچانے اور بعض اور ملک صنعت و حرفت کے مصدر ہین یعنی ایک ملک زرعی اور دوسرا صنعتی ہے مگر اب اس خیال کی کافی تردید ہو گئی ہے لیونز (فرانس) مین جیسے ریشمی کپڑے بنتے تھے، وہ اب اٹلی جرمنی جاپان اور دیگر ملکون مین بھی تیار ہوتے ہین۔ عرصہ ہوا کہ برطانیہ اور بلجیم نے اعلی قسم کے اونی کپڑون کا خاص اجارہ لے رکھا تھا؛ مگر اب اور ممالک بھی ویسے کپڑے بنا لیتے ہین۔ سوئٹزرلینڈ عرصہ دراز سے گھڑیون کی صنعت کے واسطے مشہور تھا، مگر اب ہر جگہ گھنٹے گھڑیال وغیرہ بنتے ہین۔ "ہر قوم صناع بنتی جاتی ہے۔ وہ زمانہ کچھ دور نہین ہے جب کہ یورپ کے تمام ممالک، صوبجات متحدہ اور نیز ایشیا اور امریکہ کے پس افتادہ ملک اپنی ضرورت کی تقریباً سب چیزین اپنے ہان تیار کر لیا کرین گے، اور اپنی ملکی و مجلسی حوائج کا اپنے اپنے ملک کے اندر خود اہتمام کرین گے"

کچھ مدت گزری کہ صرف انگلستان مین سوتی کپڑے بنتے تھے۔ ۱۸۵۰ء مین اس ملک مین ۵۵ فیصدی تکلے مستعمل ہوتے تھے، اور باقی ۴۵ فیصدی دیگر ممالک مین۔ ۱۹۰۳ء مین اس مین بھی تخفیف ہوئی یعنی ۴۱ فیصدی رہ گئے۔ رفتہ رفتہ وہ اور قومون کے مقابلہ مین پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوتا رہا۔ سوتی کپڑون کی صنعت دیگر صنعتون کی ترقی کی موجب بھی ہوتی ہے۔ سان کُنی، دھاتین بنانے اور صاف کرنے، آلات بنانے، اور طرح طرح کے رنگ بنانے او دیگر حرفتون کو ترقی دینے کی فوراً ضرورت محسوس ہوتی ہے بلکہ اس ایک خاص احتیاج پیدا ہو جاتی ہے جس کے دفعیہ کے لیے حرفتی تعلیم کا انتظام لازم آتا ہے اور ملکی دستکاریون کو بڑھانے کا خیال

پیدا ہو جاتا ہے۔ جب کوئی حرفت جڑ پکڑ لیتی ہے تو مشینوں اور صنعتوں کو عالم وجود میں لاتی ہے۔ جب ابتدائی دشواریاں موقوف ہو جاتی ہیں اور ترقی کا راستہ صاف ہو جاتا ہے تو مصنوعات بڑی جلدی جلدی ترقی کرتی ہیں۔

اب مغربی اقوام کی نہ صرف آنکھیں کھل گئی ہیں بلکہ وہ اس امر سے بھی آگاہ ہو گئی ہیں کہ کوئی قوم کسی حرفت کی اجارہ دار نہیں ہو سکتی۔ اب وہ نو آبادیاں قائم کرنے اور نئی نئی منڈیاں بنانے کے لیے دیوانہ وار ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں۔ پرنس کروپٹکن لکھتے ہیں کہ "اب دنیا میں کوئی اور ہندوستان باقی نہیں ہے۔ وہ باتیں اب کہاں نصیب ہونگی! کچھ عرصہ پہلے ایک حرفت کی کمال نشو و نما کے لیے نصف صدی درکار ہوتی تھی مگر اب چند سال کافی ہیں۔" پرنس کروپٹکن کے خیال میں ملک ہند چند برس کے عرصہ میں اپنی ضروریات خود مہیا کرنے کے قابل ہو جائے گا اور اغیار کا حاجتمند نہ رہے گا۔ اپنے دعوی کی حمایت میں اعداد اور واقعات پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "جو لوگ ہندو کاریگروں سے واقف ہیں وہ اُن کی ہنرمندی اور کاریگری کی خوبی میں کبھی کلام نہیں کر سکتے۔ ہندوستان کے کارخانوں میں کیسا کپڑا بنتا ہے؟ کنسلی رپورٹوں سے اس کا جواب شافی ملتا ہے۔ جرمن انجمن تجارت کی رائے میں بمبئی کی کاٹن ملز (کارخانہ جات پنبہ) جرمنی کے بہترین کارخانوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ سوتی کپڑوں اور کپاس کی خوبی کی بابت دو شخص زبردست سند سمجھے جاتے ہیں۔ ایک تو جیمز ٹاٹ اور دوسرے ہنری لی صاحب۔ وہ متفق اللفظ ہو کر کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ملک سوائے لنکاشائر کے ایسا نہیں ہے جہاں کے کاریگر طبعاً بُننے کے کام کے ایسے موزوں ہوں جیسے ہندوستان کے اہل حرفہ ہیں۔" جو لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ مصنوعات اور ہنرمندی کا اجارہ اُن سے کوئی اور نہیں چھین سکتا، وہ پچاس برس پیچھے ہیں۔ انگریزوں کی کلیں وغیرہ بنانے کی کاریگری، امریکہ والوں کی اولوالعزمی، فرانس والوں کا سلیقہ و درستگی، اور جرمنوں کی اُستادی سب ملکوں اور قوموں کے درمیان عام ہو رہی ہے۔ سر ولیم آرمسٹرونگ اپنے کارخانجات اٹلی اور جاپان میں ان دونوں ملکوں کے باشندوں کو عملاً یہ سکھا رہے ہیں کہ لوہے کی عظیم مقدار کس طرح تیار ہو سکتی ہے اور اس سے کس طرح کام لینا چاہیے۔ صنعتی قوموں کو رفتہ رفتہ اپنی مصنوعات کے لیے منڈیاں تلاش کرنا دشوار ہو جائیگا۔ آخرکار وہ اپنے ملک کی ضرورت کی چیزیں تیار کرنے اور زرعی پیداوار پر توجہ کلی رکھنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ دیکھیں گی جس سے اجتماع محنت لازم ٹھہریگا اور تقسیم محنت برباد ہو جائے گی۔

زراعت

پادری مالتھس نے ایک کتاب "قانون ازدیاد آبادی" پر لکھ کر نہایت وسیع شہرت حاصل کی ہے۔ اُس میں اُنھوں نے یہ لکھا ہے کہ "دنیا کی آبادی روز افزوں ترقی کر رہی ہے، مگر اسکی پرورش کے وسائل غیر مکتفی اور محدود ہیں۔" پرنس کروپٹکن اس خیال کی مخالفت کرتے اور اُسے لغو قرار دیتے ہیں۔ انگلستان کی پیداوار اُس کی موجودہ آبادی کے ایک ثلث کے لیے بھی کفایت نہیں کر سکتی مگر زراعت کی ترقی کے لیے بھی بہت کوشش کی گئی ہے جس سے یہ ممکن ہو گیا ہے کہ انگلستان میں جتنی اراضی غلہ جات کے لیے مخصوص ہے وہ اُس ملک کی موجودہ آبادی سے زیادہ بڑی آبادی کی پرورش کے لیے کافی ہے۔ اسکے یہ معنی ہیں کہ محدود رقبہ میں اعلیٰ فصلیں اُٹھائی جائیں جن کا وسیلہ پیداوار بہت بڑا ہو یعنی علمی طریقہ سے زراعت کرنا چاہیے۔ فرانس اور بلجیم میں زراعت اور صنعت میں بڑی بڑی ترقیاں ہوئی ہیں۔ جزائر رود بار انگلستان میں سبزی ترکاری اور پھل بڑی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں علمی طریقوں سے کام لیا جاتا ہے۔ بعض ترکاریاں شیشے کے گھروں

لے اندر اگائی جاتی ہین کیونکہ وہ سردی کی شدت برداشت نہین رسکتی ہین۔ امریکہ اور کنیڈا کی زرعی پیداوارون سے ثابت ہوگیا ہے کہ اس مین کہان تک گنجائش ہے بلک بلجیم کی زمین عموماً زرخیز نہین ہے۔ مگر انسان نے اپنی کوشش اور عقل سے اُسے زرخیز بنا لیا ہے۔ جزیرہ جرزی (رود بار انگلستان) کے کسان ایک ایکڑ اراضی سے اوسطاً پچاس پونڈ یعنی ساڑھے سات سو روپے سالانہ پیدا کرتے ہین۔ پرنس کرو پٹکن لکھتے ہین کہ "سر دست یہ بتانا محال ہے کہ ایک معین قطعہ اراضی پر زیادہ سے زیادہ کتنے آدمی بسر اوقات کر سکین گے"۔ امریکہ والے کاشتکاری مین کن طریقون سے کام لیتے ہین؟ اور وہ نئے طریقون کا علم کس طرح پھیلاتے ہین؟ حسب ذیل بیان سے ظاہر ہوجائے گا۔ "صوبجات متحدہ (امریکہ) کے ہر ضلع اور کنیڈا کے ہر پرگنہ مین چند ایکڑ اراضی صرف فصلون کی کاشت کے تجربہ کے لیے مخصوص ہین۔ اور اس کی نگرانی کے لیے تجربہ کار عالم مقرر ہین۔ وہان مختلف اناجون، پھلون اور ترکاریون کے تخم بوئے جاتے ہین۔ زمین کی تیاری علمی طریقے سے کی جاتی ہے۔ مرکبات سے کھاد کا کام لیا جاتا ہے۔ شروع مین ایک چھوٹے قطعہ پر مگر بعد ازان وسیع پیمانہ پر کاشت ہوتی ہے۔ جو نتائج تجربہ اور تحقیقات سے نکلتے ہین اُن سے کسانون کو نہ صرف واقف ہی کیا جاتا ہے بلکہ ہر ممکن طریقہ سے بتایا جاتا ہے جس سے وہ خواہ مخواہ نئے طریقون سے تخم ریزی کرنے پر مجبور و مائل ہوجاتے ہین۔ جملہ نتائج اور دلچسپ امور ایک رسالہ مین شایع کر کے ہزارون لاکھون کا پیان کاشتکارون کے درمیان تقسیم کی جاتی ہین۔ ہر سال ہزارون کسان تجرباتی قطعہ جا کر دیکھتے اور ماہران علم زراعت سب باتین اُنھین عملاً سکھاتے ہین۔ خط و کتابت کے ذریعہ سے بھی کسانون کو تجربات کے نتائج سے مطلع کیا جاتا ہے۔ آٹوا (کنیڈا) سے ہر سال ایک لاکھ خطوط اور پیکٹ کسانون کو بھیجے جاتے ہین۔ اگر کوئی کسان چاہے تو ڈیڑھ سیر تخم مختلف قسم کے غلون کے مفت گھر بیٹھے بٹھائے تجرباتی فارم سے حاصل کر سکتا ہے جسے اگر وہ بوئے تو ایک سال مین اُس سے اتنا اناج پیدا ہو سکتا ہے کہ چند ایکڑ اراضی مین بخوبی بویا جا سکتا ہے۔ ہر قصبہ مین کسانون کے لیے خاص لیکچرون کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ جہان اُن کے سامنے تجربات کے نتائج بیان کیے جاتے ہین اور اُن سے زراعت کی ہر شاخ یعنی باغبانی، ترکاریان بونے، مویشیون کی پرورش وغیرہ اور مسکہ سازی اور کسانون کے آپس مین مل جل کر کام کرنے کے معاملات پر قیل و قال ہوتی ہے۔ اُن کے سوالات کا پورا پورا جواب دیا جاتا ہے۔

پرنس موصوف اپنی تحقیقات کا نتیجہ اس طرح بیان کرتے ہین کہ "ہر جگہ ہر قسم کی زمین، اور ہر موسم مین زمین سے ہر قسم کے غلے، اناج، ترکاریان اور پھل حاصل کرنے کے وسائل مین حال مین بہت ترقی ہوئی ہے۔ یہ نہین کہا جا سکتا کہ چند ایکڑ اراضی کی پیدا کرنے کی طاقت کی حد کہان تک ہے؟ دنیا مین کوئی ایسی قوم نہین ہے جو زراعت کی موجودہ قوت سے کام لیکر اپنے ہان کی مزروعہ اراضی سے ہر قسم کے غلے اور دیگر خام زرعی پیداوار جو اُس کی ضروریات کے لیے درکار ہوتی ہین حاصل نہ کر سکے"۔ اگر ایک گاؤن کے لوگ مل کر اپنی اراضی کو ہمیشہ کے لیے تیار کر لین تو پھر سال بھر مین صرف پندرہ روز کی محنت درکار ہوگی جس سے بالاوسط پانچ آدمیون کا کنبہ اتنا غلہ اور پھل حاصل کر سکتا ہے جس سے سال بھر کی روٹیان نکل آئین۔

چھوٹی موٹی صنعتین

آجکل بڑے بڑے وسیع کارخانے اور شاندار مصنوعات ہین جن کی وجہ سے لوگ چھوٹی چھوٹی دستکاریون کو جو اب تک تمام یورپ مین پائی جاتی ہین نظرِ حقارت سے دیکھتے ہین۔ فرانس

آدمی آبادی کا وسیلہ زراعت ہے اور اُس کا ایک چوتھائی حصہ
دستکاری پر گزارہ کرتا ہے اور باقی سا چوتھائی حصہ چھوٹی بڑی
حرفتوں سے اپنا پیٹ پالتا ہے۔ بلجیم میں چوتھے حصہ سے زیادہ
کاریگر چھوٹے چھوٹے کارخانوں میں کام کرتے ہیں جن کا اوسط
میں آدمی فی کارخانہ ہے۔ آسٹریا ہنگاری، اٹلی، صوبجات متحدہ (امریکہ)
اور روس میں ان دستکاریوں کو بڑا رتبہ حاصل ہے وہ آبادی کے ایک
حصہ کثیر کی وسیلہ معاش بنی ہوئی ہیں۔

چھوٹی دستکاریوں کے دو حصے ہیں۔ ایک تو دیہاتی ہیں۔
مثلاً لوہار، موچی، زرگر، بڑھئی وغیرہ جو اپنے اپنے گھر میں بیٹھ کر کام
کرتے ہیں اور جسے زراعت پیشہ فرصت کے وقت انجام دیتے ہیں،
اور دوسری وہ حرفتیں ہیں جو بڑے بڑے شہروں کے قرب
وجوار میں پائی جاتی ہیں اور زراعت سے غیر متعلق ہیں۔ اس قسم کی
دستکاریاں پیرس شہر کے سواد میں پائی جاتی ہیں وہ آسائش کی
چیزوں تک محدود ہیں۔ کسان سال میں چند ماہ تک بیکار رہتے
ہیں، اسوقت بعض دستکاریاں کرتے ہیں۔ اس طرح بعض دستکاریاں
زراعت سے وابستہ ہوگئی ہیں۔ بعض مصنوعات میں سیکڑوں
ہزاروں آدمیوں کی محنت درکار ہوتی ہے، مثلاً کپڑے، لوہے کے
کارخانے، اور کان کھودنے کا کام وغیرہ ایسے کام ہیں کہ انھیں
ایک آدمی گھر کے اندر انجام نہیں دے سکتا۔ جہاز دیہات میں نہیں
بن سکتے، اُن کے لیے سیکڑوں آدمیوں کی متفقہ کوشش درکار
ہوتی ہے، اور مشین سے کام لیا جاتا ہے۔ مگر اور بیسیوں چیزیں صرف
ہاتھ سے بنانی پڑتی ہیں۔ مثلاً لیس، چکن، جالی، زیورات نازک
علمی اور ہیئتی آلات، سوزنکاری، عمدہ قسم کی چھریاں اور چاقو، آرائشی
اشیا جو شخصی ہنرمندی اور کمال کی محتاج ہیں، یہ سب اشیا گھر ہی
کے اندر کاریگر کے ہاتھ سے تیار ہوتی ہیں۔ یورپ میں ٹوکریاں، ٹوپی
چھتریاں، سفید روغنی دستے، دباغت، توپیں، اور بندوقیں، موزے
بنیان، گلوبند وغیرہ پٹھے اور تنکے کی ٹوکریاں، ململ کے رومال، کشیدہ
قلمی کے برتن، سوئیوں کی جلاکاری، دھات، ہڈی اور سیپ کی اشیا
کنگھیاں، تالے، چاقو، دیاسلائی کی ڈبیاں، مقوے کے بکس، بیان
ابھلنے وغیرہ سب ہاتھوں سے تیار ہوتی ہیں۔

صنعتی ہنرمندی اور زراعت کے اتحاد ہی سے یہ ممکن ہوا ہے کہ
فرانس باعتبار اپنے جمہور کے یورپ کا متمول ترین ملک شمار ہوتا ہے
سوئٹزرلینڈ میں چھوٹی چھوٹی حرفتیں بڑی ترقی پر ہیں جسکے اسباب
حسب ذیل ہیں (۱) دیہات والوں کے درمیان اتحاد باہمی کی توسیع
(۲) حرفتی تعلیم کا وسیع پیمانہ پر پھیلنا، اور ملک کے مختلف حصوں میں
خوبصورت اور نفیس اشیا کی صنعت کا رواج پذیر ہونا (۳) حرکت دینے
والی طاقت کا ارزاں ملنا۔ مثلاً آبشاروں سے حاصل کی ہوئی برقی
قوت یا گھر میں پانی کے ذریعہ سے اُسے آسانی حاصل کرنا۔

دستی اور دماغی کام

اگلے زمانہ کے لوگ جو اپنی علمیت کے لیے مشہور تھے دستی کام
میں کسر شان نہ سمجھتے تھے۔ گلیلیو نے دوربین ہاتھ سے بنائی تھی،
اور نیوٹن لنز اپنے ہاتھ سے کاٹ کر صاف کر لیا کرتا تھا۔ لائب نٹز
کلین ایجاد کرنے کا بڑا شائق تھا۔ لینوس باغبانی کے فن سے خوب
واقف تھا۔ ان بزرگوں کے ہاتھ سے کام کرنے سے عقل اور ان کی
تحقیقات کا اشتیاق زیادہ اشتعال پذیر ہوتا تھا۔ مگر تقسیم محنت کے
اصول کی رو سے دستکار اور عالم دو گروہوں میں منقسم ہوگئے۔ اب
عالم قدرت کے قانون دریافت کرتے اور انجینئر اُن سے عملی کام لیتا اور
کاریگر لوہے لکڑی کی اشیا تیار کرتے ہیں جن کے نمونے انجینئر تیار
کر دیتے ہیں۔ تب کہیں جا کر اُن سے کام لیا جاتا ہے۔ کاریگر جو سوئی تیار
کرنے کے عمل میں صرف پندرھواں حصہ لیتا ہے، وہ اپنے کام سے

پوری دلچسپی نہین رکھتا، اِس لئے وہ ایجاد کرنے مین معذور رہو جاتا ہی۔ تمدنی بہتری کی غرض سے علم اور دستکاری ایک ساتھ سکھانا چاہیئے۔ یہی کامل تعلیم ہی جو زمانہ آئندہ مین دینا چاہیئے۔ ماسکو کے اسکول مین یہ تعلیم ایک عملی پیمانہ پر جاری ہوئی تھی جس مین بہت کامیابی ہوئی ہی۔ شکاگو کے مدرسہ دستکاری اور شہر بوسٹن کے حرفتی اسکول اور گارڈن کالج ایبرڈین مین بھی اس طریقہ کو رواج دیا گیا ہی۔ ماسکو کے اسکول مین ڈرائنگ (تصویر کشی) دستکاری کی تعلیم کا پہلا زینہ ہی؛ پھر نجاری کا کام سکھایا جاتا ہی؛ پھر دھات کی چیزین بنانے کا کام سکھایا جاتا ہی، اور وہان طالب علم شین کے سب جوڑ تیار کرتا ہی۔ جب وہ اُس سے خوب واقف ہو جاتا ہی تو اُسے انجینیرنگ شاپ مین داخل ہونے کی اجازت ہوتی ہی۔ دستکاری کی تعلیم کے پہلو بہ پہلو لڑکے کو ریاضی کا اعلیٰ کورس طبیعیات، جر ثقیل اور اُس سے متعلق علوم پڑھائے جاتے ہین۔ اِس اصول پر پانچ چھ سال تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد طلبا اپنے ہاتھ سے بلا ہدایت اُستاد انجن بنا لیتے ہین۔ اور زرعی و علمی آلات وغیرہ بنانے کے قابل ہو جاتے ہین۔ بین لاقوامی نمائشون مین اِن آلات کی خوبصورتی کیلئے تمغے مل چکے ہین۔

ماسکو کے اسکول مین بعض فنون سے غفلت برتی گئی اس واسطے تعلیم کامل نہ ہوئی۔ آجکل کی تعلیم یہ ہی کہ لڑکون کو غیر مفید اور غیر ضروری باتین سیکھنے پر مجبور کیا جاتا ہی۔ اُن کے ذہن وسعت پذیر نہین ہوتے۔ اُنکی عقلین روشن اور معقول سوچنے کے قابل نہین ہوتے۔ ورکشاپ مین جو چیزین لڑکے تیار کرتے ہین وہ کام مین لائی جا سکتین جس سے بہت بچت ہوتی ہی۔ علاوہ اِس کے لڑکا اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزمین دلچسپی حاصل کرتا ہی۔ بسا اوقات یہ دیکھنے مین آیا ہی کہ اصول کی دریافت سے پیشتر ایک چیز معلوم ہو جاتی ہی۔ مثلاً جب اسٹیم انجن ایجاد ہو گیا تو کچھ عرصہ بعد حرکت حرارت کا مسئلہ معلوم ہوا۔ پس اگر لڑکون کے اندر ایجاد و اختراع کا مادہ پیدا کرنا چاہو تو اُنھین اپنے ہاتھون اور آنکھون سے کام لینے کی تربیت دینا چاہیئے۔ کلون اور اُن کے اصول کا اُنھین اچھا علم ملنا چاہیئے جہانتک ہو اُنھین دستکاری کے کرہ ہوا مین رکھین۔ اِسی طریقے پر عمل پیرا ہو کر واٹ اور اسٹیفن نے دو نہایت مفید اور ضروری ایجادین کی تھین۔ اِسی قسم کے اور سیون آدمی گذرے ہین جبتک سائنس اور دستکاری کی تعلیم پہلو بہ پہلو نہ ملے یا امید رکھنا لاحاصل ہی کہ ہمارے لڑکے کوئی مفید چیز ایجاد کرین گے۔

رہ کے دنیا مین سبھی کی بیوفائی دیکھ لی — جز خدا کوئی نہین ساری خدائی دیکھ لی

صبح حشر آئی تو کیا، اور اب نہین آئی تو کیا — ہم نے اپنے جیتے جی شام جدائی دیکھ لی

کہتے تھے یوسف کہ بیشک ہے یہ دنیا بیوفا — مین نے اپنے بھائیونکی بیوفائی دیکھ لی

باغ دنیا مین چلا کرتی ہی مطلب کی ہوا — آشنا بن بن کے رسم آشنائی دیکھ لی

کوئی بھی اپنا نہ نکلا امتحان رنج مین — آزما کر وقت پر ساری خدائی دیکھ لی

رنج سے راحت کے سامان دیتا ہی خدا — وصل اُس کا ہو گیا جس نے جدائی دیکھ لی

اپنی آئی کا تمھین مضطر بھروسا چاہیئے
تم نے اپنی آنکھ سے اورونکی آئی دیکھ لی

اندازِ بیان

جذبات اور حسیات انسانی کے متاثر کرنے کے لیے نہ صرف نمونوں کی ہی بیان کافی ہین بلکہ اُس کے لیے ایک خاص طرز بیان کی ضرورت ہی ہر شخص اپنا انداز بیان الگ رکھتا ہی، اور جسکی ارتقائی حالت خود اُس کے بیان مین ایک ممتاز صورت پیدا کر دیتی ہی۔ بلکہ وہ خود اپنی قابلیت اور کیفیت کے لحاظ سے مجبور ہوتا ہی کہ (۱) اپنے واسطے ایک خاص حد مقرر کرے اور اُسی کے اندر نشو و نما پائے (۲) وہ اپنے بیان کو اِس انداز پر رکھے جس سے وہ اپنے قلبی ارادات کو لفظون مین لا سکے (۳) وہ ہمیشہ ایک خاص کیفیت کے ساتھ جس کی نسبت اُسی کی ذات تک ہی، اپنی نوع کے سامنے اظہار مقصد کے لیے ایک جداگانہ حالت قرار دے۔

انداز بیان کے لیے ضروری ہی کہ وہ خاص حالتون کے لحاظ سے تغیر پذیر رہے اور قلب انسانی اپنی موجودہ واردات کے لیے اُس کو بدل دیا کرے۔ بعض حالتون مین انسان مجبور ہوتا ہی کہ وہ اپنی کیفیات کے بیان کا ایک انداز مقرر کرے اور کچھ دیر کے واسطے اُس کو ایک نئی حالت مین لائے۔

انداز بیان کے تغیر کی زیادہ تر دو حالتین پائی جاتی ہین یعنی:-

۱۔ بظاہر اثر اندازی کے لیے۔

۲۔ کیفیات قلبی کے اظہار کے لیے۔

بظاہر اثر اندازی کی حالت گو ناپائدار ہوتی ہی مگر مطمح خیال کے لیے مناسب سمجھا جاتا ہی اور یہ کیفیات قلبی سے بالکل بے تعلق رہتا ہی۔

۱۔ کوئی آقا اپنے خادم کی تنبیہ کے واسطے اظہار ناراضگی کرتا ہی، اُس کو برا بھلا کہتا ہی خفا ہوتا ہی، اُس کے بیان کے ساتھ ہی اُسکے تیور اور اُسکا ایک ایک حرف خشم آگین ہو جاتا ہی مگر اُس کا تعلق واردات قلبی سے نہین ہی، بظاہر اثر اندازی ہی۔

۲۔ اکثر فقیر اور دریوزہ گر مختلف اثر انداز بیان کے ساتھ سوال کرتے ہین۔ اُن کی آواز سے معلوم ہوتا ہی کہ دنیا کی مصیبت خاص اُن ہی کے حصہ مین آئی ہی مگر قلب سے اُس کا تعلق نہین ہی اور صرف لوگون کو متاثر کرنے کے لیے ایسا کیا جاتا ہی۔

۳۔ ایک اسپیکر جب تقریر کرتا ہی اور اُس کو ضرورت ہوتی ہی کہ اُس کی تقریر کے ہر حصے پر لوگ اثر قبول کرین تو وہ اپنے انداز بیان کو مختلف حالتون مین تقسیم کر دیتا ہی۔ شادی و مسرت غم و الم اشتعال جذبات وغیرہ کے لیے اُس کو خاص انداز مقرر کرنا پڑتا ہی اور اُس کو قوت دینے کے واسطے ہاتھ پاؤن آنکھ ابرو وغیرہ سب تیار کرنا ہوتے ہین مگر قلب سے اُس کا تعلق نہین ہی صرف عوام پر ایک سطحی اثر ڈالنا مقصود ہوتا ہے۔

۴۔ خوشامد کی جاتی ہی کیسے ملائم اور فرمانبردارانہ الفاظ ایک خاص لب و لہجہ کے ساتھ زبان پر آتے ہین مگر اُس کا مقصد صرف اثر اندازی ہوتا ہے۔ اِس سے پایا جاتا ہی کہ صرف انداز بیان ہی وہ چیز ہی جس سے بڑھ کر اثر انداز کوئی نہین ہی۔

بظاہر اثر اندازی کے لیے انسان خود کو مجبور کرتا ہی کہ وہ اپنے لب و لہجہ مین ملائمت نرمی درشتی کرختگی پیدا کرے اور اپنے خاص خاص اعضا کو اپنے انداز بیان کا معاون بنائے مگر کیفیات قلبی کے واسطے انسان خود مجبور ہوتا ہی کہ اپنے انداز بیان کو اپنی قلبی حالتون کا آئینہ بنائے۔ اُس کا چہرہ اور اُس کے بعض اعضا بیان سے پہلے ظاہر

کر دیتے ہین کہ وہ اپنا بیان کس انداز پر شروع کرنے والا ہے اور اُسکے قلب کی کیا حالت ہے۔ اُس کا مقصد اثر اندازی نہین ہوتا ہے، مگر لوگ خود بخود اُسکے بیان کا اثر قبول کرتے ہین اور متاثر ہوتے ہین۔ اور یہ اثر مستقل اور پائدار ہوتا ہے یعنی جب خیال آجاتا ہے تو وہ خود ایک خاص اثر لیے ہوے آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ (۱) بظاہر اثر اندازی کے لیے انسان خود کو مجبور کرتا ہے کہ اپنے انداز بیان کو مؤثر بنائے۔ (۲) کیفیات قلبی کے واسطے انسان خود مجبور ہوتا ہے کہ اُس کا انداز بیان مؤثر ہو۔

صرف ایک انداز بیان ہی ایسا ہے کہ جس پر دوستی، دشمنی، بناؤ بگاڑ کا دارومدار ہے۔ اور ان چیزون کا تعلق نظام تمدن اور کائنات انسانی کے اقتصاد سے بہت کچھ ہے بلکہ اگر سمجھا جائے تو یہی ضروری اجزا ہین۔

سوسائٹی کی ضروری تہذیب اور اُسکی عزت کا تعلق صرف انداز بیان پر ہے اور اُس کے لیے درکار ہے کہ انسان اپنی طرز گفتگو کو اِس طرح رکھے کہ وہ اُس کے حالات اور واقعات گرد و پیش کے مطابق رہے۔ اُسکو عزت نفس کا خیال اُسی حد تک کرنا چاہیے جب تک کہ حالات متعلقہ اُس کے موافق ہین۔

بعض اوقات انداز بیان چشم و ابرو کے ماتحت ہو کر ایسی غلط فہمیان بھی پیدا کر دیتا ہے جس سے تعلقات مین ایک طرح کی کشمکش پیدا ہو جاتی ہے اور یہ اُس صورت مین ہوتا ہے جب انداز بیان پر پوری طرح قدرت حاصل نہ ہو، اور حالات سے اُسکو وابستگی نہ پیدا ہو۔ اکثر حالات سے وابستگی نہ پیدا ہونے کی صورت مین دیکھا گیا ہے کہ کہنے والے کا مفہوم کچھ اور ہے مگر اُسکا انداز ایسا ہے کہ سامع اُس سے بطور خود ایک مفہوم حاصل کر لیتا ہے اور بعض وقت وہ مفہوم خود سامع کیلیے ایک اضطراب و بے چینی کا باعث ہوتا ہے جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ حیات انسانی مین ناخوشگواری پیدا ہو جاتی ہے۔

اس لیے ضرورت ہے کہ انسان اپنے انداز بیان اور طرز گفتگو کو اپنے تحت مین رکھے، اس پر قابو حاصل کرے تاکہ وہ بیان کرنے والے کے مفہومات کے خلاف نہو اور بلا مرضی اس مین ایسا تغیر نہ پیدا ہو جس سے حالت کو کسی اور درجہ پر سمجھ لیا جائے۔

اکثر انداز بیان کو اُس منزل سے بھی گزرنا ہوتا ہے جہان خودداری، عزت، تمکنت، مشیخت، غرور، تکبر، وجاہت ذاتی و مالی، لباس، اور رنگ مجلس، وغیرہ جیسے اسباب مین سے کوئی سبب ہوتا ہے اور اُس کا انداز صرف بیان سے معلوم ہوتا ہے یعنی سامع اُسکے بیان سے معلوم کر لیتا ہے کہ بیان کرنے والا خود کو کس پوزیشن مین پیش کر رہا ہے اور اسباب سے قطع نظر کر کے صرف رنگ مجلس کا دیکھنا ضروری ہے یعنی سامعین کی نسبت ایک صحیح خیال قائم کرنا اور پھر اپنے بیان کو اُس انداز پر شروع کرنا ضرور ہے۔

اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ بیان کرنے والے کو صرف اپنے خاص انداز کو استعمال کرنا ہوتا ہے اور سامع کی نسبت وہ کوئی واقفیت اور معلومات نہین پیدا کرنا چاہتا ہے جس سے بعض وقت غلط فہمی اور شرمندگی کا اندیشہ ہوتا ہے۔

یہ بھی ضرور ہے کہ جہان واقعات متعلقہ انداز بیان کو متغیر کرنے والے ہین وہان رنگ مجلس کا خیال بھی درکار ہے اور سامع کی حالت کا اندازہ کرنا بھی ضروری ہے۔ مگر جہان تک خیال کیا گیا ہے ایسی باتون کا لحاظ اُس صورت مین ہوا ہے جو انداز بیان بظاہر اثر اندازی کے لیے استعمال کیا گیا اور قلبی کیفیات کا زبان پر آجانا اور اُس سے انداز بیان مین ایک تغیر پیدا ہو جانا، ان مین ایسے امور کا لحاظ بمشکل رکھا گیا ہے۔ اور ایسے موقع پر انسان کو اپنے ضمیر کے خلاف سخت جنگ و جدل کرنا پڑی ہے اور کیفیات قلبی کو انداز بیان کے قربان گاہ کے نذر کر دیا

گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایات عالیہ سے انسان مجبور ہوتا ہے۔ مگر وہ جب اپنے انداز بیان پر قدرت حاصل کرے گا تو ممکن ہے کہ اپنی عزت نفس کے لیے اسکو بھی گوارا کرے گا۔ اور اسکی ضرورت ہے کہ حالات اور واقعات کے ساتھ انسان اپنے بیان کا بھی انداز رکھے جس سے اسکی اور اسکی سوسائٹی کی عزت وابستہ ہے۔

ابونواس

حسن کیا ہے؟

خدا جانے کتنی زبانین اس سوال کے جواب مین لال ہو چکی ہونگی، اور کتنے صفحے اس مسئلہ کے حل مین رنگین ہو چکے ہون گے کہ "حسن کیا ہے"، لیکن مین ہزار غور و خوض کے بعد بھی صرف اتنا کہہ سکتا ہون کہ "جو جلوہ عشق کی روشنی مین نظر آئے وہ حسن ہے"

چاند ہزار گنا منور ہو جائے، آفتاب کی روشنی ہزار گنی بڑھ جائے مگر یہ قدرت نہ چاند کو حاصل ہو سکتی ہے نہ آفتاب کو کہ وہ حسن کو ہماری نگاہون مین نمایان کر دے حسن کی جلوہ نمائی اس روشنی کی محتاج نہین مگر اسکے ساتھ ہی احتیاج ضیا سے مستغنی بھی نہین۔ اسے معمہ نہ سمجھیے، ذرا تامل فرما لیجیے تو معلوم ہو جائے گا کہ حسن اُسی جلوہ کا نام ہے جو عشق کی روشنی مین نظر آئے۔ یا یون کہیے کہ نگاہ عشق جسے پسند کرے وہ حسن ہے۔

کوئی ہزار ادعائے حسن کرے، لاکھ گواہ اپنے حسن کے ثبوت مین پیش کرے ہم ہرگز اسے حسین تسلیم کر لینے کے لیے تیار نہین اگر خود اُسے نگاہ عشق سے نہین دیکھتے۔ مگر ہان ہم حلف سے کہہ دین گے کہ مظہر حسن وہ ذات ہے اور صرف وہی ذات جو ہماری آرزوؤن کا مرکز، ہماری تمناؤن کا مرجع ہے، اور جسے ہم نگاہ محبت سے دیکھتے ہین۔ ایسی محبت کی نظر سے دیکھتے ہین جو حقیقی معنون مین محبت کہی جا سکتی ہے۔ اور جو ہمارے دل پر اس طرح مستولی ہے جس طرح محبت کو ہونا چاہیے۔ اور جس نے ماسوا محبوب کے لیے ذرہ برابر جگہ دل مین باقی نہین چھوڑی۔

قیس عامری سے اگر پوچھیے تو کچھ نہ سنیے گا۔ مگر یہ کہ "حسن کا وجود اگر دنیا مین ہے تو لیلی کی ذات مین۔ نہ، میری لیلی مجسمہ حسن بنکر دنیا مین آئی ہے اور بس"۔ فرہاد سے سوال کیجیے اور سن لیجیے کہ "حسن تو شیرین کا، میری شیرین کا، جامہ پہن کر اس جہان مین آیا ہے، باقی اللہ کا نام"۔ مجنون جسے حسین ٹھہراتا ہے فرہاد اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، کوہکن جسے خوبصورت بتاتا ہے قیس کو وہ حسن سے معرا نظر آتی ہے۔

واقعی دو اہل محبت دو مختلف صورتون کے مبتلا ہون۔ ایک نے دوسرے کی محبوبہ کو دیکھا بھی ہو۔ اچھی طرح دیکھا ہو۔ مگر ہر ایک یہی کہتا ہوا سنائی دے گا کہ حسن نے صرف اسکی دلربا کی صورت مین اوتار لیا ہے۔ دیگر ہیچ۔

اس مختصر بحث کے بعد یہ نتیجہ صریحی ہے کہ حسن کی کوئی معیار نہین حسن کوئی وجود مستقل نہین حسن کوئی ایسا جوہر نہین جو خود نمایان ہو کر دعوی کرے کہ مین حسن ہون۔ حقیقت مین دعوائے حسن لایعنی ہے جب تک کوئی نظر اُس کی تصدیق نہ کرے اور کوئی دل اسکی سند نہ دے یعنی کسی سینہ مین اُس کی طرف سے جذبات عشق موجود نہ ہون۔ حسین تو بس وہی ہے جسے عشق نے اپنی توجہ سے حسین ٹھہرا دیا ہو اور اپنے پرتو سے چمکا دیا ہو۔ لیکن وہ بھی صرف اُسی حلقۂ تعارف کے اندر حسین ہے جسے عشق نے اُس کے لیے مہیا کر دیا ہو اور محدود۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حسن اپنی ہست و بود کے لیے عشق کا دست نگر اور اپنی نمود کے لیے عشق کا محتاج ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ

عشق کو خودداری نہین آتی اور حسن کو حق گزاری جس کا نتیجہ یہ ہو کہ
حسن مقتدر نظر آتا ہو اور عشق محتاج۔ حسن مختار نظر آتا ہو اور عشق مجبور

ببین تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا
مانی (جائسی)

آسام مین اُردو حکومت

مخزن کے جدت طراز سرنامہ نے کلکتہ کو حکومت اُردو کی مشرقی سرحد قرار دیا ہو۔ کلکتہ یجوکیشنل کانفرس کی اُردو تقریرون نے غالباً سرنامۂ خیال بہم پہنچایا اور فورٹ ولیم کالج کی غیر فانی علمی کوششین اُس کی موید ہوئین ورنہ سب جانتے ہین کہ اُردو ہندو اور مسلم تمدن اور اُمنگے کسر و انکسار یا امتزاجی کے نتیجہ کا نام ہو۔ ورنہ کلکتہ جو حدیث العہد آبادی اور تاریخی لحاظ سے انگریزی شہر ہو وہان اُردو کو نووارد مسافر کی حیثیت سے ڈھونڈھنا چاہیئے۔ خدا بھلا کرے حضرت خیال کا کہ اپنے تاریخ اُردو پر ایسی صاف و شفاف روشنی ڈالی کہ مخزن سبھا کی حدبندی قائم نہ رہ سکی اور کلکتہ سے آگے مرشد آباد تک اُسمین شامل ہوگیا لیکن بہت کم لوگ جانتے ہین کہ بنگال کے تمام قدیم شہرون مین اُردو عام زبان ہو اور کل شرفاے بنگال خواہ اُن کا قیام کسی کوردہ ہی مین ہو اندر باہر اُردو بولتے ہین اور اُن کی زبان سوائے تانیث تذکیر کے کثیر الوقوع غلطیون کے روزمرہ یا لب و لہجہ کا فرق بہت کم ہو۔ اور یہان کی زبان سُن کر ایک متبصر زبان کے لیے یہ راے قائم کرنا نہایت سہل ہوجاتا ہو کہ اِن لوگون کے آبا و اجداد شاہی ہندوستان کے کس ٹکڑے سے آئے تھے اور کہ دہلی و لکھنؤ مین کسکا اثر یہان کی زبان پر غالب ہو۔

مدت ہوئی مین نے "بنگالیون کی اُردو شاعری" کے عنوان سے ایک مضمون ادیب مرحوم مین شائع کرایا تھا۔ بنگالیون سے مراد بنگالی نژاد ہندو تھے ورنہ اگر یہ احترازی قید نہوتی تو العصر کی ضخامت سال بھر کیلیے بھی کافی نہو سکتی۔ میرا ارادہ تھا کہ بنگال کی اُردو کے متعلق وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ لکھتا رہون لیکن ہجوم اشغال کا خدا بھلا کرے کہ اب تک ارادہ ظہور مین نہین آیا۔ اب حضرت خیال کی معرکۃ الآرا اسپیچ نے گدگدی پیدا کی بلکہ سچ پوچھیے تو انھین کے اڈریس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ انھون نے حدود اثر اُردو کے متعلق پوری توجہ نہین فرمائی ورنہ یہ ظاہر ہو کہ وہ سرحد بنگال سے کئی قدم آگے نکل جاتے اور لوگون کو معلوم ہو جاتا کہ اُردو نے جبکہ پریس اور انجمنون کا وجود بھی نہ تھا کہان تک اپنا عمل دخل کر لیا تھا۔

ہندوستان کا سرحدی صوبہ آسام جو ایک طرف مشرقی بنگال سے اور دوسری جانب تبت اور برہما سے اپنا ڈانڈا ملاتا ہو وہ بھی جادوے اُردو کا مسحور نظر آتا ہو۔ آسام کے ہر شہر کے دوکاندار جیسی اُردو بولتے ہین اُس کا ذکر نہین بلکہ تعجب تو یہ ہو کہ وہان جادوبیان شعراے اُردو کی ایک تعداد کثیر نظر آتی ہو اور یہ اسوقت کا ذکر نہین بلکہ آج سے تیس چالیس برس اُدھر کی بات ہو۔ مین چاہتا تھا کہ العصر کے ناظرین کے لئے مختصراً اُن کا تذکرہ لکھون اور ساتھ ہی یہ خیال بھی تھا کہ اب شاید اُردو شاعری کا وہان چرچا باقی نہ رہا ہو کہ آج ۲ جزو کا ایک رسالہ "یادگار صحیفہ" نام میری نظر سے گزرا ۱۳۳۲ھ کا مطبوعہ ہے اور مدراس مین چھپا ہو۔ سلہٹ کی مشہور دریا دل رئیسہ صحیفہ بانو صاحبہ نے اپنے نغیسہ اُردو اشعار جمع فرما کر شائع کئے ہین مجھکو معلوم ہو کہ بانوے موصوفہ ۶۰ برس کی ضعیفہ خاتون ہین اور خدا نے عورت بنا کر تمام مردانہ صفتین

انکو عطا فرمائی ہیں دو سلسلہ ہندوستان اور مقامات متبرکہ کی زیارت کر چکی ہیں ایک چھوٹا دیوان بھی چھپ کے شہرت ہوئی ہیں جب کچھ کہتی ہیں تو صرف نعتیں کہتی ہیں اور بخلاف تمام شعرائے اُردو کے اپنا ذکر بصیغہ تانیث کرتی ہیں کلام میں کسی طرح کی پختگی نہیں ہو اور نہ اسقام شاعرانہ سے کلام پاک ہو لیکن اُردو کا اس حد تک چرچا کہ مردوں سے گذر کر عورتیں بھی شعر کہیں شیدایان اُردو کے لیے باعث مسرت ہو میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے حضرت صحیفہ کا کچھ کلام نقل کردوں اور پھر تذکرۂ شعرائے آسام شروع ہو گا۔

میں یہ ذکر کردینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ آسام سے جتنی اُردو تصنیفیں شائع ہوئی ہیں اور جو مسودے نثر میں ہیں اُن کی تعداد بھی بہت ہو اور اس سے بھی آسام میں حکومت اُردو کا پتہ لگتا ہو لیکن میں صرف شاعروں کا تذکرہ اس لیے کروں گا کہ جب تک زبان پر پوری قدرت نہو خیالات اور جذبات کا اظہار نہیں ہو سکتا۔

صحیفہ کہتی ہیں ؎

تیری کنیز ہوں میں مالک ہو تو خدایا — تھی مشتِ خاک تو نے انسان مجھے بنایا
تو رزق دینے والا تو جان دینے والا — تو نے مجھے کھلایا تو نے مجھے جلایا
تیری حمایتوں نے رکھا مجھے بچا کر — تیری عنایتوں نے مجھ کو دیا دلایا
واری گئی کرم کر مجھ پر کریم ہے تو — غارت نہ جائے سارا ایسا کیا کرایا

عاجز صحیفہ ہے میں نادم ضعیفہ ہوں میں
مجھ کو نہ دے بگڑنے جب تو نے ہی بنایا

داغ ہائے دل ہیں سوزاں دیکھیے — بن گیا سینہ گلستاں دیکھیے

تو نہ گھبرا اے صحیفہ تجھے رحمت ہو نصیب — مغفرت تجھ کو لپٹ جائے گی جوشش ہو کر

مقبولِ عام صاحبِ زر کی ہے بات آج — سچ ہے کہ مفلسوں کا طرفدار کون ہے

درِ عدن سے بڑھ کے صحیفہ ہے تیرا شعر
سلہٹ میں آج اس کا خریدار کون ہے

آشفتہ | حاجی منشی عبد اللہ خلف عبد الحمید باشندۂ سلہٹ حافظ ضیغم[1] کے شاگرد تھے سلہٹ میں مدت کے بعد اِن کی شاعری کا بڑا چرچا تھا۔ اُردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ نساخ مرحوم کے ہم اُستاد اور دوست تھے ؎

دیکھنا اشوقِ شہادت عاشقِ دلگیر کا — کیا تڑپ کر چوم لیتا ہے گلا شمشیر کا
وادیٔ وحشت میں ایسا پاؤں پھیلایا ہے — دیدۂ غولِ بیاباں حلقہ ہے زنجیر کا

ہو انہ حور میں انداز کرشمہ کا سا — تو رنج خلد میں ہو گا ہمیں سقر کا سا

کھل گیا ہے میکشی میں جوہرِ انوارِ قدس — ہے تماشا گاہِ بزمِ قدس کی ظرفِ شراب

رکھتا نہ از بہر بت بے پرستش آئینہ — ہوں میں حیران ہائے یہ تو تیرہ بخت آئینہ

بیخود | مولوی فرجام علی باشندۂ بنیاچونگ بنگال کے ابدالآباد شاعری مرزا جان طپش دہلوی کے شاگرد اور صاحب دیوان تھے ؎

پوچھے اگر کوئی کہ وہ بیخود کدھر گیا — تو دیجیو جواب کہ کم بخت مر گیا

کھائے تو غم ہے پینے کو ہے اشکِ تر مجھے — نکلا ہوں گھر سے خوب ہی زادِ سفر کے ساتھ

حامد | خاندان مجموعہ داران سلہٹ میں ہمیشہ سے با اثر اور متمول خاندان رہا ہے اور علم و ہنر کا چرچا اب تک اس خاندان میں موجود ہے چنانچہ خان بہادر محمد بخت مجموعہ دار اسوقت ممبر آف دی فیملی اور آسام کونسل کے

[1] حافظ اکرام احمد ضیغم رامپوری بہت زبردست شاعر اور شاعر گر تھے نساخ اور آزاد جہانگیر نگری جیسے شاعر ان کی دایہ قابلیت سے دودھ پیا تھا بنگال کے دوسرے دور کے اُستاد اور اُنھیں کی وجہ سے یہاں بزم مشاعرہ کی گرمی تھی ۱۲

ممبر ہین۔ اس خاندان نے سلہٹ مین اُردو کی اچھی خدمت کی اور بہت سے شاعر پیدا کیے۔ اللہ بخش مجموعہ دار خلف محمد مہدی مجموعہ دار کا تخلص حامد تھا۔ وہ اشرف علی مست کے شاگرد تھے

تو نے کہا ہے نہیں کبھی ٹالے کوئی ہزار ۔۔۔ مین ہون مری جبین ہے ترا آستان دوست
شیرین ہو نیشکر کیطرح اب نے قلم ۔۔۔ لکھتے ہین جب لب شکر فشان دوست

حسن | مولوی محمد حسن ولد مفتی محمد سالم۔ خاندان علم و فضل سے تھے۔ مست کے شاگرد تھے۔ ۱۳۰۲ھ مین انتقال ہوا

ہاتھ اُٹھاؤ مجھسے اب کیا کام ہے تدبیر کا ۔۔۔ ذبح کے قابل ہون نہین موقع ہے تکبیر کا

حمید | حاجی حمید بخت خلف حاجی سعید بخت۔ یہ بھی اسی خاندان مجموعہ داران سے تعلق رکھتے ہین۔ حافظ ضیغم کے شاگرد اور ناسخ کے دوست تھے

خواب مین شکل دکھائے گا وہ عیار کبھی ۔۔۔ یہ بھروسا مجھے اے طالع بیدار نہ تھا
وہ جو شب میرے گھر آیا تو گیا ہوش حمید
اور جسوقت ہوا ہوش تو پھر یار نہ تھا

خواجہ | مولوی عبد العزیز۔ اُن کے والد مولوی اظہر علی فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے منشی تھے۔ اُن کی تعلیم و تربیت کلکتے مین ہوئی۔ مولوی عصمت اللہ انسخ ارشد تلامذۂ ناسخ سے اصلاح لیتے تھے۔ ناسخ اُن کے متعلق لکھتے ہین کہ بہت ہی ذکی و ذہین تھے۔ ۱۳۰۲ھ مین رحلت کی

دل لیکے جان مانگتے ہین وہ بھی لیجیے ۔۔۔ اب میرے آپکے کوئی جھگڑا نہین رہا
دیر و حرم مین سب مری صورت سے ہین نفور ۔۔۔ دل دیکے آپ کو مین کہین کا نہین رہا

سعید | حاجی سعید بخت ولد محمود بخت مجموعہ دار۔ یہ بھی اپنے بیٹے کیطرح حافظ ضیغم کے شاگرد تھے۔ تاریخ گوئی سے اُن کو خاص مناسبت تھی

پتا نہین ہے سر کا ہرگز قرار رنگ ۔۔۔ ہر آن مین بدلتی ہین آنکھین ہزار رنگ

سفیر | حاجی جلال بخش خلف حاجی حسین بخش۔ مست کے شاگرد اور ناسخ کے ملاقاتی تھے

سحر آفرین یہ سایۂ زلف سیاہ ہے ۔۔۔ بنجائے کیا عجب ترے پہلوؤن کا ہار سانپ

علی احمد | مولوی محمد علی احمد خان عرف نگا۔ سلہٹ کے بہت بڑے زمیندار اور ایک مشہور ذی حوصلہ رئیس تھے۔ داد و دہش مزاج مین بہت تھا۔ مگر شعر بہت کم کرتے تھے اور اپنے اشعار مین ناسخ مرحوم سے اصلاح لیا کرتے تھے

ہوئے جبتک کہ نہ برباد غبار عاشق ۔۔۔ دامن پاک صنم تک ہے رسائی مشکل

پھر دن ہوتا نہین انو سے جُدا سر اپنا ۔۔۔ دھیان آتا ہے جو پیجان ترے زانو کا
چین آتا نہین جو تجھ کو علی احمد آج
یاد مژگان ہے کہ کانٹا ہے ترے پہلو کا

مست | حکیم اشرف علی خلف احمد علی مجموعہ دار تلمیذ حافظ ضیغم۔ شعر و شاعری کا چرچا درحقیقت اُنھین کی وجہ سے سلہٹ مین پیدا ہوا۔ بہت قابل اور بہر دو زبان مین شعر کہتے تھے۔ کتب متعددہ کے مصنف ہین اور اکثر شائع ہو چکی ہین۔ سلہٹ مین اُن کی طبابت کی بڑی گرم بازاری تھی۔ فن کشتی کے بھی بڑے واقف کار تھے۔ چنانچہ اس فن مین بھی اُن کا ایک رسالہ ہے۔ تصانیف کی فہرست حسب ذیل ہے: ترکیب الصلوٰۃ تصویر غم۔ رسالہ ہیضہ و طاعون۔ رسالہ چیچک۔ رسالہ دافع السموم۔ رسالہ کشتی

ہے تلم تیغ غضب سے سر جوان و پیر کا ۔۔۔ فاقتلوا جو ہر ہے لے قاتل تری شمشیر کا
عجز نے میرے اُڑایا آپکے دل کا غبار ۔۔۔ خاکساری مین اثر ہے سرمۂ تسخیر کا

رات دن یون جو تڑپتا ہے مثال بسمل ۔۔۔ کس نے مارا تجھے اے مست کہان پر مارا

اتنی بار عصیان سے گرانبار اس قدر رہون مین
یقین ہے ٹوٹ جائے حشر مین پلہ ترازو کا

دیکھتے ہیں کھوا کر کشتے باتھ پاؤں سے — رہتے ہیں و عمل میں ہمر بستر ملال چار

یسین | مولوی عبدالستار، شاہ عبدالقادر کے صاحبزادے۔ مولوی وحشت سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ تناسخ کے دو سعد سے

نامرگ جو رفلک پیر سے چھوٹے — ہم اپنے تیغ جو ہر سے چھوٹے

سیلاب اشک ترے سمندر سا جوش ہو
گر ہو نہان نظر سے رخ خوے فشان دوست

شاید کہ اضطراب نے سے اثر لیا — یتیں انذون تو آپ بھی کچھ بیقرار سے

حکیم حبیب الرحمن خان

ہوا

ہوا کا رخ اور رفتار | کرہ باد میں تموج کا نام ہوا ہے۔ ہوا کی رفتار اور رخ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے۔ رخ عموماً آٹھ جانب بدلتا ہے یعنی شمال، شمال مشرق، مشرق، جنوب مشرق، جنوب، جنوب مغرب، مغرب، و شمال مغرب۔ ملاح ان آٹھ رخوں کو چار چار زائد حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور اس طرح ۳۲ رخ بنا لیتے ہیں۔ کسی دائرہ پر ایک ستارہ بنائیے جس میں ۳۲ کونے ہوں تو اسکو ملاح کا نقشہ کہا جائے گا۔

ہوا کی رفتار اینی مامیٹر (ANEMOMETER) کے ذریعہ سے جانی جاتی ہے۔ یہ ایک خاص قسم کا آلہ ہے جس میں ایسے پنکھے لگے ہوتے ہیں جو ہوا کی وجہ سے گردش کرتے ہیں۔ ہوا کی رفتار ان پنکھوں کی گردش سے بذریعہ حساب نکالی جاتی ہے یعنی کتنی مرتبہ ایک خاص وقت میں ان پنکھوں نے گردش کی۔ عموماً ہوا کی رفتار ۲۵ فیٹ فی سیکنڈ ہوتی ہے۔ اگر رفتار ۱۰ انچہ فی سیکنڈ سے کم ہوگی تو اینی مامیٹر سے دریافت نہیں ہو سکتی۔ ایسی حالت میں دھواں سیدھا اوپر کو اٹھتا ہے اور منتشر نہیں ہوتا۔ ۱ سے لیکر ۲ فیٹ فی سیکنڈ کی رفتار محسوس ہوتی ہے اور چھوٹی ہلکی جھنڈی ہل سکتی ہے۔ ۱۲ سے ۲۰ فیٹ تک معمولی حالت ہے جھنڈے کا پھریرا کھل جاتا ہے اور درخت کی پتیاں ہلتی ہیں۔ ۲۳ سے ۳۶ تک تازہ ہوا ہوتی ہے جس سے درخت کی شاخیں بھی ہل سکتی ہیں۔ ۳۶ سے ۵۰ فیٹ ہوا تُند رہتی ہے موٹی شاخیں اور چھوٹے درخت کے تنے بھی ہلتے ہیں۔ ۵۰ سے ۹۰ فیٹ تک طوفان جس سے درخت جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ اور ۹۰ سے ۱۲۰ فیٹ تک طوفان باد ہے جس کو انگریزی میں ہری کین (HURRICANE) کہتے ہیں۔

ہوا کے چلنے کا سبب | کرہ باد میں جب کسی وجہ سے حرکت پیدا ہوتی ہے تو ہوا چلنا شروع ہوتی ہے۔ اور اس حرکت کا سبب ہمیشہ قریب کے دو مقامات میں درجہ حرارت کا اختلاف ہوتا ہے۔ اگر زمین کا کوئی حصہ اپنی گرد و نواح کے حصہ سے زائد گرم ہو گیا تو اُس کے اوپر کی ہوا گرم ہو کر ہلکی ہو جائیگی۔ ہلکی ہوا کا رخ آسمان کی طرف ہونے کی وجہ سے جو جگہ خالی ہوئی اُسکی جگہ پُر کرنے کے لیے گرد و نواح کی ہوا دوڑی لہذا ایک ہوا گرم ہو کر اوپر چلی دوسری اُسکی خالی جگہ پر آئی۔ اسی دوڑ دھوپ کا نام ہوا چلنا ہے۔

مستقل ہوائیں | ہوا کی تین قسمیں ہیں (۱) مستقل (۲) موقت (۳) غیر مستقل۔ مستقل ہوائیں وہ ہیں جو سال بھر ایک ہی سمت میں چلتی رہتی ہیں اُن ہواؤں کو اکثر تجارتی ہوائیں بھی کہتے ہیں یہ خط استوا کے نزدیک پائی جاتی ہیں۔ اُن کا رخ شمال مشرق شمالی حصۂ دنیا میں ہوتا ہے۔ اور جنوبی حصہ میں جنوب مغرب۔ یہ خط استوا کے دونوں جانب ۳۰ درجہ تک پائی جاتی ہیں۔ اور سال بھر ایک ہی رخ رہتا ہے۔

خط استوا کی ہوا اُس وقت گرم ہو کر اوپر اُٹھتی ہے جب آفتاب مشرق سے مغرب کو جاتا ہے سرد ہوا قطبین سے اِس گرم ہوا کی جگہ لینے چلتی ہے لیکن

ہوا کے رُخ مین کچھ فرق پڑ جاتا ہی۔ یہان یہ بات محفوظ رکھنا چاہیئے کہ خطِ استوا کی رفتار بہ نسبت قطبین کے زیادہ ہی کیونکہ خطِ استوا ہر مقام پر ۲۴ گھنٹہ مین ایک بہت بڑا چکر لگاتا ہی۔ حالانکہ اسی عرصہ مین قطبین کا ایک مقام چھوٹا چکر لگاتا ہی۔ اسی واسطے خطِ استوا کی رفتار بہ نسبت قطبین کے زیادہ ہی چونکہ ان دونون کی رفتار مین کبھی کوئی فرق نہین پڑتا ہی لہٰذا ہوا کا رُخ بھی ایک ہی رہتا ہی۔

موقت ہوائین موقت ہوائین وہ ہوائین ہین جو ایک موسم مین ایک ہی سمت مین اور دن کے خاص گھنٹون مین چلتی ہین۔ اُن کا نام مَن سون، سموم، بَرّی اور بحری ہوائین ہین۔ من سون اُس ہوا کو کہتے ہین جو چھ ماہ ایک رُخ اور چھ ماہ دوسرے رُخ چلتی ہی۔ یہ ہوا خاصکر بحرِ احمر خلیج عرب خلیج بنگال اور بحیرۂ چین مین پائی جاتی ہین یہ ہوائین موسم گرما مین برّہ اعظم کی طرف چلتی ہین اور سرما مین اُسکے مخالف۔ سموم وہ ہوا ہی جو ایشیا اور افریقہ کے صحرا مین چلتی ہے۔ یہ بیحد گرم ہوتی ہی۔ ریت اسمین ملی ہوتی ہی۔ جب سموم چلتی ہی تو میدان تاریک ہو جاتا ہی جسم کی جلد خشک ہو جاتی ہی سانس جلد جلد چلتی ہی اور پیاس کی شدت ہوتی ہی۔

اٹلی اور الجیریا مین اس ہوا کو سیروکو (SIROCCO) کہتے ہین جہان یہ صحرائے افریقہ سے چلتی ہی۔ مصر مین آخر اپریل سے جون تک چلتی ہی اور اس کو وہان خمسین کہتے ہین۔ افریقہ کے باشندے اپنے جسم پر چربی مل کر اُسکو بچاتے ہین تاکہ بہت پسینہ نہ نکلے۔

ملک سوئٹزرلینڈ (یورپ) مین ایک ہوا فین (FSHN) نامی چلتی ہی۔ اُسکے چلنے کا یہ سبب ہی کہ ہوا کا جو جھونکا جنوب مشرق سے آکر کوہِ ایلپس سے ٹکراتا ہی وہ ہلکا ہوکر اوپر اُٹھتا ہی۔ اس حالت مین اُسکی حرارت کم ہو جاتی ہی۔ جو بھاپ اُس مین ہوتی ہی وہ پانی یا برف کی شکل مین منتقل ہوکر پہاڑ کی دوسری جانب گرتی ہی جب اُس کا گزر وادیون مین ہوتا ہی تو چونکہ کرۂ باد کا زور اُس پر پڑتا ہی لہٰذا یہ کچھ دبتی ہی اور دبنے کی وجہ سے حجامت کم ہونے کے باعث گرم ہو جاتی ہی کیونکہ اُس کا پانی پیشتر ہی نکل چکا تھا لہٰذا بسبب گرم ہونے کے اوپر اُٹھی اور اب بطور گرم اور خشک ہوا کے اثر پذیر ہوئی۔ ایک مرتبہ تجربہ کرنے سے معلوم ہوا کہ جب اسکا درجۂ حرارت صرف ۴ء۳۱ درجہ تھا اُس مین ۴ فی صدی پانی موجود تھا۔

برّی اور بحری ہوائین یہ ہوائین ساحل پر چلتی ہین۔ دن کے وقت سمندر سے خشکی کی جانب اور شب کو خشکی سے تری کی جانب۔ دن کو زمین بہ نسبت سمندر کے زیادہ گرم ہوتی ہی لہٰذا زمین پر کی ہوا گرم ہوکر اوپر اُٹھی اور اُسکی خالی جگہ سمندر کی ہوا نے آکر لی۔ یہ سمندر کی ہوا بہ نسبت زمین کی ہوا کے سرد ہوتی ہی۔ لہٰذا زمین اس سرد ہوا کے سبب سے اتنی گرم نہین ہونے پاتی جتنا ہونا چاہیئے تھا۔ شب کو حالت معکوس ہوتی ہی۔ اب زمین بہ نسبت پانی کے زیادہ سرد ہوتی ہی۔ لہٰذا بعد غروبِ آفتاب ہوا خشکی سے پانی کے رُخ چلنا شروع ہوتی ہی۔ ان ہواؤن کا اثر ساحل سے صرف تھوڑے فاصلہ تک محسوس ہوتا ہی۔ خطِ استوا کے دونون جانب تو یہ مستقل طور پر چلتی ہی لیکن شمالی ملکون مین نہین۔ پہاڑون کا قرب اور اکثر جنگل بھی اِن ہواؤن کے چلنے کا باعث ہوتے ہین۔

غیر مستقل ہوائین غیر مستقل ہوائین وہ ہین جو کسی وقت ایک رُخ پر چلتی ہین مگر یکایک دوسرے رُخ چلنے لگتی ہین غرضکہ اُنکی رفتار کا کوئی ٹھیک نہین اور نہ یہ کسی اصول کی پابند ہین۔ خطِ استوا پر تو کم لیکن قطبین پر اُنکی غیر مستقل مزاجی کی کوئی حد ہی نہین بعض اوقات ایک ہی وقت مین ایک جگہ پر مختلف اطراف سے ہوا چلتی ہی۔ فقط

سید محمد ضمیر (نقوی)

صنائع بدائع

ایشیائی شاعری کا بڑا حسن فن بدیع اور صنائع بدائع میں مضمر ہے۔ جیسا معشوق کے لیے عمدہ اور دلکش لباس اور قسم قسم کا زیور۔ اگرچہ سادا کلام بھی بسا اوقات زبان اور لٹریچر اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اچھا اور رہی چاشنی رکھتا ہے۔

سادہ اور ضبوط کلام میں جو بسا اوقات صنائع بدائع اور تلازم نظر آتا ہے تو طبیعت کی موزونی سے اکثر بے ساختہ قلم سے نکل جاتا ہے۔ ارادۃً و قصداً نہیں ہوتا اور ایسا کلام بہت مزہ دیتا ہے اور نہایت پُرمزہ اور نازک ہوتا ہے مثلاً حضرت غالب مرحوم فرماتے ہیں ؎

دہ نگاہیں کیون ہوئی جاتی ہیں یارب دل کے پار
جو مری کوتاہی قسمت سے مژگان ہو گئین

اکثر حضرات تو غالب کا کلام سمجھتے ہی نہیں اور جو سمجھتے ہیں وہ فقرہ اور محل نہیں سمجھتے۔ اس شعر میں درحقیقت معشوق کی نیچی اور شرمیلی نگاہ کی تعریف ہے تعریف کیا معنی گویا نیچرل تصویر کھینچ دی ہے لفظ کوتاہی قسمت نے کیسا مزہ دے رہا ہے۔ قاعدہ ہے کہ نگاہ تو اپنی وسیع و طویل فطری قوت سے آسمان تک جاتی ہے مگر پلکوں میں کچھ بھی وسعت نہیں، فرماتے ہیں وہ نیچی نگاہیں جو میری جانب اٹھتی ہی نہیں اور میری قسمت کی کوتاہی سے مژگان بن گئی ہیں اب دل کے پار کیون ہو رہی ہیں یعنی دلربائی میں کیون ستم ڈھا رہی ہیں لفظ استفہام (کیون) میں کتنے بلیغ معنی بھرے ہوئے ہیں مطلب صرف اسقدر ہے کہ معشوق کی نیچی نگاہیں بہ نسبت برملا اور کھلم کھلا دیکھنے کے بہت زیادہ دلکش ہیں مگر کس خوش اسلوبی سے یہ مدعا ظاہر کیا ہے بس لفظ کوتاہی قسمت عمداً نہیں لایا گیا بلکہ بے ساختہ قلم سے نکلا ہے یا مثلاً عرفی شیرازی اپنے نعتیہ قصیدے میں لکھتا ہے ؎

گر گزیند سر خرِ خاکِ درش مژگان چو باز　　چنگل اندازد بزاغ دیدہ بینائے من

دوسرے مصرعہ میں لفظ زاغ لفظ باز کی رعایت سے عمداً نہیں لایا گیا بلکہ بے ساختہ قلم سے نکلا ہے۔ زاغ سے مراد خال چشم ہے اور قرآن مجید میں جو مازاغ البصر و ما طغیٰ آیا ہے یہاں زاغ صیغہ ماضی ہے زیغ یا زیغ بالفتح سے جس کے معنی رغبت کرنا اور بینائی کا کند ہونا اور آفتاب کا ڈھلنا اور حق سے برگشتہ ہونا اور کسی شے میں شک کرنا ہے۔ دیکھئے لفظ زاغ میں کتنے معنی بھرے ہیں معراج رسول کی جانب تلمیح ہے مولانا نظامی گنجوی سکندرنامے میں دربیان معراج فرماتے ہیں ؎

در آن نرگسین حُسن کلن باغ داشت　　گر چشم او کحل مازاغ داشت

حضرت نظامی و عرفی کو غالباً توارد ہوا ہے۔ اگرچہ دونوں شعروں کے معنی اور محل جدا جدا ہیں مگر ماخذ ایک ہے۔

جن شعراء کا مسلک صرف اخلاقی ہے مثلاً سعدی جامی سنائی مولانا روم وغیرہ اُن کے کلام میں صنائع بدائع شاذ و نادر ہیں اور جہاں کہیں ہیں لاجواب ہیں مثلاً مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

گوش خر بفروش و دیگر گوش خر　　کین سخن را در نیابد گوش خر

اور فرماتے ہیں ؎

آتش است این بانگ نائی نیست باد　　ہر کہ این آتش ندارد نیست باد

مولانا روم کا اور کمال دیکھیے کہ مصرعہ ایک مگر شعر میں دونوں کے معنی جدا جدا۔ غور سے دیکھیے تو یہ اعجاز ہے فرماتے ہیں ؎

کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
آن یکے شیر یکہ آدم می خورد
آن یکے شیر یکہ آدم می خورد

یعنی تو پاکون (اولیا، انبیا، رشیون منیون) کو اپنے اوپر قیاس نکر

کہ میں بھی ویسا ہی انسان ہوں جیسے وہ تھے ارے شیر و شیر کی
لکھنے میں ایک ہی صورت ہے مگر ایک شیر تو وہ ہے جو انسان کو کھاتا ہے اور ایک
شیر (دودھ) وہ ہے جسے انسان کھاتا ہے سبحان اللہ۔ سوشیل بھی
اور لاجواب صنعت بھی۔

شوکت (میرٹھی)

خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی

اس میں شک نہیں کہ اردو علم ادب لکھنؤ میں دہلی سے
آیا اور اس بدیہی امر سے انکار کرنا سخت احسان فراموشی ہے یا
یہ کہیے کہ دہلی کا ٹکسال لکھنؤ میں اٹھ آیا اس لیے کہ دہلی جن لوگوں
سے عبارت تھی وہ سب شہر لٹے اور شاعر اپنی پختہ کلامی اور کہنہ مشقی
کے زمانہ میں دہلی کو سلام کر کے لکھنؤ چلے آئے اور اسی سرزمین میں
دفن ہوے۔ لکھنؤ کے دربار میں اُنکی توقیر اور عزت حد سے سوا ہوئی۔
ملک الشعرا میر تقی میر لکھنؤ میں مع اہل و عیال کے چلے آئے اور
زندگی بھر مفتی گنج میں رہے اور اب بھی وہیں سو رہے ہیں ملک الشعرا
مرزا رفیع السودا لکھنؤ میں بازار میں آکر بسے اور میر باقر سوداگر کے
امام باڑے میں دفن ہوے۔ انشاء اللہ خان انشا لکھنؤ میں آئے
اور فراشخانے میں رہے اور حسین گنج میں آلینہ بی بی کے باغ میں
دفن ہوے۔ میر حسن میر خلیق میر جعفر زٹلی، صاحبقران میر تقی ہوس
میر سوز، طالب علی خان عیشی یہ سب کہاں رہے کہاں دفن ہوے
وطن کو چھوڑ کر غربت میں وہ آرام پایا کہ مر کے بھی لکھنؤ سے نہ نکلے۔
اس قدر دانی کا صلہ یہ ملا کہ لکھنؤ نقش ثانی بن گیا اور اب تک اس کا
وقار زبان اردو کی تحقیق میں اتنا ہی ہے جتنا شاہی میں تھا۔

جب دہلی کے لوگ مر چکے تو خدا نے لکھنؤ کی سرزمین میں بھی ایسے
لوگ پیدا کیے جن کی شہرت اور زبان دانی کے نقارے تمام
ہندوستان میں بج گئے۔ ناسخ اور آتش کا زمانہ لکھنؤ میں اردو
علم و ادب کی تاریخ کا زمانہ ہے اس لحاظ سے آتش کے واقعات
اور اُن کی اردو کی مستقل خدمت کا احسان تمام ہندوستان پر ہے۔
اردو علم ادب کے اپنے محسن کا ذکر ہر طرح ملک کے لیے مفید ہے۔

خواجہ حیدر علی نام آتش تخلص تھا۔ آبا و اجداد قدیم باشندے
دہلی کے تھے۔ شجاع الدولہ بہادر کے عہد میں اُن کے والد خواجہ
علی بخش و رونق سالک (جو خواجہ زادوں کے خاندان سے تھے)
دہلی سے فیض آباد میں آئے اور محلہ مغل پورہ میں قیام کیا۔ پیری
مریدی کا سلسلہ شروع کیا۔ اسی پر اوقات بسر ہونے لگی۔ اس زمانہ میں
دہلی اُجڑ رہی تھی۔ عالمگیر ثانی کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ اب سوائے
اودھ کے اور کوئی مقام نہ تھا جہاں آسایش سے بسر ہو سکے۔ تھوڑے
زمانہ کے بعد بکسر کی لڑائی میں شجاع الدولہ بہادر کو شکست ہوئی
جس کا رنج بہت کچھ ہوا اس لحاظ سے کوئی شکست بکسر کا نام بھی
نہ لیتا تھا۔ اس اثنا میں فوج مغلیہ سے بادشاہ بد ظن ہو چکے تھے۔
آتے ہی تمام فوج کو برطرف کر دیا مغل لوگ فیض آباد سے شاہجہان پور
چلے گئے۔ اس سبب سے مغل پورہ بہت ویران ہو گیا ہر چند مغلوں نے
خواجہ علی بخش سے چلنے پر اصرار کیا لیکن خواجہ صاحب کی یہاں اچھی
طرح بسر ہو رہی تھی اس سے کہیں نہ جا سکے۔ اس اثنا میں جناب عالی
(نواب شجاع الدولہ بہادر) نے اپنے فرزند نواب آصف الدولہ بہادر کی
شادی نواب خانخاناں کی پوتی سے کی جس میں چوبیس لاکھ روپیہ صرف
کیا۔ یہ واقعہ [illegible]ھ کا ہے ابھی یہ چہل پہل ہو رہی تھی کہ خواجہ علی بخش
کے گھر میں خواجہ حیدر علی آتش پیدا ہوے۔ باپ کی طرح گورے
چٹے اور خوبصورت تھے ابھی لڑکا اچھی طرح جوان نہ ہونے پایا تھا اور تعلیم بھی
نا مکمل تھی کہ باپ نے انتقال کیا۔ مزاج میں آوارہ گردی تھی اور رسوم

کوئی مربی موجود نہ تھا نوجوانے لڑکوں کی صحبت میں آتش بانکے اور شلاء پٹ ہو گئے۔ اس زمانہ میں بانکپن اور بہادری کی بہت قدر تھی آتش کو بہادری دکھانے کا بہت سے واقع ملے مغل بچون کی صحبت مین تیغ زنی بہت اچھی آگئی تھی۔ آدمی تھے جیوٹ سے بات بات پر تلوار کھینچ لیتے تھے کسی سے تلوار یے مشہور ہوگئے سیکڑون تلوارین کھائین ہزارون ٹانکے لگے۔ اس جوہر کے قدردان فیض آباد مین ایک نواب میر محمد تقی تھے جو آتش کو نوکر رکھ کر اپنے ساتھ لکھنؤ مین آئے۔ انھین کے ساتھ ناسخ بھی فیض آباد سے لکھنؤ آئے تھے۔

اُس وقت مین ناسخ اور آتش کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ ہم کبھی لکھنؤ مین شاعری کے زمرے مین آئین گے اور ایک مشہور اُستاد کے نام سے مشہور ہونگے۔ سردی کے زمانے مین شب کو نواب صاحب کے سپاہی بنے اوڑھے لیتے تھے اور دن کو تنزیب کا انگرکھا پہنے ہوے اکڑتے پھرتے تھے۔

آتش گورے شکیل وجیہ بھرے بدن اور رندانہ وضع کے آدمی تھے۔ آدھا سر منڈا ہوا اور آدھے سر پر پٹے (اُس وقت اچھے بانکون کی یہی وضع تھی اور ان کو اک سپٹے جوان کہتے تھے) کھانڈا باندھتے تھے بھنگیرن کی دوکان پر چرس کا دم لگا رہے ہین کسی نے اُن کو دیکھ کر کھنکارا یا سامنے سے مونچھ اونچی کرتا ہوا نکلا۔ بس غضب آگیا۔ تلوار کھینچ لی اور کہا "آؤ ہمارے تمھارے دو دو ہاتھ ہو جائین"۔

لکھنؤ مین آکر رفتہ رفتہ آتش کی صحبت بدل گئی اُن کو کتب بینی کا شوق ہوا اور رات دن علمی چرچے رہنے لگے۔ اُسی زمانہ مین ان کو مذاق سخن پیدا ہوا اور شیخ غلام ہمدانی مصحفی کے شاگرد ہوے ناسخ بھی اُن کے شاگرد ہوے تھوڑے ہی زمانہ کی مشق مین روزمرہ محاورے اور صفائی کلام مین اُستاد سے سبقت لے گئے۔ اُس مدت مین نواب میر تقی کا انتقال ہو گیا۔ آتش کے شاگردون کی جمعیت بڑھنے اور کلام کی شہرت ہونے لگی۔

نواز گنج کے قریب چوپٹیون سے آگے ماہو لال کی چٹر جو مٹھائی مشہور ہے وہان سے اُتار کو ایک چھوٹا سا باغیچہ اور ایک کچا مکان تھا وہ آتش نے خرید لیا اور اُسی مین رہنے لگے۔ مکان لینے کے بعد آتش نے اپنا نکاح کسی شریف خاندان مین کر لیا۔ تھوڑے زمانے کے بعد ایک صاحبزادے پیدا ہوے جن کا نام آپنے محمد علی رکھا۔ اُن کی بیوی بہت نیک عورت تھی۔ ان کی وارستہ مزاجی اور اسکی گرہستی نے مل کر گھر سنبھال لیا بعقد سے پہلے تو آتش کو ہزار روپیہ ماہوار ملتا جب بھی مہینے مین دو ایک فاقے ضرور ہو جاتے تھے لیکن نکاح کے بعد بی بی کے پس انداز کرنے سے میان فاقہ کشی سے بچ جاتے تھے۔

مولوی صادق علی کہتے تھے کہ آتش کو مین نے دیکھا ہے گیروا تہ بند باندھتے تھے ٹونڈا ہاتھ مین رہتا تھا جس مین ایک چھلہ سونے کا رہتا تھا دوسرے تیسرے فاقہ کی حالت مین چھلہ رہن رکھ کر فاقہ شکنی کرتے تھے۔

سیتے کام کا سلیم شاہی جوتہ ایک اشرفی کی قیمت کا پہنتے تھے۔ بے طمع اور بے غرض تھے کبھی شاگرد سے اپنی حاجت کا اظہار نہ کرتے تھے اور اکثر اپنی دولت دعوت اور ضیافت مین لٹا دیا کرتے تھے کچھ تنخواہ اور کچھ کے بادشاہ کی طرف سے ملا کرتی تھی وہ چار دن مین خرچ کر ڈالتے تھے۔

منشی امیر اللہ تسلیم مرحوم شاگرد نسیم دہلوی کہتے تھے ہم نے جسوقت آتش کو دیکھا کوئی ستر برس کے قریب ہون گے ایک بالشت سے زیادہ بڑا داڑھی تھی۔ مہدی کا خضاب کرتے تھے معالی خان کی سرا مین رہتے تھے۔ ایک لنگوٹ باندھے ٹوٹے ہوے کھٹولے پر جو زمین دوز تھا تکیہ لگائے ہوے بیٹھے رہتے تھے بیچ بیچ حقہ سامنے رکھا رہتا تھا جو کوئی امیر غریب آتا سب کے سامنے وہی ٹوٹا ہوا حقہ پیش ہوتا۔

وارث علی خان اُن کے رفیق بھنگ گھوٹ کر پلایا کرتے تھے۔
ج مین توکل تھا جو کچھ آتا اُس کو اسی روز خرچ کر ڈالتے تھے۔
وسرے روز کے لیے کچھ نہ رکھتے تھے جس روز فاقہ ہوتا دروازہ
بند کر کے گھر مین بیٹھ رہتے۔ ایک روز رسالدار فقیر محمد خان گویا کو
علوم ہوا کہ آجکل آتش بہت تکلیف مین ہین کچھ روپیہ لے کر گھر پر
ئے دروازہ بند تھا آواز دی اندر سے آواز آئی کون ہی؟
بولے فقیر۔

آتش نے کہا فقیر کا میرے یہان کام نہین آج خدا مہمان
ہی فاقہ ہی۔ دوسرے روز پھر آئے بمشکل سے دروازہ کھولا لڑکا
ن کا بہت کمسن تھا کوٹھے پر کنکوا اُڑا رہا تھا سامنے بلایا اور اس کا
کنکوا چرخی ڈور دیکھ کر کہا یہ کنکوا تو اچھا نہین ہی کتنی لیتا ہوگا ڈور بھی
اچھی نہین سُتی ہی دو ہزار کی دو تھیلیان سامنے رکھوا دین کہ کبھی اسکا
ڈور کنکوا منگوانا۔

آتش اس بات کی تہ کو پہنچ گئے کہ خان صاحب مجھ کو زیر بار
احسان کرنا چاہتے ہین۔ کہنے لگے خان صاحب آپ کو چاہیئے تھا کہ
اس کو تادیب دیتے کہ ایسے اشغال سے باز رہتا نہ کہ آپ خود ڈور کنکوے
سے مدد دین۔ یہ کہہ کر پانچ روپے نکال کر لڑکے کو دیے اور کہا خان صاحب
کو جُھک کر سلام کرو اِس کی چیز کھانا۔ باقی روپے خان صاحب کے
واپس کر دیے گھی مین تلی ہوئی مرچین بہت کھایا کرتے تھے۔

مولوی فصیح اللہ صاحب وفا کا بیان ہی کہ اُس زمانہ مین جو مشاعرے
ہوتے تھے اُنمین ایک قافیہ لازمی قرار دیا جاتا تھا طرح مقرر ہوئی
- اپنے بیمار سے بھاگو نہ مسیحا ہو کر۔ اس مین میلا کا قافیہ لازمی قرار دیا گیا۔
جو قافیہ لازمی ہوتا تھا اُس پر سب شاعر زور دیکر کہتے تھے۔ نواب
سید محمد خان رند نے اس مین غزل کہی اصلاح کے واسطے لائے اور
کہنے لگے اُستاد مشروط قافیہ تو مین نے اپنے حصّہ کا لکھا ہی پھر بہت
ناز سے پڑھا ؎

اگر بلی کا ہی گمان فلک ہی ملاگیری کا
رنگ لایا ہی دوپٹہ ترا میلا ہوکر

تمام غزل پر اصلاح دی اور کہا ذرا ٹھہرو شید آتا ہوگا صبا سے
ادھی اُس کا قافیہ بھی سنتے جاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد میر وزیر علی
صبا آئے۔ آتش نے پوچھا غزل مشاعرے کی لائے ہو۔ عرض کیا
جی ہان۔ کہا پڑھو۔ صبا نے کہا نواب صاحب بیٹھے ہین اُن کے سامنے
بھلا مین غزل پڑھ سکتا ہون۔ کہنے لگے کیون۔ کیا نواب صاحب چور
ہین۔ اچھا ایک قافیہ میلا ہوکر" پڑھ دو۔ صبا نے کہا ؎

باغبان بلبل کشتہ کو کفن کیا دیتا
پیرہن گل کا نہ اُترا کبھی میلا ہوکر

کہنے لگے دیکھیئے نواب صاحب شعر اسطرح کہتے ہین۔

شیخ فضل احمد کیفی کہتے ہین ایک مرتبہ طرح ہوئی زوال نہین
انتقال نہین۔ اِس مین بول چال کی قید تھی ہمین بھی طرح کا مصرعہ آیا
غزل کہی۔ خواجہ صاحب کو قید کا قافیہ جب سُنایا تو کہنے لگے ابکی
بار غزل بھیدین بیٹھنا تم نے یہ قافیہ خوب کہا ہی مین تو نہ پڑھون گا۔
وہ شعر یہ ہی ؎

کسی نے باغ مین ایسا شگوفہ چھوڑا ہی
کہ آجتک گل و بلبل مین بول چال نہین

نواب معتمد الدولہ بہادر ناسخ کے شاگرد تھے۔ اُن کے مشاعرے
بہت دھوم دھام سے ہوا کرتے تھے اکثر آتش کو بھی بلواتے تھے یہ اُسی
بانکپن سے اکڑتے ہوئے جاتے تھے۔ تلوار میان سے دو انگل باہر
رہتی تھی۔ لوگ کہتے تھے خدا خیر کرے ایسا نہو مشاعرے مین خون
کی ندیان بہ جائین۔

دونون مشہور شاعر اور دونون کے شاگرد بے شمار۔ ایک مرتبہ جو

مشاعرہ کیا تمام شہر میں مصرع طرح تقسیم کردیا لیکن آتش کو ایک روز پیشتر مصرع طرح بھیجا آپ نے فرمایا شاید معتمد الدولہ بہادر کو ہمارا امتحان منظور ہی جو طرح عین وقت پر بھیجی خیر ہاں تو ہم آتے یا نہ آتے مگر اب جانا ضروری ہے غزل کہی تلوار کمر سے لگائی ننگے دار ٹوپی دی شاگردوں کے جم غفیر سے مشاعرے میں داخل ہوئے دیکھا تو معتمد الدولہ نے نیا مکان جو تعمیر کرایا ہی اُسمین مشاعرہ کیا ہی آپ نے مکان کو دیکھ کر فی البدیہہ مطلع کہا جب کہ سامنے آیا تو پڑھا ۔

یہ کس رفیق مسیحا کا مکان ہے
زمین جس کی چہارم آسمان ہے

مطلع تھا موقع کا دشمن کے منھ سے بھی واہ نکل گئی معتمد الدولہ بہادر نے اسی وقت خلعت دیا اور بہت عزت کی ۔

آتش کے شاگردوں مین ایک نواب صفدر علی خان صاحب صفدر بہت خوشگو شاعر تھے ۔ مگر وارستہ مزاج غزل پڑھنے کے بعد پھینک دیتے تھے ۔ اکثر لوگون مین اُنکے شعر آتش کے نام سے مشہور ہوگئے ہین ۔ اُن کا ایک شعر بہت مشہور ہی ۔

اگر بخشے زہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار مین آئے

جب میر تقی میر نے انتقال کیا تو سعادت علی خان کا زمانہ تھا ۔ آتش کا سن اُسوقت اکتالیس برس کا تھا بہت رنج کیا اس لیے کہ میر صاحب اُن کی بہت قدر دانی کرتے تھے آتش اور ناسخ کی شاعری مین جتنا فرق تھا اُتنا ہی مزاج مین تفاوت تھا ۔ آتش رند اور متوکل آدمی تھے اس وجہ سے وہ ہر ایک امیر غریب کو برابر سمجھتے تھے ۔ اور دنیا سازی ساز و سامان کی چندان طمع نہ تھی ۔ ناسخ مرفہ حال تھے اور لوگون کی اُنکے مرتبے کے موافق عزت اور آبرو کرتے تھے ۔ امرا کی آؤ بھگت سوا تھی اس لیے اکثر رئیس اُن کے شاگرد ہوتے تھے ۔ ناسخ کے شاگرد جو غریب ہوتے تھے اُنکو سفارش کرکے کہین نوکر رکھوا دیتے تھے اور جلسے زیادہ دنیا سازی کرتے تھے ۔ لوگون کا رجوع ان کی طرف زیادہ ہونے لگا اور رفتہ رفتہ نواب معتمد الدولہ بہادر اُن کے شاگرد ہوئے تو ملک مین ان کا اعزاز اور وقار زیادہ ہوگیا ۔ آتش نے یہ رنگ دیکھا تو اپنی فقیری کی آڑ لے لی یا ۔ لنگوٹ بھنگ کا سونٹا اور چاروں ابروؤن کا صفایا گھر سے نکلنا کم کر دیا ۔ گیروے کپڑے پہننے لگے مگر وہ فقیری بھی بادشاہت سے بہتر تھی ۔ آرام سے اپنے گھر مین فکر سخن مین موتی پرو رہے ہین کسی نے آواز دی ۔ دل چاہا تو دروازہ کھول دیا نہین تو صاف جواب دیا کہ اسوقت آرام مین ہین ۔

خواجہ محمد علی جب تعلیم سے فراغت حاصل کر چکے تو عین شباب مین شعر کہنے لگے جوش تخلص رکھا گیا ۔ محمد علی کے بچے کو کون پیرنا سکھاتا ہی ۔ چند روز مین اچھے مشاق ہوگئے ۔ آخر وقت مین آتش کی بینائی جاتی رہی تھی ۔ میر دوست علی خلیل اُن کی خدمت کیا کرتے تھے غالب جنگ کے بیٹے جے دیال جو آتش کے شاگرد تھے مصر ہوئے کہ آپ جوش کی شادی کر دیجیے ۔ آتش نے عذر کیا کہ فقیر کی کیفیت تم کو معلوم ہی شادی حوصلے کے موافق ہونا چاہیے ۔ لائق شاگرد نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا آپ اپنے کنبے مین نسبت ٹھہرالین شادی کا سامان مناسب مہیا ہوجائے گا ۔ آتش کی غیرت نے اِس کو بھی قبول نہ کیا ۔ آخر بار بار کے تقاضون سے تنگ آکر جوش کی نسبت ٹھہرانا پڑی ۔ شادی کے دھوم دھام جلسے کے لیے دلارام کی بارہ دری لے لی گئی ۔ تمام دوست احباب شاگرد عزیز مدعو ہوئے ۔ بہت معقول انتظام تھا سلسلہ خرچ جے دیال نے نہایت حوصلے سے کیا ۔ جب محمد علی نوشہ بنکر آتش کے سامنے آئے تو آپ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے شاگردون نے عرض کیا اُستاد یہ خوشی کا وقت ہی خدا نے آپ کو بیٹے کا سہرا دکھایا خدا کا شکر کیجیے بدشگونی نہ کیجیے ان کی اولاد سے خدا آپ کی نسل قایم رکھے ۔

کہنے لگے میں اِس بات پر روتا ہوں کہ محمد علی کی والدہ جو خوش ہونے
والی تھی وہ زندہ نہیں ہے جو اپنے بیٹے کو دولھا بنے ہوئے دیکھے میں
آنکھوں سے اندھا ہوں صورت دیکھ نہیں سکتا یہ کون سا خوشی کا مقام
ہے خیر تم لوگوں کو خدا مبارک کرے۔

شیخ ناسخ کے مرنے کی خبر سُنی تو چیخ مار کر رونے لگے لوگوں نے
کہا وہ تو آپ کے حریف تھے ہمیشہ سے دشمنی چلی آتی تھی آپ کو خوش
ہونا چاہیے کہ ایک دشمن کم ہو گیا کہنے لگے: ہاں! کیا کہتے ہو ہم اور وہ
فیض آباد میں مدتوں ایک رئیس کے نوکر رہے مدت تک ہم پیالہ
ہم نوالہ رہے ہمیشہ دوستی کا برتاؤ رہا شاعرانہ نوک جھوک کی اور بات
ہے اور اتنا پرانا تو دشمن بھی نہیں ملتا۔

نواب محمد علی خان قمر عرف نواب چندا میاں نے خواجہ آتش
کو دیکھا ہے اُس زمانے میں خواجہ صاحب نابینا ہو چکے تھے مکان میں
ایک چھپر پڑا تھا۔ ایک کھاٹ بچھا تھا اُس پر بیٹھے رہتے تھے۔ نرکل
کی چٹائیاں سامنے بچھی رہتی تھیں۔

غازی الدین حیدر بادشاہ نے ایک مرتبہ اپنے وزیر معتمد الدولہ
سے پوچھا ہمارے شہر میں کوئی نامی شاعر بھی ہے۔ عرض کیا شاعر تو
بہت سے ہیں لیکن اُن میں شیخ امام بخش ناسخ اور خواجہ حیدر علی
آتش بہت مشہور ہیں۔ ارشاد ہوا اچھا ہماری کوٹھی میں ایک مشاعرہ
منعقد کیا جائے معتمد الدولہ نے اُس مشاعرے کی خبر ناسخ کو کر دی
اور انھیں کی تجویز سے تاریخ اور مصرعہ طرح مقرر ہو گیا۔ اور آتش کو
ایک روز پیشتر چوبدار کے ہاتھ رقعہ طلب آیا۔

بہت پیچ و تاب کھا کر کہا معتمد الدولہ نے اچھا سلوک کیا اب یہ
شہر ہمارے رہنے کے قابل نہیں۔ ہاں یہ کہکر گھر میں کہلا بھیجا کچھ شگون
کی روٹی پکا دو ہم کچھ دنوں کے لیے لکھنؤ چھوڑ دیں گے۔ دوسرے روز
علی الصباح گھر سے پیادہ پا بالکل کھڑے ہوئے۔ سنہری برج میں مرزا محمد تقی
مرزا حیدر صاحب بیٹھے ہوئے سیر دیکھ رہے تھے۔ آتش کو دیکھ کر کہا
اُستاد آج گھر سے کیوں نکلے۔ آدمی بھیجکر بلوایا ہوتا آتش نے کہا ہمارا
سلام کہہ دینا اور کہا ہم سفر کو جا رہے ہیں۔ مرزا محمد تقی یہ سُن کر خود بوچے
پر سوار ہو کر آتش کے پاس پہنچے۔ راہ میں روک کر سب حال دریافت کیا۔
اور کہا اُستاد آپ کو اِس کی کیا پرواہ ہے۔ آپ نہیں جانتے کہ میرے
یہاں پانچسو بانکا پچاس پچاس روپیہ ماہوار کا ملازم ہے یہ کس کام آئیگا
آپ دیکھ لیجیے گا۔ اگر معتمد الدولہ نے ہٹ دھرمی کی تو بارہ دری میں
لہو کی ندیاں بہہ جائیں گی۔ مرزا صاحب دس ہزار روپیہ ماہوار کے
وثیقہ دار تھے اُن کے سمجھانے سے آتش وہیں بیٹھ رہے اور
شام تک غزل کہا کیے۔

اتنی دیر میں مرزا صاحب نے آتش کی طرف سے ایک درخواست
لکھی یہ حضور میں ایک فقیر گوشہ نشین ہوں اگر حضور نے یاد فرمایا ہے تو
اتنی اجازت چاہتا ہوں کہ سب سے پیشتر غزل پڑھوں اور دوسری
گزارش یہ ہے کہ گھڑی گھڑی خاص مرحمت ہو۔ یہ عرضداشت محل کے
اندر پیش ہوئی اور اِس عنوان سے پیش ہوئی کہ بادشاہ نے دستخط
فرما دیے حالانکہ شاہی دربار میں سوائے بادشاہ کے ولیعہد تک
کو اجازت نہ تھی۔ شام تک اِس مشاعرے کی شہرت تمام شہر میں ہو گئی
آتش کے تمام شاگرد نواب غضنفر الدولہ نواب مہدی علی خان
نواب نصرت یار خان نواب سید محمد خان رند خلیل وغیرہ مرزا صاحب
کے دولت کدہ پر جمع ہو گئے۔ شاہی مشاعرہ کی طرح فسانہ کیا نشاہ کیا،
تھی شام کو جب یہ خبر آئی کہ ناسخ مع اپنے شاگردوں کے مشاعرے
میں پہنچ چکے ہیں، تو آتش نے بھی ٹوٹی تلوار (کھانڈا) کمر سے لگائی
ایک تہمد آدھی باندھی آدھی اوڑھی ننگے سر ننگے پاؤں گھر سے نکلے۔
پیچھے پیچھے آدمی چھتر لگائے ہوئے اسکے بعد تمام رؤسا امرا شاگرد
وغیرہ اسکے بعد پانچسو بانکا تلوار کمر سے لگائے کٹنے مرنے پر تلے ہوئے

اس بات کے تمام لوگ قائل ہیں کہ مشاعرے میں آتش کے سامنے کبھی ناسخ کا رنگ نہیں جما۔ ان کا پڑھنے کا انداز شعر کے رکھ رکھاؤ ادا کرنے کے تیور کسی کو نصیب نہ تھے۔

آتش شاہی دولت کدہ میں داخل ہوئے تو دیکھا صدر بارہ دری کے مسند نشین پر کرسی بچھائے ہوئے غازی الدین حیدر فروکش ہیں۔ ادھر ادھر ارکین سلطنت مختصر با ادب کھڑے ہیں آگے چلمن پڑی ہوئی ہے۔ بارہ دری کی بغل میں داہنی طرف ناسخ مع اپنے شاگردوں کے بیٹھے ہیں اور بائیں طرف آتش کے واسطے جگہ ہے۔ بیچ کے درجے میں کسی کو نشست کی اجازت نہیں ہے۔ مرزا محمد تقی صاحب آتش کو لیے ہوئے بیچ کے درجے میں چلے گئے چوبدار نے عرض کیا حضور یہاں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ آپ نے رخ کر دیا۔ وہ خاموش ہو رہا۔ آتش نے پہلے بادشاہ کو فرشی سلام کیا اور سامنے بیٹھ گئے اور پھر دست بستہ عرض کیا حضور ایفائے وعدہ ہو۔

بادشاہ نے اشارہ کیا ایک خواص خاص گڑگڑی لیکر حاضر ہوا۔ پھر عرض کیا اجازت ہو غزل شروع کروں فرمایا "ہوں"۔

آتش گڑگڑی لے کر مشاعرے کے پہرے سے بیٹھے اور اسی ٹھاٹھ سے اپنی غزل پڑھنے لگے جس سے تمام سامعین وجد میں آگئے اور بادشاہ کے دل پر ایک خاص اثر ہوا۔ سننے والے کہتے ہیں کہ آج تک ایسی زوردار غزل خواجہ صاحب نے نہیں پڑھی۔ بعض شعروں میں ناسخ پر کھلی کھلی چوٹ کی تھی جنکو بادشاہ سنکر مسکرا لئے

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا — کہتی ہے تجھکو خلق خدا غائبانہ کیا
طبل و علم ہے پاس نہ اپنے نہ ملک و جاہ — ہم سے خلاف ہوکے کریگا زمانہ کیا
ہوتا ہے سن کے زرد جو نامرد مدعی — رستم کی داستان ہے ہمارا فسانہ کیا

یوں مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے
آتش غزل یہ تو نے کہی عاشقانہ کیا

آتش کے سب شاگرد بائیں طرف بیٹھے تھے۔ استاد کی تعریف کر رہے تھے۔ ناسخ کے شاگردوں پر اس ادائے خاص کا بہت اثر ہوا اور دل کھول کر لوگوں نے تعریف کی شاہی حکم سے دوہرا خلعت مرحمت ہوا۔ مگر اس شاعر درویش سیرت نے عرض کیا میری عزت وہی کافی ہے جو حضور نے خاص گڑگڑی مرحمت فرما کر دی ہے۔ یہ خلعت ناسخ کو مرحمت ہو میں اپنا صلہ پا چکا اور اسی تیور سے سلام کر کے خوشی خوشی گھر واپس آئے۔

تحسین گنج میں میاں تحسین علی خان خواجہ سرا کے یہاں مشاعرہ ہوا جس میں بڑا بکھیڑا ہوا۔ اس میں بھی پالا آتش کے ہاتھ رہا اور ناسخ کی غزل کمزور ہوئی۔

ولی عہدی کے زمانہ میں حضرت محمد واجد علی شاہ آخری شاہ اودھ آتش کے شاگرد تھے سو روپیہ ماہوار دیتے تھے غزل اصلاح کو بھیجا کرتے تھے۔ آتش نابینا تھے غزل سن کر شاگرد سے اصلاح لکھوا دیا کرتے تھے۔ ایک شعر پر بادشاہ کو کچھ شک ہوا رفقا سے بیان کیا سب نے کہا خداوند آپ کا شعر بے نقص ہے۔ آتش نابینا ہیں شاگرد جو چاہتا ہے شعر کاٹ دیتا ہے۔

یہ خبر آتش کو معلوم ہوئی۔ دوبارہ غزل آئی اس پر لکھدیا ماشاءاللہ خوب غزل کہی ہے۔ اس سہ ماہی میں جتنی غزلیں آئیں سب پر یہی لکھ دیا۔

جب سہ ماہی تنخواہ آئی تو واپس کر دی اور کہا میں حرام کی تنخواہ نہیں لیتا۔ جب غزل بناتا تھا تنخواہ لے لیتا تھا۔ اب اصلاح نہیں ہوتی تنخواہ کس بات کی لوں۔ بادشاہ نے علی نقی خان وزیر کو بھیجا آتش نے یہی جواب دیا۔ علی نقی خان نے شاگرد سے ناراضگی کا سبب دریافت کر کے بادشاہ سے بیان کیا۔ بادشاہ خود معذرت کیلئے آتش کے مکان پر آئے۔

منشی قمر صاحب کہتے ہین جب ہم نے دیکھا ہو تو آتش کی بینائی جاتی رہی تھی۔ گورے دبلے پتلے تھے سر پر بال لمبے لمبے تھے جوڑا باندھتے مونچھین بڑی بڑی ڈاڑھی منڈی ہوئی ایک تہمد آدھی باندھے ہوے آدھی اوڑھے ہوے مکان مین بیٹھے رہتے تھے۔ چہرے سے بانکپن ٹپکتا تھا۔ ایسا متوکل آدمی آجتک دیکھنے مین نہین آیا۔ خواجہ محمد بشیر کہتے ہین ہم بہت کم سن تھے صفر کا مہینا تھا سنہ ۱۲۶۳ھ تھا۔ آتش کی بیماری کی خبر مشہور ہوئی خواجہ رکن الدین کے ساتھ ہم بھی آتش کی عیادت کو گئے۔ اُس زمانہ مین واجد علی شاہ کا عہد سلطنت تھا اور اُسی سال سریر آراے سلطنت ہوے تھے۔

آتش کا مکان ماہو لال کی چڑھائی پر تھا۔ جہان اب چھپنے والی بھٹی ہو گیا مکان تھا اُس مین ایک چھپر پڑا ہوا۔ تقریباً اسّی باسٹھ برس کا ایک آدمی چارون ابرو کا صفایا رنگ کھلتا ہوا چارپائی پر لیٹا تھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہی آتش ہین کچھ مُنھ سے بولنا چاہتے تھے مگر آواز نہ نکل سکی۔ شاگرد لوگ سرکل کی چٹائیون پر بیٹھے ہوے تھے ہم لوگ تھوڑی دیر تک کھڑے رہے پھر چلے آئے۔ اُسکے آٹھ روز کے بعد سُنا آتش کا انتقال ہو گیا اور اپنے مکان مین دفن کیے گئے۔

معتبر لوگون سے معلوم ہوا کہ سنہ ۱۲۵۴ھ مین ناسخ کا انتقال ہوا اور ناسخ کے نو برس کے بعد سنہ ۱۲۶۳ھ مین آتش نے اِس جہان فانی سے کوچ کیا۔ کسی شاعر نے "چراغِ جہان" تاریخ وفات نکالی تھی۔

عشرت لکھنوی

جاپان مین تعلیم نسوان

جاپانی بچہ تین سال کی عمر مین کنڈرگارٹن اسکول مین داخل ہو سکتا ہو لیکن اِس طرز کے اسکول چونکہ اس ملک مین بہت کم ہین اِس لیے اکثر بچے چھ سال کی عمر مین پرائمری اسکولون مین داخل ہوتے ہین جس کے بعد عرصہ چھ سال تک انھین اسکولون کی حاضری پر مجبور کیا جاتا ہو۔ اِس قاعدے سے صرف لولے لنگڑے اور کمزور بچے مستثنےٰ ہین۔ اسکولون مین لڑکون اور لڑکیون کو یکسان تعلیم دی جاتی ہو گو اکثر سہولیت کی غرض سے اُن کی جماعتون کو الگ الگ بھی کر دیا جاتا ہو جو لڑکیان اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی چاہتی ہون وہ بارہ سال کی عمر مین تعلیم کے اُس کورس کو شروع کرتی ہین جو جاپان مین عورتون کے لیے مخصوص ہو اور کسی اعلیٰ درجہ کے پرائمری اسکول سپلیمنٹری (ایزادی)، اسکول یا لڑکیون کے ہائی اسکول مین داخل ہو جاتی ہین لیکن ان مین اکثر جو نہایت غریب اور ادنیٰ طبقہ کی ہین وہ مزید تعلیم کے فوائد سے محروم رہ کر کارخانون چھاپہ خانون وغیرہ مین محنت مزدوری کرنے لگ جاتی ہین یا گھر مین رہ کر مختلف طریقون پر اپنے والدین کو مدد دیتی ہین مثلاً چھوٹے بچون کی نگہداشت وغیرہ جنھین وہ ایک کپڑے سے اپنی پیٹھ کے ساتھ باندھ کر ہر وقت پھرتی نظر آتی ہین۔

بڑے درجے کے پرائمری اسکولون مین تعلیمی کورس عرصہ دو سال مین ختم کیا جا سکتا ہو۔ ان اسکولون مین مضامین وہی ہین لیکن کسی قدر زیادہ ترقی یافتہ صورت مین ہوتے ہین۔ مثلاً اخلاقی تعلیم، نوشت و خواند مقامی جغرافیہ، تاریخ، نقاشی، موسیقی، جمناسٹک، سلائی دستکاری وغیرہ بہت سی لڑکیان اتنی تعلیم حاصل کر کے کام مین لگ جاتی ہین لیکن بعض بعض لڑکیون کے ہائی اسکول، زنانہ کاریگرون کے مدرسہ یا زنانہ نارمل اسکول مین پڑھنے کے لیے داخل ہو جاتی ہین۔

ابتدائی اسکول تین قسم کے ہوتے ہین، زرعی، حرفتی اور تجارتی۔ ان مین سے ہر ایک مین تعلیم یکسان یعنی بقدر دو سال ہے۔ ان اسکولون سے نکلتے ہی لڑکیان اُن خاص کامون مین مصروف ہو جاتی ہین جن کی انھین تربیت دی گئی ہو۔

خاص ملک جاپان مین لڑکیون کے ہائی اسکولون کی تعداد ۲۰۰ ہے۔ اُن کا تعلیمی کورس عرصہ چار یا پانچ سال کا مقرر ہے اور مضامین ذیل کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اخلاق، انتظام خانہ داری، کھانا پکانا، کپڑے دھونا، سلائی، تیمارداری اور بچون کی نگہداشت، غیر ملکی زبانین (جن کے انتخاب کا اختیار طالب علم کو ہوتا ہے) جبر و مقابلہ، اقلیدس، علم نباتات، علم حیوانات، علم موجودات، نیچرل فلاسفی، علم کیمیا، نقاشی، موسیقی خاص خاص مراسم کے موقعہ پر چائے دینا اور پھول سجانا وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے اسکول چونکہ زیادہ تر بڑے بڑے شہرون اور قصبون مین واقع ہین اس لیے دیہات سے آئی ہوئی لڑکیون کی رہائش کے لیے علیحدہ مکانات بنے ہوے ہین۔ ایسے اسکولون کی طالب علم لڑکیان زیادہ تر اوسط سے بڑا درجہ رکھنے والے لوگون کی ہوا کرتی ہین اور اچھے مالدار گھرانون سے تعلق رکھتی ہین رواجاً اُن کی شادی کا انتظام اُن کے گریجویٹ ہونے بعد فوراً ہی کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح پر وہ جتنی بھی تربیت حاصل کرتی ہین وہ ساری عملی طور پر انتظام خانہ داری کے کام آتی ہے لیکن بعض لڑکیان زنانہ نارمل اسکولون یا زنانہ یونیورسٹیون مین داخل ہو جاتی ہین جہان انھین استانیون کی تربیت دی جاتی ہے دونون صورتون مین اُن کا تعلیمی کورس ۳ یا ۴ سال کا ہوتا ہے۔ ٹوکیو مین جو نچلے درجہ کا نارمل اسکول ہے اس مین لٹریچر سائنس اور آرٹ، ان تینون مین سے کسی ایک کی تعلیم حاصل ہو سکتی ہے لیکن ڈیری یا

علمی کورس کے مضامین حسب ذیل ہین۔ علم اخلاق، علم درس جاپانی زبان السنہ چینی انگریزی، تاریخ، جغرافیہ، موسیقی اور جمناسٹک۔ سائنٹیفک کورس مضامین ذیل پر مشتمل ہوتا ہے۔ علم اخلاق علم درس، انگریزی، ریاضی، علم طبیعات، علم کیمیا، نیچرل ہسٹری موسیقی اور جمناسٹک۔ آرٹ کے کورس کی ذیل مین یہ مضامین آتے ہین:۔ علم اخلاق، علم درس، انگریزی، علم طبیعات، علم کیمیا، انتظام خانہ داری خانگی تعلیم، کپڑون کی سلائی، دستکاری، نقاشی، نمونہ سازی، موسیقی اور جمناسٹک۔

زنانہ یونیورسٹی کے آٹھ مختلف شعبے ہین اور ہائی یا نارمل اسکولون کے مضامین کے علاوہ یہان مندرجہ ذیل مضامین کی بھی تعلیم ہوتی ہے:۔ علم موجودات، نیچرل فلاسفی کی تاریخ، فنون لطیفہ کی تاریخ، علم اللسان، آئین ملکی، اور ضابطہ دیوانی۔

امرا کے اسکول کی طرز پر ایک اسکول امیرزادیون کے لیے قائم ہے لیکن اُس مین عزت دار صاحب اقتدار عوام کی بیٹیان بھی تعلیم حاصل کر سکتی ہین۔ اُس کے علمی طور پر چار مختلف صیغے ہین کیونکہ Common (معمولی) اور Academic (اعلیٰ تعلیمی) کورس دونون جداگانہ طور پر دو دو چھوٹی اور بڑی جماعتون پر مشتمل ہین اور انھین پورا کرنے کے لیے عرصہ چھ سال کا مقرر ہے۔ تعلیمی مضامین اس جگہ بھی قریب قریب وہی ہین جو زنانہ ہائی اسکولون مین بطور نصاب مقرر ہین۔

یہ سب انسٹی ٹیوشن باستثنائے یونیورسٹی گورنمنٹ کے زیر اقتدار ہین۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مشن اسکول قائم ہین جن مین اکثر کو گورنمنٹ جائز تسلیم کرتی ہے اور جو معمولی طریقون پر چل رہے ہین۔ چند ایک پرائیوٹ انسٹی ٹیوشن اُن کے سوا اور ہین جن مین سے ایک کسی جاپانی عورت مسز ٹسوڈا

مافالم کردہ اب تک چل رہا ہے۔ تھی نہ رہے کہ یہ عورت اُن سات
لڑکیون مین سے ایک ہے جنھین گورنمنٹ نے ممالک متحدۂ امریکہ
مین تعلیم حاصل کرنے بھیجا تھا۔

جاپان مین عورتون کی تعلیم کا بنیادی اصول انھین نیک
بیبیان اور مائین بنانا ہے اور یہی ان کا فرض آسمانی خیال کیا جاتا
ہے۔ یہ لوگ کنبہ کے خیال کو قوی اور سب سے اعلی تصور کرتے اور
شخصیت کو اہمیت سے بالکل بعید رکھتے ہین بچپن ہی سے
لڑکیون کو اطاعت گزاری کا عادی کیا جاتا ہے اور یہ بات اُنکے
ذہن نشین کر دی جاتی ہے کہ اپنے بھائیون اور کنبہ کے دوسرے
مردون کے مقابلہ مین وہ دوسرے درجہ کی اہمیت رکھتی ہین
تمدنی حالات لڑکی کو اس بات پر مجبور کرتے ہین کہ اُسکے دوستانہ
تعلقات صرف اُسی کی جنس تک محدود ہون اور وہ بہت جلد سیکھ
لیتی ہے کہ اپنے والدین کے انتظام کے بموجب اُسے بلا شکایت
اپنی زندگی کو اپنے شوہر کی مرضی کے مطابق بسر کرنا چاہیئے شوہر کو
لڑکیان مشرقی دستور کے مطابق شادی کے دن سے پہلے
بہت کم دیکھتی ہین۔ سوائے مدبرانہ حلقے کے لوگون کے شاذونادر
ہی عورت اپنے شوہر کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھتی یا مہمانون
کی دعوت مین شریک ہوتی ہے۔ اور اگر ہوتی بھی ہے تو محض
اس لیے کہ اُن کی ضروریات کا خیال کرے۔ اس کا کام بالکل
کنبہ کے حلقہ تک محدود ہوتا ہے اور اُس کا فرض محض انکی جسمانی
ضروریات رفع کرنا خیال کیا جاتا ہے۔ عام طور پر اُسے صرف امور
ذیل مین مہارت ہوتی ہے۔ کوٹو کھیلنا جو عملی طور پر سکھایا جاتا ہے
اور اُس مین موسیقی سیکھنا ضروری نہین ہوتا (موسیقی کا طریق
تحریر حال ہی مین مروج ہوا ہے) پھولون کو آراستہ کرنا اور
نقاشی یا تصویر کشی گو باوجود اس کے زنانہ طلبا کو آرٹ اسکولون
مین داخل نہین کیا جاتا۔

(جاپان میگزین)

زبیدہ خاتون

(نیرنگیٔ زمانہ)

مین مسافر ہون اُتر جاؤن گا پار اک دم مین
تجھ کو اے موج مبارک رہے دریا تیرا

فضائے عالم مین رات دن ہزارون پھول کھلے، اپنی آب و رنگ کا عالم
دکھا کر ہزارون بلبلون کو اُنھون نے محو تماشا کر دیا" اور پھر دوپہر مین پنکھڑیون
کی خوشنما چادر کھینچ تان کر سو رہے، تھوڑی ہی دیر مین تند ہوا کا جھونکا
غافل پاکر ایک ایک پنکھڑی کو اڑا لے گیا' اور کوہ و بیابان کی سیر
دکھا کر آغوش فنا مین اُن کو ڈال دیا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

مگر افسوس ہزار افسوس! ابھی اندھیرا ہی تھا، چنبیلی کی کلیون مین
شبنم گدگداہٹ پیدا کر ہی رہی تھی سرمست ناز کو خواب گران سے
جگانے پر تلی اور نسیم سحری بھی شکان نہونے کے خیال سے پنکھا
جھل رہی تھی کہ اتنے مین باغبان سویرے ہی آپہنچا، ہاے کیسلیے؟
مشاقان جمال کا سلام پہنچانے، ورود مسعود کی مبارکباد دینے؟
اُف اُف کمبخت باغبان کی طبیعت مین رحم و شفقت ہی کہان؟
اُس کے سینے مین دل ہی کہان؟ دو گھڑی آنکھ کھول کر بہار کی
سیر دیکھنے بھی نہ دی کہ جھٹ سے ہاتھ بڑھا، ہنستے ہوئے پھولون کے ساتھ
اُن کی مسکراتی ہوئی کلیون کو بھی شاخ گل سے توڑ کر سبد گل مین پھینکے

سے ڈال دیا، اور بازار جاکر کچھ پھول نونازنینوں کے گلے کا ہار بنے حسینوں سے بغلگیر ہوے، کسی نے سہرا بن کر سرِ پہ جگہ پائی اور کسی نے عطر بن کر روح و دماغ کو معطر کیا، مگر یہ ناشگفتہ کلی تو کسی کام ہی کی نہ رہی، مسکراتے مسکراتے بسونے لگی کُمھلائی مرجھائی اور آخر سوکھ کر ہزاروں یاس و حسرت کا نمونہ بن گئی ؎

پھول تو دو دن بہارِ جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

ایک طرف سبزہ لاجوردی لباس پہنے موتیوں کا ہار زیب گلو کیے ہوے انگڑائی لے نیند سے بیدار ہوا، اور منتظر تھا کہ کسی گلرو کا ادھر گزر ہو اور اُس کے قیامت خیز قدموں کے نیچے رخصت ہو۔

فنا لازم ہے جب ہر سبزہ کو اِس دارِ فانی میں
تو پھر کیوں تشنہ جائیں ہم تمھارے آبِ خنجر سے

اِسی بیم و رجا کی حالت میں سبزہ کی بہت سی راتیں صبح ہوئیں اور بہت سی صبح عین عالم میں اک تماشا دکھا کر شفق کی سُرخی میں نمودار ہو کر رات میں متغیر ہو گئیں سبزہ کچھ ایسا سبز قدم تھا کہ بہار پر آیا ہی تھا نظارۂ عالم کے لیے، مگر افسوس! قسمت کی بُرائی کوئی کیا کہے، کہ ادھر سے اک آہوے وحشی آنکلا، اور اُس نے الانتظار اشد من الموت کی تکلیف سے ہمیشہ کے لیے اسکو نجات بخشی۔

سروِ آزاد باغ کے نگہبانوں کی طرح چاروں طرف کھڑے ہوے صبوحی کش رندوں کی طرح جھوم رہے ہیں انکی راستی قامت و بلندی سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ نونہالانِ چمن کے پیغام ایک طرف سے دوسری طرف کو پہنچا رہے ہیں کبھی تو قمری اس عالیشان ممبر سے مسیحانہ کا خطبہ سناتی ہے اور کبھی پپیہا "پی کہاں، پی کہاں" کی صدا یہیں سے بلند کرتا ہے بہت سے بہار اور خزاں کے موسم آئے اور اپنے اپنے وقت پر باغ کے جوبن کو سنوارتے اور بگاڑتے رہے مگر سرو آخر کب تک زمانہ کی گرمی و سردی سے عبرت حاصل کرتا، آخر اُسکی بھی باری آئی، بادِ سموم کا اک جھونکا چلا، بلندی سے پستی میں لایا، اُسکی چوٹی جو کسی وقت سرِ افلاک تھی آج زمین دوز ہو گئی ؎

زمینِ چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

نہرِ چمن میں بہت سے بُلبلے اُٹھے اور قبۂ نور کی آب و تاب کا تانا دکھا کر نظر سے غائب ہو دریا کی موجوں میں فنا ہو گئے۔

طفلِ شیرخوار ابھی ماں کی گودی سے جُدا ہوا ہی تھا کہ چلنا پھرنا شروع کیا۔ بڑا ہوا، مکتب گیا، تعلیم پائی، شادی بیاہ کیا، دنیا کے رنج و مصیبت سہے عیش و عشرت کے لطف اُٹھائے، تکلیف پہنچی تو ایسی کہ جان بھی دوبھر ہو جائے، خوشی آئی تو ایسی کہ عمرِ نوح کی آرزو پیدا کرے، اطرافِ عالم میں گھوما، سرسبز مرغزار دیکھے، ڈوبتے ہوئے اُبھرتے دیکھے، بنتے ہوے بگڑتے دیکھے۔ عالمِ ناپائدار کو کبھی تو عاشق کی نگاہ سے دیکھا، اور کبھی تو عبرت کی، پیری آئی دنیا کی سردی و گرمی نے بال سپید کر دیئے، تیر سا قد کمان ہو گیا، عصا ہاتھ میں آگیا، لنگڑا لولا، مسافرِ زادِ آخرت سر پر لے یہ کہتا ہوا چلا ؎

میں مسافر ہوں اُتر جاؤں گا پار اک دم میں
تجھ کو اے موج! مبارک رہے دریا تیرا

محمد غوث فصحا

قطرۂ آب اور اُسکی ابدی زندگی

مئی جون کی شدت کی گرمی سے تپی ہوئی اور خشک زمین کو سرسبز و شاداب کرنے، سب کو راحت دینے، تمام عالم کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے موسم برسکال کی آمد آمد ہوتی ہے لیکن جو پانی برستا ہے وہ کہاں سے اور کیونکر آتا ہے؟ ان باتوں کا جاننا انسان کے لیے نہایت ضروری ہے۔ کیا بارش کا پانی اپنے فرائض پورا کر کے فنا ہو جاتا ہے؟ اور آیندہ برسات میں اُسکی جگہ دوسرا نیا پانی آتا ہے؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پانی میں پھل پھول یا ذی روح اشیار کی طرح کوئی حصہ ایسا نہیں جس کا اوقات مقررہ پر معدوم ہو جانا ضروری ہو۔ قدرت کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے پانی ایک لافانی چیز ہے۔

بیشمار عالموں نے بڑے غور و خوض کے بعد یہی فیصلہ کیا ہے کہ پانی کی زندگی ابدی ہے اور اُس کا ایک ایک قطرہ جو زمین پر گرتا ہے، بیشمار مختلف صورتوں میں متبدل ہو کر بار بار پانی ہی کی صورت میں اپنے مقررہ کاموں کو پورا کرنے کے لیے زمین پر آتا رہتا ہے۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ برستے ہوئے پانی کو زمین نے یکبارگی خشک کر لیا گویا اُس کی ہستی معدوم ہو گئی لیکن اگر پانی کا ایک قطرہ ہی قوت ناطقہ سے بہرہ مند ہو سکتا تو وہ کہتا کہ اِس خلقت کے تمام موجودات کی پیدائش سے پہلے اُسی کی پیدائش ظہور میں آئی اور جن حیلوں سے وہ اپنے فرائض کو پورا کرتا ہے اُن کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روے زمین کے فنا ہونے تک قائم و موجود رہیگا۔ برسات کے پانی کا ایک ہی قطرہ ہمارے اِن پہاڑوں اور سمندروں کی بہ نسبت نہایت قدیم ہے۔ یہ کبھی معدوم نہیں ہوتا۔ البتہ اُس کے اشکال میں تبدیلی ہوا کرتی ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ اُس کا کام ہمیشہ باقاعدہ جاری رہتا ہے اور زمین کی موجودہ زندگی کے خاتمہ تک جاری رہے گا جب یہ (برسات کے پانی کا قطرہ) فنا ہو جائے گا تب ہی دُنیا کے جانداروں کی زندگیوں کا بھی خاتمہ ہوگا کیونکہ اُسی پر انسانی زندگی کا انحصار اور دار و مدار ہے۔

زمین کے آس پاس پھیلے ہوئے بخارات کے قطرے جب تبدیل ہو کر پانی کی صورت میں آئے اور گرمی سے تپی ہوئی زمین پر ٹھنڈک پھیلانے کے لیے نیچے اُترے اُسی وقت اس "قطرۂ آب باران" کی پیدائش ہوئی جس طرح وہ زمین پر گرا اُسی طرح وہ بھاپ بن کر پھر آسمان میں اُڑ گیا اور پھر رہنے کا ارادہ کر کے اپنے قیام گاہ میں رہنے لگا۔ یوں کہنا چاہیے کہ پانی کا یہ قطرہ اپنی پیدائش سے لیکر موجودہ زمانے تک پھرتا آیا ہے اور پھرتا رہے گا۔

جب یہ پہلے پہل زمین پر آیا تھا اُس وقت روے زمین کا زیادہ تر حصہ برف سے ڈھکا ہوا تھا اور پانی کا یہ قطرہ بھی مدت تک برف ہی کی صورت میں قائم رہا لیکن اِرد گرد کی بڑھتی ہوئی حرارت کے اثر سے پگھل کر یکبارگی چھٹتے ہوئے بادلوں سے جا ملا اور وہاں سے پانی بن کر دوبارہ زمین پر آیا۔ اُس وقت اِس دُنیا میں انسان اور دیگر جانداروں کی پیدائش نہیں ہوئی تھی۔

یہاں اگر یہ سمندر کی گود میں قیام کرنے والے دریاؤں میں مِل گیا اور وہاں سے لہروں کے ذریعے سے تیرتا ہوا بحر اعظم میں جا کر آفتاب تاباں کی شعاعوں کے گھوڑوں پر سوار ہو کر پھر آسمان کو اُڑ گیا۔ لیکن اِس زمین کو سرسبز اور بار آور بنانے کے لیے دوبارہ زمین پر آیا اور درختوں کی جڑوں نے اِس کو جذب کر کے تنہ کے ذریعے سے پتوں تک پہنچایا اور پھر وہ وہاں سے ایک بار اپنے قیام گاہ اصلی پر پہنچ گیا۔

اِس قطرۂ باران کے خاص کامون مین سے ایک کام زمین پر حرارت پیدا کرنا ہے۔ جب یہ زمین پر گرتا ہے تو وہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے لیکن اوپر کی ہوا کو ٹھنڈک کی ضرورت ہونے کے باعث وہ اُسے جذب کر لیتی ہے۔ اِس فعل سے جس مقام پر پانی برستا ہے وہان کی حرارت کو باہر کھینچ لیتا ہے اور جہر مین اتنی گرمی ہو جاتی ہے کہ اگر ایک رطل پانی سے پیدا ہونے والی حرارت اکٹھا کی جائے تو پانچ رطل کے وزنی شیشے کے گولے کو پگھلانے کے لیے کافی ہوگی۔

یہ چھوٹا سا پانی کا قطرہ اپنی مرضی سے زمین کے ایک سرے سے دوسرے تک موجون کے ذریعہ سے پھرتا ہے۔ قطب شمالی کے برفانی میدانون سے آ کر وہ عرب و وسط افریقہ کے نہایت گرم مقامات مین یا جہان کی حرارت سے تپے ہوئے ریگستان مین کسی تشنہ آب مسافر کی پیاس بُجھا کر اُس کی بیش بہا زندگی کی حفاظت کی ہوگی۔ اِن مقامات پر اکثر خشک و ریگستانی زمین کو کھودتے کھودتے بیس یا تیس فٹ کی گہرائی مین یکایک ایک آدھ پانی کا جھرنا نکل آتا ہے جو اِسی برسات کے پانی کے قطرہ کی محنت کا نتیجہ ہے۔

جس طرح پانی کے اِس قطرہ نے بحرِ اعظم کی خلقت مین حصہ لیا ہے ویسے ہی بڑے بڑے پہاڑون کی پامالی کر کے اُن کے لمبے سلسلے توڑنے اور گہری کانین کھودنے مین بھی حصہ لیا ہے۔ نیز پہاڑی پر سے نیچے آتے وقت یہ وہان کا کوڑا کرکٹ اپنے ساتھ کھینچ لاتا ہے جو کھیتون مین کھاد کا کام دیتا ہے۔ اِس زمین کے چارون طرف دوڑتی ہوئی ریلوے لائنون کے چلنے کے لیے جس بھاپ کی ضرورت ہوتی ہے اُسے پانی کا یہی قطرہ رفع کرتا ہے۔ اور سمندرون کی سطح پر دوڑنے والے جہاز اور آگن بوٹ بھی اس کی امداد کے احسان مند ہین اور علم سائنس کی بے انتہا ترقی کی بدولت انسان جو پرندون کے مانند آسمان مین اُڑتے پھرتے ہین وہ بھی اِسی کی امداد کا نتیجہ ہین۔

پانی کا یہ قطرہ لاکھون کروڑون اور دوسرے پانی کے قطرون کو ساتھ لیکر اور زمین کے مسامات مین پیوست ہو کر زمین کے نصف حصہ پر کانون کے اندر پہنچ کر بڑے بڑے نقصانات پہنچاتا ہے۔ کانون ہی کو نقصان نہین پہنچاتا بلکہ بیچارے مزدورون کو بھی نیچے دبا دیتا ہے لیکن یہ بد قسمتی وقت کبھی کبھی آتا ہے۔ کانون مین پانی کو نکالنے کے لیے انجن یا پمپ ہوتے ہین جن سے ریلوے کے نقصانات اور کوئلہ وغیرہ کے حتی الامکان روک دئے جاتے ہین۔ ایسے ہی بیشمار پانی کے قطرے انجن کو چلانے والی بھاپ بنانے مین مصروف ہوتے ہین گویا جو نقصانات پانی سے پہنچتے ہین پانی ہی اُن کے دفعیہ کا ایک ذریعہ ہے لیکن مسامات زمین مین پیوست ہونے والے پانی کا یہی قطرہ اکثر انسان کے فائدہ ہی کے لیے ایک قدرتی اصول کو پورا کرتا ہے۔ لمبے چوڑے سفر کرنے والے مسافرون کے لیے بے شمار جھرنے کنوئین اور تالابون مین پانی بہم پہنچاتا ہے لیکن جس طریقہ سے سمندرون، دریاؤن، کنوؤن، تالابون اور برفستانون مین سے پانی کا یہ قطرہ مذکورۂ بالا اصول سے آسمان مین اُڑتا ہے نیچے آتے وقت پھر اپنی اصلی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

ہمارے اردگرد کی ہوا مین خاک کے ذرّے زیادہ مقدار مین پائے جاتے ہین جن کو ہم سرسری نظر سے نہین دیکھ سکتے۔ اِسی خاک کے فیض سے ہم کو یہ آسمان ایسا خوشنما اور نیلگون نظر آتا ہے۔ اگر خاک کے اِن ذرون کا ہوا مین شمول نہ ہوتا تو طبقۂ آسمانی بالکل تیرہ و تاریک نظر آتا۔ کیونکہ سورج کی کرنون کے لیے اپنی پوری روشنی پھیلانے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہتا۔ اسی خاک کے لطیف ذرّون پر سوار ہو کر پانی کے قطرے زمین پر اُترتے اور پانی سے مرکب شدہ بھاپ والی ہوا مین پھرتے اور حتی الامکان پردۂ ظلمت کو دور کرتے ہین۔

یہ بھاپ زمین پر کیونکر اُترتی ہے؟ جب یہ کسی چیز سے مس کرتی ہے تب پانی کے قطرہ کی صورت مین تبدیل ہو جاتی ہے اور ہوا مین پھیلے

ہوئے خاک کے ذرے اس کو اس کام مین بڑی مدد دیتے ہین اس طرح بھاپ خاک کے ذرون پر سوار ہو کر چمکتے ہوئے ستارون کی مانند صاف شفاف پانی کی صورت اختیار کرتی اور زمین پر آتی ہے۔

برسات کے پانی کے اس قطرہ کی عمر کا ایک کثیر زمانہ گزر چکا ہے لیکن یہ قادرِ مطلق خداوند تعالےٰ کے احکام کا تعمیل کرنے والا اور خیر خواہ ملازم ہے۔ وہ اپنے متعلقہ کام کو اتنے زمانہ سے پورا کرنے کے باوجود اب تک نہین تھکا۔

جس عمدہ کام کے لیے یہ پیدا ہوا ہے اُس کو پورا کرنے کے لیے انسان کی خدمت مین ہمیشہ مصروف و مستعد رہتا ہے اور رہے گا کیونکہ یہ کبھی خشک نہین ہو سکتا اور نہ فنا ہو سکتا ہے، اگرچہ وہ ہماری نظرون سے تھوڑے عرصہ کے لیے غائب و نیست ہو جاتا ہے۔

ناظرین! پانی کے قطرہ کی ابدی زندگی اور اُس کے ظہور کی یہ کیفیت ہے۔ پانی کا یہ قطرہ جب پانی کی ساکن سطح پر گرتا ہے تب بالترتیب آٹھ صورتون مین متبدل ہوتا ہے جن کو سرسری نگاہ سے ہم معلوم نہین کر سکتے۔ البتہ سینیمٹوگراف کے ذریعے سے جان سکتے ہین کہ برسات کے پانی کا قطرہ پانی کی سطح پر انواع و اقسام کی شکلین اختیار کرنے کے بعد قایم ہو جاتا ہے۔

موہن لال فہم

امتحانِ محبت

ایک شاہزادی تھی جو حسن اور خوبصورتی مین اپنا جواب آپ ہی تھی یہ شہزادی دور دور تک مشہور ہو گئی تھی اور بڑے بڑے نواب زادے اور شہزادے بادشاہ کے پاس شادی کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ لیکن اگر وہ سنتے تھے کہ جو شہزادی سے شادی کا خواہشمند ہو اُسے ایک امتحان بھی دینا پڑے گا لیکن کسی کے دل مین خیال بھی نہ آیا کہ ہم امتحان مین پورے اُترین گے۔ شہزادی کی عمر چوبیس سال کی ہو گئی، اور اب تک وہ کنواری رہی۔ وہ امتحان ہی اس قدر سخت تھا کہ بڑے بڑون کا حوصلہ پست کرنے کے لیے کافی تھا۔ شہزادی قریباً مایوس ہو چکی تھی کہ ایک نہایت حسین شاہزادہ جس کی بلند پیشانی اور بڑی بڑی آنکھین تھین، سبزہ گھوڑے پر سوار آیا۔ شہزادی نے دیکھ کر یہ کہا ع

آمد آن یارے کہ ما می خواستیم

وہ شہزادہ بادشاہ کا مہمان رہا۔ چند روز تک جشن اور عیش و طرب کے جلسے ہوتے رہے۔ آخر وہ دن آگیا کہ شادی کے میدان سے شرائط بیان کی جائین۔ شہزادہ اور شہزادی ایک وسیع کمرے مین تنہا چھوڑ دیئے گئے۔ دونون آمنے سامنے کرسیون پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر تو خاموشی رہی۔ آخر شہزادی نے رُکتے رُکتے کہا۔

"جناب! کیا آپ کو سچ مچ مجھ سے محبت ہے؟"

شہزادہ۔ (نہایت جوش سے) اے میری پیاری! اپنی جان سے بھی زیادہ۔

شہزادی۔ (ہاتھ کا اشارہ کر کے) ذرا ٹھہریئے! اس قسم کے الفاظ وہی استعمال کر سکتا ہے جو امتحان مین کامیاب ہو چکا ہو۔ شرطین پوری کیے بغیر مین "آپ کی" نہین ہو سکتی۔

شہزادہ۔ مین معافی چاہتا ہون لیکن وہ شرطین کیا ہین۔ کیا کسی اژدہے کو مار ڈالون؟ یا باغِ عدن سے تمہارے لیے سیب لے کر آؤن؟ یا ظلمات سے آبِ حیات لاؤن۔

شہزادی۔ (حزن آمیز تبسم کے ساتھ) نہین جناب! یہ کچھ نہین میری شرط تو بہت ہی آسان ہے۔ آپ کو مجھے صرف خط لکھنے چاہئین۔

شہزادہ۔ خط؟

شہزادی۔ جی ہان خط! روزانہ ایک۔

شہزادہ ۔ روزانہ ایک؟

شہزادی ۔ جی ہان روزانہ ایک اور سال بھر تک ۔

شہزادہ ۔ سال بھر تک؟ اور آپ بھی مجھے لکھین گی نا؟

شہزادی ۔ شاید جی چاہا تو لکھ دونگی ۔

شہزادے کی آنکھون مین اندھیرا آگیا لیکین فوراً دل مین ہمت آگئی اور کہا کچھ مشکل نہین ۔ میری محبت کے اظہار کے لیے اتنے خطوط کافی ہون گے ۔

شہزادی ۔ محبت کا ذکر نہ کیجئے آپ کو محبت کا تو نام بھی نہ لینا چاہیئے ۔

شہزادہ ۔ (حیران ہو کر) کیا؟ محبت کا نام بھی نہ لون تو پھر خطون مین مجھے کیا لکھنا چاہیئے ۔

شہزادی ۔ یہ آپ جانیئے لیکن خط دلچسپ ہونے چاہئین ۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے ۔

شہزادہ ۔ ایک بات اور بھی ہے؟

شہزادی ۔ جی ہان .... اگر کسی دن خط نہ آیا تو تمام محنت برباد ۔

شہزادہ ۔ اگر مین یہ شرطین، یہ نرالی شرطین بجا لایا پھر تو آپ میری بیوی بن جائین گی ۔

شہزادی ۔ مین وعدہ نہین کرتی ۔ اس امتحان کا ایک جزو یہ بھی ہے کہ مین کوئی وعدہ نہ کرون کیا آپ یہ شرطین قبول کرتے ہین ۔

شہزادہ دم بخود رہ گیا اور دل مین کہنے لگا "عجب شرطین ہین خدا کی قسم دنیا سے نرالی شرطین ہین اور انجام پر صلہ بھی مشتبہ ہے"

پھر شہزادی نے کہا "ان شرطون سے دو باتین معلوم ہونگی"۔

شہزادہ ۔ کیا باتین معلوم ہونگی؟

شہزادی ۔ ایک یہ کہ کیا واقعی آپ کو میرے ساتھ محبت ہے یا نہین، دوسرے یہ کہ آپ کس قسم کے آدمی ہین کیونکہ مین اُس سے شادی کرنا نہین چاہتی جس کے مزاج اور طبیعت سے مین واقف نہ ہون ۔ (تبسم زیرلب کے ساتھ) اس معاملہ مین مین اُن لڑکیون کی طرح نہین جو ....

شہزادہ کی پریشانی کے لیے یہ ایک نئی بات تھی کہ شادی کے لیے مزاج کی واقفیت بھی ضروری شرط ہے ۔ اِس نے اپنے حریف مقابل کو نظر بھر کر دیکھا اور دل مین کہا اس مین شک نہین کہ یہ حسین ہے ۔ اگر مجھے اِس سے محبت ہے تو پھر کوئی مشکل مشکل نہین ہے ۔ اس کے حاصل کرنے مین کوششون کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھونگا ۔ پھر شہزادی سے مخاطب ہو کر نہایت ادب کے ساتھ کہا ۔

"کل آپ کے گورے ہاتھون مین پہلا خط ہوگا"

شہزادی ۔ (جھک کر) مین آپ کا شکریہ ادا کرتی ہون ۔

شہزادہ ۔ ختم سال تک ۔ خدا حافظ! ۔

شہزادہ رخصت ہو گیا ۔

سُنتے ہین کہ وہ شہزادی اب تک کنواری ہے ۔

سماک رامح

کس ناز سے چلتی ہے نسیم گلزار | بلبل نے برنگِ غنچہ کھولی منقار

اللہ رے نیرنگی افسون حکیم | اک تار سے باندھا ہے طلسم گفتار

رباعیات

۱- حضرت بیانؔ یزدانی (میرٹھی) مرحوم

وہ پھول جھڑے زبان گُفتار کھُلی — کیفیت رنگِ گل و گلزار کھُلی
جب کلکِ فصاحت کو دیا میں نے شگاف — اک بلبلِ فردوس کی منقار کھُلی

نقاش نہیں صانعِ قدرت کے سوا — کھنچتا نہیں نقشہ یہ قدرت کے سوا
فیاضِ ازل سے فیض جاری ہی بیانؔ — ہوتا نہیں کچھ ختم نبوت کے سوا

بیدار نہیں کوئی جہان خواب میں ہی — نیرنگ عجب عالم اسباب میں ہے
کچھ خواب میں کچھ قید میں کچھ صحرا میں — ایک عمر سے کیا تفرقہ احباب میں ہے

کب کوئی فضول ہاتھ ملتا ہی بھلا — مطلب کہیں اس طرح نکلتا ہی بھلا
جب داہنے ہاتھ سے گرہ کھل نہ سکی — کب بائیں قدم سے کام چلتا ہی بھلا

فلک ہی عرصہ مرے کلک کے تگاپو کا — مرا کلام کسی معرکہ میں کب چو کا
من البیان لسحرا کی دھوم ہی ہر سُو — گواہ قولِ نبی ہی بیان کے جادو کا

۲- شاکرؔ میرٹھی، ایڈیٹر العصر لکھنؤ

شیرازہ مرے عمل کا کیوں ابتر ہی — ہی خیر تو تجھسے لاکھ مجھسے شر ہی
رونے میں ڈبو یا سادہ لوحی نے مجھے — دامن بھی وہ آنکھوں پہ رکھا جو تر ہی

گر غور سے دیکھیے تو عاجز ہی بشر — بازو میں ہو اُس کے زور یا ہاتھ میں زر
شعلے کی اکڑ ہے سرکشی سے ناحق — انجام ہی جب یہی کہ ہو خاکستر

کس شے کا گزر دیدۂ آئینہ میں — کیا خاک اثر دیدۂ آئینہ میں
تھا خوف کہ حُسن کو نظر لگ جاتی — ہوتی جو نظر دیدۂ آئینہ میں

مشکل ہی کوئی کام تو آسان ہوگا — کب عاقبت اندیش ہراسان ہوگا
جو سخت گرہ ہی حل وہ ہوگی شاکرؔ — دل غم سے جو ہو غنچہ تو خندان ہوگا

۳- تیرؔ احمدی صاحب امیری

رشتے ہیں توکل جو خدا پر اپنا — کافی ہی خدا کا ہی فقط نام انھیں
جویا ہیں جو ای میر رہ وحدت کے — ہی سبحہ و زنار سے کیا کام انھیں

گھر قبر کا اک روز بسانا ہی تجھے — تو خاک ہی اور خاک میں جانا ہی تجھے
آ! تو ذرا باز سیہ کاری سے — ای مردِ خدا خدا کو منھ دکھانا ہی تجھے

مرتے رہے ہستی سے گزرنے کیلیے — جیتے رہے اک شوخ پہ مرنے کے لیے
جب بند ہوئی آنکھ تو یہ بھید کھلا — کیا کر چلے کیا آئے تھے کرنے کے لیے

آثارِ بہار

مجنوں جو دشت گرد و گریباں دریدہ ہی — قمری میانِ سروِ چمن آرمیدہ ہی
نسرین و نسترن سے ہی آرائش بہار — سبزہ کنارِ موج صبا نو دمیدہ ہی
پیش از طلوع صبح شفق ہی جو لالہ زار — لیلائے شب اک آہوئے مشکیں رمیدہ ہی
کبک تذرو محو فضا میں شبک خرام — شبنم برُوئے گل کوئی اشکِ چکیدہ ہی
پانی میں مچھلیاں ہیں کہ ہی آہِ شعلہ ریز — تارِ شعاعِ مہر کہ رنگِ پریدہ ہی
فصلِ بہار آج صلائے نشاط ہی — دل ہی شکستہ پر مگر آفت رسیدہ ہی
اوجِ ہلالِ عید ہی شکلِ وصالِ دید — دیکھیں کہ دیکھتا کہیں وہ شوخ دیدہ ہی

مطلع ہی خوب آتشِ جام و نگار کا
باغ و بہار چہرہ رنگین ہی یار کا

موسم ہے دلفریب فضا ہی بہار کی — آئی ہی عید روح رواں میگسار کی
لالے کا پھول ہی کہ پیالہ شراب کا — عکسی ہی یا شبیہ دلِ داغدار کی

لکھیے کوئی غزل کوئی نظم شگفتہ تر　　تصویر کھینچیے باغ و بہار کی

لکھا ہے ایک شاعر ہندی نژاد نے

تعریف مین لقاے عروس بہار کی

تابان ہو یہ قمر کہ رخ بے نقاب ہے　　زلفین ہین یہ سیاہ گھٹین ہین دیار کی

ترکش لیے ہین پلکین کمان ابرو ہے　　نرگس ہے چشم مست بت سحر کار کی

غنچے کھلے ہین یا ہے دندان کی ہے جھلک　　اشان رخ زمین پہ ہے دمہ کے نکھار کی

لالے جواہر کے فلک نیلوفر ہے ہین　　آب روان مین ہے یہ نمایش ابھار کی

تشبیہین دیکھیے شعرا جو سلف کے تھے　　تاثیر ہے مگر وہی لیل و نہار کی

ٹوٹا ہوا ستارہ ہے پہلو میں دل نہین　　دھندلی سی روشنی ہے یہ شمع مزار کی

بھٹی پہ آج بادہ کشون کا ہجوم ہے　　شیشون مین ہے آنکھون مین مستی خمار کی

مشہور ہے یہ شعر کسی بادہ خوار کا

ہندوستان مین ہے یہی موسم بہار کا

سفیر (کاکوروی)

صورت و سیرت

اک مرد نے ایک زن سے پوچھا　　زن اچھی ہے یا ہے مرد اچھا

زن نے کہا تم سے کیا کہون مین　　اچھے برے دونون صنف مین ہین

یہ کیسا سوال ہے تمھارا　　جو خوب ہے بس وہی ہے پیارا

مین کہتی نہین کہ زن ہے اچھی　　لیکن کہتی ہون بات سچی

عورت نہین ہوتی جسکے گھر مین　　ہوتا ہے داغ اک جگر مین

آدم کا جنان مین دل نہ بہلا　　جب تک حوا ہوئین نہ پیدا

مجنون کا بھی دل تھا سخت میلا　　دائم تھا اسیر عشق لیلے

فرہاد کی تلخ زندگی تھی　　شیرین کی ہمیشہ دھن لگی تھی

نل کو بھی تھا رنج و غم نے جکڑا　　دامن اُس نے دمن کا پکڑا

عذرا پہ فریفتہ تھا وامق　　محبوب یہ کب محب ہو فائق

کس شان کے شاہ تھے سلیمان　　بلقیس کو پا کے تھے وہ شادان

زہاد کو لطف اتقا مین　　ملتا ہے کہ مل رہین گی حورین

یہ سب نہین عورتین تو کیا ہین　　سب حورین بھلی ہین یا بلا ہین

خوشرو عورت تو اک پری ہے　　سایہ سے بچو اگر بری ہے

پوچھو عاشق سے حال معشوق　　ہے جسم مین جان خیال معشوق

معشوق کا چہرہ دیکھا جس آن　　آئی عاشق کی جان مین جان

کیا چیز ہے حسن کی بھی دولت　　آنکھین لڑین لڑ گئی جو قسمت

جس گھر مین کہ ہو حسین عورت

عورت وہ ہے حور گھر ہے جنت

بولا یہ سن کے مرد عاقل　　مین دل سے حسن کا ہون قائل

کیا کہنا خوبرو کا لیکن　　ظاہر کی طرح ہو حسن باطن

بدخو گر مہ جبین ہے عورت　　وہ دیوی ہے نہین ہے عورت

یون تو ہین درندگان خوشرو　　صحرا مین پھرتے ہین جو ہر سو

لیکن کہان ان مین حسن باطن　　ہو ان سے وفا نہین یہ ممکن

ان مین سے اگر کسی کو پا لو　　سر پر اک آفت و بلا لو

بچہ سہی جب بزرگ ہو گا　　ثابت وہ درندہ گرگ ہو گا

بدخلق اگر ہو خوبصورت　　اُس کی نہین زہر سے کم الفت

مار آخر ہو گا بچہ مار　　ہو گا اخگر ہی شعلہ نار

عورت ہو اگر حسین بدخو　　وہ گل ہے نہین ہے جس مین خوشبو

خوش خو خوش رو اگر ہو عورت　　بے شک اُسے کہیے حور جنت

کوئی عورت اگر بُری ہو　　بھاگو سایہ سے گو پری ہو

حسن باطن ہے کیا؟ گہر ہے　　حسن ظاہر صدف مگر ہے

حسن ظاہر ہے گرد مہ کا　　حسن باطن ضیا ہے گویا

حسن ظاہر ہے جسم لیکن　　ہے جسم مین جان حسن باطن

آنکھین وہ دے قادر مبین　　ہو جن سے قدر حسن باطن

ہو جس مین فہمین حسن سیرت

ہے قابل قدر کے وہ صورت

ذہین

مدنیۃ الرسول

اے وفورِ شوقِ دل - اے جذبۂ کوسِ حجاز ۔ لے چل اے ذوقِ تمنا اب مجھے سوئے حجاز
دیکھی آنکھوں سے بہشتِ چشم آہوئے حجاز ۔ عطرِ عنبر بیز میں ڈوبی ہے خوشبوئے حجاز

سچ تو یہ ہے دردِ دل کا چارہ و درمان ہے تو
مرہم کافورِ زخمِ خاطرِ سوزان ہے تو

اے مقدس سرزمیں اے غیرتِ خلدِ بریں ۔ اے بہارِ باغِ رضواں اے فضائے دلنشیں
ہر مکاں کو یہ شرف یہ مرتبہ ممکن نہیں ۔ لامکاں سے کم نہیں تو قیر میں تیری زمیں

تیرا ہر ذرہ چمکتا گوہرِ نایاب ہے
ضو فشانی میں تو رشکِ مہرِ عالمتاب ہے

کس قدر تجھ میں کشش ہے مرحبا خاکِ حجاز ۔ خالقِ عالم نے ہیں تجھ میں سبھی شیدا کیے
ہو رہا ہے ہر دلِ مومن ترا پامالِ ناز ۔ جھک رہے ہیں شوق میں ہر سو سرِ عجزِ دنیا

آنکھیں گو پتھرا گئی ہیں اشتیاقِ دید میں
ہے چراغِ زندگی روشن اسی امید میں

روح پرور ہے تری صبحِ نسیمِ خوشگوار ۔ دلکشا و جاں فزا ہے سو فضائے لالہ زار
وادیوں میں بھی ہے کیا نزہت فزا رنگِ بہار ۔ ذرے ذرے میں نظر آتی ہے شانِ کردگار

بارک اللہ ہر ادا تیری نشاط انگیز ہے
مثلِ جنت تیرا ہر منظر مسرت خیز ہے

ایک وہ دن تھا کہ تیرا نام تھا وحشت سرا ۔ جہل کی چھائی ہوئی ہر سمت تھی کالی گھٹا
نسر کا بندہ ہبل پر تھا کوئی دل سے فدا ۔ لات و عزیٰ کا پڑھا جاتا تھا کلمہ جا بجا

جنگجو قزاق تو موں کا تو مسکن تھا کبھی
کفر و ظلمت جہل و نادانی کا مخزن تھا کبھی

رحمتِ ہادیٔ مطلق سے ہوا جب انقلاب ۔ جاگ اٹھے کلمۂ توحید سے مصروفِ خواب
اوجِ بطحا سے ہوا طالع جو خورشیدِ نقاب ۔ ہو گیا نورِ ہدایت سے زمانہ فیضیاب

ہو گیا عالم منور خسروِ ذیجاہ سے
کفر و ظلمت مٹ گئے نورِ رسول اللہ سے

وہ نبی جس سے ریاضِ دینِ حق پھولا پھلا ۔ وہ نبی جس سے اخوت کا سبق سب کو ملا
وہ نبی جس کا لقب ہے شافعِ روزِ جزا ۔ ہو مبارک اُس حبیبِ حق کا آمد فرمانا

در جوارِ رحمتِ پاکت چو روزے جا کنم
من فدائے نامِ تو دنیا و ما فیہا کنم
اوج (گیاوی)

تازہ غزلیں

حکیم محمد عابد علی صاحب کوثر (خیر آبادی)

سینے میں تپاں دل ہے تو بیتاب جگر بھی ۔ اے تیرِ نظر اک نگہِ ناز ادھر بھی
زخمی دلِ بلبل ہے تو پُرخوں گلِ تر بھی ۔ یہ طرفہ خلش ہے کہ ادھر بھی ہے اُدھر بھی
کیا نکلیں گے ارمان کہ قسمت سے شبِ وصل ۔ گم ہے دہنِ تنگ تو غائب ہے کمر بھی
اے خنجرِ بیداد ترحم کی نظر ہو ۔ مجروح مرا دل ہے تو گھائل ہے جگر بھی
غیروں ہی پہ ظالم نظرِ لطف رہے گی ۔ یا دیکھے گا مڑ کر کبھی بھولے سے ادھر بھی
کیا گیسوئے شبگوں نے کھلایا ہے سحر سے ۔ خاموش ہیں لو بت کی طرح مرغِ سحر بھی
صیاد کا یہ ظلم تو دیکھا نہیں جاتا ۔ بلبل کو چھری دیکھ کے کتر دیا ہے پر بھی
آپس میں شبِ ہجر قیامت کی ہے ان بن ۔ ناخوش ہیں دعا سے نئے عاد نئے اثر بھی
سچ ہے کہ برے وقت کا ساتھی نہیں کوئی ۔ یہ دل لیے جاتے ہیں تو لیجائیں جگر بھی
فخر ہے قسمت سے مری طرح بس مرگ ۔ اُس انجمنِ ناز میں پہنچی نہ خبر بھی
سوزِ غمِ نہاں سے پھنکے جاتے ہیں دونوں ۔ سینے میں لگی آگ ادھر بھی ہے اُدھر بھی
قسمت کی برائی سے شبِ وصل عجب کیا ۔ موجود ہو جو شام کے ہمراہ سحر بھی
خنجر کی مڑے دھار تھکے بازوئے قاتل ۔ اکتا کے اجل کہتی ہے ظالم کہیں مر بھی

دشمن کی جو بگڑی ہوئی قسمت ہیں بناتے
کوثر وہ چلے آئیں کسی دن مرے گھر بھی

نواب محمد عمر خان بہادر متخلص بہ وفا (حیدر آباد دکن)

دلِ بلبل باغ میں وقتِ خزاں کچھ بھی نہیں ۔ شاخِ گل پر آشیانے کا نشاں کچھ بھی نہیں

دیکھ لے عبرت کی آنکھون سے زمانے کی بہار
دل مین اب اندیشۂ فصلِ خزان کچھ بھی نہین

عمرِ غفلت مین جنون نے کی بسر وہ سمجھے
پڑھتے ہین یاس اُنکے وقتِ امتحان کچھ بھی نہین

ذکر ہی لیلیٰ کے ۔۔۔ اور جذبِ حُسن کا
قیس کی صحرانوردی کا بیان کچھ بھی نہین

خوابِ غفلت سے اُٹھا سر چھوڑ دے طولِ امل
کوچ کا سامان بجز عمرِ روان کچھ بھی نہین

سربلندی اور پستی کا سنا مین ذکر کیا
یہ زمین کچھ بھی نہین یہ آسمان کچھ بھی نہین

بات بنتی ہی بگڑ کر جب خدا کا فضل ہو
سچ اگر پوچھو تو اسبابِ جہان کچھ بھی نہین

دولت و زر گر نہو حاصل تو غم ہے کا ہی کیا
سچ کیا تقدیر کا خوابِ گران کچھ بھی نہین

مال پر جو مرنے والے ہین قیامت ہو گرہ
آج جا کر دیکھ لو ان کا نشان کچھ بھی نہین

کیا سکندر و دارا سے ہوئے فرمان روا
قصرِ قیصر شوکتِ نوشیروان کچھ بھی نہین

کانپتے تھے جنکی ہیبت سے نشان ہیبت کے
آج جا کر دیکھ لو انکا نشان کچھ بھی نہین

ہو گیا نسیاً منسیاً قافلہ اسلام کا
منزلون باقی نشانِ کاروان کچھ بھی نہین

جو مسلمان لیڈری پر آج کل دیتے ہین دم
اُنمین ہمدردی کا ڈھونڈو تو نشان کچھ بھی نہین

راحت و آرام دنیا ہے فقط خواب و خیال
ایک پل کا ہی تماشائے جہان کچھ بھی نہین

ایک جھوکا ہی نظر بازون کی جو فریاد ہے
اک تماشا ہی وفا حسنِ بتان کچھ بھی نہین

نواب سید صادق حسین خان صاحب نہال (تخلص آبادی)

سر کھپاتا ہی عبث ناصحِ نادان اپنا
ہاتھ اپنا ہی جنون اپنا گریبان اپنا

لوٹتا ہی مجھے قزاقِ ہر ارمان اپنا
کون ہو دشتِ مصیبت مین نگہبان اپنا

مسکن اب دشت سے ہی گو غریبان اپنا
میری وحشت نے کیا آپ ہی سامان اپنا

میان سے تیغ تو نکلی ہی مگر کس کو خبر
کس کے سر رکھتی ہی دامن تہِ دامان اپنا

رہ نہ جا دیکھ الجھ کر کہین ای دشتِ جنون
قصہ کوتاہ کر اب پھاڑ گریبان اپنا

لذتِ زخمِ کہن مجکو تو خوف اسکا ہی
کہین خالی نہ نمک سے ہو نمکدان اپنا

دامنِ شوق بچھا دل مین تمنا کیلیے
نعمتین اپنی ہین گھر اپنا ہی مہمان اپنا

حُسن والون کی اُدھر حسنِ طلب اور یہان
دل ہی اک نذر تھا بس لائق قربان اپنا

شوق کیسوئی بہت جلد کری قطع اُمید
ہو چکے چاک کہین دامنِ ارمان اپنا

کوئی اُس بلبلِ بیدل کی خبر ہی لائے
جس نے کانٹون کے سبب چھوڑ گلستان اپنا

بعدِ اُمید کے تھی تو بھی غنیمت ای یاس
تیرے جانے سے تو گھر ہو گیا ویران اپنا

پوچھ لے چشمۂ حیوان سے حقیقت اپنی
راز افشان نہ کرے دیدۂ گریان اپنا

جس دل تنگ مین ہو یاس بھری مہمان
یاد آتا ہی جگہ ڈھونڈھ کے مہمان اپنا

فکرِ انجام مین ہم آبلہ پا روتے ہین
راستہ روکتے ہین خارِ بیابان اپنا

کیا کرے کیا نہ کرے روکتی ہی غیرت
چھپ کے منہ تکتا ہی آشفتۂ مژگان اپنا

ابتدا سے حد سے جیے جائینگے دیکھین کبتک
ساتھ دیتی ہی بلائے شبِ ہجران اپنا

ڈھال ساقی مرے ساغر مین کہا کی توبہ
آگیا سامنے غارت گرِ ایمان اپنا

قید مین بلبلِ ناشاد ابھی زندہ ہی
کہدو پھولون سے کہ پھاڑین نہ گریبان اپنا

آبروئے چشمِ بصیرت کی عبث کھوئی نہال
آئینہ بن نہ گیا دیدۂ حیران اپنا

سید محمد علی صاحب افسوس وکیل ٹونک

ضد ہی مانعِ فریاد رہا کرتی ہی
خامشی عشق مین برباد کیا کرتی ہی

وہ تو ہر طرح سے راضی ہین شبِ وصل مگر
میری تکلیف کا سامان حیا کرتی ہی

تجربہ اپنا تو یہ ہی کہ دنیا کی مٹی
حُسن کے ہاتھ سے برباد ہوا کرتی ہی

نارسا ہو کے جب آتی ہی رسا ہوتی ہی
آہ جب دل سے مرے آہ رسا کرتی ہی

رازداری بھی محبت مین ہی خامی کی دلیل
یہ بھی کمبخت تو بدنام کیا کرتی ہی

ہر جفا راز ہی اللہ کا سمجھے جو بشر
تجربہ کار ہر اک کو یہ جفا کرتی ہی

کیا اُسی چیز کو دنیا ہے محبت کہتی
دل مین ہر وقت کھٹک سی جو رہا کرتی ہی

بالیقین داد ملیگی مجھے اب جستجو
کچھ طبیعت مری مایوس رہا کرتی ہی

اسکی تعمیر مین مضمر ہے خرابی جب تو
مٹی انسان کی برباد رہا کرتی ہی

غفلتون کا ہی نتیجہ جو پریشان ہین ہم
خوش وہ مخلوق ہی جو یادِ خدا کرتی ہی

ہی جفا خاص یہی نام ہی جس کا تسکین
صبر کو دل سے یہی چھین لیا کرتی ہی

دعویٰ عشق بھی اور صبر کی خواہش افسوس
چاہنے والون کو بدنام کیا کرتی ہی

دلچسپ ناول اور افسانے

گودڑ کا لعل ۔ ایک نہایت دلچسپ اخلاقی تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کا علمبردار افسانہ مصنفہ والدہ صاحبہ سید محمد افضل صاحب بی اے حصہ اول ودوم صفحات ۲۴۹ قیمت ۱ ؎ ۔

جنگ جرمن و بلجیم ۱۹۱۴ء کی مشہور جنگ کے ہولناک کارنامے قیمت ۱۰ ؍

جرمن محکمہ جنگ کے اسرار ۔ جرمن محکمہ جنگ کے اسرار کا مجموعہ نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت ۸ ؍

خلق مجسم ۔ شائستہ زندگی کی چلتی جاگتی تصویر انسانی ہمدردی کا سبق اخلاق مجسم کی دلکش تصویر قیمت ۵ ؍

ماما ۔ حسن فروشی و عشق آموزی کا آئینہ دلفریب کرشموں کا گنجینہ قیمت ۱۲ ؍

بوالہوس ۔ عورتوں کی مستقل مزاجی درستی تعلیم پابندی قول اور قیافہ شناسی پر روشنی ڈالی گئی ہے حسن و عشق کی چاشنی بھی موجود ہے قیمت ۱۲ ؍

خونی قسمت ۔ ایک ڈاکٹر کا مریم پر عاشق ہو کر مسمریزم کے ذریعہ سے قابو میں لانا ۔ قیمت ۱۲ ؍

جوش خون ۔ ایک عصمت فروش عورت کی شوہر سے بیوفائی قیمت ۱۲ ؍

کلجگ کی کھونٹی جس میں ہیری ہین ایک جہازران نے اپنے شباب کے کارنامے لکھتے ہوئے شریر بیویوں کی شرارتیں دکھلائی ہیں ۔ قیمت ۶ ؍

نیرنگی دہر ۔ مجیدہ بیگم کے مصائب اور وفاداری کی داستان ۔ شریف النسل کج اداؤں کا انجام مصنفہ منشی عبدالغفور صاحب صفحات ۱۳۲ قیمت ۸ ؍

جاپانی معشوقہ ۔ گھوڑ دوڑ کی بدولت ایک رئیس کی تباہی و بربادی ۔ قیمت ۹ ؍

بادشاہ سلامت ۔ لانگ لیو دی کنگ کا ترجمہ ۔ گردش روزگار کے کرشمے حسن و عشق کی تصویر قیمت ۱۲ ؍

گنجینہ سراغرسانی ۔ ایک بوالہوس عاشق شوہر کا دوسری عورت کے عشق میں مبتلا ہونا اور اپنی زوجہ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگنا ۔ دردناک ناول ہے ۔ قیمت ہر چہار حصہ ۱۰ ؍

جفا و وفا ۔ ایک حسینہ دلنواز کی وفاداری عاشق خستہ قسمت روش کی دغابازی قیمت ۸ ؍

طلسمی فانوس ۔ انگلستان کے مشہور جادو نگار رینالڈس کے ایک دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ قیمت ۱ ؎

بسنتی دیوی ۔ مسٹر رومیش چندر دت کے ناول کا ترجمہ ۔ ایک غریب نیک نفس عصمت مآب عورت کی عملی زندگی کا مرقع قیمت ۱۰ ؍

مار آستین ۔ بنگال کے جادو نگار بنکم چندر چٹرجی کے ناول بشابرکشا کا اردو ترجمہ ۔ قیمت ۸ ؍

بنگالی دلہن ۔ بنکم چندر کا سب سے بہتر و دلچسپ ناول ۔ شوہر پرستی اور عورتوں میں جذبات خودداری پیدا کرنے کا بہترین آلہ ۔ قیمت ۱۲ ؍

پرتاب ۔ بنکم چندر چٹرجی کے بہترین بنگالی ناول کا ترجمہ ۔ قیمت ۱۰ ؍

مرنالنی ۔ بنکم چندر کا مشہور افسانہ اور بنگالی عورتوں کے جذبات شوہر پرستی کا مرقع ۔ قیمت ۸ ؍

ہاجرہ کی کامیابی ۔ اس میں معاشرت اور تمدن پر دلچسپ بحث کی گئی ہے ۔ قیمت ۴ ؍

عزیز مصر ۔ مصر کے دارالسلطنت قاہرہ کا سچا قصہ ۔ قیمت ۴ ؍

حور عین ۔ غدر ۱۸۵۷ء کے ہاتھوں دو شریف خاندانوں کی تباہی سچے عشق و محبت کے جذبات ۔ قیمت ۴ ؍

سرگذشت ۔ رینالڈس کے دلچسپ انگلش ناول میری پرائس کا ترجمہ قیمت ۱ ؎

بچھڑوں کا ملاپ ۔ ایک اخلاقی قصہ جس میں ہندوستانیوں کے پڑھنے کے لائق ہے قیمت ۸ ؍

مراد نامراد ۔ خوفناک ، عبرت انگیز اور دلچسپ ناول ۔ قیمت ۴ ؍

تاج شہادت ۔ ایک سچا واقعہ ایک معزز خاندان کی تباہی ۔ قیمت ۱ ؍

دولت عثمانیہ کے موروثی ہیرے ۔ یورپ کے جرائم پیشہ گروہ کی عیاریاں و چالبازیاں ۔ تجربہ کار سراغرسانوں کا طریق ۔ سنسنی خیز ناول قیمت ۱ ؎

منروا پبلشنگ کمپنی ، منروا پریس لکھنؤ (اودھ)

ہوا باز عاشق – ایک عجیب بین الاقوامی ناول جس میں حسن و عشق کے کرشمے [illegible] جذبات – جرمنوں کی خفیہ ریشہ دوانیاں غداروں کی حکمت عملیاں [illegible] استقلال کے ساتھ کوشش کرنے کے [illegible] نہایت خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ لکھنؤ کی [illegible] زبان میں لکھائے گئے ہیں۔ قیمت ۸/

جرمن جاسوس – [illegible] یورپ کے متعلق جرمن کے جاسوسوں کی [illegible] کوششوں کے [illegible] حالات [illegible] یورپ کے [illegible] جرمن کے [illegible] حالات [illegible] جاسوسوں کی [illegible] جذبات محبت [illegible] عاشقی [illegible] معشوقوں کے جھگڑے [illegible] راز و نیاز – ہجر و وصال [illegible] قیمت ۱۲/

افشائے راز – [illegible] فسانہ ہے جس کے لفظ لفظ سے حسرت ٹپک رہی ہے [illegible] اور راہنمائے [illegible] کی کہانی کچھ ایسے [illegible] بیان کی گئی ہے کہ جی پھٹا جاتا ہے۔ قیمت ۱۰/

انتقام [illegible] ایک حسین [illegible] کی ایک ہولناک [illegible] تیار ہے حسن و عشق کی جانبازیاں۔ قیمت ۵/

نیرنگ فرنگ (مسٹر [illegible] کا ترجمہ) [illegible] پارٹ کے [illegible] حسن و عشق کا مرقع – ڈاکٹر [illegible] کی تصنیف۔ قیمت ۱۲/

غدار سپاہی [illegible] کی نوعمر حسین لڑکی کے ساتھ غداری – قیمت ۱۲/

ولایتی پرستان یعنی مسٹرز آف دی کورٹ آف لندن کا ترجمہ جس میں حسن و عشق کی نیرنگیاں۔ راز و نیاز کی باتیں بوالہوس امیروں کی پرفریب چالیں – دغا فریب اور جعلسازی کے عبرت خیز مرقعے قصہ رازوں کے حیرت انگیز پراسرار واقعات کا ہولناک نظارہ – غرضکہ بہترین قیامت برپا کئے دیتا ہے – جلد اول قیمت ۱۲/

ولایتی پرستان – جلد دوم قیمت ۱۲/

حسن پرست – ابوالہدی کا البم فلسفیانہ ظرافت کا مرقع حسن عشق قیمت ۸/

بزم اکبری – جس میں شہنشاہ اکبر اور اس کے جلیل القدر پنج ہزاری منصب دار حبیب خان کے دلچسپ حالات حاکم مالوہ – باز بہادر کی شاہزادی روپمتی کے حسن و عشق کی پردرد داستان خاقان اکبر کی فوج کشی سلطان احمد نگر کی تباہی اور دیگر تاریخی واقعات نرالے ڈھنگ سے قلمبند کیے گئے ہیں قیمت ۱۲/

دیوانی جیٹھانی – نیک نفسی اور حسن تدبیر مفید و نتیجہ خیز ناول قیمت ۱۲/

گلاب و چمپا – نیک بیبیوں کے شریفانہ اطوار نوخیز دلہنوں کی کوتاہ اندیشی طرز عمل دل بیچین ہو جاتا ہے – قیمت ۱۲/

لکشمی – محبت کی دیوی – پاکبازی کی سنہری مورت قیمت ۵/

رہنما و حسینہ – نئے ڈھنگ کا اچھوتا ناول حسن و عشق کے قدرتی جذبات محبت کی نیرنگ سازیاں – قیمت ۱۲/

ظرافت الطبع – تین ناولوں کا مجموعہ حسن و عشق قیمت ۱۲/

مندرشانتا – کمال خوبی کے ساتھ عشق و محبت ہجر و وصال – رشک رقابت – دوستی و ہمدردی مصیبت و استقلال – عیاری اور ہوشیاری کو دکھایا گیا ہے – قیمت ۱۲/

اسرار ہند – ایک نقل کی دیوی جس کی قیافہ شناسی – ہند کی گذشتہ حالت کا نظارہ حسن و عشق قیمت ۱۲/

افسانہ بنگال – سر رابندرناتھ ٹیگور بابو پربھات کمار مکرجی وغیرہ مشہور بنگالی مصنفین کی آٹھ چیدہ اور پسندیدہ کہانیوں کا اردو ترجمہ – یہ کتاب بہترین دماغوں کے بہترین خیالات کا نچوڑ ہے – قیمت ۱۲/

کایا پلٹ – آنے والے زمانے کا ایک اچھوتا ناول – قیمت ۱۰/

ناولہائے قاری – دہلی کے مشہور و معروف سٹائل جاپانی گلستان قاری سرفراز حسین صاحب عزمی کے تین مقبول عام اور نہایت دلچسپ و دلکش ناولوں کا مجموعہ قیمت ۱۲/ مجلد ۱۲/

ایک شاعر کا انجام – نیاز فتحپوری کا مشہور اور مقبول عام ناول – دیکھنے کی چیز ہے – قیمت ۱۲/

شباب لکھنؤ - اگر آپ گذشتہ لکھنؤ کی تصویر دیکھنا چاہتے ہین تو اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمایئے ایک انگریز سیاح نے سلطنت اودھ کے عروج کے زمانہ کے چشم دید حالات نہایت دلکش پیرایہ مین قلمبند کیے ہین - مترجمہ منشی محمد ناصر علی صاحب بی اے - قیمت عہ

انارکلی بیگم - شاہزادہ سلیم اور انارکلی بیگم کے عشق کی دردانگیز داستان (ترجمہ از بنگالی) قیمت ۱ر

فاتح بنگالہ - قابل دید ناول ہے قیمت ۱۲ر

وفا کا پتلہ - شوہر کی بیقراری - خفیہ پولیس کی کارگذاریان عجیب و غریب سراغرسانی - قیمت ۲ر

محل خانہ شاہی - جس مین محمد واجد علی شاہ شاہ اودھ نے خود اپنے قلم سے اپنے محلات اور پریخانہ کے واقعات تعلیم موسیقی کے طریق اپنی عشقیہ لائف لکھی ہے - ہجر و وصل کی تصویر - قیمت ۱ر

مکاری کا پتلہ - ایک رئیس کی تباہی کا نظارہ حکمت عملیون سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین قیمت ۱۲ر

کرشن کانتا - عشق صادق کا فوٹو - عبرت نما آئینہ ظرافت و لطافت کا گنجینہ - قیمت عہ

ابن مسلم - ایک تاریخی ناول مصنفہ منشی سلطان حیدر صاحب جوش - ضرور ملاحظہ فرمایئے - قیمت عہ

قعر دریا - قصہ کی دلچسپی کا پے در پے پیش آنا - مجرمون کا نہایت چالاکی سے کامیاب ہونا - سراغرسان کا بھانڈا پھوڑنا - امراے ہندوستان کی زندگیون کی پرلطف اندرونی کیفیت - قیمت ۳ر

ہاجرہ - ایک دلچسپ و اعلی درجہ کے عربی ناول کا ترجمہ - قیمت ۸ر

طرحدار لونڈی - متمول مگر غافل خاندان کا رنگ ڈھنگ لونڈی کی چالاکیان جائز ناجائز تدبیرون سے ترقی حاصل کرنا - مار آستین بن کے اپنے آقا کے خاندان پر تباہی لانا - اور ایک مقدمہ مین پھنسکر جیلخانہ مین جانا - قیمت ۱۰ر

میٹھی چھری - ایک بیرون ملک کی قرضداری و بربادی عشق بازی کا قصہ نہایت پرمذاق - قیمت ۶ر

پیاری دنیا - ایک مصری شاہی لاش کا قصہ اور عشق دنیا اور کامیابی وغیرہ - قیمت ۵ر

حاجی بغلول - ظرافت مین ڈوبا ہوا ہے جس کے ہر لفظ مین مذاق مضحکہ آمیز واقعات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہین - قیمت ۴ر

کایا پلٹ - جس مین دکھایا ہے کہ آج کل ہندوستان مین ہر قسم کی ترقی سے اندرونی ترقیون کی کیا حالت ہے - قیمت ۶ر

بنگالی بیوی - ایک بوالہوس بڈھے کی شادی بیوی کی کج ادائی جائداد کا تغلب نواسیون کا مقدمہ عجیب مضحکہ آمیز طرز مین بیان کیے ہین اور جس مین سوشل اور اقتصادی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے - مستورات کے پڑھنے کے قابل - قیمت ۸ر

سینہ بیگم - عربی ناول کا ترجمہ جس مین عنصر لطیف کے فضائل و کمالات نیکی و نیک اطواری کے نیک اثرات - بدی اور بداطواری کے الم انگیز نتائج ہمت و استقلال کی نمایان فتح خباثت اور بدباطنی کی شرمناک شکست اور اچھی اور بری زندگیون کے سبق آموز حالات نہایت دلچسپ اور نصیحت خیز پیرایے مین بیان کیے گئے ہین تربیت نسوان پر ملکہ قلم کے ۱۵ لکچر اس کتاب کی زینت ہین - لکھائی چھپائی کاغذ اعلی درجہ کا - قیمت عہ

انتخاب زوج - دلی کی ایک مشہور انشا پرداز خاتون کے زور قلم کا تازہ کارنامہ - اس مین قابل مصنفہ نے اپنے طبقہ کی جانب سے جنس ذکور کی خدمت مین اپیل کی ہے کہ ان کی راے کو بھی قابل وقعت سمجھکر حاصل کر لیا جایا کرے - قیمت ۳ر

اتالیق بی بی - اس مین شوہرون پر عورتون کی بے معنی نکتہ چینی اور بیجا شکایتون کا بہت سچا اور پرمذاق نقشہ کھینچا گیا ہے - قیمت ۸ر

زہرا - ایک دلچسپ ترکی ناول کا ترجمہ از مسٹر سجاد حیدر بی اے دیکھنے کی چیز ہے - قیمت ۱۰ر

شوبرک کوٹھ - نہایت دلچسپ قصہ ہے جسکو انگریزی زبان مین خاص شہرت حاصل ہے - زمانہ اصلاح سے اس کا تعلق ہے ضخامت مین سو صفحہ سے زائد ہے - قیمت ۱۲ر

منروا پبلشنگ کمپنی، منروا پریس لکھنؤ (اودھ)

اِن گولیون کو غیبی امداد سمجھئے

یہ ہی آتنک نگرہ گولیان اُن مریضون کیلئے ہین جو جسمانی اور دماغی اور عصبانی قوت کھو کر زندگی سے مایوس ہو گئے ہون غیبی امداد ہین ہر قسم کے ضعف کو دور کر کے از سرِ نو جوان بنا دیتیان گولیون کا ادنی کرشمہ ہی قیمت فی ڈبیہ ۳۲ گولیان عہ علاوہ محصولڈاک۔

ہر انسان اپنی زندگی کو تندرستی و آرام کیساتھ گذارنا چاہتا ہے۔ اگر تندرستی ہی نہین تو ایسی زندگی سے مرجانا بہتر ہے پس اگر آپ تندرستی کے بھیدون سے واقف ہونا اور ہمیشہ طاقتور و نوجوان بنے رہنا چاہتے ہین تو ہماری کتاب کام شاستر م سے واقفیت منگا کر مطالعہ کیجیے جو گجراتی، ناگری، مرہٹی، تلنگی، بنگالی، انگریزی وغیرہ مختلف زبانون مین موجود ہے۔

پتہ - وید شاستری تی شنکر گوندجی شہر جام نگر دکاٹھیاوار

روزنامہ ہمدم لکھنؤ

جو ظاہری شان اور باطنی خوبیون دونون کے اعتبار سے اُردو زبان کی بہترین "روزنامہ" کا لقب حاصل کر چکا ہی جنگ کی خبرین تمام اُردو صحائف سے پہلے پہنچانا اس کی ممتاز خصوصیت ہی کم از کم نمونہ ضرور منگائیے۔

مینیجر روزنامہ ہمدم نمبر ۲۷ - لاٹوش روڈ لکھنؤ

اشتہار کتب قابل دید

دیوان غالب مع شرح دیباچہ و مقدمہ از حسرت موہانی عہ، انتخاب رسالہ اُردوی معلی رسالہ اُردوی معلی کی دس جلدون کے بہترین نظم و نثر مضامین کا انتخاب مجلد قابل دید عہ، مکتوبات امیر مینائی یعنی امیر مینائی مرحوم کے دلچسپ خطوط کا مجموعہ ۵۲ صفحے مع دیباچہ و تصویر و سوانح امیر و موازنہ داغ و امیر مجلد عہ، دیوان حسرت موہانی (۱) حصہ اول سنہ سے سنہ ۱۹۱۲ء تک کا کلام ۱۵، (۲) حصہ دوم سنہ سے سنہ تک کا کلام ۵، (۳) حصہ سوم سنہ سے سنہ تک کا کلام جدید طبع کا (۴) ضمیمہ دیوان یعنی زمانہ طالب علمی کا دلچسپ کلام ۳، حصہ مکمل بنا چاہیے جو لوگ کل دیوان خرید چکے ہین وہ بھی منگائین۔

ملنے کا پتہ بیگم حسرت موہانی دفتر اُردوی معلی علی گڈہ

العصر جلد چہارم و پنجم و ششم

العصر کی پہلی دوسری اور تیسری جلد کا کوئی پرچہ اب دفتر مین نہین رہا۔ بہت مشکل سے چوتھی پانچوین اور چھٹی کے چند سیٹ مرتب کیے گئے ہین جن حضرات کو ضرورت ہو فوراً طلب فرمائین ورنہ پھر یہی ذخیرہ کسی قیمت پر نہ مل سکیگا جلد چہارم مین ۸۵ مضامین نظم و نثر اور اٹھارہ ہاف ٹون عکسی تصویرین ہین اور جلد پنجم مین تقریباً اسی مضامین نظم و نثر اور اٹھارہ ہاف ٹون عکسی تصویرین اور جلد ششم مین اسی مضامین نظم و نثر اور اٹھارہ ہاف ٹون عکسی تصویرین شامل ہین قیمت علاوہ محصول ڈاک جلد چہارم ہ جلد پنجم عہ جلد ششم عہ مگر تینون جلدین ایکساتھ خریدنے کی صورت مین صرف دس روپیہ قیمت لیجائیگی لہذا خریدار۔

المشتہر منیجر رسالہ العصر نول کشور پریس، لکھنؤ

انقلاب یورپ

یورپ کے جدید سیاسیات پر ایک حیرت خیز فرانسیسی ناول کا ترجمہ ہی جس کا ایک ایک ورق ایک ایک سطر ایک ایک لفظ پڑھنے والے کو دریائے فکر و تحیر مین ڈال دیتا ہی۔ اس کے مترجم بابو روشن لال صاحب ہین۔ یہ ناول سنہ ۲۰ ۲۵ بڑے صفحون پر رسالہ ترجمان لاہور مین شائع ہو رہا ہے جس مین اس کے علاوہ ملک کے بہترین انشا پردازون کے مضامین بھی نکلتے ہین ناول کے بہت کم ابتدائی پرچے باقی ہین انہین بہت جلد سالانہ ۔ سے مین طلب کیجیے ورنہ شاید پھر کبھی آپ اس ناول کو مکمل نہ دیکھ سکین نمونہ کے لیے ۵ر کے ٹکٹ آنا ضروری ہین۔

المشتہر

لال برادرس نمبر ۷ پارسنز روڈ، نولکھا، لاہور

منروا پبلشنگ کمپنی - لکھنؤ

اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی اُردو، انگریزی، فارسی، عربی، ناگری کتب کے انطباع کا انتظام ہو سکتا ہے۔ کام وعدے پر دیا جاتا ہے۔ نرخ نہایت واجبی۔ تجربہ شرط ہے۔

عند الطلب تخمینہ ارسال کیا جائے گا۔

نیز ہر علم و فن کی کتب بھی دستیاب ہو سکتی ہین۔

ظل السلطان

اگر آپ بہترین خیالات و مضامین کا آئینہ دیکھنا چاہتے ہیں تو ظل السلطان ملاحظہ فرمائیے جو ماہانہ بھوپال سے شائع ہوتا ہے صرف تین روپیہ سالانہ قیمت ہے اسمیں زنانہ دلچسپیوں اور اصلاح تمدن و معاشرت و تعلیم نسوان کے متعلق اعلیٰ مضامین شائع ہوتے ہیں و چار سال کے عرصہ میں جسقدر زنانہ تعلیم کا مواد اس رسالہ نے فراہم کیا ہے اردو میں اسکی نظیر نہیں۔ نمونہ کا پرچہ چار آنہ میں ملسکتا ہے مضمون نگاروں کو معاوضہ اور انعام بھی دیا جاتا ہے اسکے ذخیرہ میں عالی مرتبت خواتین کی نہایت قابل قدر تصانیف موجود ہیں خصوصاً علیا حضرت فرمانروائے بھوپال اور بیگم صاحبہ جنجیرہ کی تصانیف بھی ملتی ہیں۔ ذیل میں کچھ کتابیں لکھی جاتی ہیں اگر آپ کا کتبخانہ ان گران بہا تصانیف سے خالی ہے تو آج ہی ان کی طلبی کا خط لکھدیجئے مفصل فہرست ۔ کے ٹکٹ پر بھیجی جاتی ہے۔

حضور سرکار عالیہ فرمانروائے بھوپال کی تصانیف

بچون کی پرورش۔ بچون کے متعلق اصول حفظان صحت کی تقسیت اور خطرات کی اطلاع - - - - - عمہ ۲ آنہ

تربیت الاطفال۔ بچون میں شائستگی تہذیب اخلاق اور دیگر صفات حسنہ پیدا کرنے کیلیے نہایت مفید ہے - - ۸ ر

ہدایات تیمار داری۔ بچون کی تیمارداری کے صحیح طریقون پر واقف کرنے کیلیے یہ کتاب مفید ہے - - - - ۱۲ ر

بدر تمدن الزوجین۔ خانہ داری کا پہلا حصہ جسمین شوہر و زوجہ کے شرعی اور قانونی حقوق و اختیارات بتلائے گئے ہیں ۸ ر

حفظ صحت۔ خانہ داری کا دوسرا حصہ یعنی روزمرہ کے وہ تمام اصول جو تندرستی و صحت جسمانی قائم رکھنے کیلیے ضروری ہیں ۱۲ ر

معیشت۔ خانہ داری کے تیسرے حصہ کا جزو اول جسمین انتظام خانہ داری وغیرہ نہایت تفصیل سے لکھا گیا ہے - - عمہ ۱۲

معاشرت۔ خانہ داری کے تیسرے حصہ کا جزو ثانی جسمین بچون کی تعلیم۔ آداب ملاقات اور اُنکے متعلق مفید ہدایات عمہ ۱۲

سبیل الجنان۔ ایمان، اسلام اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ پر حضور عالیہ کی نہایت عالمانہ تقریرین - - - - عہ ۱۲

دیگر عالی مرتبت خواتین کی تصانیف

سیاحت سلطانی۔ ہرہائینس فرمانروائے بھوپال کے حالات سفر یورپ - - - - - - - عمہ ۲ آنہ

سیر یورپ۔ ہرہائینس بیگم صاحبہ جنجیرہ کے سفر یورپ کا روزنامچہ قسم اعلیٰ و قسم معمولی - - - - سے و عہ ۸ ر

تہذیب النسوان۔ امور تدبیر منزل کیساتھ ساتھ مذہبی احکام نہایت تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں - عہ ۶ ر

اعانۃ الاسلام۔ مولانا شبلی مرحوم کی کتاب بدر الاسلام کا ترجمہ جسمین حضرت صلعم کے حالات درج ہیں ۸ ر

خوان دعوت۔ مختلف کھانون کی ترکیبین ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں - - - - - - - عمہ ۲

سلطنت۔ ہرہائینس جنجیرہ۔ نفیس کتاب میں بعض ہندوستانی بیگمون کی غیر منتظم چال ڈھال کا خاکہ کھینچکر دکھایا ہے - ۳ ر

فن سوزنی۔ یہ کتاب سوزنی کے اونی ریشمی اور سوتی کامون کے سکھانے کیلیے بہترین استاد ہے - - - - - ۶ ر

تعلیم عمل خانداری۔ اسکے چار حصے ہیں جن قصے کہانیون کے پیرایہ میں خانداری کے اصول بتائے گئے ہیں ۱۲ ر

ازواج الانبیا۔ حضرت حوا علیہا السلام سے حضرت خدیجہ الکبریٰ بی بی تک کے حالات زندگی - - - - - - عمہ ۲

رموز فطرت۔ علم طبیعیات، طبقات الارض، ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے مبادیات عام فہم و سلیس عبارت میں - - - عمہ ۸ ر

انسان۔ علم خواص الاعضا کے مبادیات نہایت سلیس اور عام فہم زبان میں لکھے ہیں - - - - ۸ ر

کتابون کے ملنے کا پتہ۔ آنریری منیجر ظل السلطان۔ ریاست بھوپال

مورخ

اعلیٰ لٹریچر اور خالص تاریخ کا ایک ماہانہ رسالہ جسمین مختلف مضامین نہیں مکمل تاریخین سلسلہ وار شائع ہوتی ہیں اور جسکا انتظام کر دیا گیا ہے کہ چند روز میں اردو زبان میں تمام قومون و ملکون کی مبسوط اور ضخیم اور مفصل و صحیح تاریخین پہلے مرتبہ شائع ہون۔ اس سلسلہ میں تاریخین شائع ہوئی ہیں (۱) مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر کی "تاریخ ارض مقدس" جو سلسلہ بنی اسرائیل و بنی اسمٰعیل کی تاریخ ہے۔ اسمین یہود و نصاریٰ اور مسلمانون کے حالات کے ضمن میں سیریا و بابل والون مصریون ایرانیون۔ یونانیون رومیون وغیرہ بہت سی قومون کے حالات آگئے ہیں۔ اسمین عرب کی پوری تاریخ ہے اور آخر میں صلیبی لڑائیون اور ترکون کے حالات بھی آجائینگے۔ (۲) کاؤنٹ سی کی "دولت ہسپانیہ عرب" کا ترجمہ یہ تاریخ تین ضخیم جلدون میں پوری ہوئی ہے۔ انگریزی میں مسلمانون اور عربون کے مذاق کی اگر کوئی کتاب ہے تو یہی ہے۔ یہ ہسپانیہ کے عرب مصنفین کے اعلیٰ ماخذون سے لی گئی۔

مورخ میں ماہانہ پانچ جزو شائع ہوتے ہیں۔ تاریخ ارض مقدس کے تین جزو اور دولت ہسپانیہ عرب کے دو جزو۔ چندہ سالانہ پانچ روپیہ رکھا گیا ہے اور محصولڈاک ۶ ر جلد ۵ ر سالانہ میں مورخ جاری کر دیا جاتا ہے لیکن جو صاحب یکمشت سالانہ چندہ ادا کرنا چاہیں اُن کی خدمت میں ہر مہینہ کا پرچہ شائع ہوتے ہی مع محصولڈاک اور فیس منی آرڈر ۹ ر پر وی پی بھیجا جاتا ہے۔ نمونہ کے پرچہ کی قیمت ۸ ر ہے اور ۱۰ ر پر وی پی روانہ ہو سکتا ہے۔

المشتہر محمد صدیق حسن سب اڈیٹر دلگداز و اڈیٹر مورخ

کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

خوبصورت اور شاندار بال



کیا آپ کو آئینہ میں اپنے سیاہ دراز نرم چمکدار اور گھونگر والے بالوں کا وہی دلفریب عکس نظر آتا ہے یا اس میں کچھ کمی دکھلائی دیتی ہے۔ بال کم ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں یا سر میں کچھ خشکی وغیرہ محسوس ہوتی ہے۔ ان شکایات کو دور کرنے اور بالوں کی اصلی زینت قائم رکھنے کے لیے آپ دنیا کا مشہور معطر تیل

کامی نیا آئیل (رجسٹرڈ)

استعمال کیجیے جو جیسا کہ مستورات کے لیے بیش قیمت ہے ویسا ہی طالب علم اور دماغی کام کرنے والوں کے لیے مفید ہے دماغ کی گرمی دور ہوکر دماغ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ نہایت نفیس اشیا سے تیار کیا گیا ہے جس کے انعام میں میسور کی نمائش گاہ سے طلائی تمغہ عطا ہوا ہے اور بوجہ خوبی تمام ملک میں بکثرت مطلوب ہے۔ بہت سے لوگ نقلی تیل بناکر فروخت کرتے ہیں جو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاتا ہے: ایسی چیز سے پرہیز کیجیے اور ہمیشہ کامی نیا آئیل منگوا کر استعمال کیجیے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ کامی نیا آئیل استعمال کرنے والے کیا فرماتے ہیں

نقل سرٹیفیکیٹ۔ سی۔ یو۔ آر۔ کاروبلو سب اسسٹنٹ سرجن جزیرۂ بیرم تحریر فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں میں نے کامی نیا آئیل کو سر کی گرمی اور خشکی جلد دور کرنے میں بہت عمدہ اور قابل اطمینان پایا ہے۔ اس کو میں نے اپنے بہت مریضوں سے استعمال کرنے کو کہا ہے۔ براہ مہربانی اور چھ عدد بوتل کامی نیا آئیل بھیج کر مشکور فرمائیے۔

قیمت حسب ذیل ہے:-

فی بوتل عہ محصول ڈاک ۴ر تین بوتل ع۱۲ محصول ڈاک ۷ر نمونہ کی شیشی آدھ آنہ کا ٹکٹ وصول ہونے پر مفت روانہ کی جاتی ہے۔

نوٹ۔ خریدتے وقت لفظ "کامی نیا آئیل رجسٹرڈ" بغور ملاحظہ فرمائیے۔

المشتہر

دی اینگلو انڈین ڈرگ اینڈ کیمیکل کمپنی نمبر ۱۵۵ جامع مسجد مارکیٹ بمبئی

منشی پیارے لال صاحب ٹھاکر (میرٹھی) مالک و ایڈیٹر کے لیے بابو منوہر لال صاحب بھارگو بی اے نے نولکشور پریس لکھنؤ میں چھاپ کر شائع کیا

ادبی اردو کا ماہوار رسالہ

آئینہ

اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء

جلد ۷ نمبر ۱۰

مرتبہ

پیارے لال شاکر (میرٹھی)

قیمت سالانہ للعہ مع محصول

قیمت فی پرچہ ۱۰ء

محمڈن یونین ایجنسی لکھنؤ

حضرات! یہ ایجنسی محض آپکی سہولت و آسانی کے لیے قائم کی گئی ہے جو آپکی ضرورت کی جملہ چیزین نہایت ہی قلیل منافع پر مہیا کرتی ہے۔

یہ ایجنسی عام طور پر ہر ایک فرمایش کی باحسن وجوہ تعمیل کرتی ہے۔ خاص کر — ہر علم و فن کی انگریزی - اردو - عربی - فارسی - ناگری کتابین - قلم - پنسل - فونٹن پن - لٹرپیپر - لفافے - قلمدان لکھنے پڑھنے کا جملہ سامان - لکھنؤ کی چکن - کامدانی - ٹوپیان - دوپٹے - ساریان - رومال - کرتے صبایین - زیورات نقرئی و طلائی - سادہ کاری انگوٹھیان - ناک مین پہننے کی کیلین - سیس پھول صوتی فردین - لحاف - پلنگ پوش - میز پوش - لکھنؤ کے بنے ہوے زنانہ و مردانہ کامدار جوتے سادہ و مخملی و کامدار زیرپائی - سلیپر - بینگ کی کھنگیان - چکنی ڈلی - الایچی - مستی کی الائچیان تنباکو خوردنی - زردہ - قوام - گولیان - کتھا خوشبودار گوٹہ پٹھا پچکا بیل - بنت - گوکھرو چٹکی - توئی - کرن - سنہری کامدہ بیل و گنگا جمنی - زردوزی ٹوپیان - لکھنؤ کے بنے ہوے تانبے پیتل کے برتن - لوٹا - پاندان - خاصدان - خشبندان - اگالدان وغیرہ وغیرہ -

موزہ - بنیائن - رومال - تولیہ - کالر - نکٹائی - مختلف قسم و قیمت کی فیلٹ و ترکی ٹوپیان - روغن خوشبودار - وعطریات ہر قسم - ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائین - شربت - معجون - جوارش - زعفران مشک عنبر - موتی وغیرہ - اچار - چٹنی - مربے - نیز دیگر اشیائے ساخت لکھنؤ - فرمائش آنے پر بکفایت وعمدگی روانہ کیجاتی ہین -

آپکو ان چیزون کی اکثر ضرورت پڑتی ہوگی اور مختلف ذرایع سے منگاتے ہونگے - ہماری درخواست ہے کہ ایک مرتبہ ہمین بھی فرمایش دیکر ہماری خوش معاملگی کا امتحان کیجیے - ہمارا دعوے ہے کہ صرف ایکمرتبہ ہمین فرمایش دینے سے ہماری خوش معاملگی ہمیشہ کے لیے آپکو ہمارا خریدار بنا دیگی -

فرمائشات کی تعمیل نقد قیمت آنے پر یا ویلوپی ایبل پارسل کے ذریعہ سے ہوگی - ویلوپی ایبل منگانے کی حالت مین بقدر محصول پیشگی رقم آنا ضروری ہے -

فصلی چیزین

آم - خربوزہ - ترکاریان - سیوفیان - سیتے وغیرہ کی روانگی کا بھی ہمارے یہان خاص انتظام ہے - لیکن ایسی چیزون کے لیے پوری قیمت پیشگی آنا ضروری ہے -

جملہ فرمائشات مندرجہ ذیل پتہ سے آنا چاہیین

منیجر محمڈن یونین ایجنسی - محلہ لاٹ کلن لکھنؤ

मुहम्डन यूनियन एजन्सी लखनऊ।

दरअसल यह एजन्सी महज़ आपकी सहूलियत व आसानी के लिए क़ायम की गई है जो आपकी ज़रूरत की जुम्ला चीज़ें निहायती क़लील मुनाफ़ा पर इकट्ठा करती है—यह एजन्सी आमतौर पर हर एक फ़र्मायश की बिल्कुल ठीक ठीक तामील करती है ख़ासतौर पर हर इल्म व फ़न की अंगरेज़ी, उर्दू, अरबी, फ़ारसी, नागरी किताबें क़लम पेन्सल फ़ाउन्टेन क़लम ख़त लिखने के काग़ज़ लिफ़ाफ़े क़लमदान और लिखने पढ़ने के सब सामान लखनऊ की चिकन कामदानी की टोपियां, दुपट्टे, सारियां, रूमाल, कुरते, चादरें, गहने चांदी व सोने व सादा कारी अंगूठी नाक की कीलें शीशफ़ूल लखनऊ की फरदें, लिहाफ़, तोशक व लखनऊ के बने हुए औरतों के कामदार जूते सादाकार मख़मली व कामदार स्लीपर ज़नाना व मरदाना कंघियां चिकनी डली व इलायची मिस्सी की इलायची खाने की तम्बाकू गोलियां व कत्था खुशबूदार गोटा, पट्ठा, लचका बेल, बनत, गोखुरू, चुटकी, लोई किरन सुनहरी रुपहली गंगाजमुनी व ज़रदोज़ी की टोपियां लखनऊ के बने हुए तांबे, पीतल के बरतन लोटा, पानदान, खासदान, हसनदान, वग़ैरह, मोज़ा बनियायन रूमाल तौलियां बहुत से क़िस्म व क़ीमत की फ़िल्ट व तुरकी टोपियां तेल खुशबूदार व इतर अनेक प्रकार की अलग २ मिली हुई दवाई शरबत माजून—मुश्क अम्बर मोती वग़ैरह—अचार चटनी मुरब्बा और अनेक प्रकार की चीज़ें लखनऊ की बनी हुई फ़र्मायश आने पर किफ़ायत के साथ बहुत अच्छी तरह से भेजी जाती हैं आपको इन चीज़ों की अक्सर ज़रूरत पड़ती होगी और इधर उधर से मँगाना पड़ता होगा हमारी प्रार्थना है कि एक मर्तबा हमारे यहां से फ़र्मायश देकर हमारा इम्तिहान कीजिये हमारा दावा है कि सिर्फ़ एक मर्तबा की हमारी खुशमामलगी हमेशा के वास्ते आपको प्यारा ख़रीदार बनावेगी—

फ़र्मायश की तामील नक़द क़ीमत आनेपर या वी. पी. या पार्सल के ज़रिये से हो सकती है वी. पी. के मँगाने की हालत में बक़दर महसूल पेशगी रुपया आना ज़रूरी है—

ऋतु की चीज़ें।

आम खर्बूज़ा तरकारियां सेवियां लच्छे वग़ैरह के भेजने का भी हमने ख़ास बन्दोबस्त किया है लेकिन ऐसी चीज़ों के लिये पूरी क़ीमत पेशगी आना ज़रूरी है—

जुम्ला ख़त किताबत नीचे लिखे पते से होना चाहिये—

मैनेजर मुहम्डन यूनियन एजन्सी—

मु० शाह कबान लखनऊ—

العصر

اکتوبر ۱۹۱۷ء

جلد ۷ — نمبر ۴

فہرست مضامین

العصر کے لیئے ڈھائی سو جدید خریدارون کی ضرورت ہی جن سے للعہ کے بجاے صرف ہے سالانہ قیمت لیجائیگی یہ ایک غیر معمولی رعایت ہی طلباء اور کم استطاعت حضرات کو اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیئے مطلوبہ تعداد پوری ہونیکے بعد کسی رعایت سے سالانہ نہ مل سکے گا جلدی کیجیئے ورنہ ممکن ہو کہ یہ زرین موقع ہاتھ سے نکل جائے؟

قواعد وضوابط

۱) رسالہ العصر ہر ماہ کے آخر مین نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔ (۲) اس سالہ کی سالانہ قیمت للعہ مع محصول ہے ورممالک غیر سے ۵ مع محصول ہے اس مین کمی ناممکن ہے (۳) نمونہ کے لیے ۱۰ آنا چاہیے مفت نہین بھیجا جائیگا (۴) خریداری کیلیے پیشگی قیمت آنا ضروری ہے ۔ بعد کا حساب نہین (۵) خط وکتابت مین نمبر خریداری کا حوالہ دینا چاہیئے (۶) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے (۷) ترسیل زر وخدمت خریداری ورسالہ انتظامی امور کے متعلق خط وکتابت بنام مہتمم رسالہ العصر نولکشور پریس لکھنؤ ہونا چاہیئے (۸) مضامین بغرض اندراج رسالہ ریویو کیلیے کتابین تبادلہ کے لیے اخبارات ورسائل بنام منشی پیارے لال صاحب شاکر مالک و ایڈیٹر رسالہ العصر لکھنؤ ارسال کیے جائین (۹) العصر مین مذہبی مباحث اور موجودہ پالیٹکس پر کوئی مضمون نہ چھاپا جائے گا، ناتمام مضامین بھی نہ لیے جائین گے (۱۰) اعلی علمی و ادبی مضامین کے لیے نقد معاوضہ بھی نذر کیا جائے گا مگر اس مین انتخیل مضامین کی تخصیص ہے۔

فرحتکدہ آفاق ترجمہ عشرتکدہ آفاق

یہ کتاب راجہ راجایان مہاراجہ چندو لال بہادر شادان مغفور وزیر اعظم دولت آصفیہ کی تصنیف کا نمونہ ہے جس کو راجہ رامیشور راؤ بہادر اصغر نے فارسی زبان سے نہایت قابلیت کیساتھ سلیس اور عام فہم اردو مین ترجمہ کیا ہے۔ اس کتاب مین دلچسپ اور سبق آموز حکایات اور نادر نکات کے تذکرے درج ہین، جو قابل دید ہین۔

حجم ۲۰۰ صفحات قیمت فی جلد آٹھ آنے مجلد بارہ آنے۔

محصول ڈاک وغیرہ ذمہ خریدار ہوگا

المشتہر منیجر نولکشور پبلشنگ کمپنی ہنروا پریس، لکھنؤ (اودھ)

بعض معاونین العصر کی خدمت مین ایک عریضہ ارسال کیا گیا ہے۔ یقین ہے کہ جملہ حضرات توجہ فرماکر مجھے شکریہ کا موقع عنایت فرمائینگے (شاکر)

زبان اُردو کا نادر نایاب ذخیرۂ کتب

علوم طبعیہ کی تاریخ - علوم طبعیہ کی اُن تمام دریافتون اور ایجادون کی تشریح یا جو ساتوین صدی قبل مسیح سے بیلانیسوین صدی تک وقتاً فوقتاً عمل مین آتی رہی ہین - مسائل کی تحقیقات کے علاوہ یہ بھی بتایا گیا ہو کہ قدیم وجدید علما نے اپنی علمی دریافتون اور ایجادون مین کیا کیا حصّہ لیا - نہایت مفید و ضخیم کتاب ہو - مضامین کی وضاحت کے لیے صدہا تصویرین دی گئی ہین - قیمت ہر دو جلد عہ۱۲ر مجلد عہ۱۲ر

عجیب غریب صدی - دی ونڈرفل سنچری ریڈرز مصنفہ الفریڈ رسل دانس کا اُردو ترجمہ اِس کتاب کو عجائبات روزگار کا میوزیم (عجائب گھر) کہنا چاہیے - اِس مین وہ تمام باتین بڑی خوبی سے بیان کی گئی ہین جو انیسوین صدی مین حکمت نے ایجاد یا تحقیق سے ظاہر کی ہین حرارت، روشنی اور برق نے جو عجیب کام بری اور بحری دُنیا مین کیے ہین وہ عالمانہ طور پر اس کتاب مین مندرج ہین - علاوہ ازین آتش فشان پہاڑون اجرام فلکی علم الارض اور مسئلہ ارتقا کے متعلق بھی کافی معلومات بہم پہنچائی گئی ہین حجم ۲... صفحات قیمت ۹ر مجلد ۱۲ر

سورج چاند ستارے - اجرام فلکی کے متعلق ایک نہایت دلچسپ و مفید کتاب ہو جس مین چاند سورج، ستارون، سیارون، دمدار تارون، ٹوٹنے والے تارون کی زمین سے دوری اُن کی وسعت، جسامت، طبعی تعلقات گردش کیفیت، اثرات، روشنی حرارت، برودت وغیرہ معمولی کیفیات تحریر کرنے کے علاوہ بعض ایسی باتین بیان کی گئی ہین جو بالکل نئی معلوم ہوتی ہین زمین پر رہ کر آسمان کی سیر کرنا منظور ہو تو اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرمائین حجم ۲... صفحات قیمت صرف ۸ر مجلد ۱۲ر

حیاتِ شمع جس مین شمع کی لو، روشنی، شمع کے لیے ہوا کی ضرورت، شمع کے جلنے سے کون کون اشیا پیدا ہوتی ہین شمع کے جلنے اور عمل تنفس کی مشابہت، کوئلہ کی گیس کاربونک ایسڈ، ہیڈروجن، نائٹروجن، آکسیجن وغیرہ کے افعال و خواص اور وزن وماہیت وغیرہ کے حالات درج ہین قیمت ۶ر

پھولون کی کہانی جس مین پھول کے اعضا، افعال و خواص، ان کے اصطلاحی نام درجہ بندی تولید، شادی بیاہ کرنے کھانے پینے رہنے سہنے وغیرہ کے مفصل اور باتصویر حالات درج ہین - قیمت ۸ر

مشرق کی نابود شدہ تہذیب - کتاب کیا ہی ایک عبرت کا دفتر یا یون کہو کہ مشرق کی نابود شدہ تہذیب کا ہو بہو مرقع جس مین یہان کی نہایت قدیم قومون کے عروج و زوال کی تصویر صاف صاف نظر آتی ہی نہایت قدیم اقوام مثلاً فنیکی، اختی، بابلی، خالدی، اسوری، عرب، ایرانی، مصری، یہودی وغیرہ کے وہ تمام عجیب اور تاریخی حالات قلمبند کیے گئے ہین جو تہذیب و شائستگی کا سلسلہ معیار سمجھے جاتے ہین - قیمت ۶ر

اصول پالٹیکس - تعریف نام سے ظاہر ہی جو لوگ پالٹیکس سے زیادہ دلچسپی رکھتے ہین مناسب ہی کہ وہ اس کتاب کو زیر مطالعہ رکھین قیمت صرف ۱۱ر مجلد عہ۱ر

فلسفۂ الوہیت - یعنی سری بھاگوت گیتا مع ترجمہ و تشریح، مؤلفہ رائے بہادر پنڈت جانکی ناتھ صاحب مدن دہلوی حجم ۴... صفحات - لکھائی چھپائی عمدہ اور کاغذ بیز توضیح مطالب کے لیے متعدد رنگین نقشے بھی شامل کیے گئے ہین - طبع چہارم - مجلد قیمت عہ۱۲ر

اپنشدون کی تعلیم - اس کتاب مین اپنشدون کا مذہب یعنی خدا، انسان دُنیا کی پیدائش، قائمی اور انتہا انسان کی موجودہ اور آئندہ حالت اور بندھ اور موکش کا بیان ہی - قیمت عہ۱۲ر مجلد عہ۱۲ر

ویدون کی تعلیم - انگریزی کی مشہور و معروف کتاب ٹیچنگ آف دی ویداز کا ترجمہ میکس ملر کی تصنیف - قیمت مجلد ۱۲ر

خدا کی ہستی - انگلستان اور امریکہ کے مشہور علمائے علم الٰہی کی نادر اور مستند تصنیفات کا انتخاب - عبارت نہایت سلیس اور عام فہم قیمت مجلد ۱۲ر

حدیقۃ الاخلاق - دی کانڈکٹ آف ہیومن لائف کا اُردو ترجمہ اِس کتاب کی نصائح موتیون مین تولنے کے قابل ہین - تقریباً تمام مہذب زبانون مین اس کا ترجمہ ہوچکا ہی - ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم ہی - نوعمر لڑکون اور لڑکیون کے لیے ایک اچھا انعام ہی قیمت ۱۲ر مجلد عہ۱ر

منروا پبلشنگ کمپنی، منروا پریس لکھنؤ (۱۹۲۶)

ہوائی کرہ کے عجائبات۔ اس کتاب مین ہوا کی وہ پُر راز باتین نہایت دلچسپی کے ساتھ بیان کی گئی ہین جنکا جاننا نہایت ضروری ہی۔ قیمت ۲ر

تاریخ مذہب۔ اس مین مذہب کی ابتدا و ترقی کا حال اور نیز بڑے بڑے مذاہب مثلاً بابلی اور اسوریہ مصر و چین اور دیگر ممالک و اقوام کے مذاہب کی مختصر تاریخ درج ہی۔ قیمت ۸ر مجلد ۱۰ر

قدما کی حکمت۔ لارڈ بیکن کی مشہور و معروف کتاب "وزڈم آف دی اینشینٹس" کا ترجمہ نہایت دلچسپ و قابل مطالعہ ہی۔ قیمت ۶ر

مشاہیر عالم۔ دنیا مین جو مشہور اشخاص گذرے ہین اس کتاب مین انھین کا تذکرہ درج ہی۔ یہ مجموعہ بہت ہی مفید اور تعلیم بخش ہی۔ اس کے مطالعہ سے نوجوانون مین ہمت اور رفاہ عام کے کامون کی تحریک اور شوق پیدا ہوگی قیمت ۸ر

طالبان حق۔ اس کتاب مین روم کے تین مشہور و معروف فلاسفرون جیسے (۱) سینکا (۲) ایکٹیٹس اور (۳) مارکس اوریلیس کے حالات زندگی اور نصیحت آمیز اقوال درج ہین نہایت دلچسپ و سبق آموز کتاب ہی قیمت مجلد ۱۴ر

جان ہیلیفکس جنٹلمین۔ اس کتاب مین ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہین کہ کیونکر وہ ادنیٰ حالت سے محض اپنی ہمت و جوانمردی کے باعث ترقی کرکے دولتمند ہوگیا۔ نوجوانون کے لیے نہایت مفید ہے۔ قیمت ہر دو جلد ۸ عہ۔ مجلد عہ

مصر کی کایا پلٹ۔ سر آکلنڈ کالون کی مشہور کتاب میکنگ آف ماڈرن ایجپٹ کا ترجمہ۔ مصری معاملات کی نسبت اس سے بہتر اور جامع کتاب ملنا دشوار ہی۔ حجم ۴۲۲ صفحہ۔ قیمت مجلد ۳عہ

عطر سخن یا جذبات مسلم۔ دور جدید کے مشہور شعرا یعنی مولانا حالی۔ ڈاکٹر اقبال، مولانا شبلی، مولوی ظفر علی خان وغیرہ کی قومی اور مذہبی نظمون کا نہایت دلکش و دلپسند مجموعہ جس کا ہر مسلمان کے کتب خانہ مین رہنا ضروری ہی۔ اگر یہ نظمین بچون کو حفظ کرادی جائین تو اُن کے دلون مین قومیت کے جذبات خوب راسخ ہوجائین گے قیمت ۴عہ

اکسیر سخن۔ مہاکوی کالیداس کی موسمی نظمون (رتوسنگار) کا اُردو ترجمہ نظم کتاب کے شروع مین ملک کے مشہور فسانہ نویس بابو پریم چند صاحب نے ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہی جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی۔ مہاراجہ کرشن پرشاد بہادر بالقابہم کے نام نامی پر یہ کتاب معنون کی گئی ہی اور آپ کی تصویر بھی شامل ہی۔ نیز ان نظمون کے مترجم منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی کی تصویر بھی کتاب کے شروع مین لگائی گئی ہی۔ یہ کتاب اس قابل ہی کہ ہاتھون ہاتھ خریدی جائے۔ بہت کم نسخے اب باقی ہین۔ قیمت ۶ر

قاسم و زہرہ۔ منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی اس منظوم ڈرامے کے مصنف ہین۔ شروع سے آخر تک بانکپن، خیالات پاکیزہ، طرز ادا نہایت دلآویز، شوخی اور بانکپن کوٹ کوٹ کے بھردیا ہی۔ فقرے چست، لطیفے برجستہ باینہمہ دلکشی حکیمانہ مذاق سے خالی نہین۔ معاشرت کے سین مطابق فطرت دکھلائے ہین نیچرل کیفیات و جذبات مین سرا پا ڈوبا ہوا ہی۔ قیمت ۸ر

دیوان غالب اُردو۔ اُردو دیوان غالب کا یہ خاص ایڈیشن نہایت اہتمام سے چھاپا گیا ہی۔ شروع مین ایک پُر لطف دیباچہ اور مرزا غالب کی مختصر سوانح عمری درج ہی نیز مرزا غالب کی عکسی تصویر بھی شامل ہی۔ کلام غالب کے دلدادگان اس نسخہ کو ضرور منگائین۔ قیمت عہ مجلد ۶عہ

شرح دیوان غالب۔ مع مقدمہ مشتمل بر حالات و تنقید کلام غالب از سید فضل الحسن صاحب حسرت (موہانی) بی اے۔ قیمت عہ

برکات سلطانی یعنی علیا حضرت جناب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج ہند جی سی ایس آئی جی سی آئی ای فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا کے مختصر حالات مع تذکرہ تصانیف۔ شروع مین سرکار عالیہ کی عکسی تصویر بھی چسپان کی گئی ہے۔ لڑکیون اور مستورات کے پڑھنے کے قابل ہی۔ قیمت ۶ر

کلام محروم یعنی منشی تلوک چند صاحب محروم کی اخلاقی، ادبی، اور نیچرل نظمون کا قابل قدر مجموعہ۔ شاعرانہ تخیل کی رنگینی، انداز بیان کی شیرینی، مظاہر قدرت اور واقعات عالم مین نگاہ، نتائج جبکی باریک بینی ہرجگہ قابل داد و تحسین ہی۔ پنجاب گورنمنٹ نے اس کتاب کی اشاعت پر دو سو روپے انعام مصنف کو عطا فرمایا ہی اور پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے دو سو نسخے خرید فرمائے ہین۔ آپ بھی ایک نسخہ منگا کر ملاحظہ فرمائین قیمت ۱۲ر مجلد عہ

کفایت شعاری۔ ڈاکٹر اسمائلز کی پاکیزہ اور قیمتی تصنیف "تھرفٹ" کا سلیس اردو ترجمہ جسمین کفایت شعاری کے اصول کو نہایت دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا گیا ہی اور محققانہ بحث کی گئی ہی لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ اور دیدہ زیب۔ آپ کے کتب خانہ مین اگر اس کتاب کی کمی ہو تو فوراً طلب فرمائیے۔ قیمت ۸ر

العصر

ہند مین قومیت

ہندوستان مین قومیت کا خیال ایک ایسا معمہ ہی جس سے ہر محب ملک ہندوستانی کو آجکل نہایت گہری دلچسپی ہی۔ راقم نے کسی قدر جانفشانی کے ساتھ اہل ہند کی موجودہ قومی بے چینی کا مطلب سمجھنے کی کوشش کی اور اُس کے متعلق دو باتین سمجھ مین آئین اول یہ کہ باوجود قومی اُمنگون کے اپنے اصلی مقصود کی کوئی صاف اور واضح تصویر اہل ہند کے پیش نظر نہین ہی۔ دوسرے یہ کہ اکثر اہل ہند کے دلون مین اِس تحریک کی نسبت انگریزون کی نیت پر سو سو طرح کی بدگمانیان ہین۔ اِس مضمون کا مقصد یہ ہی کہ وہ اپنے ناظرین سے اِس نئی تحریک کا منشا بیان کرے جس سے اُس کی حقیقت سب پر بخوبی آشکارا ہو جائے اور اس امر کی بھی کافی تشخیص ہو جائے کہ اس تحریک مین طرفین سے ہر ایک کو کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ اِس تحریک کی حقیقت کے اظہار سے یہ بات بھی کھل جائے گی کہ اُس کی نسبت انگریزون کا کیا خیال ہی اور وہ کس قدر وقعت کا مستحق ہی۔

ہر شخص جانتا ہی کہ کچھ عرصہ سے ہندوستان کے تعلیم یافتہ گروہ اپنے قدیمی رسوم و روایات کی بندشون سے جکڑے ہوے معاشرت کے دائرہ سے نکل کر اُس کو زیادہ وسیع کرنے کی دھن مین لگے ہوے ہین۔ آج ہندوستان مین جدھر دیکھو مذہبی اور سوشل اصلاحات کی غرض سے چارون طرف بیشمار انجمنین اور مجلسین پُرجوش اور سرگرم ہاتھون مین کام کرتی ہوئی نظر آتی ہین۔ ممکن نہین کہ آجکل ہندوستان کے کسی بڑے شہر مین کسی کا گذر ہو اور اِن تحریکات سے دلچسپی رکھنے والے لوگون سے اُسکی ملاقات نہ ہو اور جہان کوئی نہ کوئی مستعد جماعت اُن کے فائدے کے لیے جد و جہد نہ کرتی ہو۔ ابتک تو یہ تحریکین منفردہ اور غیر متفقہ تھین اور

تھوٹ کسی نہ کسی نامی گرامی لیڈر کے نام سے وابستہ سمجھی جاتی تھین، ان کے مقاصد اور نتائج بالکل مختلف اور جداگانہ ہوتے تھے لیکن اب ایک جدید امر دیکھنے مین آتا ہو کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگ حسب نسب ذات پات اور سوشیل وجاہت کا خیال سب کچھ چھوڑکر ایک مشترک مقصد کے لیے متفق ہوتے جاتے ہین اور سب کے سب ایک ہی قسم کے ولولون سے متاثر ہین ہندوستان کی طول طویل تاریخ مین غالبا یہ پہلا موقع ہو کہ سب تعلیم یافتہ اور غور و فکر کرنے والے لوگ سارے ہندوستان مین ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہی مقصد اور ایک ہی اُمنگ دل مین ٹھان کر ہم آہنگ ہو گئے ہین یہ جوش انھین جذبات سے ملتا جلتا ہوا ہی جن کو مغربی ممالک مین پیٹریاٹیزم یعنی حُب الوطنی سے تعبیر کیا جاتا ہی اور اُس کا مقصد اُس خواہش کو کہہ سکتے ہین جو اپنے ملک کی ترقی، بار حکومت اور انتظام کی ذمہ داری اختیار کرنے کے لیے ہوتی ہی - الفاظ سوادیشی و سوا راج کو آجکل نئے معنے پہنا دیے گئے ہین اور مندرجہ بالا قومی اُمنگ کے یہ نام قرار دے لیے گئے ہین - مگر ہنوز اُن الفاظ کے کوئی خاص معنے معین کرنا نہایت مشکل ہی - اِس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ نئے نئے یا الفاظ اپنے قدیم معنون مین استعمال نہین ہوتے - لفظ سوا راج کے اصلی معنی یا تو اپنے نفس پر قابو پانا ہی یا ایک بادشاہ کی غیر محدود شخصی حکومت مراد ہی - عام طور پر اِن دونون الفاظ نے مل کر کچھ کچھ وہ مفہوم پیدا کر لیا ہی جو مغرب مین لفظ نیشنلزم یعنی قومیت کا مانا جاتا ہی - اِس تحریک کا مطالعہ شروع کرنے کے وقت ہمارے لیے ضروری ہی کہ اُس کی واقعی وسعت کو صاف صاف پیش نظر رکھین - کیا اِس تحریک مین سب ہندوستان کے لوگ شریک ہین یا صرف چند گروہ؟ ہم کو فوراً تمیز ہو جاتی ہی کہ اِس تحریک کو عمومیت کا درجہ ہرگز حاصل نہین ہوا اِس کا اثر صرف تعلیم یافتہ اشخاص اور تاجرون کے طبقہ تک محدود ہی - دستکار اور زراعت پیشہ طبقے اِس سے بالکل الگ ہین - اور ہندوستان کی آبادی کا بہت بڑا حصہ زراعت پیشہ لوگ ہی ہین - سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق اُن ہندوستانیون کی مجموعی تعداد جو انگریزی لکھ پڑھ سکتے ہین دس لاکھ سے کم تھی - اِس جدید تحریک نے اُسی چھوٹے سے گروہ مین پیدا ہو کر نشو و نما پائی - جبکہ ہم یہ دیکھتے ہین کہ ہندوستان کی آبادی کا پورا بیسوان حصہ بھی بڑے شہرون مین آباد نہین ہی اور اِس ملک کی دو تہائی آبادی سے زیادہ زراعت اور اُسی کی مانند پیشون مین مشغول ہی تو ہم یہ امر تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہین کہ موجودہ قومی تحریک یہان کی آبادی کے ایک نہایت مختصر حصہ مین موجود ہی - لیکن اُس کے ساتھ ہی دوسرا پہلو پیش کیا جا سکتا ہی کہ یہ تحریک اِس وجہ سے ممتاز ہی کہ اُس مین ملک کے دانشمند صاحب اثر اور ترقی پذیر لوگون کا گروہ شامل ہی یعنی ہندوستان کے کروڑون کاہل وجودون کے مقابلہ مین یہ تحریک معدودے چند غور کرنے والے لوگون کی علامت ہی - اُس کا وجود شہرون اور قصبون سے وابستہ ہی ہندوستان کی کثیر التعداد دیہاتی آبادی سے اِس کا کچھ تعلق نہین اور سوا اُس جگہ کے جہان کے باشندون کی زندگی اور خیالات پر مغربی طرز حکومت تجارت اور شائستگی کا اثر پڑا ہی اور کسی جگہ اُس کا وجود نہین پایا جاتا - یہ سب کچھ سہی لیکن اگر ہم سچے اور قابل قدر نتائج پر پہونچنا چاہتے ہین تو اِس قومی تحریک کے مطالعہ کے وقت ہم کو اس کے موجودہ دائرہ کا محدود ہونا اور اُس کا ایک خاص گروہ سے متعلق ہونا ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے -

ایک اور امر بھی ہم کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے - وہ یہ ہے کہ

اہلِ ہند کے قدیم خیالات اور طرزِ معاشرت کو دیکھتے ہوے اِن مین قومی زندگی کا موجودہ ولولہ بالکل ایک نئی اُمنگ ہی اور ہندوستان کے سابقہ پولیٹیکل اور مذہبی تاریخ مین اِس نوع کے کسی آئڈیل یعنی مقصودِ حقیقی کا پتہ نہین چلتا۔

اس امر کی طرف پہلے ہی اشارہ لکھا گیا ہی کہ ایک تحریک کی تفصیل بیان کرنے کے لیے الفاظ سواراج اور سوادیشی کو بدیہ اور غیر معیّن معنے پہنائے گئے ہین۔ اصل بات یہ ہی کہ جس شئے نے آج اہلِ ہند مین قومی زندگی کی تحریک پیدا کر دی ہی وہ قومیت کا ایک آئڈیل ہی جس نے اہلِ مغرب کے میل جول سے ہند مین جنم لیا۔ یہ وہ خیال ہی جو یورپ کی قومی زندگی کی طول طویل تاریخ مین ہمیشہ نمایان رہا ہی اور اُس آئڈیل نے اُسی قوم مین نشو و نما پائی ہی باوجود اس کے بھی اعلیٰ درجہ کی ترقی پذیر یورپین قومون کو اُس آئڈیل تک پوری رسائی نہین ہوئی۔

ہم کو اپنے اس قول کی تائید مین تاریخ ہند کے لمبے چوڑے حوالون کی ضرورت پڑتی ہی مگر یہ احتمال ہی نہین ہی کہ کوئی اس قول کی صداقت پر معترض ہوگا۔ اس مضمون مین ہم ہند کے گذشتہ زمانہ کا نہایت ہی مختصر بیان کرین گے اور یہ مختصر بیان ہی ہماری تشفی کے لیے کافی ہوگا۔ جبکہ آرین نوآبادکارون نے ہندوستان پر ابتدا مین حملہ کیا تو رفتہ رفتہ قدیم باشندون کے سب گروہون اور حکومتون کو زیر کر لیا۔ حملہ آورون کے مقابلہ مین سب کا متفق ہو کر صف آرا نہونا اس بات کی دلیل ہی کہ اُن مین ہنوز شائستہ تمدن کی بنیاد بھی نہین پڑی تھی۔ خود آرین حملہ آور بھی ہمالیہ کے درّون سے متحد جماعت کی صورت مین داخل نہین ہوے بلکہ اُن آبادکارون کے علیحدہ علیحدہ گروہ ایک دوسرے کے بعد ہند مین آتے رہے۔ اگرچہ ان مختلف گروہون کی زبان ایک تھی، مذہب ایک تھا مگر کسی زمانہ مین بھی اُن مین پولیٹیکل اتحاد نہین ہوا۔ یہ نوآبادکارون کے گروہ رفتہ رفتہ قدیم باشندون سے گھل مل گئے اور اُن کو ایک رنگ پر لے آئے مگر ملک کی مختلف جماعتون مین یہ یک رنگی بحیثیت مذہبی اور علمی رہنماؤن کے اُنھون نے پیدا کی یہ اتحاد کوئی قومی اتحاد نہ تھا نہ ایسا اتحاد تھا جو ایک زبان ہونے کی وجہ سے ہوتا ہی۔ ہر شخص واقف ہی کہ آرییون کا یہ مذہبی اور علمی اتحاد رفتہ رفتہ مختلف وجوہ سے ٹوٹ گیا متضاد خیال فلسفیون کے جداگانہ طبقے بن گئے اور ذات نے مذہب کی رسومات سے سخت سخت قیدین قائم ہو کر ملک مین تفرقہ پڑ گیا لہٰذا قدیم مورّثون سے ہندوستان کو جو ترکہ پہنچا ہی اُس مین کوئی ایسی شئے نہین جس کو اہلِ ہند کی موجودہ قومی اُمنگون کی جڑ قرار دیا جا سکے۔ بلکہ خلافِ اُمید اس ترکہ مین بہت سے ایسے اسباب ہین جو اہلِ ہند کی قومی اُمیدون کے حق مین سدِّ راہ ہین۔

بڑی بڑی سلطنتین جو ہندوستان مین یکے بعد دیگرے قائم ہوئین اور قائم ہو کر نیست و نابود ہو گئین اُن کی بنا قومیت پر نہ تھی اُن مین سے کسی ایک سلطنت کی حکومت بھی پورے ہندوستان پر نہین ہوئی جو حکومت قائم ہوئی وہ تلوار کے ذریعہ سے ہوئی۔ اِن حکومتون کے استقلال کا دار و مدار رعایا کی محبت پر نہ تھا بلکہ تلوار کی دھار پر تھا اور اگر رعایا کو کبھی کچھ محبت بھی ہوئی تو وہ قوم کی محبت نہ تھی بلکہ کسی مردِ شجاع کی ذات سے مخصوص ہوتی تھی جو عموماً بادشاہ ہوتا تھا۔ اِسی طرح گذشتہ زمانہ مین ملک ہند مین قومیت کا نہین بلکہ مطلق العنان شخصی حکومت کا دور دورہ رہا ہی اب بھی اُس ملک کی رعایا کا بہت بڑا حصہ صرف غیر محدود شخصی سلطنت کی طرزِ حکومت ہی کو جانتا ہی اور ویسی ہی حکومت کی توقع رکھتا ہی۔ اِن واقعات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ ہندوستان مین قومیت کا خیال بالکل نیا ہی اور جو اُن مغربی تہذیب سے اہلِ ہند نے اور جہت سے سبق حاصل کیے ہین اُن مین سے

ایک یہ بھی ہے جب ہم اس امر کی تحقیق کرین گے کہ قومیت کے خیال کی حقیقت کیا ہے تو اس وقت یہ بات اور بھی واضح ہو جائے گی۔

اب سوال یہ ہے کہ حکومت کے اس خیال کی حقیقت کیا ہے جس نے آج کل تعلیم یافتہ اہلِ ہند کے دلون کو لبھا رکھا ہے اور یہ خیال پیدا کیونکر ہوا اور مغربی قومون مین اس خیال کی تکمیل کس حد تک ہوئی۔ ان سوالات کو ایسے طول طویل اور مشرح جواب کی ضرورت ہے جو اس مضمون کے احاطہ سے باہر ہے۔ ہم سردست مختصر طور پر کچھ بیان کیے دیتے ہین۔ مغرب مین وقتاً فوقتاً ہر قسم کی طرز حکومت کا تجربہ ہو چکا ہے۔ قدیم یونان کی تاریخ مین شہر ایتھنس کا قصبہ دیکھنے سے ہمین ایک جمہوری حکومت کی نظیر ملتی ہے جو ایک محدود رقبہ مین قائم تھی۔ دنیا بھر کی جمہوری سلطنتین اپنے پسندیدہ ترین اصولون کے بانے مین ایتھنس کے محبانِ ملک کی احسانمند ہین۔ اس کے برعکس لیسڈیمن کی تاریخ مین ہم کو حکومت امرا کا مفصل پتہ لگتا ہے۔ سلطنت روم کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہان حکومت امرا، حکومت جمہوری اور حکومت شخصی یکے بعد دیگرے وجود مین آئین اور نابود ہو گئین۔ ان قومون کی تاریخ خصوصاً روم کے حکمران امرا اور رعایا سے اُن کے شاہانہ تعلق کے تذکرے نہایت نصیحت آموز ہین۔ ہر ہندوستانی محبِ ملک کو آج ان گذشتہ واقعات سے بخوبی آگاہ ہونا چاہیے۔

معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ گذشتہ مین جمہوری طرز حکومت سلطنت کے اہم مسائل کی گتھیان سلجھانے مین ناکام رہی۔ استقلال اور پائداری کا عنصر اُس مین موجود نہ تھا۔ ممکن ہے کہ بعض اہلِ ہند اس امر کی تمنا کرین کہ ہمارے ملک مین امرا کی حکومت قائم ہو جائے یعنی وہ طبقہ حکمران ہو جو بلحاظ عالی نسب و اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ملک مین ممتاز ہو۔ مگر یونان و روم مین اس قسم کی طرز حکومت کا کافی تجربہ ہو چکا اور انجام ناکامی ہوئی۔

تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اس طرز حکومت کو عام رعایا کی ترقی و تہذیب ایک آنکھ نہین بھاتی۔ خاص طبقہ کی حکومت ہونے کی صورت مین وضع قوانین کے وقت اس طبقہ کے مفاد کا خیال فطرتاً غالب رہتا تھا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ حکمران طبقہ اور رعایا مین آئے دن جھگڑے اور فساد برپا رہتے تھے۔ ہندوستان مین سردارون کے طبقہ کی حکومت اُسی وقت تک کامیاب رہ سکتی تھی جب تک کہ یہان کی رعایا جہالت اور غلامی مین پڑا رہنا پسند کرتی تھی اور یہ بدیہی بات ہے کہ ایسی حکومت مین قومی جذبات لازمی طور پر دب جاتے ہین۔

ملک روم مین مطلق العنان شخصی حکومت کا تجربہ بھی ہو چکا ہے اور اس قسم کی حکومت کے نقائص کا نمونہ ہم کو سلطنت روس مین صاف نظر آتا ہے۔ مطلق العنان شخصی حکومت تو رعایا کی آزادی اور تہذیب ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہین کر سکتی۔ انگلستان مین شخصی سلطنت رفتہ رفتہ کانسٹی ٹیوشنل "یعنی قانونی حکومت" سے بدل گئی ہے جس مین قانون کا بنانا اور ٹیکس کا قائم کرنا خود رعایا کے ہاتھ مین ہے اور اس اختیار کو رعایا اپنے منتخب کیے ہوے وکلا کے ذریعہ سے کام مین لاتی ہے۔ بادشاہ اور امرا کو اتنا اختیار ہے کہ وہ صرف معینہ ضابطہ کی پابندی سے رعایا کے نامناسب وقت افعال مین انھین کے وکلا کی وساطت سے دست اندازی کر سکتے ہین۔ امریکا مین جمہوریت اور بھی اعلیٰ پیمانہ پر نظر آتی ہے جہان کی حکومت بالکل رعایا کے ہاتھ مین ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسا آئیڈیل ہے جس کو مغربی حکومتین ترقی کی رفتار مین اپنے پیش نظر رکھے ہوے ہین۔ اس آئیڈیل کو مختلف پیرایہ مین ادا کیا جاتا ہے۔ بہتر تعریف اس کی یہ ہے کہ عوام ہی کی حکومت ہو۔ عوام ہی رعایا ہون۔ اور عوام ہی کے مفاد کی غرض سے وہ حکومت قائم ہو۔ ایسی حکومت کے دو لازمی اصول ہین۔ (اول) قوم کے ہر فرد کی آزادی۔ (دوسرے) تمام

رعایا کی مجموعی بہبودی۔ یہ اصول بظاہر متضاد نظر آتے ہین مگر ہر لعزیز طرز حکومت قائم کرنے کا مسئلہ ان اصولون کے باہمی اختلافات کے مٹانے ہی سے حل ہو سکتا ہی۔

قوم کے ہر فرد کے وجود کی قدر و قیمت تسلیم کرنے پر اس قوم کی آزادی کا دار و مدار ہی جو امر کسی ایک فرد کے طبعی میلان یا اُس کے جوہر ذاتی کے حق مین مخل ہو یا اُسکو پامال کرنا چاہے وہ امر حقیقی حُرّیت کی بربادی کا باعث ہی یہی وجہ ہی کہ فرمانروائی کی وہ سب قسمین جو عام رعایا کے طبائع پر ایک شخص واحد یا ایک خاص طبقہ کی حکومت قائم کرتی ہین آزادی اور حُرّیت کی دشمن ہین۔ لیکن ہم کو حُرّیت اور مطلق العنانی مین تمیز کرنا چاہیے۔ ایک فرد کی حُرّیت کے یہ معنی نہین کہ اُس کو اختیار ہو کہ اُس کا جو جی چاہے سو کرے بلکہ اُسکے یہ معنی ہین کہ ہر فرد کو دیگر افرادِ ملک کی طرح یکسان حق حاصل ہو کہ اُس کے خصائل قابلیت اور شخصیت نشو و نما پائین۔

مگر حُرّیت مین ذمہ داری بھی داخل ہی۔ اُس کو اپنے دیگر ہموطنون کے خصائل اور جوہرِ طبع کے نشو و نما پانے کے استحقاق کا بھی لحاظ رکھنا پڑے گا حقیقی حُرّیت سے خود پرستی مراد نہین ہی بلکہ اُس کا منشاد دوسرون کی بہبودی ہی جس قدر حُرّیت مین اپنے لیے مدعی ہون ضروری ہی کہ اُسی قدر حُرّیت مین اپنے ہر ایک ہموطن کے لیے تسلیم کرون اسطرح ہم ہر دلعزیز طرز حکومت کے دوسرے اصول تک پہنچتے ہین یعنی عام رعایا کی مجموعی بہبودی۔ اور اب ہم دیکھتے ہین کہ اِس اصول مین اور پہلے اصول مین جو اختلاف نظر آتا تھا وہ لازمی نہین ہی۔ ملک کا ہر فرد جو اپنے لیے حُرّیت کا مدعی ہو اُس سے توقع کی جاتی ہی وہ اپنے ملک کا درد مند ہو۔ اور رفاہ عام کے لیے اپنا پورا اثر کام مین لائے اِس کا بدیہی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر ملک مین تمام قوم کے فلاح کے لحاظ سے افراد کی شخصی آزادی مین وقتاً فوقتاً کمی بیشی ہوتی رہے گی۔ یہ ہم حکومت کا وہ آئڈیل جس سے موجودہ جمہوریت بتدریج قریب ہوتی جاتی ہی یہ کہنے کی کچھ ضرورت نہین کہ حکومت کی موجودہ صورت اور اُس کی تدریجی ترقی پر مسیحی مذہب کا بہت کچھ اثر پڑا ہی۔ یہ سچ ہی کہ یسوع مسیح سے بحث حکومت پر کوئی معین ہدایات ہمکو نہین پہنچین لیکن خدا کی بادشاہت کا جو آئڈیل یسوع مسیح نے ظاہر کیا اُس کے دو اصول ایسے ہین جنھون نے قومیت کے موجودہ خیالات کے ڈھالنے مین بہت بڑا بھاری حصّہ لیا ہی۔ خدا کی اُلوہیت کے اصول سے وجودِ انسان کی بے نظیر افضلیت کا مسئلہ وابستہ ہی جس کی رو سے ہر فرد بشر کا وجود خدا کو عزیز ہی اور افراد کے حقوق کو تسلیم کرنا ہی زمانہ حال کی جمہوری حکومت کی علامت ہی۔ دوسرا اصول اُخوّتِ انسانی کا ہی جس نے اور بھی زیادہ اپنا اثر ڈالا ہی یسوع مسیح کی تعلیم ہی کہ دوسرون کی مخلصانہ خدمت ہی سے انسانی وجود کا اکمل نمود بنتا ہی۔ آپ کا قول ہی کہ "جو اپنی جان کھوتا ہی وہی اُس کو پائے گا"۔ قومی خدمت اور سچی حب الوطنی کے جذبات مین بڑی تحریک اسی عقیدہ کے تسلیم کرنے سے پیدا ہوئی ہی۔ قدیم اور حال کی جمہوری سلطنتون مین جو بڑا فرق ہی وہ قومی زندگی مین اُنھین عقائد مسیحی کی زبردست تحریک کا عنصر شامل نہ ہونے کی وجہ سے ہی۔ جہان اُن پر عملدرآمد ہی وہان حقوق افراد اور حقوق جمہور کا باہمی تناقض مٹ جاتا ہی۔ زمانہ حال کی پولیٹکل تاریخ کا لُب لباب یہ نکلتا ہی کہ جو دو اصول یسوع مسیح کے آئڈیل سلطنت کی جان ہین اُنھین اصولون پر حقیقی اور دیرپا قومی حیات کا دار و مدار ہی۔ اب پھر ہندوستان کو لیجیے اِس ملک کی موجودہ بے چینی اسی جمہوری حکومت کے ولولہ کی وجہ سے ہی جو ہند کی تعلیم یافتہ جماعت کو بیدار کر رہا ہی تعلیم یافتہ طبقے کے دلون مین صرف جمہوری آئڈیل کا شوق ہی نہین ہی بلکہ اُن کو اب سیلف گورنمنٹ کی خواہش اور استعداد کا احساس ہو چلا ہی مگر ایک سرسری غور کرنے والے

پر بھی یہ بات آشکارا ہو جائے گی کہ (قومی حکومت) اسوقت تک تعلیم یافتہ طبقے کے باہر نہ سلیف گورنمنٹ کی خواہش ہی نہ اُس کی ہنوز استعداد ہی۔ یہ ایک ناگوار واقعہ ہی مگر اصلیت یہی ہی اور اہل ہند محبانِ ملک کو چاہیے کہ اس معاملہ کو رو بہ راہ لانے کے لیے مستعد ہو جائین کیونکہ اس کے یہ معنی ہین کہ اہل ہند کی ایک متحد قوم بننے سے پیشتر یہ امر لازمی ہے کہ کم از کم یہان کے دو تہائی باشندے تعلیم یافتہ ہون اور اس جمہوریت کے آرزومند نہین جس نے موجودہ تعلیم یافتہ طبقہ کو جگا دیا ہی۔ دردمندانِ ملک کا یہ پہلا کام ہونا چاہیے۔

یہ تسلیم کیا جاتا ہی کہ ناظرین رسالۂ ہذا مین بہت ایسے لوگ ہین جو مخلص محب وطن بننے کے خواہشمند ہین بہت سے ایسے ہین جو سرزمین ہند سے الفت رکھتے ہین اور اُس کی خدمت مین ختم ہو جانے پر آمادہ ہین مگر غالبا بہت سے لوگ اِس دماغی ہلچل کے زمانہ مین اپنی ناقص واقفیت کی وجہ سے تذبذب مین ہونگے کہ ملک کی خدمت کس صورت سے کرین۔ اِن امور کا لحاظ رکھکر ہم آزادانہ طور پر اپنی رائے لکھتے ہین کہ ہند کے محبانِ وطن آج اپنے ملک کی کیونکر بہترین خدمت بجا لا سکتے ہین۔ گذشتہ تاریخ کے بتائے ہوے تجربون اور موجودہ ہندوستان کے حالات اور ضروریات کا بھی لحاظ رکھا جائیگا۔

اوّل ہم کو صاف صاف اتنا کہہ دینا ضروری ہی کہ ہر انگریز اِس ہندوستانی کا خیر اندیش اور ہمدرد ہی جو مخلصانہ جوش حب الوطنی کے تقاضے سے اپنے ملک کی بہبود مین اپنی زندگی صرف کرنے کا خواہشمند ہی اور جو اہل ملک کو ایک متحدہ قوم دیکھنا چاہتا ہی اور نیز سلیف گورنمنٹ کا ولولہ پیدا کرنے کی تمنا رکھتا ہی۔ انگلستان کے حق مین وہ دن مبارک ہوگا جس دن ہندوستان انتظام ملکی کا بوجھ خود اُٹھانے کے قابل ہو جائے گا مگر (اور یہ مگر بڑا زبردست ہی) ہم انگریزون کا یہ سوال ہی کہ کیا ہندوستان کے لیے مطلوبہ حریت بہم پہنچانے کی کیا یہی ایک مناسب صورت ہی کہ ملک مین چارون طرف شورش برپا ہو اور ذات و مذہب کی مخالفتون کے جذبات برانگیختہ کیے جائین؟ انگلستان کا دعوی ہی کہ اُس نے آجتک ہندوستان پر برادرانہ اخلاص سے حکومت کی ہی منتظم حقیقی نے انگلستان کو حکومت کرنے کے لیے تجربہ بھی مرحمت کیا ہی اور اعلیٰ درجہ کی قوت بھی دی ہی۔ ہندوستان کو بیرونی دشمنون سے بچانے اور نیز جملہ اندرونی جھگڑے اور فسادات کو جو مسلسل لڑائیون اور خونریزیون کا باعث ہوتے تھے مٹا کر امن و امان اور اتحاد قائم کرنے مین انگلستان نے اِن دونون چیزون سے بیدریغ کام لیا ہی۔

آزادی اور اتحاد کا جوش جو آج ہندوستان کے گوشہ گوشہ مین پھیلا ہوا ہی یہ انگلستان ہی کے تعلق کی بدولت ہی گو کوئی انگریز نہین کہتا کہ غلطیان سرزد نہین ہوئین لیکن انگلستان کا دعوی ہی کہ وہ گذشتہ زمانہ مین ہند کا مخلص دوست رہا ہی۔ شائستہ تمدن اور قومیت کا آغاز جو ہم کو آج نظر آ رہا ہی وہ انگریزی حکومت کا لازمی نتیجہ ہی۔ لہذا نوعمر ہندی محب ملک کو ہماری پہلی نصیحت یہ ہی کہ اگر وہ انگریزی حکومت کو اپنے ملک کی آزادی کے راستہ مین سدراہ سمجھتا ہی تو یہ بڑی بھاری غلطی ہوگی۔ انگریزی سلطنت مین شہنشاہی کا عنصر مطلق العنان شخصی حکومت کے خیال پر مبنی نہین ہی بلکہ اُسکا منشا یہ ہی کہ مختلف قومین اور نسلین ایک حکومت کو مرکز تسلیم کرکے بروے معاہدہ رشتۂ یگانگت سے باہم گر وابستہ ہو کر نظام واحد کے اجزا بن جائین۔ مگر اِس ملکی نظام کو قائم کرنے کے لیے لازمی ہی کہ جو لوگ بروے معاہدہ اس سلسلۂ اتحاد مین منسلک ہونا چاہین اُنھین فرداً فرداً اپنی پولٹیکل ہستی کا احساس ہو اور اپنے آزادانہ کام کرنے کی قابلیت پر بھروسہ ہو۔ انگریزی عملداری مین جس قوم سے اِس قسم کا عہد و پیمان اب تک نہین ہوا انگلستان کا دعوی ہی کہ

ایک دن ہو کر رہے گا۔ لہٰذا ہندوستان کی ترقی کی راہ مین انگلستان کی کوئی بدنیتی حائل نہین ہی بلکہ اہلِ ہند کا سیلف گورنمنٹ کے لیے ہنوز تیار نہ ہونا اُن کو مقصود سے دور ڈالے ہوے ہی۔ لہٰذا اگر کوئی ہندوستانی محبِ ملک مذہب اور ذات کے اختلافات کی بنا پر منافرت کا بیج بوے یا بائی کاٹ اور اشتعال انگیز قول و فعل سے ملک مین شورش برپا کرے وہ ہرگز اپنے ملک کی کوئی مفید خدمت نہین کرتا۔ ایسی پالیسی یقیناً اس آئڈیل حکومت کو غارت کرنے والی ہی جس کے قائم کرنے کا وہ خود آرزومند ہی۔ زبردستی کے علاوہ ترغیب کے اور بہت سے طریقے ہین اور یہ کسی طرح جائز نہین ہی کہ اخوت کا جوش صرف اپنے ہی ملک کے باشندون کے واسطے محدود کر دیا جائے۔

ہندی محبِ ملک کو اس غلط خیال سے بھی دور رہنا چاہیے کہ گورنمنٹ کی ملازمت مین داخل ہونا ملک کی خدمت کرنا ہی۔ اس مین شک نہین کہ اس ذریعے سے نہایت اعلیٰ قسم کی خدمات بجا لانے کے موقعے مِل جاتے ہین اور بہت سے ہندوستانیون نے رفاہ عام کے کامون مین مستعدی دکھلا کر قابلِ تقلید نمونے قائم کیے ہین مگر ہمارا اصل مطلب یہ ہی کہ اپنے ملک کی خدمت کرنے کا یہ کوئی بہترین طریقہ نہین ہی۔ بعضون کا خیال ہی کہ اگر وہ انگریز جو بڑے عہدون پر مامور ہین علیحدہ ہو کر اُن کی جگہ ہندوستانی افسر مامور ہو جائین تو سوارا ج کا مقصد حاصل ہو جائے۔ مگر حقیقت یہ ہی کہ ایسا ہونے سے بجائے کسی قسم کا نفع ہونے کے اصلی ترقی سالہا سال کے لیے رُک جائے گی کیونکہ سلطنتِ انگریزی کا عنصر علیحدہ ہوتے ہی وہ مضبوط ڈھال غائب ہو جائے گی جس نے ہندوستان کو کسی ایک خاص طبقہ کی حکومت سے محفوظ رکھا۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ فلان طبقہ نسل اور قابلیت کے اعتبار سے حکومت کے قابل ہی تو بھی تاریخ کی شہادت سے صاف ظاہر ہی کہ اِس قسم کی حکومت خواہ کسی طبقہ کی ہو، رعایا کی ترقی اور آزادی کے مخالف ہوتی ہی۔ طبقۂ امرا یعنی سرداران کی حکومت خواہ وہ نسل کے اعتبار سے ہو یا لیاقت کے اعتبار سے، آگے پیچھے رعایا کی مرضی کے خلاف ہو ہی جاتی ہی۔ اور انجام کار بجائے انتظام اور امن کے فساد اور خونریزی ہوتی ہی۔ طبقۂ امرا کی حکومت کی تاریخ سے ہم کو صاف یہی سبق ملتا ہی۔ اب سوال یہ ہی کہ محبانِ ملک ہندوستان کی خدمت کیونکر کرین؟ ایک ہندوستانی کے قلم سے نکلے ہوے دانش آموز الفاظ اخبار ایسٹ اینڈ ویسٹ سے ذیل مین نقل کیے جاتے ہین:—

> ہم کو شہیدون کی ضرورت نہین ہی بلکہ کام کرنے والون کی ضرورت ہی۔ اگر چند تعلیم یافتہ اور مستعد نوجوان بجائے اِس کے کہ عام جلسون مین اپنے آپ کو قربان کرنے کے لیے پیش کرین قدیم زمانہ کے ناسک برہم چاریون کی طرح کام کرنے لگین، کوئی تعلیم کا حامی بن جائے کوئی سوشیل اصلاح کا بیڑا اُٹھائے کوئی مذہب کی خدمت اختیار کرے اور کوئی ملک کی صنعت و حرفت کی طرف متوجہ ہو تو ہند کی ترقی مین وہ پُرزور تحریک پیدا ہو جائے کہ جس سے ہم جلد سیلف گورنمنٹ کے فرائض بجا لانے کے قابل بن جائین گے۔

اس لکھنے والے نے جو کچھ لکھا ہی صحیح لکھا ہی۔ اول ہندوستان کو سیلف گورنمنٹ کے قابل بنا دینا۔ اس کام پر کل ہندی محبانِ ملک کی ہمت صرف ہونا چاہیے۔ اُن کے سامنے دو راستے کھلے ہوے ہین۔ ایک راستہ سخت کام کا ہی اور دوسرا راستہ ملک کی بہبود پر اپنے اغراض فنا کر دینے کا ہی۔

ہم آجکل ہندوستان کے افلاس کا بہت شور و غوغا سنتے ہین مگر ہندوستان قدرتی طور پر زرخیز ملک ہی اور اس مین خوشحالی کے

بیشمار ذرائع موجود ہین البتہ عقل کی حوصلہ کی اور ہمت کی ضرورت ہر تاکہ وہ اپنی سرزمین سے پوری طرح متمتع ہون اور اُس ملک کی قیمتی نعمتون کو اپنے قابو مین لائین اتبک منافعہ کے بڑے بڑے کام پردیسیون کے ہاتھ مین رہے ہین جنھون نے اُن سے پورا پورا مالی فائدہ اُٹھایا مگر کوئی وجہ نہین کہ ہندستانی جو اپنے ملک کے بھی خیرخواہ ہین وہ متفق ہو کر بڑے بڑے صنعتی کارخانے نہ کھولین اور یہان کے تجارتی کاروبار اپنے ہاتھ مین نہ لین۔ یہ ہر سچی سودیشی کا مسلک لیکن اگر مستعد اور باہمت لوگ اپنے ملک کی تدنی وسائل دولت کو ترقی دینے کی غرض سے متفق ہو کر اپنے ابناء ملک کے رہنما نہین آج ہندستان اپنے بیٹون سے فرمائش کر رہا ہر کہ وہ صنعت و حرفت کے ایسے رہنما بنین۔

دوسرا راستہ جو ایک مُحبِ ملک کے لیے کھلا ہوا ہر وہ اُس سے زیادہ عالی مرتبہ رکھتا ہر اور اُس مین زیادہ حُبِ وطن اور اپنی خواہشات کو فنا کرنے کی ضرورت پڑتی ہر۔ ملک کی اُس سے یہ فرمائش ہوتی ہر کہ وہ ابنائے وطن کی تعلیم و تہذیب کی غرض سے اپنے نفس کو مٹا دے۔ ہندوستان کی موجودہ حالت پر غور کرو۔ اُس کے تیس کروڑ باشندون مین سے کتنے ایسے ہین جو ملکی معاملات کو اپنے فہم و فراست سے سمجھ کر اُن مین عاقلانہ دلچسپی لے سکتے ہون ہندوستان مین بہت بڑی آبادی ایسے لوگون کی ہر کہ اگر اُن کو ووٹ دینے کا استحقاق مل جائے تو اپنی موجودہ حالت مین اتنا بھی نہین سمجھ سکتے کہ کیونکر ووٹ دین۔ علیحدہ اوپر اپنے ہی وکلا کی حکومت قائم کرنے کا خیال اُن کے لیے نہ صرف نیا ہر بلکہ اُن کے قدیمی مفہوم حکومت کے بالکل برعکس ہر۔ محبِ ملک کا پہلا فرض ہر کہ اُن لوگون کی طرف توجہ کرے۔ یہ لوگ زیادہ تر ناخواندہ ہوتے ہین اور پبلک و لولۂ قومی اسپرٹ سے مُعرّا۔ اُن کے مُردہ دلون کو تعلیم کے ذریعہ سے زندہ کرنے کی سخت ضرورت ہر۔

ان مین قومی اتحاد اِس درجہ مفقود ہوتا ہر کہ ایک مشہور مورخ ہندستان کی ایک جنگ کا ذکر کرتے ہوے لکھتا ہر کہ عین جنگ کے موقعہ پر قریب کے کھیتون مین لوگ اپنے کاروبار مین نہایت بے فکری سے مشغول تھے اور سمجھتے تھے کہ اُس جنگ سے انکے نفع نقصان کا کوئی تعلق نہین۔ اگر ہندوستان حُرّیت کا خواستگار ہر تو یہ حالت بالکل بدل جانی چاہیے۔ سب سے مقدم یہ کام ہر کہ یہان کے عوام الناس کو تعلیم دی جائے اور اُن کو شائستہ بنایا جائے۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جون جون عوام الناس تعلیم یافتہ ہوتے جائینگے ان کو اپنی استعداد اور قومی ولولہ کا احساس ہوتا جائے گا۔ آجکل بہت سے لوگ جو غلطی کرتے ہین وہ یہ ہر کہ اپنے کام کا غلط آغاز کرتے ہین۔ اُن کا خیال ہر کہ اگر سلطنت کے اعلیٰ عہدے ہندوستانیون کو مل جائین تو حقیقی سوراج نصیب ہو جائے گا۔ یہ خیال صحیح نہین ہر۔ ذرا غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ یہ اعلیٰ عہدہ دار اپنے اپنے عہدون پر رعایا کے قابو مین نہ ہونگے نہ وہ عوام الناس کے نفع نقصان کی خاطر خواہ پرواہ کرین گے۔ حقیقی بہی خواہ ملک دوسری سمت اختیار کرے گا۔ وہ اپنا کام بجائے دار الحکومت مین شروع کرنے کے دیہات اور تعلقون مین شروع کرے گا۔ اپنے ملک کی خاطر وہ سب آنے والی دقتون اور تکلیفون کا اندازہ کر کے کام مین جُت جاتا ہر اور اُس کام مین اس کو ایسی بہت چیزین ترک کرنی پڑتی ہین جن کو وہ محبوب رکھتا ہر۔ اُسکو اپنی شخصی ترقی کی امیدون کو خیرباد کہنا پڑتا ہر اور شائستہ اور نام آوری کی زندگی سے دست بردار ہونا پڑتا ہر۔ موجودہ تہذیب کی بدولت جو مفاد اور راحتین میسر ہوتی ہین ان کو چھوڑنا پڑے گا۔ دور دراز شہرون اور دیہات مین زندگی بسر کرنی ہوگی جہان شاید نصف درجن بھی ایسے لوگ موجود نہ ہونگے

جو انگریزی کا ایک حرف جانتے ہون یا مغربی شائستگی سے آگاہ ہون۔ ان دیہاتمین عوام الناس کی زبان اور کتابون سے واسطہ پڑے گا۔ اُن مین تعلیم حاصل کرنے کا ولولہ پیدا کرنا ہوگا رفتہ رفتہ اُن کو اس قابل بنایا جائیگا کہ وہ خود اپنے لیے قومی مدرسے کھولین صنعت وحرفت سکھلانے کے لیے تربیت گاہین قایم کرین۔ ان مین علمی جلسون اور مناظرون کے جلسون کی بنیاد رکھین ہر قسم کی جسمانی ورزشون کو رواج دین جن سے نوعمرون مین جوش اُخوت پیدا ہو اِس محب وطن کو مقامی صنعت وحرفت مین دلچسپی لینی پڑیگی اور اُن کی ترقی کے وسائل بتلانے ہونگے۔ اِس تعلق صوبہ ہندوستان اور تمام دنیا کے حالات سے ہر ممکن طریقہ سے عوام الناس کو آگاہ کرنا ہوگا۔ الغرض طرح طرح سے اُن لوگون کو بیدار کرنا ہوگا تاکہ وہ دنیا کے معاملات کو خوب سوچین سمجھین اور اُن مین دلچسپی لین علی جانب عوام الناس مین اپنے گاؤن کی بہبودی کا ولولہ صاف ستھرے گلی کوچون اور صحت افزا مکانات عادت عامہ اور ترقی کا شوق پیدا کرنا ہوگا۔ کیونکہ اگر اُن لوگون کو دوسرون پر حکمرانی کرنی ہے تو انکو چاہیئے کہ پہلے خود اپنے اوپر حکومت کرنا سیکھین۔ یہ سب باتین محب ملک اُسی حالت مین کر سکتا ہے جبکہ وہ برادرانہ اُخوت سینہ مین بھرے ہوے لوگون سے ملے جلے اور اپنے ملک کی خاطر اُن کو عزیز رکھے ملک کی آئندہ عظمت کا دارومدار اُنھین پر سمجھ کر اُن سے محبت کرے۔

یہ کام ہین جو ہندوستان کے لیے ضروری ہین۔ کہان ہین وہ لوگ جو یہ کام اختیار کرنے پر آمادہ ہین۔ کون ہے جو عوام الناس کو تعلیم دے اور اُن کو شائستہ بنائے۔ کون ہے جو اُن کو قومی اُخوت اور اپنی ذات پر بھروسہ کرنے کا سبق دے۔ گورنمنٹ یہ کام نہین کر سکتی۔ گورنمنٹ اِن کامون کی صرف ترغیب دے سکتی ہے اور دیتی ہے مگر خود اُن کو انجام نہین دے سکتی۔ اہل ہند کو سر دست سب سے زیادہ دو چیزون کی ضرورت ہے۔ زبردست اور دردمند وجود کا قوی اثر درکار ہے اور شریف سیرت نفس کُش محبان ملک کے جوش کے زندہ نمونون کی ضرورت ہے اور یہ اُسی صورت مین ہو سکتا ہے کہ تعلیم یافتہ اور شائستہ طبقہ کے لوگ موقعہ کو پہچانین۔ اور تن من سے دھن سے اپنے ملک کی بہبودی کی فکر مین مصروف ہو جائین۔ ہندوستان اپنے سپوتون سے آج چلا چلا کر اُنکی محبت اور خدمت کی استدعا کر رہا ہے۔

ہندوستان محبت اور خدمت کی جو فرمائش اپنے تعلیم یافتہ اور شائستہ باشندون سے کرتا ہے وہ قومیت کی تاریخ مین کوئی انوکھا معاملہ نہین ہے سب عروج یافتہ ملکون نے کبھی نہ کبھی اپنے بہترین باشندون سے اِس قسم کی اعلیٰ ملکی خدمات کی فرمائش کی ہے اور اِس فرمائش کی پوری تعمیل جس قدر زیادہ اخلاص اور عالی حوصلگی سے ہوئی اُسی قدر زیادہ عروج اُس قوم کو نصیب ہوا۔

اِس بحث پر ملک اٹلی کے محب وطن میزینی کی تحریرون اور اٹلی کی آزادی کے واسطے جس قدر جد وجہد ہوئی اُس کی پوری تاریخ قابل مطالعہ ہے ہندوستان کا محب وطن آئرلینڈ کے قومی تجربہ سے بھی بہت کچھ سبق حاصل کر سکتا ہے۔ بے سوچے سمجھے شورش پھیلانے اور خلاف قانون شر و فساد کرنے کی پالیسی ممکن ہے کہ کسی ملک کی تکالیف کی طرف توجہ دلائے۔ مگر یہ ممکن نہین ہے کہ اس پالیسی سے رعایا مین اتفاق واتحاد ہو۔ یا اُن مین حقیقی حریت کا ولولہ بڑھے۔ بلکہ اِس قسم کی پالیسی سے نااتفاقی پیدا ہوتی ہے۔ جُدا جُدا پارٹیان قائم ہو جاتی ہین جن مین کبھی اتفاق نہین ہو سکتا اور ملک مین نفاق پھیل جاتا ہے اور یہ سب باتین قومیت کے صحیح آئڈیل کی مخالف ہین، اور قومی آزادی کے حصول مین تاخیر پیدا کرنے کی وجہ سے مایوسی کا باعث ہوتی ہین۔

جو نیا جوش قومی اُمنگون نے اب آئرلینڈ کے باشندون مین پیدا

کردیا ہی وہ نہایت قابلِ تعریف ہی جن باتون سے اہلِ آئرلینڈ کی
نسل اور اُن کے علاوہ کو قابلِ قدر اور ممتاز بنا رکھا ہی یہ جوش اُن
باتون کا معاون ہی اور اُس کا مقصد یہ ہی کہ زراعت پیشہ لوگون کو
پوری تعلیم دے کر اور زمیندارہ کی زمین سے اُن کا گہرا تعلق پیدا
کر کے اُن مین خود مختاری اور اپنی قوت بازو پر بھروسہ کرنیکی عادت
پیدا کی جائے۔ آئرلینڈ کی اِس نئی تحریک کے مقاصد اور وسائل
کی کیفیت مندرجۂ ذیل عبارت سے دریافت ہوسکتی ہی جو مسٹر رینگھم
کے ایک ناول سے نقل کی جاتی ہی:-

کیا تم نہین پہچانتے کہ آئرلینڈ کا مستقبل اُن کسانون کے ہاتھ مین
ہی جو کھیتون کو خریدنے جاتے ہین۔ ملک بھر کی زمینین وہ خرید رہے
ہین اور خود مختار بنتے جاتے ہین زمانۂ آئندہ مین رعایا کے کاروبار
کے سرانجام کی ذمہ داری اُنھین لوگون کے ہاتھون مین ہوگی۔
اُن ہی کے دیہاتی ٹیکس قائم کرین گے اور روپیہ خرچ کرینگے۔ ملک
کی تعلیم کا کسی قدر انتظام ابھی سے اُن کے سپرد ہی۔ مدرسون اور
کتب خانون کو قائم کرنا اپنے اور اپنی اولاد کے لیے فنِ کاشتکاری
کی بہتر تعلیم کے وسائل ڈھونڈھنا اُنھین کے ہاتھ مین ہی۔ آئرلینڈ
کے پانچ حصون مین سے چار حصون کے جملہ امور کا اُنھین پر
دارومدار ہی۔ اگر وہ کاہل اور مُسرف اور خود غرض ہوے یا ملک
کا مدار نااہل سرگروہون کے ہاتھ مین دے بیٹھے۔ اگر وہ گمراہی
دغابازی اور جھوٹ کے عادی ہوگئے اور اُن کو حکومت کا لوازمہ
سمجھا اور عالی ہمتی اور حب الوطنی کی بنا پر غور و فکر کرنے سے پہلو تہی
کی تو سمجھو کہ اب کی بار آئرلینڈ کے بُرے دن آگئے اور اُس کی
بربادی اور مصیبت گذشتہ سب مصائب سے بڑھ جائے گی لیکن
اگر اُن کو بجاے آقاؤن اور گورنرون کے ایسے دوست میسر ہین
جو خود بھی حوصلہ مند ہون اور بڑی بڑی آرزوئین رکھتے ہون جو کہ
کمینہ پن سے نفرت ہو اور رعایا کے معاملات مین دل کو کمینہ تعصب
سے پاک رکھتے ہون تو ہماری قوم زمانہ کے ہم قدم ہوگی اور تب ہی
ہماری قوم جڑ بنیاد سے شریف ہوگی۔ یعنی جب وہ لوگ کہ زمین مین
پھاوڑہ چلاتے ہین اور وہ عورتین جو جھونپڑون مین بچے پالتی
ہین شرافت اختیار کرین گے تو سب معاملات درست ہو جائین گے

یہ الفاظ بعینہ ہندوستان پر بھی صادق آسکتے ہین۔ دونون
ملکون مین ایک ہی مسئلہ زیر بحث ہی۔ فرق یہ ہی کہ اول تو شایستگی مین
آئرلینڈ ہندوستان سے بہت آگے بڑھا ہوا ہی اور دوسرے ہند کی
وسعت اور آبادی کی نوعیت اور کثرت کے لحاظ سے یہان کا کام
زیادہ مشکل ہی۔ دونون ملکون کو سب سے بڑی ضرورت محبانِ ملک
کی ہی جو اپنے ذاتی منافع کو پس پشت ڈال کر عام الناس مین علم
اور اتحاد قومی کا ولولہ پیدا کرین۔ اگر بجاے آقاؤن اور گورنرون
کے اُن کو دوست میسر ہون۔ ایسے دوست جو حوصلہ مند ہون اور
بڑی بڑی آرزوئین رکھتے ہون جن کو کمینہ پن سے نفرت ہو اور رعایا
کے معاملات مین دل کو کمینہ تعصب سے پاک رکھتے ہون تو ہماری
قوم زمانہ کے ہم قدم ہوگی۔

اِس قسم کے دردمندانہ خدمات کی فرمائش ہند کے تعلیم یافتہ اور
شایستہ سپوتون کے کانون مین آجکل زور سے گونج رہی ہی اور
یہان کے محبانِ ملک دوسرے ممالک کے ہواخواہانِ وطن کی مثالون
سے متاثر ہو کر خدمت پر اور بھی کمربستہ ہوگئے ہین۔ مگر کیا ملک کی اہم
ضرورت کی فرمائش اور دوسرون کی مثال کی تحریک سے بڑھ کر
اِس شریف خدمت کی اور کوئی تحریک نہین ہی جس کا رتبہ ایک شریف
کام کی ترغیب ہونے کے لحاظ سے اور نیز ہر قسم کی ناکامی اور پست ہمتی
کے موقع پر جوش و استقلال قائم رکھنے کی قوت ہونے کے لحاظ سے
ہر دوسری تحریک سے بڑا ہو گو اس مین پست ہمتی پیدا ہونے کا خطرہ

ہو لیکن مناسب ہو کہ ہم اِس عظیم الشان کام کی وسعت کا اچھی طرح اندازہ کر لین جو اہلِ ہند نے نادانستہ اپنے ہاتھون مین لیا ہو اور اُن بیشمار ناکامیون اور مایوسیون کا بھی لحاظ کر لین جو اُمید بَر آنے سے پہلے یقیناً اُن کو پیش آئین گی۔ یہ ایک آدمی یا ایک پشت کا کام نہین ہو قبل اِس کے کہ ہندوستان کو آزادی نصیب ہو ہزار ہا آدمی اِسی جدوجہد مین اپنی اُمید دیم سا تھ لے کر او حصول مقصود مین اپنی سعی کا مختصر تر حصہ چھوڑ کر راہی ملک عدم ہو چکین گے۔ کیا اپنے ملک کی محبت اور دوسرے ملک کے شریف محبان وطن کی ہمسری کی خواہش کے علاوہ کوئی اور بات بھی ایسی ہو کہ نہین جو ہند کے محب ملک کو اِس اہم کام مین استقلال قایم رکھے خصوصاً جبکہ اُسے ناکامی اور مایوسی سے پالا پڑے۔ اور جن کی بہبود کی یہ سعی کر رہا ہو وہ ناشکری سے پیش آئین اور اُس کے افعال کی ناگوار غلط تاویلین کرین کیونکہ ہر ملک مین حامیان قوم کو ہمیشہ یہی ماجرے پیش آئے ہین۔

کتاب امی ٹیشن آف کرائسٹ (مسیح کی پیروی) مین چند الفاظ درج ہین جو یہان کار آمد ہو سکتے ہین:۔

ایک دوست کے بغیر ہم زیادہ عرصہ تک زندہ نہین رہ سکتے اور اگر یسوع مسیح تمھارے مخصوص دوست نہ ہون تو تمھاری زندگی افسردگی اور بے کسی سے معمور ہو گی۔

ماحصل یہ ہو کہ ہمین اپنی تمام کوششون مین قدرت ربانی کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ اور یقین رکھنا چاہیے کہ یہ تمام قومی ہلچل اور تمام ہماری اور ہمارے ملک کی اُمیدون کا تعلق کچھ ہماری ہی ذات سے نہین ہو بلکہ یہ تحریک من جانب اللہ ہو۔

اِس مضمون مین جس چیز کو جمہوری حکومت کا آئڈیل کہا گیا ہو اور جس نے مغرب مین نشو و نما پائی ہو اور جس کے زبردست ولولے نے آجکل تمام تعلیم یافتہ ہندوستانیون کو متاثر کر رکھا ہو اُس کو دوسرے لحاظ سے صحیح طور پر قادر مطلق کی تحریک سے تعبیر کیا جا سکتا ہو جو اِس ملک مین رہنے والے اُس کے بندون کو زیادہ آزادانہ زندگی کی طرف بڑھانے کے لیے جا رہی ہو سچی آزادی خدا ہی سے پیدا ہوتی ہو اور اس لیے آزادی کی خدمت خدا ہی کی خدمت ہو جب ہم اِس خیال سے اپنے ملک مین قومی خدمت اختیار کرین تو ہمین اُس حوصلہ اور ہمت سے کام لینا چاہیے جو ہر کام مین خدا کو حاضر و ناظر جاننے سے ہمارے دل مین پیدا ہوتی ہو اور جب کبھی ناکامی یا مایوسی سے مقابلہ آ پڑے تو ہم کو کبھی ہمت نہ ہارنی چاہیے بلکہ ہمیشہ اُس استقلال پر پختہ عقیدہ رکھنا چاہیے جو اپنی جملہ کوششون اور تدبیر کو وہ خدا کے سپرد کر دینے سے یقیناً پیدا ہو جاتا ہو۔ ہندوستان مین یہ خیال اِس قدر عام ہو کہ اس کے عملی فوائد سے لوگون کے غافل رہنے کا اندیشہ ہو۔ لہٰذا اِس بات سے اطمینان ہوا خود بخود عملی طور پر اس خیال کی اہمیت اُس عمدہ دعا مین تسلیم کر لی گئی ہو جو چند سال قبل نیشنل کانگریس کے اختتام کے وقت خدا سے مانگی گئی تھی ہر ایک محب ملک کو مناسب ہو کہ اِس دعا کا مطلب ذہن نشین رکھے اور اُس پر کاربند ہو۔ کیونکہ اگر اُس خدا کے ساتھ جو تمام انسانون اور قومون کا مالک بھی ہو اور باپ بھی ہو تعلق رکھا جائے تو نہ صرف تمام پست اور ذلیل اور خودغرضی کے خیالات ہمارے دلون سے دور ہو جائین گے، بلکہ ہم اپنے آپ مین ایک ایسی قوت پائین گے جو ہر حالت مین خواہ لوگ ہمین اچھا کہین یا بُرا کہین ہم کو مستقل مزاج رکھے گی اور اُس ربانی قوت کی مدد سے جملہ کامیابیان اور ناکامیان ہم کو یکسان گوارا ہونگی۔ مگر شرط یہ ہو کہ ہم صرف حق اور آزادی کا اپنے وسیع ملک مین بول بالا کرین۔ ہماری استدعا ہو کہ ہر ہندی محب ملک اِس دعا کو یاد کرے یہی دعا خدا سے مانگتا رہے اور اسی بموجب عمل کیے۔ اِس دعا کا آخری حصہ ہم

ذیل مین درج کرتے ہین :۔

اے خدائے رحیم ہم اُن تمام بُرائیون کے روکنے اور دفع کرنے مین جو ہماری قومی بہبود اور ترقی کی مانع ہین تیری رہنمائی اور مدد مانگتے ہین۔ ہمین اس قابل بنادے کہ ہم سلیف گورنمنٹ اور ملکی انتظام مین حصّہ لینے کے استحقاق کے پوری طرح مستحق ہو جائین جس کی ہم کو تلاش اور آرزو ہے۔ ہمارے نقائص سے درگذرکر ہماری کمزوریون کو قوت سے بدل دے۔ ہماری محنتون مین برکت دے، اور ہمین ایسی کامیابی عطا کر جو ہمارے حق مین تو مناسب سمجھے۔ ہم کو ایثار اور نفس کُشی کا مادہ عطا کر اور ہماری عاجز خدمات اپنے پاک نام کی تقدیس اور ہمارے پیارے ملک کی بہتری کے لیئے قبول کر۔ آمین

(ترجمہ) ادریس احمد بی اے

تاثرات

حیات نفسیہ ایک ایسا عالم ہے کہ جب تک ہم اُس پر غور نکرین تب اُس کی وسعت اور اُس کی دلاویزی سے ہم بہت کم واقفیت پیدا کرتے ہین اگرچہ وہ ہم سے کچھ دور نہین ہوتی یا یون سمجھو کہ وہ ہمارا ہی ایک نام یا ہماری ہی ایک کیفیت ہے مگر ہم مین سے بہت کم ایسے لوگ ہین جو اُس سے علمی رنگ مین معقول واقفیت رکھتے ہون جب ہم حیاتِ نفسیہ کا نام سُنتے ہین تو بسا اوقات ہم یہ خیال کرتے ہین کہ شاید یہ کیفیت ہم سے کوئی الگ کیفیت ہے۔ گویا ہم خود اپنی کیفیت سے ایک بڑی حد تک ناآشنا رہتے ہین۔ اگر ہم غور کرین گے تو ہمین پتہ لگ جائے گا کہ ہم ہر وقت

(الف) یا تو موثر ہوتے ہین،

(ب) یا متاثر۔

دوسرے الفاظ مین :۔

(۱) عامل

(۲) یا معمول۔

تاثرات کبھی احساسات، خیالات، اور تجویزات سے اگرچہ علٰحدہ نہین ہوتے اور اگرچہ تاثرات کی ماہیت احساسات اور تجویزات پر ہی موقوف ہے پھر بھی تاثرات اور احساسات و تجاویز ایک ہی شے نہین ہین یا اُن کی ایک ہی کیفیت نہین ہوتی۔

تاثر کی حقیقت ایسے طور پر یا ایسے الفاظ مین بیان نہین ہو سکتی کہ ہر ایسا انسان اُسے وضاحت سے سمجھ جائے جس نے اُس قسم کا تاثر کبھی محسوس نہ کیا ہو۔ یہ مشکل ہی نہین بلکہ ناممکن بھی ہے۔ مثلاً ایک سُریلی آواز کے سننے یا ایک خوبصورت انسان یا خوبصورت شے کے دیکھنے سے جو اثر بعض طبائع پر ہوتا ہے اُس کی کیفیت اُسی رنگ مین بیان کرنا جو ایک شخص کی طبیعت قبول کر چکی ہے، بالکل ناممکن ہے خوشی اور غم کے تاثرات اگرچہ ہر شخص پر وارد اور موثر ہوتے ہین لیکن کوئی دوسرا شخص خوشی اور غم کی کیفیت باوجود اس کے بھی کہ کوئی ایسا دوسرا شخص بھی بسا اوقات اِن دونون سے متاثر ہو چکا ہے ہو بہو بیان نہین کر سکتا۔ جیسے خوشی اور غم مین بذاتہٖ فرق ہوتا ہے ایسے ہی طبائع مین بھی فرق ہوتا ہے ۔ زید ایک معمولی غم اور معمولی خوشی سے بھی متاثر ہوتا ہے لیکن اُس کے خلاف بکر کی یہ حالت نہین۔ ہم روز دیکھتے ہین کہ بعض لوگ بعض غم مین مبتلا ہوتے ہین اور دوسرے لوگ ہنس کر یہ کہہ دیتے ہین کہ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے۔

ایک طالب ایک حسین کے حُسن سے متاثر ہو کر دل و دماغ کے واسطے ایک کلفت خرید تا ہے لیکن بعض دوسرے لوگ بآسانی

معلوم نہیں کر سکتے کہ اُس پر ایسا صدمہ کیوں ہے کیونکہ اُن کی نظر میں یہ بات کوئی ایسی تکلیف دہ نہ تھی۔ بعض لوگ زیادہ چمکیلی روشنی اور کرخت آواز سے ایک تکلیف محسوس کرتے ہیں اور بعض لوگوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اب اگر کوئی ایسا شخص اپنے تاثرات کی کیفیت بیان کرنے لگے تو وہ کوئی الفاظ نہیں پا سکتا۔ دنیا میں بہت سی ایسی باتیں بھی ہیں جو مختلف رنگوں میں انسان پر وارد اور مؤثر تو ہوتی ہیں مگر اُنکے تاثرات اور تکلیفات کی کیفیت ہو بہو بتلانا مشکل ہے مختلف تاثرات کی کیفیت اُس وقت کھلتی ہے جب ہم خود متاثر ہوں اگرچہ بعض تاثرات بہت سے لوگوں پر ہوتے ہیں مثلاً ایک حسین اور دلآویز شے کے دیکھنے سے بہت سی طبائع متاثر ہوتی ہیں لیکن اگر فرداً فرداً ہر متاثر سے کیفیت تاثر دریافت کی جائے تو وہ ایک دوسرے کو بھی ہو بہو سمجھا نہیں سکیں گے۔ حالانکہ سب کے سب ایک ہی مرکز کے شیدائی اور ایک ہی مطلوب کے کشتہ ہیں۔ ہر متاثر خود کو ایسے تاثر کی بابت تنہا ہی خیال کرتا ہے۔

یہ تو ہر کوئی کہہ دے گا کہ میں ہی متاثر یا متاثر ہوں لیکن اگر ذرا تفصیل سے تاثر کی کیفیت دریافت کی جائے گی تو نہیں بیان کی جا سکے گی۔ بعض وقت ایک متاثر خود بھی حیران ہوتا ہے کہ یکایک اُسے کیا ہو گیا ہے۔ ایک شخص ایک حسین ایک دلآویز سماں دیکھتا ہے اُس کی طبیعت متاثر ہوتی ہے۔ وہ حسین یا وہ دلآویز سماں باقی بھی نہیں رہتا لیکن طبیعت سے وہ تاثر اور وہ تصرف دور نہیں ہوتا۔ رہ رہ کر اُس کا دورہ ہوتا ہے اور ایک بھلا چنگا عقیل و فہیم انسان سینہ پر ہاتھ رکھ کر رہ جاتا ہے رات بھر نیند نہیں آتی۔ دل پر ایک غبار سا چھا جاتا ہے۔ جدھر دیکھتا ہے وہی سماں نظر آتا ہے بیداری اور خواب دونوں میں وہی رنگ دکھتا ہے ؎

افسونِ چشم جادوئے وابستہ خواب من منت کشیدن چشمم از فسانہ نیست

جب خود متاثرین کی بعض اوقات یہ حالت ہوتی ہے تو اسی سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ کس طرح ایک متاثر دوسرے کو اپنے تاثرات کی کیفیت بتا سکتا ہے اور کس طرح سہولت کے ساتھ کوئی دوسرا ہو بہو سمجھ سکتا ہے۔

البتہ آثار تاثرات سے بعض وقت انسان یہ سمجھ جاتا ہے کہ اس وقت یہ شخص بعض تاثرات سے متاثر ہو رہا ہے مثلاً خوشی اور غم کے وقت انسان کا بشرہ کلام طرز کلام وغیرہ باتیں کچھ کچھ بتاتی ہیں اور ایک غور کرنے والا کچھ کچھ قیاس کر سکتا ہے مگر پھر بھی ہو بہو کیفیت ظاہر نہیں ہوتی غصہ کی وجہ سے بشرہ تو سرخ و زرد ہو سکتا ہے لیکن جو زد دل و دماغ پر پڑتی ہے اُس کا نقشہ کون اُتار سکتا ہے۔ ایک نجومی ستاروں کے بعد ملنا کچھ نہ کچھ پیشگوئی تو کرتا ہے مگر دل کی کیفیت کیونکر ظاہر ہو سکتی ہے۔ البتہ ہم علم تشریح سے یہ جان سکتے ہیں کہ خوشی اور غم میں انسان کے اعصاب اور رگ و ریشہ پر کیا کچھ اثر ہوتا اور اُن کی کیا کچھ کیفیت ہوتی ہے اگرچہ تاثرات کے بارے میں علم افعال الاعضا کی تشریح بہت کچھ ابہام رکھتی ہے تاہم تاثرات اور تصرف تاثرات سے ہم یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ افعال اعضا کی کیا کچھ کیفیت ہوتی ہے اور فرداً فرداً بعض اعضاء کا کیا نقشہ ہوتا ہے۔

بعض لوگوں کے خیال میں صرف دماغ ہی تاثرات کا حامل ہے اور اُسی پر زد تاثرات کی پڑتی ہے۔ بے شک دماغ ہی سب سے اول متاثر ہوتا ہے اور دماغ ہی سے بہت کچھ پتہ بھی لگ سکتا ہے۔ لیکن ہماری رائے میں اور اعضا کی کیفیت بھی قابل لحاظ ہے۔ مثلاً خوشی اور غم کے وقت بشرہ اور آنکھوں کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ بسا اوقات شاہد ہوتی ہے کہ دماغی کیفیت کس طرح بشرہ اور آنکھوں کے ذریعہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور کس طرح اعصاب

متاثر ہوتے ہین۔

دماغ مین ہر وقت ہیجان اعصابی کی کچھ کچھ مقدار بھی رہتی ہی یعنی کچھ تو محرکات خیالات وغیرہ مین لگ جاتی ہی اور کچھ باقی بچ جاتی ہی۔ نقاما دماغ جو اکثر بار بار ایک ہی فعل کے عادی ہین ایک خصوصیت سے اپنے افعال سے دوسرے اعضا پر مؤثر ہوتے ہین چونکہ دماغ مختلف ہوتے ہین اور اعصاب کی کیفیت بھی مختلف ہوتی ہی اس واسطے تاثرات کی کیفیت بھی باوجود ایک ہی نوعیت رکھنے کے جدا گانہ ہوتی ہی چونکہ تاثرات نہایت سریع البدل اور ناقابل اعتبار ہوتے ہین اس واسطے متاثرین یہ فیصلہ نہین کر سکتے کہ وہ کس طرح متاثر ہوتے ہین حالانکہ متاثر ضرور ہوتے ہین لیکن انکی تشریح مشکل ہوتی ہی۔

نظام عصبی سے انکار نہین کیا جا سکتا لیکن اپنے نظام عصبی کی صحیح کیفیت کا بیان کرنا بھی مشکل ہی علم النفس و القویٰ والے بھی اخیر تک اس مین کامیاب نہ ہوسکے باوجود انواع و اقسام کی مساعی کے اب تک نظام عصبی پر پوری روشنی نہ پڑ سکی اور پتہ نہ لگا کہ اسکی لم کیا ہی اور جب اس پر غور کیا جاتا ہی کہ جب اس نظام عصبی سے ایک نامعلوم طاقت نکل جاتی ہی تو پھر ہر ایک قسم کی حس اور درک بھی ختم ہو جاتا ہی۔ انسان کی ہزارون یا لاکھون سال کی تحقیقات کا یہ حال ہی کہ اب تک باوجود انواع و اقسام کی تحقیقات کے خود ہی اپنی کیفیت کما حقہٗ معلوم نہ کر سکا ہ

حدیث مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

عموماً تاثرات کی دو ہی قسمین بیان کی گئی ہین:۔

(الف) خوشی۔

(ب) درد۔

اس مین شک نہین کہ ہمارے احساسات مین سے بعض حظ آور ہوتے ہین اور بعض درد آور لیکن اگر ہم مختلف تجربون سے کام لین تو خوشی اور درد کے سوا کچھ اور ہی ہوتے ہین بعض تاثرات ایسے ہین کہ ان سے نہ تو ہمین کوئی خوشی ہوتی ہی اور نہ کوئی رنج و درد۔ گو ہم ان کا احساس کرتے ہین مگر باوجود اس احساس اور درک کے نہ تو ان سے ہمین خوشی ہوتی ہی نہ درد ہم جاتے جاتے راستے مین ایک سمان دیکھتے یا ایک آواز سنتے ہین ہم اس سے متاثر تو ہوتے ہین مگر اس سے ہمارے دل مین نہ تو خوشی پیدا ہوتی ہی اور نہ رنج و درد۔

میری رائے مین تاثرات کی حسب ذیل قسمین ہو سکتی ہین:۔

(الف) تاثرات تہیجیہ
(ب) تاثرات غمیہ
(ج) تاثرات عارضیہ
(د) تاثرات بصریہ
(ڈ) تاثرات سماعیہ
(ر) تاثرات شامیہ
(ز) تاثرات لمسیہ

اگرچہ تاثرات نمبر ۳ تا نمبر ۷ مین بعض اوقات خوشی اور غم بھی ہوتا ہی مگر یہ ضروری نہین کہ ہر کیفیت خوشی اور غم والی ہو کیونکہ ہم بعض وقت بہت سی اشیا دیکھتے اور بہت سے واقعات سنتے ہین مگر ہمارے دل پر بہ اعتبار خوشی اور غم کے ان کا اثر ہی نہین ہوتا یعنی ہم ان کا احساس بھی نہین کرتے۔

جاتے جاتے ہم دیکھتے ہین کہ چند آدمی شیر لڑاتے ہین

یا پتنگ اُڑاتے ہین باوجود دیکھنے کے ہم پر اُس کا کوئی اثر نہین ہوتا ہم گویا اسکا احساس ہی نہین کرتے۔ ہم بہت سی باتین سنتے اور بعض دفعہ چند چیزین ہمارے سونگھنے مین آتی ہین لیکن ہم پر باعتبار حظ اور درد کے اُن کا کچھ اثر نہین ہوتا اسی طرح بہت سی ملموس اشیا بھی بعض اوقات ہم پر اثر پذیر نہین ہوتی ہین۔

گو اِس کا موجب یہ بھی ہی کہ بوجہ اختلاف احساسات کے بھی ایسا ہوتا ہی کیونکہ بعض لوگ ایسی اشیا اور ایسے مناظر کے دیکھنے ہی سے اپنے اندر و نہ مین خوشی اور غم کا احساس کرتے ہین۔

اب یہ دریافت کرنا چاہیے کہ لفظ تاثر سے مراد کیا ہی؟ اس بحث مین لفظ تاثر سے مراد وہ کیفیت ہی جو تعقل اور ارادہ سے متمیز ہی۔ اگر یہ تعریف مان لی جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ تاثرات کی اقسام لاانتہا ہین اور اُن سب کا علم مختلف تجربون سے ہو سکتا ہی یہ مشکل نہین کہ تاثرات کی تعداد بہت کم ہی بلکہ مشکل یہ ہی کہ تاثرات کی اس قدر قسمین ہین اور وہ اس قدر تغیر پذیر ہین اور اُن مین اسقدر فرق پڑ جاتا ہی کہ اُن کا تعین اور انتخاب ہو ہی نہین سکتا اور بڑی مشکل یہ ہی کہ بعض وقت خوشی کے تاثرات موجب درد ہو جاتے ہین اور اُن کا وجود اپنے ساتھ ایک یاس اور حسرت لاتا ہی۔

انسان حسن کو فطرتاً پسند کرتا ہی اور یہ اُس کی طبیعت کا ایک خاصہ ہی مگر بعض دفعہ حسن بھی موجب درد ہو جاتا ہی جب طبیعت پر حسن کا تاثر خصوصیت سے ہوتا ہی تو بجائے خوشی کے درد اور یاس سے دوچار ہونا پڑتا ہی۔ شیدایانِ حسن کی پُر درد کہانیان اسپر شاہد ہین گو جدائی اور ہجرت بھی اس کا موجب ہوتی ہی مگر اصل موجب تو حسن ہی ہوتا ہی حسن کی یاد موجب خوشی ہونی چاہیے تھی لیکن وہ موجب یاس و حسرت ہوتی ہی ؎

عشق آن گُل بر دلِ من بند در آوردہ است
بُلبلِ طبعِ مرا دیگر بہ شور آوردہ است

بعض وقت خوشی سے بھی آنسو ٹپکتے ہین اور اُسکی انتہائی حد شادیِ مرگ ہی۔ یہ کیفیات ہمین اِس مرحلے پر لے جاتی ہین کہ تاثرات کی اور بھی چند قسمین ہین :-

(۱) تاثرات حسّی
(۲) تاثرات عقلی
(۳) تاثرات جسمانی
(۴) تاثرات اخلاقی
(۵) تاثرات وہمی

تاثرات کی یہ قسمین بھی گویا پہلی قسمین ہی ہین یا یہ اُنکی تفسیر ہین یا وہ ان کی تفسیر ہین۔ اُن مین اور اُن مین کچھ فرق نہین بصریات اور سامعیات سے حیات اور عقل و شعور کی ایک خاص وابستگی ہی۔ بصر اور سامع اور شامہ حسیات ہی ہین اگرچہ اندرونی حسین اُن سے الگ ہین لیکن ان سے بھی اُن کا ایک گونہ تعلق ہی۔ اگر اندرونی حسین نہ ہون تو یہ بھی نہ ہون۔ یہ حسیات گویا اُن اندرونی حسون کی قاصد ہین۔

جب حواس مین سے کوئی جزو متاثر ہوتا ہی تو نہ صرف یہی علم ہوتا ہی کہ ہمین حواس کی بدولت کوئی خبر مل رہی ہی بلکہ اُسکے ساتھ ہی یہ بھی کہ باعتبار حظ اور درد کے ہم پر ایک کیفیت طاری ہی ہم اِن دونون مین بخوبی تمیز کر سکتے ہین۔ بعض وقت تاثرات احساسات کے ساتھ ہی یا کچھ پہلے پیدا ہوتے ہین اور بعض وقت بعد مین۔ اور اگر غور کروگے تو تسلیم کروگے کہ احساسات ہی تاثرات کے شروع ہین یا خود ہی تاثرات ہین۔ جب مین ایک سُریلی آواز یا سُریلے لے کا احساس کرتا ہون تو وہی ایک تاثر بھی ہی بیشک

بعض صورتون مین احساس اور تاثر کے درمیان فرق بھی ہوتا ہی۔ مثلاً مین یہ محسوس کرتا ہون کہ فلان فعل یا فلان عمل میری خوشی کا موجب ہوگا یا غم و درد کا۔ یہ ایک ایسا احساس ہی کہ اُسکے تاثرات بعد مین وجود پذیر ہونگے۔ خوشگوار خنکی اور خوشگوار گرمی کی تلاش ایک احساس ہی۔ اور اُن کا حاصل ہوجانا ایک تاثر۔ یہ خوشگوار خنکی تازگی بخش اور بعض دفعہ خوشگوار گرمی مفرح قلب ہوتی ہی۔

حس مین ایک طاقت ہی اور اُسکی وجہ سے انسان کے دل و دماغ پر ایک عجیب اور فوری اثر پڑتا ہی۔ اگر ایک گدا گر کو نہلا دھلا کر اچھے اور اُجلے کپڑے پہنا کر گھوڑے پر سوار کر دوگے تو پتہ لگ سکتا ہی کہ اُسکے خیالات مین اس سے کیا کچھ علو اور بلند خیالی پیدا ہوگئی ہی۔ کسی دولہا کو دیکھو کہ باوجود ایک معمولی حیثیت ہونے کے بھی شادی کا احساس اُسکے دل و دماغ پر کیا کچھ اثر پذیر ہی۔ چونکہ انسان بہت کچھ مختلف خیالات کے تحت مین رہتا ہی اس لئے وہ ہر رنگ مین متاثر ہوتا ہی۔

حسیات سے انسان اس قدر کام لینے لگا ہی کہ بعض فرضی باتون سے بھی اپنا مطلب نکال لیتا ہی۔ دولہا کے سر پہ سہرا کیا ہی؟ وہی فرضی حس جو تسلیم کرلی گئی ہی کہ سُرخ رنگ خوشی کی علامت ہی۔ اور سیاہ غمی کی۔

یہ بات ابھی تک فیصلہ نہین ہوئی کہ نظام عصبی کے عمل مین وہ کیا بات ہی جس سے حظ و درد مین امتیاز پیدا ہوتا ہی۔ بعض حکما نے یہ کہا ہی کہ نقاط فشار اور نقاط مزاج کی طرح جلد ہی مین حظ و درد کے نقاط بھی موجود ہین لیکن یہ ایک قیاس ہی قیاس ہی۔ اگر فی الحقیقت ایسے نقاط ہی پر انحصار ہی تو یہ عمل ایک ضابطہ کے طور پر ہونا چاہیے مگر ایسا نہین ہی اور مشاہدہ و تجربہ اس پر شاہد نہین۔ بعض وقت انسان بعض احساسات سے بیخبر ہو جاتا ہی مثلاً کوئی نشہ کی چیز کھا کر یا کسی بیماری مین یا غلو افکار سے مگر ایسی حالتون مین حس کی نفی نہین کی جاسکتی البتہ بعض عوارضات کے وجہ سے وہ کسی حد تک مدھم پڑ جاتی ہی۔

خوشی اور رنجیدگی اور بھی دو قسمین ہین اور تاثرات کی بھی دو قسمین ہوسکتی ہین:۔

(الف) جسمانی

(ب) روحانی

اگرچہ جسم پر جو تاثرات ہوتے ہین اُن کا روح پہ بھی اثر ہوتا ہی۔ اور اسی طرح بعض روحانی تاثرات بھی جسم پر موثر ہوتے ہین مگر پھر بھی ان دونون مین بہت کچھ فرق ہی۔ دیکھو جب انسان کا جسم آگ سے جھلس جاتا ہی تو خیالات مین گو بوجہ درد کے کچھ فرق آجاتا ہی۔ مگر دماغ چندان ماؤف نہین ہوتا۔ مگر اگر دماغ کو صدمہ پہنچے تو بہت کچھ فرق آجاتا ہی۔ اس سے پایا گیا کہ خوشی اور درد کا اثر درجہ بدرجہ ہوتا ہی۔ خوشی سے انسان کے جسم اور اعضا پر چندان اثر نہین ہوتا۔ ہان بعض وقت بشرہ اور آنکھین اثر پذیر ہوتی ہین مگر وہ بھی قوت ضبط کے زیر تحت ہی۔ جس کی قوت ضبط قوی ہی اُسکے بشرہ اور آنکھون پہ بہت کم اثر ہوتا ہی۔ بعض لوگ خوشی اور غم کے ضبط مین ایک قوی دسترس رکھتے ہین اور بعض لوگ جلدی متاثر ہوجاتے ہین۔

انسان کی تربیت اور سیرت کو بھی اس مین بہت کچھ دخل ہی، اور مذاق پر بھی کچھ موقوف ہی۔ بعض لوگ خوبی تربیت اور مضبوطی سیرت کی وجہ سے خوشی اور غم کے اظہار مین ایک محتاط طریق رکھتے ہین، اور بعض لوگ دونون صورتون مین جلد ترماثور ہوجاتے ہین۔ تاثرات سے انکار نہین کیا جاسکتا لیکن اظہار اور تعرفات تاثرات کے مختلف طریقے ہین۔ بعض وقت انسان متواتر تاثرات سے ماثور ہوکر

ایک طبیعت بنالیتا ہی اگرچہ وہ بوجہ چند برے اور مضر بھی ہوتے
ہین مگر اُن کی وجہ سے اُس سے رہ نہین سکتا۔ کہتے ہین کہ
ایک قاتل صرف اس وجہ ہی سے لوگون کو قتل کر دیا کرتا تھا کہ
مقتول کی جان دینے کی کیفیت اُس کے دل و دماغ پر ایک
اثر ڈالتی تھی اور وہ اُسکو بھول نہین سکتا تھا۔ تاثرات بجائے خود
ایک طاقت رکھتے ہین مگر اخلاقی رنگ مین سیرت اور تربیت کے
اعتبار سے بھی اُن کا زور کم و بیش ہوتا رہتا ہی۔ تاثرات اور جذبات
مین کبھی کبھی ایک نسبت پیدا ہو جاتی ہی۔ جب تاثرات جذبات کے
تحت وجود پذیر ہوتے ہین تو ان کی کیفیت کچھ اور ہو جاتی ہی ایک
تاثر اپنی ذات مین جو عمدگی یا مضرت رکھتا ہی جذبات کے تحت
اُس کا فعل کوئی اور رنگ اختیار کر لیتا ہی اور چونکہ جذبات مین فرق
ہوتا ہی اس واسطے تاثرات کی کمی بیشی بھی مختلف ہوتی ہی۔
تاثرات کے علاوہ سے اور جذبات کے تحت ہونے سے
ہماری تاثراتی زندگی کی کیفیت بھی بدلتی رہتی ہی۔ بعض لوگ
پُرانی کیفیتون ہی مین لُطف پاتے ہین اور بعض ہمیشہ نئی
بات کے خواہان رہتے ہین۔ بعض لوگ مختلف اشیا کے دیکھنے
سے اپنے دل مین ایک قسم کی مسرت پاتے ہین اور بعض کی
طبیعت کسی حد تک کبیدہ ہو جاتی ہی۔ بعض لوگ سارا دن ایک
ہی جگہ پر بیٹھے رہنا داخل متانت سمجھتے ہین اور بعض لوگ اُس کو
کسلمندی مین شمار کرتے ہین۔ سب تاثرات کی بنیاد صور ذہنیہ اور
خیالات ہین کیونکہ ان ہی دو کی وجہ سے تاثرات کا عمل و فعل کام کرتا ہی
اور دوسرے الفاظ مین یہ کہ ان ہی دو کی وجہ سے تاثرات کی
ہستی وجود یا اثر پذیر ہوتی ہی۔ حیات نفسیہ کی بڑی منڈی یہی
صور ذہنیہ اور خیالات ہی ہین یا یون کہیے کہ حیات نفسیہ کا شروع
اور خاتمہ بھی ان دو پر ہو جاتا ہی۔

سلطان احمد

جنگ یورپ

جنگ یورپ کو ۴ اگست گذشتہ کو پورے تین سال
گذر گئے۔ مناسب ہی کہ سہ سالہ واقعات پر نظر ڈالی جائے۔
جس سے ظاہر ہو کہ کس کا پلہ بھاری ہی اور آج کامل فتح کا کس کو
یقین کامل ہی اور کس کو شکست فاش کا خرخشہ ستا رہا ہی۔ کون نفع
مین ہی اور کس کو نقصان پہنچا۔ جنگی نقل و حرکت اور فوجی چالون کے
رُخ سے کیا ظاہر ہوتا ہی اور آخیر مین اس امر پر غور کرنا مناسب ہوگا
کہ یہ ہولناک ہنگامہ جس مین بنی آدم کا ۵/۶ حصہ مصروف ہے کب
ختم ہوگا۔

جنگ کا بانی اور محرک اتنے عرصہ کی ہولناک معرکہ آرائیون کے بعد
یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہی کہ جنگ کا اصل محرک جرمنی ہی اسکی طمع
نے دنیا کو ایک خوفناک آفت مین پھنسا دیا ہی۔ اگرچہ جرمنی مکر و فریب
سے بار بار یہ کہتا ہی کہ "ہم اپنے گھرون مین مزے سے اپنی تجارت و
صنعت مین مصروف تھے کہ دشمنون نے چپکے سے ہم پر حملہ کر دیا،
اور ہم اپنی قومی آن کی حفاظت مین لڑ رہے ہین۔ خدا گواہ ہی کہ ہمارا
کسی سے لڑنے کا ارادہ نہ تھا" یہ سفید جھوٹ ہی جرمنی جنگ فرانس
و پرشیا (سنہ ۱۸۷۰ء) کے بعد سے رات دن فوجی تیاریون مین
مصروف تھا۔ نئے نئے سامان اُس نے بہم پہنچائے۔ لشکر تیار کیے
اور جب ہر طرح سے تیار ہو گیا تو موقع کی تاک مین بیٹھا جو سنہ ۱۹۱۴ء کے
موسم گرما مین یورپ کی پولیٹیکل حالت سے بہم پہنچ گیا۔ فرانس کے
وزیر جنگ نے موسیو تامبر کے ایک سوال کے جواب مین اپنی

پارلیمنٹ مین صاف صاف تسلیم کیا کہ تین سال سے سپاہیون
کو بوٹ نہین نصیب ہوئے اور نہ ہی گولہ بارود اور توپین وغیرہ
اسلحہ موجود ہی۔ روس مین مئی کے اوّل ہفتہ سے قوم پرستون کی
کوششون سے انقلابی ہڑتالین شروع ہوگئی تھین جن مین
پچالیس لاکھ کے قریب کاریگر اور مزدور شامل تھے۔ کارخانون
ریلون وغیرہ کے کام کرنے والون نے کام بند کر دیا تھا۔ برطانیہ
آئرلینڈ کی حکومت خود اختیاری کے جھگڑے مین اُلجھا ہوا تھا۔ اُس وقت
یورپ مین دو گروہ تھے۔ ایک مین برطانیہ فرانس اور روس تھے۔
یہ نقطہ دوستانہ سمجھا تھا۔ اور دوسری طرف اتحاد ثلاثہ، جرمنی آسٹریا
اور اٹلی تھا۔ دوستون کو اپنے اندرونی معاملات مین مصروف دیکھکر
جرمنی نے جنگ کی ٹھان لی اور اُسے بہانہ بھی بہت جلد ہاتھ
لگ گیا۔ یا یون کہو کہ بہانہ بنا لیا۔ کیا معنی کہ ولیعہد آسٹریا آرچ ڈیوک
فرانسس فرڈیننڈ اور اُس کی بیگم کو چند آسٹریائی اور جرمنی نو زیردن
نے جو اُس کے پولٹیکل خیالات سے بہت برانگیختہ ہوگئے تھے
بدمعاشون کو روپیہ دے کر قتل کرا دیا۔ یہ ۲۸ جون ۱۹۱۴ء کا
واقعہ ہے۔ اُس کے ایک ہی ہفتہ بعد پوٹسڈم مین آسٹریا کے تاجی
خفیہ اجلاس ہوا جس مین قیصر جرمنی
جرمن چانسلر ڈاکٹر فان بیٹ مان ہولویگ، فان ٹرپٹیس جرمنی
وزیر خارجہ، وزیر جنگ فان فان ہنڈن برگ اور چند نامی گرامی
کروڑپتی اور کارخانون کے مالک بھی شریک تھے۔ اور وہان پر
وہ شرائط قرار پائین جس سے جنگ اٹلی ٹھہری۔ اخبار ٹائمز نے
اگست گذشتہ کے شروع مین اس خفیہ اجلاس و معاملہ کی حقیقت
شائع کر دی جس سے جرمنی نے انکار کیا مگر اس کے چند ہی روز
بعد امریکن سفارت خانہ قسطنطنیہ کے ایک خاص آدمی نے اپنا
خط اس مضمون کا شائع کیا کہ مسٹر بوٹس این اسٹائن خاص ایجنٹ
امریکن سفارتخانہ قسطنطنیہ لکھتے ہین کہ پوٹسڈم مین جولائی ۱۹۱۴ء مین
جو خفیہ اجلاس منعقد ہوا تھا اُس سے جرمنی کا انکار کرنا قدرتی بات ہے
مگر یہ سراسر جھوٹ ہے۔ اٹالین سفیر نے مجھ سے ۱۵ جولائی ۱۹۱۴ء
کو بیان کیا کہ جرمن سفیر وانگن ہائم نے بیرن گاروفی (اٹالین سفیر)
سے کہا کہ مین ایک اجلاس مین موجود تھا جس مین اُن شرائط کا
تصفیہ کیا گیا ہے جس سے جنگ ناگزیر ٹھہرے گی کیونکہ ان شرائط کو
سرویہ کبھی قبول نہ کرے گا (جس پر ولیعہد آسٹریا کے قتل کی سازش
کا الزام لگایا گیا تھا) جرمن سفیر نے ایک اور ملک کے سفیر سے یہ
بھی بیان کیا کہ اعلان جنگ سے پہلے قیصر نے سپاہ مالیہ اور
صنعت و حرفت کے وزرا کو بلا کر پوچھا کہ تم یا جنگ کے لیے تیار ہو؟
سب نے حامی بھری اور وانگن ہائم نے کہا کہ مین ترکی کی شرکت
جنگ کا ذمہ دار ہون۔" ۲۴ جولائی کو سرویہ کو نہایت سخت
الٹی میٹم (میعادی مطالبہ) دیا گیا جسے وہ عزت و آبرو کے ساتھ
قبول نہ کر سکتا تھا۔ روس بلقانی ریاستون کا طرفدار تھا اس وجہ سے
جنگ ناگزیر ہوگئی جو جرمن کے عین حسب منشا تھی۔ قیصر جرمنی
سازشون کے لیے مشہور ہے۔ اُس نے ۱۹۰۴-۰۵ء مین جنگ روس
و جاپان کے دوران مین بھی برطانیہ کے خلاف وفاقہ بندی کی
کوشش کی تھی جس کا نیویارک ہیرلڈ پیرس نے ستمبر گذشتہ کے
دوسرے ہفتہ مین بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ زار اور قیصر کے درمیان کچھ عرصہ
تک خفیہ خط و کتابت ہوتی رہی۔ آخر کار زار راضی ہوگیا اور خفیہ
عہدنامہ کا مسودہ تیار کیا گیا۔ مگر زار نے دستخط کرنے سے پہلے
اُسے فرانس کو دکھانا چاہا لیکن قیصر کہتا تھا کہ "اگر فرانس کو دکھایا گیا
تو وہ برطانیہ کو بتا دے گا اور برطانیہ جاپان کو ساتھ لیکر جرمنی پر
فوراً حملہ کر دے گا اور ہمارے نئے بیڑہ کو برطانیہ اور جاپان بہت جلد
ہڑپ کر لین گے۔ اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائین گے۔" قیصر برطانیہ کے

خلاف جرمن روس اور فرانس کا دھڑہ بنانا چاہتا تھا اس سے
ظاہر ہوا کہ جرمن والون مین بین الاقوام معاملات مین کیسا ایمان ہے اور
کس قسم کے اخلاق کے پابند ہین اور موجودہ جنگ کے دوران
مین اس کا ثبوت جرمن کی کرتوتون سے بخوبی مل گیا ہے کہ جرمن
برطانیہ کی شان و شوکت سے جلتا تھا اور اب بھی جلتا ہے اسلیے
اُس کی بربادی کے درپے تھا۔ مگر اُسے اپنے ناپاک ارادے مین
کامیابی نہین ہوئی۔ جرمن کی عالمگیر حکومت کی ہوس اور برطانیہ
کی قدرت و سطوت کی عداوت اس قیامت خیز لڑائی کی محرک ہوئی

ہولناک نقصان جان و مال

اس کی اس چال نے دنیا کو کس قدر
نقصان پہنچ چکا ہے اور آئندہ پہنچے گا۔ اس کا اندازہ ذیل کے
اعداد سے ہو سکتا ہے جو بالکل درست اور صحیح تو نہین مگر تخمینہ ہے
قیاس ہے کہ اس قدر جانون کا اور اتنے مال کا نقصان دنیا کو
تین سال کی جنگ سے پہنچ چکا ہے۔ برطانیہ کے اول اٹھارہ ماہ
مین (۱۲۰۰۰۰) جوانون کا نقصان ہوا۔ اگر ہندوستانی وغیرہ
اور نیز لاپتہ جوان شامل کیے جائین تو یہ (۱۷۰۰۰۰) تک پہنچتا ہے
گو پہلے اٹھارہ ماہ مین فوج کم تھی اور دوسرے اٹھارہ مین بہت
زیادہ رہی اس لیے نقصان کل مجروح و مقتول چار لاکھ ہوگا جسمین
بحری سپاہی بھی شامل ہین۔ کوپن ہیگن کی ایک سوسائٹی کے
تخمینہ کی رو سے فرانس کے تین سال مین تیرہ لاکھ جوان کام آئے۔
اور روس کے چھبیس لاکھ سپاہی مارے گئے۔ جرمنی کا نقصان
ساڑھے بائیس لاکھ جوان ہے۔ آسٹریا کا ساڑھے سترہ لاکھ۔ ترکی کا
ساڑھے سات لاکھ۔ اٹلی کا دو لاکھ۔ باقی بلگیریا، سرویہ، رومانیہ
بلجیم وغیرہ چھوٹی طاقتون کے نقصانات چھ لاکھ کے قریب
ہونگے گویا تین سال مین ۹۷½ لاکھ سپاہی کام آئے۔ جو بچے پیدا
ہوتے جنگ آرائیون کے سبب سے وہ نہین پیدا ہوے اسلیے
کل نقصان ایک کروڑ ساڑھے بیالیس لاکھ جانون تک پہنچتا ہے
زخمیون کا شمار مُردون سے ڈھائی گنا زیادہ قرار دیا جاتا ہے اسلیے
مجروحون کی تعداد دو کروڑ سینتیس لاکھ ہے۔ ایک کروڑ بیس لاکھ
جوان عمر بھر کے لیے اپاہج ہو گئے ہین۔ جنرل اسمٹس نے مقتولون
کا اندازہ ایک کروڑ بیان کیا ہے۔ تین سال لڑائیون مین متخاصمین نے
ایک دوسرے کے جو جوان گرفتار کیے ہین، اُن کا شمار چالیس
لاکھ ہے۔ جو لوگ لڑنے مین شریک نہین بلکہ اعلان جنگ کے وقت
دشمن کے ملکون مین تھے وہ وہین گرفتار ہو گئے۔ ان کا شمار
ڈھائی لاکھ ہے۔

متخاصمین نے جن جوانون کو جنگی تربیت حاصل کر کے
میدان کارزار جانے کے لیے طلب کیا ہے اُن کا شمار
حسب ذیل ہے:-

روس (ڈیڑھ کروڑ) جرمنی (۹۰ لاکھ) برطانیہ (۷۰) لاکھ
آسٹریا (۷۰) لاکھ۔ فرانس (۷۰) لاکھ۔ اٹلی (۳۰) لاکھ۔ ترکی (۲۰) لاکھ۔
بلجیم، سرویہ، پرتگال (ڈیڑھ) لاکھ۔ بلگیریا (۵) لاکھ۔ رومانیہ (۹) لاکھ
اضلاع متحدہ امریکہ (۱۵) لاکھ۔ میزان کل پانچ کروڑ ساڑھے چھبیس لاکھ۔
یہ تو جانون کا نقصان اور سپاہ کا اندازہ ہے۔ اب خرچہ جنگ کی
کیفیت ملاحظہ ہو۔

مصارف جنگ

برطانیہ کا خرچ سب سے زیادہ ہے کیونکہ اس کے
معاونون اور چھوٹی قومون کا خرچ اُسی کے خزانہ سے ادا ہوتا ہے۔
اس لیے ۳۱۔ مارچ سنہ ۱۹۱۷ء تک پانچ ارب ساٹھ کروڑ پونڈ خرچ
ہوا۔ دو تین ماہ ہوئے پینسٹھ کروڑ پونڈ اور منظور ہوئے ہین جس سے
میزان چھ ارب پونڈ سے زیادہ ہوتی ہے۔ برطانیہ کا اپنا خرچ پانچ ارب
پونڈ سے کچھ ہی زیادہ ہے باقی ہندوستان اور نوآبادیون کا خرچ
ہے۔ خاتمہ جنگ تک ہندوستان کا فوجی خرچ ایک ارب روپیہ سے

کچھ اوپر ہوگا۔ برطانیہ کی مجموعی قومی دولت سولہ ارب پونڈ ہے جس کا تہائی حصہ تین سال میں خرچ ہوگیا ہے۔ برطانیہ نے ایک ارب اور کئی کروڑ پونڈ اپنے معاونوں اور نیز اپنی نوآبادیوں کو قرضہ دیا ہے۔ فرانس کا خرچ تین ارب پونڈ ہے جرمنی کا براہ راست چار ارب پونڈ اور بالواسطہ خرچ شامل کرکے پانچ ارب پونڈ ہوتا ہے۔ آسٹریا کا خرچ ڈھائی ارب پونڈ ہے۔ روس کا ساڑھے تین ارب پونڈ اٹلی کا ایک ارب پونڈ۔ چھوٹی قوموں کا ایک ارب پونڈ ہے۔ کل اکیس ارب پچاس کروڑ پونڈ ہوتے ہیں۔ ان تمام قوموں کی مجموعی قومی دولت سو ارب پونڈ ہے۔ گویا ان کی دولت کا پانچواں حصہ بارود کا دھواں بن کر اڑ گیا جس سے کسی کو کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ نقصان مال ہے۔ ریلوں کی سڑکوں وغیرہ کا نقصان بیس کروڑ پونڈ۔ فرانس بلجیم سربیہ رومانیا روس وغیرہ کے مفتوحہ علاقوں کو ایک ارب اور چند کروڑ پونڈ سے زائد برداشت کرنا پڑا۔ اور جنگ میں جو تجارتی جہاز غرق ہوئے جرمنی کا دعوی ہے کہ اس نے اتحادیوں کے پچاس لاکھ ٹن وزنی جہاز غرق کیے مگر صحیح اندازہ اتحادی اور غیر جانبدار جہازوں کے نقصان کا نوے لاکھ ٹن وزن ہے پینتیس لاکھ ٹن جہاز بیکار پڑے ہوئے ہیں۔ جرمنی کا تجارتی بیڑہ تین چار ہزار جہاز کا قریب قریب نابود ہوگیا ہے اور اس کی چھیانوے فیصدی غیر ملکی تجارت برباد ہوگئی ہے۔ اور تباہی جو واقع ہوئی اور جو نقصان مال تجارت اور صنعت ہوا ہے اس کا شمار بارہ ارب پونڈ ہوتا ہے اس میں اس آمدنی کا شمار بھی شامل ہے جو سپاہیوں کے میدان جنگ میں جانے سے واقع ہوتا ہے۔ جہازوں کی بربادی سے قوموں کو دس کروڑ پونڈ کا نقصان ہوا ہوگا۔ جو روپیہ فوجی سامانوں پر خرچ ہوا ہے اور جو نقصان ریلوں اور جہازوں کو پہنچا ہے اور مفتوحہ علاقہ میں جو مکانات وغیرہ جائداد برباد ہوئی ہے یہ کل نقصان چالیس ارب پونڈ یعنے چھ سو ارب روپیہ تک پہنچتا ہے۔ اور اس عظیم نقصان کا ذمہ دار جرمنی ہے۔ ایک کروڑ جانوں کا خون جرمنی کے سر ہے جسکا قیصر اور اسکے وزرا کو خدا کے سامنے جواب دینا ہوگا۔

جوانوں کے نقصان کے مقابلہ میں ادنیٰ فائدہ

جرمنی نے یہ جنگ دنیا میں عالمگیر حکومت قائم کرنے کی نیت سے شروع کی تھی اور اسمیں اسے سراسر دھوکا ہوا۔ اس کو ہر طرف ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ دنیا کی حکومت ہاتھ نہ آئی۔ مگر پانچ ارب پونڈ اور بائیس لاکھ جوانوں کی قربانی سے دو لاکھ مربع میل سے کم علاقہ فرانس بلجیم سربیہ مانٹی نگرو رومانیہ اور روس کا حاصل کرسکا ہے۔ مگر اسکے لیے اسے ادا کیا دینا پڑا۔ تجارتی جہازوں کا بیس تیس کروڑ روپیہ کا بیڑہ قطعی معدوم ہوگیا ہے پچاس کروڑ پونڈ سالانہ کی غیر ملکی تجارت برباد ہوگئی اور تمام بستیاں جن کا کل رقبہ گیارہ لاکھ مربع میل ہے اسکے ہاتھ سے نکل کر برطانیہ اور اس کے معاونوں کے قبضہ میں چلی گئی ہیں۔ اب اسے ہر طرف تباہی اور ہلاکت کی بھیانک صورت دھمکاتی ہے۔ جدھر دیکھتا ہے یاس منہ کھولے کھڑی ہے جس طرف نگاہ ڈالتا ہے قعر ضلالت کھلا نظر آتا ہے۔ آخری تباہی اور ہلاکت میں بہت تھوڑی کسر باقی ہے۔ جرمنی کی اس خوفناک مجنونانہ حرکت پر یہ قول صادق ہوتا ہے کہ ایک پھول کے لیے چمن اجاڑ ڈالا۔

جرمنی کا شاندار منصوبہ اور اسکی ناقابل تلافی بربادی

جرمنی کا منصوبہ شاندار تھا اور اس کے حصول کے اسباب بڑی حکمت اور جانفشانی سے مہیا کیے گئے تھے۔ اوّل درجہ کی سپاہ تھی جس کا شمار جنگ سے پہلے تینتیس لاکھ تھا۔ اس میں درجہ اول اور درجہ دوم اور درجہ سوم کے لشکر تھے۔ علاوہ ازیں اور مددگار سپاہ ساٹھ لاکھ سے اوپر تھی۔ اس پہلو میں جرمنی نے تمام مہذب قوموں کو مات دی

اور اول درجہ کے لشکر اور فوجی سامان پیدا کیے عجیب و غریب توپخانے تھے جن کے وجود ہی سے دنیا ناواقف تھی تاوقتیکہ وہ قلعہ لیاژ اور نامور کے محاصرہ مین مستعمل نہ ہوے۔ آہنی سامانون کی بدولت قیصر جرمنی اور اُسکے فوجی سردار ڈینگ مارتے تھے کہ دو ہفتے مین پیرس فتح کر لین گے اور ایک ماہ مین وارسا پر قبضہ کر لین گے۔ ۴ اگست سنہ ۱۹۱۴ء کی رات کو جرمنی سپاہ (پچیس لاکھ) پورے جنگی سامان کے ساتھ فرانس اور بلجیم پر حملہ آور ہوئی اور سیلاب کی طرح میدان مین بڑھی۔ بلجیم کی ساڑھے ۳ لاکھ فوج نے دو ہفتہ تک خوب مقابلہ کیا۔ اتنے مین فرانس جیسے بھی ہوسکا دس بارہ لاکھ فوج جو قریب قریب بے ہتیار اور بے وردی تھی لیکر مقابلہ کے لیے بڑھا۔ اور برطانیہ کے ایک لاکھ جوان بہت قلیل سامان کے ساتھ بونزہ مین اُترے اور دو ہفتے بعد شارلی رواور مونگ پر جرمنون سے معرکہ ہوا۔ مگر ایک لاکھ جوان پانچ دس لاکھ سپاہ کے سامنے کیا چیز ہوتے ہین۔ جنرل کلکسا اور جنرل بیولو کی فوجین خوفناک سیلاب کی طرح جو تمام بندون کو توڑ کر آگے نکل جاتی ہےبین فرانس کی سرحدون سے گذر کر علاقہ فرانس مین داخل ہوگئین۔ جنرل جافری اور اُن کے شمال اور دہنے مین جنرل فرنچ اپنے اپنے دستے لے کر لڑتے مرتے ہٹتے چلے گئے۔ ۵ ستمبر سنہ ۱۹۱۴ء کو دریاے مارن کے کنارہ پر پیرس سے تیس پینتیس میل پر پہنچے اور وہان بجاے دارالخلافتہ کا رُخ کرنے کے بجاے جنرل کلک اور بیولو نے جنوب کا رُخ کیا تاکہ فرانس کی تمام فوج کو گھیر کر ایک ہی وار مین ہلاک کر ڈالین۔ برٹش سپاہ سالار نے ان کی اس چال کو بھانپ لیا اور جنرل جافری کو تار کے ذریعہ سے مطلع کرکے جھٹ پٹ حملہ کر دیا۔ جرمنون کے دائین پہلو پر آناً فاناً ڈیڑھ دو لاکھ بہادرون کا جو حملہ ہوا جن مین انگریزی اور فرانسیسی جوان تھے تو جنرل کلک گھبرا گیا اور پیش قدمی کا حکم منسوخ کرکے پسپا ہوگیا۔

اتحادیون نے پایا تو جرمنون نے ایسنی کے کنارہ پر جاکر دم لیا اگر اُس وقت دو لاکھ اور تازہ دم جوان اتحادیون کی کمک کو پہنچ جاتے تو آج تک جنگ ختم ہوجاتی اور نقشۂ جنگ اور ہوتا۔ کیونکہ جرمنون کے قدم جمنے نہ پاتے اور وہ چوہون کی طرح زمین کے اندر نہ گھسنے پاتے۔ مگر ۔۔ ستمبر سنہ ۱۹۱۴ء کا معرکۂ مارن دنیا کی فیصلہ کن لڑائیون مین شمار ہوگا کیونکہ وہان پر جرمنی کی عالمگیر حکومت کا خواب برباد ہوگیا اور اُس کے تمام منصوبے برباد ہوگئے۔ یون کہنا بجا ہوگا کہ معرکہ مارن جرمنی کی تمام تیاری اور سُنہری اُمیدون کی قبر ہے مگر اِس معرکہ کی کامیابی مین برطانیہ کے مختصر دستہ اور جنرل فرنچ کی دانائی کو خاص دخل ہے۔ برطانیہ نے دانائی سے اپنے دوست کی عین آڑے موقع پر دستگیری کی اور اُسے ایک خوفناک آفت سے بچایا۔ بعد ازان جرمنون نے رُخ بدلا اور برطانیہ سے انتقام لینے کے لیے شہر کیلے پہنچنے کی سخت کوشش کرنے لگے کیونکہ پیرس پر قبضہ کرنے اور جرمن کی امید برآنے مین اگر کوئی حارج ہوا تھا تو وہ برطانیہ تھا۔ اس لیے جرمنی نے اِس کا غصہ برطانیہ پر گرانے سے تامل نہ کیا۔ نومبر سنہ ۱۹۱۴ء مین اپیرہ پر ہولناک معرکہ ہوا جس مین ہندی فوج کی شمولیت عین آڑے موقع پر کام آئی اور جرمن کے منصوبے کو برباد کر دیا۔ دو لاکھ پرشیائی گارڈ سپاہ کھیت رہی مگر کیلے پر نہ پہنچ سکی۔ مشرق مین روسیون نے خلاف توقع جلد میدان مین آکر مشرقی پرشیا کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ ۳۰-۳۱ اگست سنہ ۱۹۱۴ء کو روسی ہراول دستہ کے جنرل سیمس نے ہنڈن برگ کے ہاتھون سخت شکست کھائی۔ مگر آسٹریا کے مقابلہ مین جنرل روسکی نے شاندار فتوحات حاصل کین۔ جس وقت مارن پر جرمن نے سخت شکست کھائی عین اسوقت جنرل روسکی نے لیمبرگ پر آسٹریا کو بھاری شکست دی اور ہزارون جوان قید کیے۔ اکتوبر مین جرمنون نے وارسا کا رُخ کیا۔ مگر ۱۹-۲۰ کو وارسا سے

تیس میل جنوب مین شکست کھائی اور واپس چلے گئے۔ نومبر مین نہایت وسیع پیمانہ پر جرمن اور آسٹریائی لشکرون نے مغرب اور جنوب مغرب سے جسونت وسیو نے گلیشیا مین پرمسل کا محاصرہ کر لیا تھا جبر ہائی کی اور اسمین غنیم کو کچھ کامیابی ہوئی تو شہر لوڈز پولینڈ کا مشہور صنعتی مرکز اُسکے ہاتھ آگیا اور روسی خندقون مین گھس کر بیٹھ گئے۔ یہ تو ۱۹۱۴ء کیفیت ہے غنیم نے شرق اور مغرب دونون طرف منھ کی کھائی۔ تا ہم اتحادیون کو حلوت بے دود سمجھ کر ہر پیمانہ کر سکا برطانیہ اور اُسکے دوست ایک طرف جرمنی کے خوفناک وار دن کو روکنے کی کوشش کرتے تھے اور دوسری طرف سپاہ اور سامان بہم پہنچانے مین مصروف رہے مگر اتحادی ملکون مین تندہی کے ساتھ جون ۱۹۱۵ء تک تیاری نہ ہو سکی۔ کیونکہ انھین اُس خوفناک ہنگامہ کی اہمیت کا خاطرخواہ اندازہ نہ ہوا تھا بعض یہ گمان کرتے تھے کہ چندماہ مین اِس کا فیصلہ ہو جائے گا کیونکہ اُن کے خیال مین عرصہ تک تو مین جنگ کے جدل مین مصروف نہین رہ سکتی تھین۔

فروری ۱۹۱۵ء مین شام پالی مین فرانسیسیون نے اور مارچ کے دوسرے ہفتے مین انگریزون نے نیوشاپلی مین جرمنون پر حملہ کیا اور برائے نام کامیابی حاصل کی۔ جرمنون کو یقین ہو گیا کہ اتحادیون مین اتنا دم نہین ہے کہ جرمن مورچون کو برباد کر کے اُن پر بآسانی قابض ہو سکین جرمنی کو اس کے ساتھ اپنے استحکامات کی پائداری کا بھی اعتبار ہو گیا اسوجہ سے اُس نے اُس سے نپٹ لینے کا فیصلہ کیا جو اس وقت (۲۲۔ مارچ) پرمسل کو فتح کر کے کراکو کے قرب مین آگیا تھا اور ادھر جنوب مین ہنگری کے میدانون مین روسی رسالون کی مار دھاڑ سے بڑا کہرام مچ گیا تھا۔ اس وجہ سے پندرہ سولہ لاکھ سپاہ اور کئی ہزار توپخانے لیکر مئی ۱۹۱۵ء مین جنرل مَاکنسن نے روسیون پر حملہ کیا اور رسد و سامان نہ ہونے کے سبب سے جسکے لیے غدار ملک بے ایمان روسی وزیر جنگ جنرل سخومنی لاف کی بے ایمانی اور طمع جواب دہ تھی رفتہ رفتہ پیچھے ہٹنے لگے حتیٰ کہ مئی سے لیکر اگست کے اخیر تک جرمنون نے گلیشیا اور پولینڈ خالی کرا کے خاص روس کا رُخ کر لیا۔ اب سابق روسی وزیر جنگ پر غداری ملک کا مقدمہ چل رہا ہے۔ اِس سے واضح ہوتا ہے کہ اُس نے دیدہ و دانستہ توپین بندوقین اسلحہ گولہ بارود وغیرہ تیار نہ کرایا تھا جیسا کہ کئی جنرلون اور جنرل اسٹاف کے افسرون کے بیانات سے عیان ہے۔ یہ شخص عرصہ سے جرمنی کا وظیفہ خوار تھا۔ اسی وجہ سے جنگ کا سامان تیار کرنے مین مجرمانہ غفلت کا مرتکب ہوا۔ خیر روس کو چار ماہ تک شکست دے کر جرمن نے اُس سے صلح کی درخواست کی قسطنطنیہ اور گلیشیا اِس شرط پر دینے کا وعدہ کیا کہ روس مصر سے انگریزون کو نکالنے مین جرمنی کا معاون ہو۔ مگر اِس مین جرمنی کو کامیابی نہ ہوئی۔ بعدازان جرمنی نے تازہ دم سپاہ دے کر اور بلگیریا کو شامل کر کے سرویہ کا رُخ کیا۔ اور اکتوبر سے دسمبر تک بڑی مشکل سے چھ سات لاکھ سپاہ نے دو تین لاکھ مگر شیر مرد سرویون کو زیر کیا۔ ۱۹۱۵ء کی فتوحات سے جرمنی کو پختہ یقین ہو گیا تھا کہ روس ایک سال تک میدان مین نہین اُتر سکیگا اور بلقان کسی شمار ہی مین نہ تھا۔ اِس لیے ۱۹۱۶ء کے شروع مین فرانس کی طرف رجوع ہوا۔ برطانیہ کو نقصان پہنچانا محال تھا۔ اس نے یہ منصوبہ کیا کہ ورڈون کے راستہ سے پیرس پر قبضہ کر کے فرانس سے صلح ہو جائے گی۔ تین چار لاکھ سپاہ اور تین ہزار بڑی چھوٹی توپون کے ساتھ جرمنون نے مشہور قلعہ ورڈون پر جہان سے پیرس سیدھے رُخ مین سو اسو میل پر ہوگا۔ ہولناک گولہ باری سے حملہ شروع کر دیا۔ ایسے بھاری گولے پھینکے کہ ٹیلون اور پہاڑیون کی جغرافیائی صورت ہی بدل گئی مگر فرانس تیار تھا اِس لیے اُس کے وار کو کامیابی سے

وکا۔ بردون کے معرکہ مین جرمنی کے زوال کا اول مرتبہ دنیا کو ثبوت ملا اور متحادیون کی شاندار تیاریون اور طاقت کا بھی دنیا کو بخوبی پتہ لگ گیا۔ بردون وہ موقع ہے جہان زمانۂ حال کے نپولین یعنی قیصر کو شکست ہوئی جیسے لیپزک پر نپولین اعظم کو ہزیمت ہوئی تھی۔ بردون کے معرکہ مین اول مرتبہ جب سے جنگ شروع ہوئی ہے قومون کی آزادی اور انصاف کو غلبہ اور جوع الارضی اور حرص کو نیچا دیکھنا پڑا۔ سنہ ۱۹۱۵ء کے اخیر تک جرمنی کو اپنے منصوبے مین کامیاب ہو جانے کا یقین تھا۔ مگر بردون پر اُسے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اِس منصوبے مین کامیاب ہونا ممکن نہیں۔ وہان پر آٹھ ماہ تک معرکہ ہوتے رہے۔ پانچ لاکھ جرمن جوان کام آئے مگر جتنے علاقے حملہ آور فتح کرتا تھا اُسے فرانسیسی جوان مرد فوراً ہی لشکر واپس لے لیتے تھے۔ اُن کی جوانمردی اور بہادری کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت مل سکتا ہے کہ جن مورچون کو جرمنون نے آٹھ ماہ مین سخت معرکہ آرائیون سے لیا تھا۔ فرانسیسون نے ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء کو چند گھنٹون مین اور پھر ۱۶-۱۷ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء کو باقی مورچے بھی چند ہی گھنٹون کے بعد لے لیے اور باقی رہا سہا حصّہ ۲۰ اگست گذشتہ کو چھین کر جرمنون کو نکال باہر کیا۔ روس کے ایک سال تک بیکار رہنے کا آسٹریا کو بھی یقین تھا اُس نے مئی سنہ ۱۹۱۶ء مین اٹلی پر حملہ کیا مگر جون ہی کے شروع مین جنرل برسلاف نے گلیشیا مین ڈھائی سو میل کے میدان مین حملہ کیا اور پچاس سے لیکر اسّی نوّے میل تک پیش قدمی کی۔ جون سے اگست اور ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء تک روسیون نے چار لاکھ سے اوپر غنیم کے جوان پکڑے اور سینکڑون توپین چھین لین مجروحون و مقتولون کا شمار اِس کے علاوہ ہے۔ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء مین وادی سوم مین پچیس میل کے میدان مین انگریزی اور فرانسیسی لشکرون نے سنگلاخ مورچون پر حملہ کیا اور فتح کر کے دنیا پر اپنی شان و شوکت نقش کر دی۔ ایسے خوفناک گولے اور اسلحہ لائے کہ جرمن خود حیران ہو گئے۔ ان کی سد سکندری چند گھنٹون مین تہس نہس ہو گئی جولائی سے ستمبر تک ہر معرکہ مین جرمنون کو شکست ہوتی رہی اور اتحادی ہر جگہ فتح یاب ہوتے رہے۔ اگست کے آخری ایام مین رومانیہ نے شرکت جنگ کا اعلان کیا اور اپنی بیوقوفانہ حرکتون سے اپنے کو تباہ کر ڈالا۔

جنگی پانسون مین انقلاب | سنہ ۱۹۱۴ء اور سنہ ۱۹۱۵ء دونون سال جرمنون کے غلبہ کے تھے تیس چالیس سال کی تیاریون کے سبب سے وہ اتحادیون پر غالب آتا رہا مگر جرمنی اقبال کا ستارہ تھوڑے ہی دن چمکا، بعد ازان اُسے زوال لاحق ہو گیا۔ جب تک اتحادیون کے لشکر تیار نہ ہوے تھے جرمنون نے جدھر رُخ کیا سوا فرانس کے فتح پائی لیکن سنہ ۱۹۱۶ء سے برطانیہ اور اُس کے معاونون کے نصیب جاگے۔ جرمنون کی ترقی تمام ہو گئی بردون پر اوّل مرتبہ شکست کھائی پھر جون اور جولائی مین گلیشیا مین، روسی سردار برسلاف کے ہاتھون مرعوب بیٹھے حالانکہ اُسے وہ قطعی بیکار تصور کرتے تھے۔ وادی سوم کے معرکون مین برطانیہ اور فرانس سے شکست پر شکست دی سنہ ۱۹۱۶ء کے موسم بہار سے پہلے جرمن آگے بڑھ کر حملے کرتے تھے۔ ان مین یہ طاقت تھی بعد ازان اُن سے یہ قوت رخصت ہو گئی۔ اتحادیون کی قسمت نے پلٹا کھایا۔ فتح نے اُن کا ساتھ دینا شروع کیا۔ برطانیہ اور اُس کے دوست میدان مین آگے بڑھ بڑھ کر حملے کرنے اور جرمنون کو شکست دینے لگے۔

سنہ ۱۹۱۷ء کو تھا اُنکے زوال کا یقین | سنہ ۱۹۱۷ء اتحادیون کے لئے فتح اور کامیابی کے گلدستے لایا جرمنون کو یاس اور کامل شکست کے

اتحادیون کا مقصد اور جنگ کا خاتمہ

اتحادیون کا مقصد یہ ہی کہ جرمنی کی فوجی قوت برباد کر کے اتنے چالیس پچاس سال کے لیے جنگ آزمائی کے ناقابل بنا دیا جائے۔ اس مقصد سے ہر میدان مین رات دن گولہ باری ہوتی رہتی ہی تاکہ جرمن ہلاک ہون۔ اگر روس کے انقلاب کے سبب سے وہان پر اندھیر نگری برپا نہ ہو جاتی تو اکتوبر نومبر تک جنگ کا خاتمہ بالخیر ہو جاتا۔ کیونکہ جرمنی مین ہر طرف لڑنے کی طاقت نہین ہی۔ اب اگلے سال جولائی اگست تک جنگ کا تصفیہ ہو جائیگا کیونکہ روس کی اندرونی حالت اُس وقت تک درست ہو جائے گی جب اتحادی لشکر جرمنی مین داخل ہونگے تو اہل جرمنی کو معلوم ہوگا کہ مفتوحہ علاقہ کی رعایا پر ظلم کرنے کے کیا معنی ہین جب یہ کیفیت ہوگی تو جرمنی صلح کے اتحادی شرائط خوشی خوشی مان لے گا۔

برطانیہ کے شاندار کارنامے سال رواں مین

۲۰ - فروری گذشتہ کو ہندی سپاہ نے کوٹ العمارہ پر قبضہ کر لیا، اور جنرل ٹاؤن شنڈ کی اطاعت سے جو داغ انگریزی شان پر لگ گیا تھا وہ دھل گیا۔ ۱۱ - مارچ کو بغداد فتح کر کے جرمنی کی ایشیائی سلطنت کا منصوبہ ہمیشہ کے لیے برباد کر دیا اور مغربی وسطی ایشیا مین برطانیہ کی شان و شوکت کا شہرہ ہو گیا۔ ۲۲ - اپریل کو بغداد سے نوے میل شمال مین سمرہ پر قبضہ کیا گیا اور اخیر ماہ مین دس پندرہ میل آگے پہاڑیون مین ترکون کو شکست دے کر منتشر کر دیا۔ جزیرہ نما سینا ترکون سے خالی کرا لیا۔ اور ۲۶ - ۲۷ - مارچ کو غزہ نامی شہر غازہ پر بڑا بھاری معرکہ ہوا۔ اس کا محاصرہ اب تک جاری ہی۔ ۹ - اپریل سے ۱۴ - اگست تک انگریزون نے فرانس مین (۴۶۱۵۵) جرمن جوان گرفتار کئے اور ابتدائے جنگ سے اس وقت تک (۱۰۲۲۱۸) جرمن جوان قید کیے ہین (۴۳۰۰۰) ہندوستانی اور انگریزی فوج جرمنی کے ہان قید ہین۔ اگر اگست اور ستمبر کے معرکے بھی شامل کئے جائین تو اس وقت تک برطانیہ مین سوا لاکھ سے کچھ کم جرمن جوان گرفتار ہین اور باقی ترک بلغاری وغیرہ ملا کر ڈیڑھ لاکھ سے اوپر شمار ہوتا ہی۔ سنٹرل نیوز ایجنسی کے قائم مقام کے بیان کی رو سے جون جولائی اور اگست کے معرکون مین جرمنون کا نقصان میدان فرانس مین پانچ لاکھ جوان قرار دیا جاتا ہی اور آسٹریا کا سب میدانون مین تین لاکھ بیان کیا جاتا ہی۔ اگر برٹش توپون کی گولہ باری کا جس کا غور برطانیہ مین سنائی دیتا ہی، خیال کیا جائے تو اسمین مبالغہ نہین ہوگا۔ جرمنون کو نقصان پہنچانا سب سے بڑا مقصد ہی۔ سپاہ ماری گئی تو وہ آپ ہی فرانس بلجیم وغیرہ چھوڑ کر بھاگ جائینگے۔ بقول نامہ نگار ٹائمز برطانیہ کی نئی سپاہ نے ایک سال مین ستر ہزار کے قریب جرمن سپاہی مع آٹھ سو افسرون کے قید کیے ہین۔ ساڑھے چار سو توپین جرمنون سے چھینی ہین، اور دو ہزار مشین گن اور چھوٹی نال کی بندوقون کی توپین اس کے علاوہ ہین جرمنی قیدی موجودہ دس جرمن ڈویژنون کے مساوی ہین ایک سو دیہات فتح کیے اور سینکڑون زمین دوز قلعے، قلعہ بند ٹیلے اور جنگل حاصل کیے ہین اور سنگلاخ استحکامات بیشمار ہین۔ لیکن انگریزون کی فتح اور شاندار کارنامے یہ ہین کہ البرٹ باپمی اور مینی کی پہاڑیان جرمنون سے چھین لی ہین، جو ایپرس سے ایسنی تک واقع ہین اور جو جرمنون کے سب سے مستحکم اور ناقابل تسخیر قلعے تھے۔ ان معرکون مین جرمن سپاہ کے سب حملون کو شکست ہوئی۔ ایک ماہ مین برطانیہ نے جرمنی کے تین ڈویژن مجروح اور بیکار کرا دیے اور وہ میدان سے ہٹا لیے گئے۔ جرمنی کو سپاہ اور سامان دونون کی قلت ستا رہی ہی چیف آف دی اسٹاف جنرل ہنڈن ڈورن نے سپہ سالارون کو ایک حکم جاری کر کے تاکید کی ہی کہ آدمیون کو ہلاکت سے بچانے کے طریقے وضع کیے جائین

اور حتی الوسع سامان کم خرچ کیا جائے۔ اس سے ظاہر ہو کہ جرمنی اب اپنی طاقت کے آخری مرحلہ مین ہے۔

روس کی اندیشہ گیری اور گڑبڑ | روسی قوم پرستون نے زار کو اس لیے تخت سے اُتارا کہ وہ ملک کے بدخواہون کے ہاتھ مین کٹھ پتلی تھا اور وہ در پردہ جداگانہ صلح کے لیے کوشش کر رہے تھے جب زار گرفتار اور زار مع شاہی خاندان کے نظر بند ہوگئے تو چند ہفتے بعد جرمنی نے ان جلا وطن روسیون کو روس کو اس شرط پر واپس بھیجا کہ وہ اپنے ہم وطنون کو سمجھا کر صلح کے لیے تیار کرین اور انھین بہت سا روپیہ دیا کہ سازشون پر خرچ کرین۔ انھون نے جھوٹی سچی باتون سے سپاہ کو بہکایا جو انقلاب کے پہلے ہی سے اپنے کو آزاد اور فوجی قاعدہ سے بالا سمجھ رہی تھی۔ روس مین قوم فروشون کا شمار ہندوستان سے کم نہین انھون نے عارضی حکومت کو تہ و بالا کر دیا۔ سپاہ کو ورغلا دیا۔ مگر امید کی جاتی ہے کہ موسیو کرینسکی اور اُن کے معاون جو جنرل کارنی لاف کی سرکشی سے زیادہ متحد ہوگئے ہین جلد سپاہ کو درست کر کے میدان جنگ مین اتحادیون کے ساتھ شریک ہونگے۔ اب اگلے سال شروع مین اتحادی چارون طرف سے حملہ کرینگے اور جرمنی کو مجبوراً و لاچار ہو کر ہتھیار ڈال کر فاتح کی شرائط ماننا پڑین گی۔

جے۔ آر۔ راے

دریاے لطافت

قاعدہ ہے کہ دنیا مین ہر ایک قوم کی زبان کا لٹریچر (ذخیرۂ ادبی) اُس قوم کے حالات و خیالات آئین تمدن اور طرز معاشرت کی تصویر عکسی یا مکمل تاریخ سمجھا جاتا ہے جیسے کہ وید مقدس کے منتر دنکو اگر عہد عتیق کے سادہ مزاج اور صحرا نورد گلہ بانون کے راگ اور نغمے کہیے تو اس مین بھی کلام نہین ہے کہ ہندوستان قدیم کی تاریخ صرف رامائن اور مہابھارت ہی کی پُرزور نظمون کے وسیلے سے اب تک محفوظ چلی آتی ہے۔ یا مثلاً مشہور و معروف شاعر کالیداس کی مبالغہ آمیز سحر بیانیون سے اُس کے زمانہ کی قومی و مجلسی طرز روش پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ اور لیلی و مجنون کے قصے جو مختلف دیار و امصار مین بقدر مقبول خاص و عام ہوے ہین در اصل عربی زبان کے طفیل مین اب تک نمود تازہ ہین۔ اسی طرح اہل فارس کی داستان پاستان کا وجود فردوسی کی نظم شاہنامہ تک محدود ہے، جس کو عہد محمود غزنوی کی ایک علمی یادگار سمجھنا چاہیے۔ اور زمین ایران کے مختلف دورہاے اسلامی کا زرین مرقع اب تک عمر خیام کے فلسفے اور سعدی و حافظ کے پند و مواعظ کی رنگینیون سے تابناک نظر آ رہا ہے۔ یہی حال ممالک مغربی کا بھی ہے کہ اہل یونان کی عظمت پارینہ اور اہل انگلستان کے اخلاق فاضلہ آج تک ہومر اور شکسپیر کے رہین منت چلے آتے ہین۔ مگر اس عام اصول کے تحت غور کیا جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ زبان اُردو کی شاعری بھی ملک کی تمدنی رفتار و آئین معاشرت کی شاہد حال سمجھی جانے لگی۔ ہرچند کہ اُردو زبان کی نشو و نما کے ساتھ ہی اُردو شاعری بھی برابر پھولتی پھلتی چلی آئی ہے اور خوش قسمتی سے اُردو شاعری کو فروغ پانے کے لیے وہ مبارک زمانہ ملا جبکہ ہندوستان عیش پسند اور مرفہ حال نظر آتا تھا۔ قحط و افلاس اور مختلف بیماریون کے ہجوم سے پاک اور ہر طرف عیش و نشاط کا بازار گرم تھا۔ ایسے حالات مین شعراے اُردو کو اپنے سچے جذبات اور ملکی حالات و واقعات کو اپنی پیاری زبان مین ادا کرنے کا بفراغت و اطمینان کافی موقع حاصل تھا یعنی نہ ان کو رستم و اسفندیار کے جنگون کے طویل تذکرہ سے

کسی صلہ یا انعام کی توقع رکھنا تھی اور نہ ایران و توران کے خونخوار حالات جنگ و جدال کو نظم اردو مین ادا کرنے سے کوئی دلچسپی ہو سکتی تھی۔ لیکن باینہمہ شعراے اردو پر یہ عام الزام ہو کہ وہ ہندوستان مین بیٹھ کر گل و بلبل کے افسانے دہراتے رہے اور اردو مین فارسی شاعری کے خد و خال دکھاتے رہے بلکہ باہر دیار پنجاب کی عشوہ طرازیوں کو دیکھ کر آہوان ختا و ختن کی یاد و خیال مین ایسے محو ہو گئے کہ ابرو و مژگان کو خنجر و سنان اور چشم جادو کو نرگس و بادام سے تشبیہ دینے لگے۔ رنگ تغزل مین اگر چہ معشوق کا تذکرہ تقلید فارسی لازمی ہو گیا ہی اور اس لحاظ سے شعراے اردو کا زیادہ قصور نہ ہوتا مگر غزل کے علاوہ اردو مثنویات مین بھی فقط دیو کے افسانے بھرے گئے ہین جن سے ملکی عادات و خصائل اور حالات و واقعات کو بہت کم یا بالکل تعلق نہین ہی اور غزل و مثنویات کے بعد قصائد مین چاہیے تھا کہ شاہ ظفر اور دیگر سلاطین و امراے علم دوست و ہنر پرور کے ذاتی صفات و واقعات عدل و داد اور طرز سیاست کا صحیح حال معلوم ہو سکتا لیکن شعراے اردو ہمیشہ اپنے ممدوح کو دارا اور افراسیاب کا مد مقابل ٹھہرانے پر تُلے رہے۔ یہ اور اسی قسم کے الزامات جو اردو شاعری پر وارد ہو سکتے ہین زیادہ تر تعصبات یا ناواقفیت اور عدم تحقیق پر مبنی ہونگے مگر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہی کہ اردو شاعری کی تدریجی ترقی کے ساتھ ہی اُسکے ذریعہ سے اوضاع ملی اور مذاق عامہ کا کچھ نہ کچھ انکشاف ہوتا رہا ہی یعنی امیر خسرو کی انملیون سے لے کر سودا کے ہجویات اور رنگین انشا کے ہزلیات تک سے سوسائٹی کے حالات کا پتہ چل سکتا ہی۔ اور بعد کو مومن و ذوق ناسخ و آتش کی غزلیات بلکہ امیر و داغ تک اردو شاعری مین بعض بعض جگہ سوسائٹی کے جذبات و خیالات کی سچی تصویرین نظر آتی ہین۔ اگر چہ یہ سچ ہی کہ کم از کم اردو کی غزلون مین مدت تک صرف چند محدود خیالات کا اعادہ ہوتا رہا ہی یعنی جذبۂ محبت کے تعلقات فقط گل و بلبل کی تشبیہات کے پردے مین بیان ہوتے رہے لیکن سخت بے انصافی ہوگی اگر مومن کا کلام لطیف نازکخیالیون کے ساتھ ہی جذبات الفت اور فطری کیفیات کے اظہار سے خالی سمجھ لیا جائے۔ یا آتش کے کلام مین عارفانہ نکات و اسرار کے سوا کبھی مناظر ملکی اور وضع و لباس اور واقعاتی رنگ کے اکثر تازہ بتازہ مضامین کی کمی پر اردو شاعری مورد الزام قرار پائے۔ خواجہ آتش فرماتے ہین ؎

دولت دنیا سے مستغنی طبیعت ہو گئی　　خاکساری نے اثر پیدا کیا اکسیر کا

اس قدر بیتاب ہون تیرے بغیر اے بحر حسن　　پیرہن دیتا ہی دھوکا دام ماہی گیر کا

زندہ جاوید ہین قربانیان تیغ عشق　　سر کٹانا جانتے ہین چھوٹنا نکسیر کا

شان شانہ اسکی زلفون تک اگر ہو دسترس　　دعوت افعی کرون مین بھر کے پیالہ شیر کا

ظہور آدم خاکی سے یہ ہمکو یقین آیا　　تماشا انجمن کا دیکھنے خلوت نشین آیا

کلام آتش کی یہ امتیازی شان ہی کہ اس عہد سے ترقی اردو کا دور جدید آغاز ہوا یعنی اردو شاعری جو ابتک ترکیبات و محاورات اور مضمون نگاری مین فارسی کی دست نگر تھی اُس کے دامن مین ہندی دہاتشا کے لآلی آبدار چمکنے لگے اور خصائص و حالات ملکی نمایان نظر آنے لگے۔ مثلاً ؎

خاک سیہ ہو کے بنا صندل پیشانی یار　　ذرہ خورشید درخشان نہ ہوا تھا سو ہوا

اس طرح راکھین مری محو تماشا ہو گئین　　پتلیان چھڑ کے آخر سنگ موسیٰ ہو گئین

غزل کے علاوہ قصیدے کہنے کا موقع شعراے اردو کو بہت کم ملا مگر اردو کے قصائد مین بھی تشبیب کے مضامین کی گوناگون رنگینیون کے ساتھ ہی مدح و ثنا کے اشعار سے بھی سلاطین کی آمدنی سیاسی زندگی

شان و شوکت اور رنگا رنگی ساز و سامان کی افراط کا حال جا بجا کمال سخنوری کے ساتھ اکثر ظاہر ہوتا رہا ہی۔ فارسی کے کسی شاعر نے گھوڑے کی جولانیون کی تعریف مین کہا ہی ؎

خراشید و پوشید شبدیز شہ
پشم غلس ماہی بدم رشتے سم

اور اُردو کے کسی قصیدے مین ایک امیر کے ہاتھی کی شان یہ دکھائی گئی ہی ؎

تیرے گجگاہ کی اللہ رے ستک جھلک
کہکشان جیسے نمایان ہو سر اوج فلک

چونکہ ہندوستانی درباروں مین اس وقت تک نجوم اور جوتش کا مختلف مواقع جشن و خوشی مین خاص لحاظ ہوتا تھا اس لیے شعراے اُردو کو بھی ستارون کے احکام و اشغال سے اپنے قصائد مین کام لیکر داد بلاغت دینے کی ضرورت ہوتی رہی۔ مگر قصائد کو چھوڑکر مثنویات اُردو مین اگرچہ بہت کم ہین اور شاید ایک بھی ایسی نہین جسمین بزم کے سوا رزم کی طرف بھی توجہ کی گئی ہو مگر میر تقی میر کی بعض مثنویون سے اُس وقت کے درباری حالات و واقعات سیر و شکار کی حالت کا اندازہ ہو سکتا ہی۔ اس کے سوا خاکر میر حسن اور بعض دیگر شعراے اُردو کی مثنویات مین لطف زبان کے ساتھ ہی مناظر آب قدرتی ہونیوالی دلفریبی اور جذبات فطری کے نقشے ایسی خوبصورتی سے کھینچے گئے ہین جن کی نظیر کسی دوسری زبان کی شاعری بمشکل پیش کر سکتی ہی اور جس کو اُردو مین ڈرامیٹک شاعری کا بہترین نمونہ کہہ سکتے ہین ؎

کہا مسکرا کر اجی جاؤ بھی
فقیرون سے اچھی نہین دل لگی

مثنوی گلزار نسیم مین دیوون سے لڑائی کا فیصلہ یون ظاہر کیا ہی ع

ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا

غرضکہ اُردو کے اُن تمام اصناف سخن کو بغور دیکھنے کے بعد بھی چار و ناچار اُردو شاعری پر یہ الزام کسی حد تک واجبی تسلیم کر لینا پڑتا ہی کہ اُردو زبان اپنے عہد ماضیہ کی داستان کو شاعرانہ بیانات مین دکھانے کے ناقابل رہی ہی جس کا بڑا سبب یہ ہوا کہ شعراے اُردو کی توجہ زیادہ تر زبان کی درستی و شستگی کی طرف مائل رہی ہی اور وہ برابر اُردو زبان کو فارسی و دیگر السنہ کے الفاظ و استعارات و محاورات اور ترکیبات کے زر و زیور سے سنوارتے چلے آئے جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اُردو شعر گوئی شاعری کے معیار اصلی یعنی دقیقہ سنجی اور معنی آفرینی کے حدود سے دور جا پڑی۔ اور اردو شاعری کی ایک تاریخ لکھنے والے کو اُس کی معنوی لطافتون کے بجائے فقط اردو زبان کے لفظا اور ترکیب مین ترقیات کا سرمایہ ہاتھ آیا۔ گر یہ ظاہر ہی کہ اُردو کی ابتدائی حالت مین شعرا کا صرف الفاظ و محاورات وغیرہ کی طرف توجہ کرنا بیجا نہ تھا اِس لیے کہ اُردو مین شعر و سخن کا مذاق اُسی زمانہ سے چلا آتا ہی جبکہ ہندی بھاشا نے اُردو زبان کے قالب مین جنم لیا تھا اور اُس زمانہ مین نہ صرف بھاشا ملکی زبان تھی بلکہ سنسکرت گو مردہ ہو چکی تھی پھر بھی بڑے بڑے پنڈت وغیرہ اُس کے قدردان موجود تھے اور سنسکرت زبان و علوم کی ایسی بے قدری نہ ہونے پائی تھی یہان تک کہ خود مسلمان بھی جو باہر سے آئے ہوے اور عربی و فارسی زبانون کا موروثی مذاق رکھتے تھے یہان آکر سنسکرت اور بھاشا وغیرہ کی طرف جھک پڑے۔ فیضی نے رامائن کا ترجمہ کیا اور بیتال پچیسی وغیرہ دیگر ہندی زبانون کی تصنیفات کے تراجم ہوتے رہے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ یہان کے صاحبان علم و فضل بھی عربی و فارسی لٹریچر کی

خوبیوں سے ناآشنا نہیں رہے تھے اور اُن میں سے بعض بعض ایسے تھے جو
فارسی زبان کی تحصیل پر مائل اور گرویدہ ہوتے گئے مثلاً راجہ
رام موہن رائے عربی و فارسی کے بہت بڑے ادیب ہوے ہین اور
ان سے بہت پیشتر بھی شرفاے ہنود مین حکومتی زبان فارسی کی
اعلیٰ دستگاہ حاصل کرنے کا ذوق شوق برابر جاری تھا غرضکہ
فارسی اور بھاشا کے مخلوط رواج ہو جانے کی وجہ سے اُردو زبان
کی بنیاد پڑی جسمین اسماء کے سوا کل مصادر و افعال ہندی کے
قائم رکھے گئے بلکہ اردو شاعری مین بعض اوزان و بحور تک فارسی
کے علاوہ ہندی زبانون کے لیکر داخل کر دیے گئے۔ لہذا اُردو
جو ہندو مسلمانون کے میل ملاپ کی زندہ یادگار ہے محض شعرا کی
گود مین رہ کر مختلف مراتب حیات طے کرتی ہوئی اِس درجہ تک
پہنچ چکی تھی کہ اُس مین لغات و الفاظ کی کثرت کے سوا ہر طرح
کے معانی و مطالب ادا کرنے کی قابلیت آگئی تاہم اُردو کے اِس
ایک مستقل زبان کی حیثیت مین آنے تک ہندوستان کی حالت
یہ تھی کہ عوام مین ہتیارون کا استعمال متروک نہین ہوا تھا اور ملک
ان واقعات حرب و ضرب سے خالی نہین تھا جن کو ملا فیروز نے
شاہنامہ کے ڈھنگ پر نظم فارسی مین بڑی آب و تاب سے دکھایا
ہے بلکہ خاص خاص شہرون مین بانک پٹے اور بنوٹ وغیرہ کا رواج
اُسوقت تک نہ صرف عوام مین مرغوب بلکہ اِس طرح کے ورزشی
مشاغل فیشن مین داخل سمجھے جاتے تھے۔ اِس کے علاوہ دکن
اور اودھ کے دربارون مین جنگی ساز و سامان لاؤ لشکر اور فنون
حربیہ کی قدردانیون کے جلوے بدستور نظر آرہے تھے۔ جن کی
وجہ سے میر انیس مرحوم و مغفور کی خداداد طباعی و لیاقت نے
اُردو شاعری کو جو آجتک صرف بزم کی پوشاک پہنے ہوے تھی
رزم کا بھی خلعت زیبا پہنا دیا مثلاً تلوار کی تعریف کیا اِس سے بہتر
کسی زبان مین ڈھونڈے بھی مل سکتی ہے ؎

اِنسان کا بناؤ دلیرون کی شان ہے
شاہونکی آبرو ہے سپاہی کی جان ہے

یا سانحہ کربلا کے خاتمہ کا آشوبناک سین ایسی خوبصورتی سے
دکھایا ہے جسکی مثال کسی اور زبان مین ملنا مشکل ہے ؎

تھا معرکہ جو گرم بڑا کشت خون ہوا
ڈھلتی تھی دوپہر کہ علم سرنگون ہوا

حقیقت مین میر انیس کی معجز نمائیون کے زمانہ مین نظم اُردو
کا آفتاب اقبال نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ مگر اِس کے قریب زمانہ
مین یعنی انتزاع سلطنت اودھ کے بعد ہی سے ضروریات حالات
کے ساتھ ساتھ خیالات کی بھی کایا پلٹ ہو گئی اور اردو شاعری کی حیات
تازہ شروع ہوئی۔ یعنی عہد برطانیہ کی علمی سرپرستی اور مغربی
علوم و فنون کے دور دورہ اشاعت سے اُردو شاعری کو بھی ایک
نئی شاہراہ ترقی مل گئی اور اسی زمانہ آغاز مین شعراے معاصرین اُردو کے
مسقط الراس (دہلی) سے ایک اور بجلی چمکی جو چلبلی طبیعتون کو گرماتی
ہوئی اُردو کے کشت سخن پر آبیاری کا سامان کر گئی یعنی اس سے
انکار نہین ہو سکتا کہ مولانا حالی کی مثنویات حب وطن اور مد و جزر اسلام
کی اشاعت تازہ سے اُردو شاعری مین جدید حالات و خیالات
شائستہ مذاق اور مطابق حال بیانات عروس سخن کے حسن ملیح
پر پوڈر کا کام دے گئے۔ واقعات تاریخی اور جذبات فطری کو نظم اُردو
مین ادا کرنیکا عام ولولہ و جوش پیدا ہو گیا اور اُس کے ساتھ ہی
علم و اخلاق کے مضامین سے اُردو کے درسیات معمور ہونے لگے۔
علیگڈھ کے مرکز علوم و فنون سے جہان اور تحریکات علمی
شروع ہوئین وہان سر سید نے ابتدا مین ایک سوسائٹی اِس
غرض سے بھی قائم کی تھی کہ اُردو زبان مین علوم جدیدہ کے

تراجم اور جدید تالیفات کا سرمایہ جمع کیا جائے مگر اُسی تخم مجمل سا شجر مفصل اُسوقت مین بار آور ہوا جب کہ ملک و قوم مین مرحوم و مغفور نواب محسن الملک کا دست رسا دو رقضا دکھا رہا تھا اور علامہ شبلی و حالی کے ایسے ارباب دانش و بینش حاضر تھے۔

مگر اس مین کوئی شک نہین کہ انجمن ترقی اُردو کے قالب افسردہ مین نئی روح پھونکنے کا کام مولوی عبدالحق صاحب موجودہ سکرٹری انجمن کے وجود مغتنم سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ اگرچہ قواعد اُردو انجمن کی طرف سے ایک بار پہلے بھی شایع ہو چکی ہے مگر مولوی صاحب ممدوح نے دوبارہ اُردو کے قواعد کو زیادہ مرتب و مکمل کر کے پبلک مین پیش کیا اس کے بعد ہی مشہور شاعر و ظریف سید انشاء اللہ خان انشا کی کتاب دریاے لطافت کو جو شاید ارزانی و آسانی یا لیتھو پریس کی نایابی کی وجہ سے پہلے ٹائپ کے مسخ شدہ حروف مین تھی اور جس کو اب تک ثقات اہل زبان محض چند ہزلیات و متروکات کا ایک مجموعہ سمجھتے رہے ہین اب انجمن اردو کی طرف سے خاص اہتمام کے ساتھ دوبارہ پبلک کے پیش نظر لائی گئی ہے اور اُس کے آغاز مین مولوی عبدالحق صاحب کا لکھا ہوا ایک جامع اور محققانہ مقدمہ بھی شامل ہے جو اصل کتاب سے زیادہ قیمتی اور بلاشبہ زیادہ پُراز معلومات ہے۔ اس لیے دریاے لطافت کی یہ تبدیل ہیئت موجودہ زمانے مین انجمن اردو کا ایک روشن کارنامہ ہے گو اُسکے مقدمہ مین بعض دعاوی ایسے بھی آ گئے ہین جن کو بلا چون و چرا تسلیم کر لینے مین صاحبان تحقیق کو ضرور تامل ہوگا مثلاً مولوی صاحب نے انشا کی ہزل گوئی اور تضیع اوقات گرانمایہ کا الزام سراسر لکھنؤ کی سوسائٹی اور مجلس اودھ کی مصاحبت پر لا کے ڈھال دیا ہے مگر واقعات اُسکے خلاف ہین۔ اس لیے کہ اس عہد بخشش و نوازش مین بھی اکثر علما و فضلا و شعراے دربار کا مجمع ممتاز ایسا تھا جنکے حلقے مین میر انشا کی حیثیت ایک ذہین و فطین طالبعلم سے زیادہ نہین ہوسکتی گو اُس زمانہ تک آجکل کی ایسی ترقی معارف و حکم کہان ممکن تھی جو صرف تمدن مغربی کا فیضان عمیم ہے تاہم دربار اودھ مین انشا کے علاوہ اور بھی صاحبان علم و ہنر مختلف صناع و دستکار اہل قلم و اہل سیف مشہور ہو گذرے ہین جنکے نام گنوانے کی ضرورت نہین اور اسی کے قریب تر زمانہ مین مولانا بحرالعلوم اور مولوی سبحان علی صاحب امروہی کا دور دورہ رہا ہے۔ بہرحال کسی علم و فن کی ایسی کساد بازاری کا ثبوت بمشکل فراہم ہوسکتا ہے لیکن میر انشاء اللہ خان کی افتاد طبیعت اور اُن کے منصب موزون کے لحاظ سے اُن کے معاصرین کی فہرست مین سعادت یار خان رنگین کا نام اضافہ ہوسکتا ہے اسلیے کہ یہ دونون حضرات رند مشربی اور اوباشی مین عمر گذارنے کے ابتدا سے عادی رہے ہین اور اُستاد مصحفی بھی انشا کے حریف تھے جن کے دم قدم سے اُردو شاعری کا نام آجتک زندہ ہے۔ مگر انشا کی زندگی آخر عمر تک اسی رنگ آزادگی مین بسر ہوتی نظر آتی ہے جیسا کہ دریاے لطافت کے سوا اُن کی کلیات سے بھی مترشح ہوتا ہے۔ یہان تک کہ شوخی طبع کے زور مین ایک جگہ اپنی شان معشوقی دکھا گئے ہین جس کو سُن کر اُس وقت کے مہذب و متین بزرگوار تبسم لہجہ مین فقط آفرین چہ شگفتہ کے الفاظ سے داد تحسین دینے پر اکتفا کرتے ہین ؎

گر ناز مین کے کہنے کو مانا بُرا ہو کچھ
میری طرف تو دیکھیے مین نازنین سہی

انشاء اللہ سے دلی مین تو اُن کی طبع نوخیز کا یہ حال تھا اور لکھنؤ مین آ کر فراغت و ثروت نازکخیال شاعر کے کلام پہ بہنے مین بہا لے گئی کہ رنگ سخن اور بھی چوکھا ہو گیا ؎

ناگہا جوان سے بوسہ مین نے چمن کے اندر

بولے کہ یان نہین چل مجھی جھین کے اندر

لیکن بہ صورت ایک ایسے شخص کی تالیف لطیف کو خلعت قبولیت دیا جانا انجمن ترقی اُردو کے لیے ضرور سزاوار ہے جس نے اپنی غیر معمولی طباعی و ظرافت اور اپنی نمایان استعداد علمی سے اُردو زبان کو نہ صرف برج بھاشا کا مد مقابل بنا چھوڑا بلکہ فارسی اصناف سخن کے خس و خاشاک تک وہ اُردو کے دامن مین گھسیٹ لایا ہے۔ مثلاً فارسی کا یہ شعر ضرب المثل ہے ع

مشو ہمسرہ بلبل لب ہر ہوشش

ایسی صنعت مقلوب مین ایک پورا رقعہ لکھ ڈالا اور اُردو کے ایک شعر مین اپنا نام یون نکالا ہے

فقط اس لفافہ پہ ہے کہ خط آشنا کو پہنچے

تو لکھا ہے اُس نے انشا تیرا ہی نام اُلٹا

رسالہ ہذا مین حضرت خانخانان مظہر دہلوی کے طرز کلام سے لیکر محلات و بیگمات اودھ کی گفتگو و روزمرہ اور مختلف لب و لہجے نقل کر دیے ہین۔ نیز بعض افراد کی سودیانہ انداز بود کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے جسمین غالباً فسانہ آزاد سے زیادہ واقعیت کا پہلو نمودار ہے۔ اسی لحاظ سے جناب محترم مولوی عبد الحق صاحب کا یہ لکھنا کسی قدر سچ ہے کہ یہ کتاب اردو کی تدریجی رفتار ترقی کا آئینہ نما ہے لیکن اس کتاب سے مرزا قتیل کا رسالہ عروض علیحدہ کر لینے کی کوئی وجہ معقول مولوی صاحب کے مقدمہ مین نہین پائی جاتی جو غالباً کتاب کا حجم اور دلچسپی بڑھانے مین کار آمد ہوتا۔ ورنہ اُس کے بجاے کچھ اور اجزاے مفیدہ شامل کتاب ہو سکتے تھے۔ مثلاً اسی بحث پر مرزا جان طپش دہلوی کا ایک رسالہ غالباً مولوی صاحب کی نظر سے گذرا ہوگا جو اسی دار الاشاعت بمطبع آفتاب عالمتاب کلکتہ مین بحروف ٹائپ چھپا ہوا ہے اور کمیاب ہے مگر اس مین اُردو کے تقریباً کل اور شائستہ محاورات کو ایک ترتیب کے ساتھ اس طرح جمع کر دیا ہے کہ ہر ایک محاورہ کی سند کسی نہ کسی شعر سے دی گئی ہے اس لحاظ سے یہ مختصر رسالہ دریاے لطافت سے نسبتاً زیادہ مستند و معتبر ہے۔ اور امید کہ آئندہ ایڈیشن مین بشرط موقع کتاب کو زیادہ مفید و کار آمد بنانے کی سعی سے غفلت نہ کی جائے گی۔ گو یہ بد قسمتی سے مجھے معلوم نہین ہے کہ انجمن ترقی اُردو مین اشاعت عام یا کسی صلہ و انعام کی غرض سے کتابون کا انتخاب کن لوگون کی راے و مشورہ پر منحصر ہے۔ اس لیے روے سخن کسی جانب خاص نہین۔

غرضکہ میر انشاء اللہ خان کا نام نامی اُن معدودے چند شعراے اُردو مین عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے جو فقط زبان مین وسعت پیدا کرنے اور معنی و بیان کی نزاکتین دکھاتے رہنے کے تنگ دائرہ سے نکل کر افراد اور سوسائٹی کے اصلاح حال و درستی خیال کی جانب مائل ہوے ہین اور اس اعتبار سے لکھنؤ کی صحبتون پر انشا کی تخریب شاعری کا الزام دینا جائز ہو سکتا ہے اس لیے کہ اُنکے فطری میلان اور مذاق طبیعت کے لیے روک اُس زمانہ کی تہذیب اور شاہانہ رعب و داب ہوتے رہے ہین۔ ورنہ تیزی طبع اور دریدہ دہنی مین وہ مرزا غالب اور نظیر اکبر آبادی سے کم شہرت پذیر نہ ہوتے تاہم اس ضرورت تنقید و تعریض کو رفتار زمانہ و مذاق عامہ کے لحاظ سے حضرت لسان العصر اکبر کے افکار عاصرہ و نصائح مشفقانہ آجکل بخوبی تمام پورا کر رہے ہین جو شاید آئندہ کئی نسلون تک کے لیے دلیل راہ بنے رہین گے۔ نیز موجودہ شاعری کے طوفان تلاطم خیز مین صاحبان مذاق اگر چاہین اور تلاش کرین تو اور بھی بہت سے ایسے ذخائر دستیاب ہو سکتے ہین جو کسی نہ کسی طرح مفید و دلچسپ کہے جائین گے اور جنمین زیادہ شائستہ طرز بیان اور سنجیدہ و متین عبارت مین

سوسائٹی کے حالات و واقعات کا نقشہ صاف و نمایان نظر آجاتا ہے۔

بہرحال دنیائے ادبی اِس وقت بھی ایسے لوگون سے خالی نہین جن کی بذلہ سنجی و لطیفہ گوئی عادات و اخلاق انسانی کے لیے قوی موثر ہے۔ بقول حضرت حالی ع

ابھی کچھ لوگ باقی ہین جہان مین

لیکن آخر مین بہر صورت عام حامیان اُردو کی جانب سے اراکین انجمن اور اُس کے موزون ترین سکرٹری صاحب ممدوح کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جن کی عنایت توجہ سے گذشتہ صدی کی ایک عجیب تالیف ادبی کو موجودہ علمی ترقیات کا ثمرہ بنکر شائقین ادب و تاریخ کی میزون پر ایک تحفہ بیش قدر کی حیثیت سے پہونچنے کا موقع مل سکا ہے فقط

حامی

خدائے سخن میر محمد تقی میر

ارباب زمانہ کے رجحان و میلان طبیعت کا اندازہ کرنے کے بعد زمانہ شناس اہل قلم طبائع و قاد کا زور دکھانے مین کوئی کسر نہین اٹھا رکھتے اور ایک حد تک یہ مناسب بھی ہے۔ مگر قابلیت کا اندازہ اور جس کے حالات بیان کیے جاتے ہین اُس کی حقیقت پر گہری نظر کم ڈالی جاتی ہے۔ مثلاً ہمین ایک شخص کے معائب دکھانا ہین تو موازنہ کرکے خود اُسکے کلام کا حل یا صاحبان فن کی آراء کا حوالہ دیکے تسمہ بھی لگا نہ رکھنا چاہیئے۔ اِسی طرح جب محاسن کی طرف رجوع ہون تو حتی المقدور کوئی تیر ترکش مین باقی نہ رہنے پائے۔ فی زمانہ فن کے جاننے والے تو جبھی جم ہین مگر ہنگامہ پردازون نے عرصہ گاہِ عالم کو میدان محشر بنا رکھا ہے۔ طبائع کے اختلاف کے ساتھ اپنی پسند پر شخصی رائے جڑ دی مُنہ کھولدیا اور آنکھین کان بند کر لیے۔ نہ دیکھتے ہین کہ کوئی اس مضحک صورت پر ہنستا ہے نہ اسکی خبر کہ سننے والے کن الفاظ سے یاد کر رہے ہین۔ شخصی رائے بھی کوئی رائے ہے۔ پھر ایسی حالت مین کہ خیر سے ڈھاک کے تین پات" اور آگے آیت۔

مین اپنی ذاتی رائے کی بابت بھی یہی کہون گا جو پہلے کہہ چکا ہون۔ ہان ایک قادر الکلام شاعر کا نمونہ شاعری پیش کرتا ہون۔ دنیا کو رائے زنی کا حق حاصل ہے گو اس بالغ نظر ہمہ دان و ہمہ گیر شاعر کی تعریف اُسکے زمانہ سے ہو رہی ہے اور قیامت تک ہوتی رہیگی۔ با مذاق و سلیم الطبع حضرات نے بارہا یہی کلام فیض التیام اہلِ زمانہ کے سامنے پیش کیا۔ مگر چونکہ بادی النظر مین وہ کلام ثقیل الفاظ سے پاک ہے ہر شخص نے سُنا اور تسلیم کر لیا کہ واقعی خدائے سخن کا خطاب اسی بزرگ کے واسطے موزون ہے۔ مگر ایک لے قائم کرلی کہ "تغزل مین میر اعلی اللہ مقامہ کا جواب نہین" حالانکہ یہ تعریف جامع نہین ہے۔ اصناف سخن مین سوائے قصائد کے اس یگانۂ آفاق شعر و سخن کے سامنے کوئی متقدمین و متاخرین مین سے گوئے سبقت لیجانا تو درکنار اِس یکتا زو شہسوار میدان شاعری کی گرد تک نہ پہنچا اور قصائد مین بھی صرف مرزا رفیع سودا کو یہ فخر حاصل ہوا۔ باقی تغزل مین جس لطف، روانی، خوبی بیان، واقعیت، جامعیت، معارف و حقائق کے ساتھ میر صاحب مغفور نے اپنے عالی اور اچھوتے خیالات نظم کیے ہین دوسرون کو ہوا تک نہ لگی۔

مندرجہ بالا سطور مین جو کچھ مین عرض کر آیا ہون غالباً اس سے کسی کو اختلاف نہین ہے۔ بلا استثنا لوگ کمال میر کے قائل ہین اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس شخص کے کمالات نے اپنا سکہ

بٹھا دیا ہو اُسکا ذکر خیر بھی نہ آسکے۔ اسکی وجہ نہ حسد ہے نہ بغض
اور نہ کوئی اُن کا مدِ مقابل ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ ایک بات البتہ
سمجھ مین آتی ہے مگر کہتے ہوے اس لیے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ لوگ
جناب میر مغفور کا تو کچھ نہ بگاڑ سکین گے مگر ان کے کلام مین کوئی
شاخ نکالنے کی جرأت کر سکتے ہین مگر میری سچی بات سُن کے
خواہ مخواہ درپے آزار ہو جائین گے۔ حالانکہ غور کرینگے تو سرِ مو
فرق نہ نکلے گا۔ مگر انانیت اور شخصیت ہرگز اسکی اجازت نہ دیگی
کہ ایک خدا لگتی کہنے والے کی ہمت افزائی کرین اور جہالت و
ضد سے احتراز کر کے "ہان ٹھیک ہے" کہدین۔ خیر اگر صداقت
اچھی چیز ہے اور اُس سے کسی کو نقصان نہین پہنچ سکتا تو مین
بھی صاف ہی صاف کہے دیتا ہون کہ حضرت میر رحمۃ اللہ کے
کلام کی تشریح مین لوگ کیون ہچکچاتے ہین۔ وہ اصل زبانِ اُردو
سے بے خبری اُردو کے محاورات و مصطلحات سے ناواقفیت
ہے جو اُسکے لطائف سمجھ مین نہین آتے۔ اگر غور و فکر کے بعد کچھ
سمجھ مین آ بھی گیا تو یقین نہین آتا۔ دوسرے کوئی پوچھے تو سمجھانے
کے لیے مناسب الفاظ نہین ملتے۔ غرضکہ زبان سے بیخبری
اس طرح حد حاصل ہو گئی ہے کہ کچھ بنائے نہین بنتی اور جو بات
معلوم نہین ہے اُس کی تحقیق کیونکر کی جائے۔ اس لیے کہ حرفِ
پر حرف آتا ہے لوگ نظر حقارت سے دیکھین گے اور سب سے بڑھ کے
جن لوگون مین وقار قائم ہو گیا ہے انہین بددلی پھیل جائے گی۔ ورنہ
دنیا ابھی اہل کمال سے خالی نہین ہو گئی ہے۔ زبان کے مسائل
اُس کی باریکیان معنوی لطائف محاورات کا محل صرف اور
خوبیان روزمرہ کا مختصر تمام باتین معلوم ہو سکتی ہین لیکن وہی کہ
"جوئندہ یابندہ" کیونکہ جس طرح اہل کمال سے ارباب زمانہ نے
غفلت اختیار کر لی، اہلِ کمال بھی گوشہ گیر قناعت و توکل
ہو کے بیٹھ رہے۔ خیر آمدم بر سرِ مطلب۔

میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ کلام سے ہر شخص
مستفیض ہو سکتا ہے۔ اور گو اکثر نکتہ سنج حضرات نے انتخاب کلام
میر پیش کر کے دنیا کو حیرت مین ڈال دیا ہے لیکن یہی وہ کلام ہے
جسے اگر قیامت تک پیش کرتے رہین تو بھی سیری نہو نہ مصنف کی
گہری تخئیل کی مکمل تشریح ہو سکتی ہے۔ چونکہ طبیعتین مختلف المذاق کی
ہوتی ہین اس لیے مین نے قریب قریب ہر مذاق کے اشعار انتخاب
کیے اور ملک کے روبرو پیش کرتا ہون تاکہ ہر شخص محظوظ و مسرور ہو
اسی سے پتہ چلتا ہے کہ میر مغفور کے کلام مین کس قدر جامعیت ہے۔
اس اختصار کے ساتھ انتخاب سے یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ
میر کے دواوین سے صرف اسی قدر انتخاب ہو سکا بلکہ ایسے ایسے
متعدد انتخاب ہو سکتے ہین اختصار صرف اس غرض سے مدِ نظر
رکھا کہ ہر شخص ایک وقت مین بیٹھ کے سارے انتخاب کا مطالعہ
کر سکے گویا چند منٹ کے توقف مین پوری دنیا کی سیر کر لی۔ سُنیے
کتنے صاف اور محاورہ مین ڈوبے ہوے الفاظ ہین اس پر کتنے
بڑے مضمون کو ایک شعر مین نظم فرماتے ہین ؎

امیدِ وعدۂ دیدار مر چلے   آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا

پڑھیے اور غور کیجے تمام مطالب آئینہ ہین ؎

بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو   چمن کو یمن قدم نے ترے نہال کیا

تناسب لفظی مصرعہ کا لگاؤ مضمون آفرینی حسن بیان ملاحظہ ہو
مقطع مین فرماتے ہین ؎

لگا نہ دل کو کہین کیا سنا نہین تو نے   جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

شعر کی مجازی و معنوی حقیقت اہل نظر سے پوشیدہ نہین ہے ؎

لیتے ہی نام اُس کا سوتے سے چونک اُٹھے   ہے خیر میر صاحب کچھ تم نے خواب دیکھا

ہاتھ سے آگے ترا جب کسی نے نام لیا — دلِ ستم زدہ کو ہمنے تھام تھام لیا
خراب رہتے تھے مسجد کے آگے تمنے — نگاہِ مست نے ساقی کی انتقام لیا

ہر ایک شعر کی اگر تشریح کی جائے تو دفتر ہو جائین مگر مین طول دینا نہین چاہتا بعض بعض شعر پر طبیعت بے قابو ہو جاتی ہے تو مختصراً دو ایک جملے لکھ دیتا ہون ورنہ ناظرین خود نکتہ سنج اور صاحب بصیرت ہین ؎

پیغامِ غم جگر کا گلزار تک نہ پہنچا — نالہ مرا چمن کی دیوار تک نہ پہنچا
یاں حسن لیکے تا گل اور رنگ سے دیکھے تا شمع — یہ حسن کسکو لیکے بازار تک نہ پہنچا

اللہ اللہ یہ دونون شعر ہین کہ دریائے معانی کو کوزہ مین بند کر دیا ہے استعارات دیکھیے تلمیح پر نگاہ کیجیے لطف بیان اُٹھائیے غرضکہ ہر شعر بجائے خود دفتر ہے ؎

آنکھوں مین جی مرا ہے ادھر دیکھتا نہین — مرتا ہون مین تو ہائے رے صرفہ نگاہ کا

یہ "ہائے رے" ملاحظہ ہو جو تیر بن کے کلیجہ مین اُتر گئی اُس پر طرہ صرفہ نگاہ کا ؎

غم رہا جب تک کہ دم مین دم رہا — دل کے جانے کا نہایت غم رہا
میرے رونے کی حقیقت جسمین تھی — ایک مدت تک وہ کاغذ نم رہا

اِس بلاغت کی کوئی انتہا ہے یہ معنی بندی عمرین ختم ہونے پر بھی نہین آتی ؎

تجھ کو مرے حال سے نہ تھی آگہی — نالۂ شب سب کو خبر کر گیا

یاد اسکی اتنی خوب نہین میر باز آ — نادان پھر وہ جی سے بھلایا نہ جائیگا

اُف ری تاثیر خدا جانے کس حال مین تھے کہ ہر فقرہ نشتر بن گیا ؎

جو یہ دل ہے تو کیا سر انجام ہوگا — تہِ خاک بھی خاک آرام ہوگا
اشک آنکھون مین کب نہین آتا — لہو آتا ہے جب نہین آتا

سخت کافر تھا جس نے پہلے میر — مذہبِ عشق اختیار کیا

یہ راز و نیاز ہے جلی کٹی ہے پر لطف شکایت اور پردہ سبحان اللہ ؎

عاشق ہین ہم تو میر کے بھی ضبطِ عشق کے — دل جل گیا تھا اور نفس لب پہ سرد تھا

تیرے کوچے کے رہنے والون نے — یہین سے کعبہ کو سلام کیا

آرام عدم مین تھا ہستی مین نہین چین — معلوم نہین میرا ارادہ ہے کہان کا

اِس عالی خیالی اور صنعت اختصار کو ملاحظہ کیجیے کہ میر صاحب مغفور صرف فلسفۂ زندگی ہی نہین لکھ رہے ہین بلکہ نرم مگر بلیغ الفاظ مین فلسفۂ عالم کا دقیق اور مہتم بالشان مسئلہ حل کر رہے ہین۔

ناظرین مذکورۂ بالا اشعار کا لطف ضرور اس قابل ہے کہ گھنٹون کلیجہ تھامے بیٹھے رہیے اور مطالب پر غور کرکے سر دھنیے لیکن یہ شاعری جسمین میر صاحب ید طولیٰ رکھتے ہین اثر کے لحاظ سے بے پناہ ہوتی ہے نمونہ از خروارے پیش کرتا ہون ؎

اُلٹی ہو گئین سب تدبیرین کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اِس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا
عہدِ جوانی رو رو کاٹا پیری مین لین آنکھین موند
یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا
ناحق ہم مجبورون پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہین جو آپ کرین ہین ہم کو عبث بدنام کیا
کس کا کعبہ کیسا قبلہ کون حرم ہے کیا احرام
کوچے کے تیرے باشندون نے سبکو یہین سے سلام کیا
شیخ جو ہے مسجد مین برہنہ رات کو تھا میخانے مین
جبہ خرقہ کرتا ٹوپی مستی مین انعام کیا
یان کے سفید و سیہ مین ہمکو دخل جو ہے سو اتنا ہے

رات کو رو رو صبح کیا اور دن کو جون تون شام کیا

زندگانی بھی ایک نغمہ ہے سینے آگے چلین گے دم لیکر

گوش کو ہوش سے ٹک کھول کے سن شور جہان
سب کی آواز کے پردہ مین سخن ساز ہی ایک

گل کی جفا بھی دیکھی دیکھی وفاے بلبل یک مشت پر پڑے ہین گلشن مین جاے بلبل

اِس مصرعہ پر اتنا چست مصرعہ لگانا میر صاحب ہی ایسے قادر الکلام کا کام تھا۔ اگر اتنا صاف اور بلند مصرعہ نہ لگایا جاتا تو خدا جانے شعر کیا سے کیا ہو جاتا۔ واہ واہ عجب انداز سے مصرعہ لگایا ہی ع گل کی جفا بھی دیکھی دیکھی وفاے بلبل ؎

بیقراری جو کوئی دیکھے ہی کہتا ہی کچھ تو ہی میر کہ اک دم تجھے آرام نہین

گردش فلک کی کیا ہی دور سے قلعہ ہوں دیتا ہو نگا چرخ مادم آسمان کو مین

عشق مین بےخوف و خطر چاہیے جان کے دینے کو جگر چاہیے
شرط سلیقہ ہی ہر اک امر مین عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے

یہ تو مشہور و معروف ضرب المثل ہی جسے میر مغفور نے نثر سے زیادہ سلیس نظم فرمایا ہی ؎

تھین جو سواس جی گنوانے کے ہاے رے ذوق دل لگانے کے
دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا اور بھی وقت تھے بہانے کے

اب جو اک حسرت جوانی ہی عمر رفتہ کی یہ نشانی ہی
اُس کی شمشیر تیز ہے ہمدم مر رہین گے جو زندگانی ہی

وہ دن گئے کہ رات جاگتی تھین آنکھین اب تین ہمین مہلت کبھی پل کو آنکھ لگی ہی

خونناب کتنی مدام کی ہی ہمنے رہا ہر صبح غمون مین شام کی ہی ہمنے
یہ مہلت کم کہ جسکو کہتے ہین عمر مر مر کے غرض تمام کی ہی ہمنے

چلا اٹھو کہ مین پہر تو چلے چپکے میر ابھی مین اُسکی گلی سے پکار لایا ہون

(حسرت لکھنوی)

حسن ہی موجود ہر جا چشم بینا چاہیے
اُس کا جلوہ ہی عیان گلہاے رنگارنگ سے
جا گزین ہی رات دن یہ بحر و بر کے دیس مین
حسن قدرت منحصر کچھ چھوٹی چیزون پر نہین
کوہ و دشت و باغ و ابر و باد و مہر و مہ چمن و شجر
ہر جہان سارا منور اور مظہر حسن کا
آشنا ہین جو وجود حسن قدرت سے وہ سب
دل اگر دانا ہو وہ ہر سخن اسرار ہست

دیدۂ دل کھول کر ہان اسکو دیکھا چاہیے
سبزہ مین شاخون مین اُسکے گلہاے تر و صد رنگ سے
شہر مین آتا ہی یہ لعل و گہر کے بھیس مین
بلکہ یہ جلوہ نما ہی ہر جہان مین ہر کہین
نور حسن حق سے ہین یہ سب منور سر بسر
دیکھیے جو کچھ نظر آتا ہی وہ مظہر حسن کا
جانتے ہین آپ کو مسرور نور حسن اب
چشم گر بینا بود دیدہ بہر بازار ہست

([illegible])

آگرہ کی ویرانی یادگارین

بادشاہ جہانگیر کا تخت سنگ موسیٰ

یہ تخت آگرہ کے قلعہ مین شاہ جہان کے محل کے بالاخانے پر دریا کے رُخ کٹہرے کے پاس خندق کے اوپر رکھا ہوا ہے جسکا طول (۱۰) فٹ (۷ ۱/۲) انچہ عرض (۹) فٹ (۱۰) انچہ دبازت چھ انچہ بلندی ایک فٹ (۴) انچہ پتھر کی ساخت مین لوہے کی آمیزش کی وجہ سے ایک جگہ سُرخی جھلکتی ہی جس کی نسبت مشہور ہے کہ اس مقام سے دو مرتبہ خون رواں ہوا واللہ علم بالصواب

تخت کے اطراف مین اُبھرے حرفون کا یہ کتبہ ہی:-

سریر حضرت سلطان سلیم اکبرشاہ — ہمیشہ باد مزین بنور مہر آلہ
بادشاہے کہ تیغ او سازد — چون دو پیکر سر عدو دو نیم
باسعد این تختگاہ فرخندہ — تکیہ گاہ خدا نگان کریم
محک خسروان بہر ملک — مہر و مہ را عیار بر زر و سیم
مسند با صفا ز نور و ضیا — گوہر بے بہا چو دُرِّ یتیم
پے تاریخ او بفکر شدم — مدے جستم از خدائے کریم
تا فلک تختگاہ خورشید است — گفت ماند سریر شاہ سلیم

سنہ ۱۰۱۱ھ

تخت کے پایون پر دو شعر کندہ ہین:-

چون شاہ سلیم وارث تخت و نگین — بر تخت نشست بسعد گیتی آئین
شد اسم مبارکش جہانگیر چو ذات — وز نور عدالت لقبش نور الدین

ذیل کی عبارت خط خفی مین مشرق کیطرف جدھر جمنا بہتی ہی لکھی ہوئی ہی چونکہ یہ عبارت داندار کھو ہی اور باریک ہی لہذا ابلفظہ نقل ہی:

"اسم تاریخ پیش از جلوس شاہ سلیم و بعد آن نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی"-

بلند مرتبہ باد از فلک چو حکم آن — سریر شاہ جہانگیر ابن اکبر شاہ

الہ وردی خان کا حمام

شہر آگرہ کے محلہ چھیپی ٹولے کی گلی مین بائین ہاتھ کو جہان وہ کوچہ قلعے کے مغربی حصے ست جا ملتا ہی اُس سے ذرا ہٹ کر سنگ سُرخ کا ایک بڑا شاندار دروازہ کھڑا ہی جو جہانگیر بادشاہ کا بنوایا ہوا ہی اس دروازے مین داخل ہونے کے بعد ہم اُس بڑے مربع قطع ارضی مین داخل ہوتے ہین جو الہ وردی خان کے حمام کے نام سے مشہور ہی۔ اب حمام کی حیثیت باقی نہین۔ فی زماننا اِس مکان سے سرائے کا کام لیا جاتا ہی۔ معلوم نہین ہوتا کہ الہ وردی خان بانی اس عمارت کا کون شخص تھا۔ سیل چند کی کتاب "تعریف العمارات" مین اس کا ذکر نہین ہی لیکن (؟) جے رام نے "تعمیرات آگرہ" مین صرف اسقدر لکھا ہی کہ شاہجہان کے عہد مین یہ حمام الہ وردی خان نے بنوایا تھا۔ اس عمارت کا طول (۱۲۲) فٹ اور عرض (۹۲) فٹ ہی۔ اور اوپر یہ کتبہ ہی:-

در ایام شہنشاہ جہانگیر — کہ می زیبد باو عالم پناہی
بشہر آگرہ دار الخلافت — کہ باشد پایۂ تخت بادشاہی
بخیر الہ وردی خان بنا کرد — چنین پاکیزہ حمامے کہ خواہی
صفائیش روز بر دبارہ خورشید — فضائیش با فلک در بار گاہی
ز موج آب و عکس قرص کالجام — ہمیشہ حوض او پُر ماہ و ماہی
پئے تاریخ بنیادش دلم را — بفضل فکر گشتم از سیاہی
گرفتن دامن پاکان و گفتم — بنائے خیر حمام مباہی

سنہ ۱۰۲۰ھ

بشیر الدین احمد (دہلوی)

(مسرت کی چند گھڑیان)

جمادی الاول کی نو چندی جمعرات کی صبح تھی وقت سُہانا تھا
اور ہوا دلکش. کسی کی یاد نے دل مین چٹکیان لین سائیکل نے
رہبری کی اور مین چند منٹ مین لکھنؤ سٹی کے اسٹیشن پر تھا ٹکٹ لیا
اور ریل کے انتظار مین پلیٹ فارم کا چکر کاٹنے لگا. مین نہ کسی
لیلی کا شیدائی قیس تھا نہ کسی شیرین کا فدائی فرہاد لیکن پہلو
مین ایک محبت بھرا دل ضرور تھا. اس وجہ سے ریل نے بھی
میرے ساتھ تغافل برتا اور ایک گھنٹہ سے زیادہ اپنے انتظار
مین مضطرب اور پریشان رکھا. ساڑھے نو کے بعد گھنٹی بجی جس نے
مشتاق کانون کو ٹرین کی آمد کا مژدہ جانفزا سنایا. گاڑی آئی اور
مجھکو آغا میر کی ڈیوڑھی سے پونے دس بجے ارمانون اور تمناؤن
کے جھرمٹ مین لیکر روانہ ہوئی.

میرا سفر ایک گھنٹہ مین ختم ہوگیا. ساڑھے دس بجے کے بعد
گاڑی رکی اُترا تو بارہ بنکی کے پلیٹ فارم پر تھا. اسٹیشن کے باہر
میرے ایک عنایت فرما کا تانگہ میرا منتظر تھا جو مجھکو لیکر روانہ ہوا.
تقریباً ایک گھنٹہ کی مسافت کے بعد ایک کشیدہ تعمیر کے مدور
گنبد کے اوپر سنہری کلسیان ہرے بھرے درختون کی جالیون سے
جھانکتی نظر آئین. قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ایک درویش کامل کی
آرامگاہ ہے جس کے دربار مین بڑے بڑے مغرور سر عقیدتمندانہ نہ
جُھک گئے. اب وہ دربار ہے نہ دربار والا لیکن پھر بھی ہزارہا
بندگان خدا اُس پاک ہستی کی زیارت مزار کو مختلف گوشہاے
ملک سے آتے اور اُس بزرگوار کے مزار کو بوسہ دیکر سکون قلب
حاصل کرتے ہین. یہ گلشن معرفت کا صدا بہار پھول وارث علی شاہ
کہلاتا ہے اور جہان وہ مہکتا ہے وہ دیوہ ہے. تانگہ رُکا اور مین نے
اُنکی تربت پر سورۂ اخلاص کے دم کئے ہوے دو پھول چڑھائے.

دیوہ آباد کرنے والے بیفکری کی میٹھی نیند مین سوتے ہے زیادہ تر
اُمت درماندہ کے خستہ حال مریض مسلمان ہین جن کے نونہالان چمن
پر افلاس اور جہالت کی بیل عشق پیچان کی طرح بل کھاتی ہوئی
لپٹی ہوئی ہے اور جو گذرنے والون سے حسرت ویاس سے کہتی
ہے "خدارا ہماری مدد کرو. اس منحوس بیل کی جڑ کو جو ہم کو پھولنے پھلنے
نہین دیتی کاٹ دو. عیش پرست مستیو! عبرت کی آنکھون سے
تغیرات زمانہ کو دیکھو ہماری بیکسی پر ترس کھاؤ اور ہمارے درد کی
دوا کرو". ان معصومون کی تباہ حالی سے دل بھر آیا. ایجوکیشنل کانفرنس
کے سفیر یاد آئے جو مختلف مقامات کا دورہ کرکے ترقی تعلیم مین کوشان
ہونے کے مدعی اور اپنی ڈائری کے لمبے لمبے ورق شایع کرکے
قومی تشکر کے طالب ہین. مگر حقیقت یہ ہے کہ دُور کے ڈھول
سُہانے ہوتے ہین.

(۲)

مین نے گلشن اسلام کے ان نونہالون کو حسرت بھری
نظر سے دیکھا اور خدا حافظ کہکر روانہ ہوا. میرا تانگہ تیزی سے اب
اُس دریائی سڑک پر جا رہا تھا جو کسی شوخ حسینہ کی زلف پیچان کی طرح
بل کھاتی ہوئی لکھنؤ کرسی بارہ بنکی تک پہونچ کر دونو کو ایک دوسرے سے
ہم آغوش کرتی ہے. ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کچھ ایسی بھلی معلوم ہوئی کہ
آنکھین خود بخود بند ہوگئین اور پھر مین کسی پیکر خیالی کی پرستش
کرنے لگا.

۱۲ بجے کے بعد مین عیش وطرب کی فرمانروائی مین تھا
جہان ہر شخص خندان و فرحان ہشاش وبشاش تھا مسرت وانبساط

کے غنچے مسکرا رہے تھے۔ در و دیوار فرخندگی کا نمونہ بنے ہوئے تھے۔ وہ سرزمین مثنیٰ تھی جو رشک فردوس بنی ہوئی تھی اور میرا عزیز شبیر (مسٹر شبیر حسن۔ بی۔ اے) پوشاک عروسی زیب تن کیئے ہوئے جلوہ افروز تھا۔ شادمانی اور کامرانی کے پھول نچھاور ہو رہے تھے۔ بارہ دری کی صحنچیوں کے بالائی در درمیانی رنگ برنگی چلمنوں کے اندر سے سسرالی لڑکیاں حسن کی پریاں معشوق ساز کمسنیں خوبصورتی کی جیتی جاگتی تصویریں فرط مسرت سے بار بار پھول پھینک پھینک کر دولہا اور اسکے پاس بیٹھنے والوں کو چھیڑتی جاتی تھیں اور چاہتی تھیں کہ شرمیلے دولہا کو احباب کے حلقہ سے لے لیں اور مذاق و دل لگی سے رسم کا ہنت دل کھول کے بنائیں۔ یہ اسی قسم کی دلچسپیوں میں آج کا سارا وقت بسر ہوا۔ ادائے مراسم عقد وغیرہ کے بعد مکانی تبدیلیاں بھی ہوئیں کیونکہ دولہا دولہن کے ایک جان دو قالب کے قدرتی تعلقات کے مثل اُنکے مکانات بھی مقامی حالات کی رو سے متصل بلا انفصال تھے۔ لہذا یہاں اور وہاں کی دلچسپیاں کچھ اسطرح مرکب اور دو آتشہ ہو گئی تھیں کہ اُن کی تحلیل مشکل تھی۔

شادی و مسرت کے وہ مادی عنوانات جن کی ساخت میں دنیا نہایت خوش مذاقی و لطافت پیدا کر دکھاتی ہے سب مہیا تھے مگر اسکے ایک باریک اور حقیقی پہلو پر نظر جاتے ہی یا یوں ہی ساتھ واپس ہوتی تھی۔ وہ حقیقی پہلو کیا تھا؟ اور نظر کی اس سطر پا شادمانی منظر میں افسردگی کی کیا شان تھی؟ ہائے محبت اور شفقت کی وہ متوالی ہستیاں، شبیر جن کے جسم عنصری کا ایک جز منفک اگر جسکے روحانی جسم کا جز لاینفک تھا موجود نہ تھیں۔ مردانہ حلقہ اس ذات کی معدومی سے بے رونق ہو رہا تھا جو باپ کہلاتا ہے اور زنانہ حلقہ سے ماں کی شفقت بیا یا ور روحانی مسرت کی عطر بیزیاں نہ تھیں جو خود اُس پُر مسرت موقع پر متوالی ہوتی اور اُس کے متوالے پن کے اثر سے پورے مجمع پر ایک متوالا پن چھا جاتا۔ یوں سمجھنے کو باپ کے قائم مقام اور ماں کے بجائے سب تھیں مگر پھر بھی مادہ مادہ ہے اور روح روح۔ طرفۃ العین میں اُس افسردگی کو پھر گردو پیش کی مسرتوں نے جذب کر لیا اور مسلسل گردش فلکی کا ایک دورہ انہی کیفیات میں بسر ہوا۔

(۳)

جمعرات، بیاہ برات کی خوشی آیند چہل پہل میں کٹی۔ آج جمعہ کا روز تھا اور شام کا وقت فضائے عالم لالہ زار شفق کے انعکاس سے لالہ گوں ہو چلا تھا۔ گویا محیط عالم ایک ہر دوش کمسن نازنین تھی جس نے اپنی کمسنی کی رعایت سے نہایت نازک ہلکی مگر گلابی ساڑی زیب تن کی تھی جس کی وجہ سے اُس کے خدوخال اور ساعد رنگین اور ساق سیمین کی بہار واقعیت سے کہیں زیادہ دلکش ہو گئی تھی۔ وقت کی شوخی کی طرح میرے حیات قلبی کا مرکز بھی ایک شوخ و شنگ پیکر مروت ہیکل اخلاق و تواضع یعنی میری محبت کرنیوالی...... تھی جو مجھ کو اپنی محبت کی ریشمی ڈوریوں کے جال سے محمد پور کھینچ رہی تھی۔ گلابی منظر کی بہار لوٹتا اور جذبات کی کہربائیت سے کھنچتا ہوا قریب مغرب محمد پور پہنچ گیا۔ دو چھوٹے چھوٹے موضع ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو کر محمد پور بسنت پور کہلاتے ہیں جو سفید پوش خانزادوں کی ایک چھوٹی سی آبادی ہے۔ مگر یہاں بھی ہمارے مسلمانوں پر ادبار و جہالت کا چتر سایہ فگن ہے اور باوجود خوشحال شرفا کی ایک معقول تعداد آباد ہونیکے سلیقہ کا ایک چھوٹا سا مدرسہ بھی مسلمان بچوں کو کوچہ گردی سے بچانے اور اپنی آغوش تربیت میں لینے کے لیئے نہیں ہے بہتر ہوتا

کہ محکمۂ تعلیماتِ عامہ اس طرف متوجہ ہوتا۔

جی نہین چاہتا تھا کہ اس قدر جلد اپنی صحبت کرنے والی . . .

کے لطف صحبت کو خیرباد کہوں۔ مگر مجبوریون نے نہ مانا اور

مین اس وسیع الاخلاق ہستی کے محبت بھرے برتاؤ کے گہرے

چھاپے دل پر لیے ہوے اتوار کی شام کو واپس آگیا۔ افسوس!

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

سید سخاوت حسین

طواف زمین

۲۱

پاسپارٹو کی ناک حد سے زیادہ لمبی ہو جاتی ہے

دوسرے دن پاسپارٹو کا مارے بھوک کے بہت بُرا حال ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جس طرح بھی ہو اب کہین سے کھانے کا بندوبست کرنا چاہیئے۔ پہلے تو اس نے چاہا کہ اپنی گھڑی کو فروخت کر کے اُس کے دامون سے کچھ غذا مول لے مگر پھر اُس کی طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ ایسی گھڑی جو اس کے باپ کی نشانی اور یادگار ہو بیچ ڈالے۔ اس لیے بمقابلہ گھڑی کو جدا کرنے کے فاقے سے مرنا اُس نے منظور کیا۔ چونکہ کسی قدر خوش گلو بھی تھا ارادہ کیا کہ اپنی نغمہ سرائی سے فائدہ اُٹھائے۔ چاہتا تھا کہ شعر خوانی شروع کرے شاید کچھ پیسے اِصلاح لوگ اُسے دیدین مگر خیال ہوا کہ ابھی بہت ہی سویرے کا وقت ہے لوگ سو رہے ہونگے کہین اپنے آرام مین خلل پڑنے سے سیخ پا ہو اُٹھ کر بجاے عطا انعام کے اُسے ٹھوک نہ دین۔ یہ ترکیب بھی نہ کر سکا۔ اُسی کے ساتھ یہ خیال بھی آیا کہ جو لباس وہ پہنے ہوے ہے اُسکو مغنیون کے لباس سے کچھ مناسبت نہین اس لیے پہلے اِن کپڑون کو تبدیل کر دینے کی ضرورت ہے۔ یہ عزم مصمم کر کے وہ چلا اور تھوڑی دیر کی جستجو کے بعد ایک پُرانے کپڑے بیچنے والے کی دوکان پر پہنچ گیا جس نے پاسپارٹو کے فیشن ایبل

سوٹ کو پسند کر لیا اور ایک پُرانا جاپانی ملبوس مع چند روپیون کے اُسکے معاوضہ مین دے کر اُسکا سوٹ لے لیا۔ چند منٹ بعد پاسپارٹو جاپانی فقیرون کی ہیئت سے دوکان سے باہر آیا۔ اب کچھ دام بھی اُسکی جیب مین تھے لیکن اپنی حالت پر اُسے خود بھی ہنسی آ رہی تھی۔ آخر بول اُٹھا کیا ہرج ہے۔ مین اپنے تئین ایریل فول کے زمانہ مین فرض کیے لیتا ہون جبکہ ہر شخص مختلف قسم کے سوانگ بھرا کرتا ہے۔

اِس تبدیل ہیئت کے بعد سب سے پہلے پاسپارٹو ایک قہوہ خانہ مین پہنچا اور ایک ڈبل روٹی اور دو پیالی چاء سے پیٹ کی تواضع کی پھر وہان سے نکل کر اپنی دُھن مین چلدیا۔ اور دل ہی دل مین کہنے لگا اب کیا کرنا چاہیئے! اصل مقصد تو یہ ہے کہ جسطرح بھی ہو جاپان سے نکل کر امریکہ پہنچنا چاہیئے لیکن کیونکر؟ آخر تو کل بخدا کسی ایسے جہاز کی تلاش مین مصروف ہو گیا جو امریکہ کی طرف جانے والا ہو۔ ارادہ یہ کر لیا کہ جہاز کے فراشون مین یا انجن مین کوئلہ ڈالنے والون مین صرف کھانے کے معاوضہ مین نوکری کرون گا اور پھر امریکہ پہنچ کر خدا مالک ہے!

پاسپارٹو یہ راے پختہ کر کے بندرگاہ کیطرف روانہ ہوا۔ اثناے راہ مین اُس کی نظر ایک اشتہار پر پڑی جو ایک تختہ پر چسپان تھا اور اُس تختہ کو ایک آدمی اپنے کندھے پر لٹکائے ہوے جا رہا تھا یہ اشتہار انگریزی زبان مین تھا جس کا مضمون ذیل مین

درج ہوا:۔

(جاپانی کھیل دکھلانے والی کمپنی)

ولیم بالشٹر کا امریکن تھیٹر

ناکو! ناکو!! ناکو!!!

یہ اس کمپنی کا آخری تماشہ ہے۔ اسکے بعد کمپنی امریکہ واپس چلی جائیگی

جو شخص ناکوؤن کا تماشہ نہ دیکھے گا وہ ہمیشہ پچھتائے گا

آئیے! آئیے!!

اس اشتہار کو پڑھ کر خود بخود پاسپارٹو چلا اُٹھا "او ہو ہو! خدا کا شکر ہے کہ مراد مل گئی۔ چونکہ یہ کمپنی جا رہی ہے مجھے جس طرح ممکن ہو اسی کمپنی کے ساتھ امریکہ پہنچنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ اشتہار والے آدمی کے پیچھے ہو لیا اور آگے پیچھے چلتے چلتے دونون آدمی تھیٹر گاہ کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ پاسپارٹو نے تھیٹر مین پہنچکر وہان کے لوگون سے پوچھا "مالک کمپنی مسٹر ولیم بالٹکر صاحب کہان تشریف رکھتے ہین۔"

ایک شخص نے آگے بڑھ کر جواب دیا "مین ہون! کیا چاہتے ہو؟"

پاسپارٹو:۔ کیا آپ کو کسی خدمتگار کی ضرورت ہے؟

ولیم:۔ میرے پاس دو خدمتگار موجود ہین جو بہت مستعدی سے میری خدمت کرتے ہین۔ حتیٰ کہ مین اُنھین کچھ تنخواہ بھی نہین دیتا صرف کھانے پر ہین۔

پاسپارٹو:۔ مجھکو اپنے خدمتگارون مین آپ جگہ نہین دے سکتے؟

ولیم:۔ نہین! لیکن تم جاپانی نہین معلوم ہوتے پھر یہ جاپانی لباس کیون پہنے ہوئے ہو؟

پاسپارٹو:۔ جس لباس مین انسان کو کامیابی ہو وہی اختیار کرنا چاہیے جیسا دیس ویسا بھیس۔ کیا کیا جائے؟

ولیم:۔ غالباً تم فرانسیسی ہو۔

پاسپارٹو:۔ ہان خاص پیرس کا باشندہ ہون۔

ولیم:۔ یہ بات ہے تو تم ضرور ایکٹری اور مسخرہ پن سے بھی واقف ہوگے۔

ولیم کا یہ فقرہ پاسپارٹو کے اترا جانے کے لیے ایک حد تک کافی تھا۔ چنانچہ اُس نے جواب دیا "ہان جانتا ہون لیکن اُسقدر جسقدر آپ امریکن لوگ واقف ہین۔ . . . .

ولیم:۔ اگر ایسا ہے تو مین تمکو خدمتگارون مین نہین بلکہ ایکٹرون مین نوکر رکھ سکتا ہون۔ کیا تمھین منظور ہے؟

پاسپارٹو: خوب۔

ولیم:۔ مضبوط اور توانا بھی ہو؟

پاسپارٹو:۔ ہان بشرطیکہ پیٹ بھرا ہوا ہو۔

ولیم:۔ بیت بازی اور غزلسرائی بھی کر سکتے ہو؟

پاسپارٹو:۔ ہان بہت اچھی طرح۔

ولیم:۔ اگر ایک جماعت مین تمھین ملا کر کھڑا کر دیا جائے اور دونون ہاتھون مین ایک ایک برہنہ تلوار دیدی جائے تو تم اُسوقت بھی گا سکتے ہو؟

پاسپارٹو:۔ ضرور۔

ولیم:۔ اچھا تو بس۔ مین منظور کرتا ہون۔

پاسپارٹو:۔ مجھے بھی قبول ہے۔ مجبور آدمی سے جو کچھ کہا جائے وہ منظور کریگا۔ بشرطیکہ وہ امریکہ پہنچ سکے۔

ناکوؤن کا تماشہ جس کا اشتہار ولیم نے دیا تھا آج ۳ بجے شروع ہوگا اس لیے ابھی سے دروازۂ تماشہ گاہ پر زور شور سے

باجہ بجایا جا رہا تھا۔ پاسپارٹو کو اس تماشہ مین یہ کام سپرد ہوا تھا کہ اپنے بازوؤن کو برج کے نیچے جو انسان کو اوپر نیچے کھڑا کر کے بنایا جانے کا قائم رکھے۔

وقت مقررہ پر پنڈال تماشائیون سے بھر گیا۔ یورپین، چینی، جاپانی چھوٹے بڑے عورت مرد ایک دوسرے پر پلے پڑتے تھے۔ بینڈ برابر بج رہا تھا کہ اسٹیج پر تماشہ شروع ہوگیا۔

پہلے مختلف قسم کے کھیل دکھلاسے گئے۔ ایک عورت ہاتھ مین پنکھا لیے ہوسے آئی اور دوسرے ہاتھ سے ہزارہا رنگ برنگ کے کاغذ کے پرزے اُس نے اُڑا دیے اور پنکھا کے ذریعہ سے اُن پرزون کو طرح طرح کی حرکتین دین، جن سے عجیب عجیب شکلین اُنکی ہو ہو جاتی تھین۔ پھر ایک شخص منھ مین سگار دبائے ہوسے اسٹیج پر آیا اور منھ سے اسطرح دھوان چھوڑا کہ ایک فصیح عبارت ناظرین کو "خوش آمدید" کہنے کے لیے دھوئین سے بن گئی۔ حقیقتاً یہ بھی ایک بہت بڑی مہارت کی بات تھی۔ اُس کے بعد اسی قسم کے اور بہت سے عجیب و غریب تماشے دکھلائے گئے۔ لیکن تمام خلقت کی نظر تھیٹر کے آخری پردہ کی طرف لگی ہوئی تھی۔ اور آخری تماشہ کا سب کو بیحد انتظار تھا، کیونکہ مضمون اشتہار کے بموجب آخری پارٹ مین "ناکوؤن" کا تماشہ دکھلایا جانے والا تھا اور جملہ حاضرین محض اُسی تماشے کے شوق مین آئے تھے۔

جاپانیون کے عقیدے کے مطابق "ناکو" ایک ایسی خیالی مخلوق ہے جو اُن کے دیوتا "تنگو" کے زیر حمایت رہتی ہے۔ ایکٹر اس تماشہ مین بڑے بڑے پرندون کے پر اپنے شانون پر باندھتے ہین اور پرون ہی سے کپڑے بنا کر پہنتے ہین اور لانبی لانبی ناکین بڑی بڑی چونچون کی طرح تیار کر کے اپنی ناک پر باندھ لیتے ہین۔ یہ مصنوعی ناک بانس کی لکڑی کی بنائی جاتی ہے اور اُس پر طرح طرح کے رنگ پھیرے جاتے ہین۔ ہر ناک کم از کم ۲۔۳ بالشت لانبی ہوتی ہے۔ مضبوط اس قدر ہوتی ہے کہ دس بارہ ناکو زمین پر پڑ جاتے ہین اور دوسرے ناکو اُن لیٹے ہوسے لوگون کی مصنوعی ناکون پر کھڑے ہو کر مختلف قسم کے تماشے دکھلاتے ہین۔ اِس تماشہ کے خاتمہ پر ناکوؤن کا ایک برج بنایا جاتا ہے جسمین ناکو اپنی مصنوعی ناک کو زمین پر ٹکا دیتے ہین اور ایک دوسرے پر کھڑے ہوتے چلے جاتے ہین۔ یہانتک کہ اکیس آدمیون کا ایک طویل منارہ بنجاتا ہے۔ چنانچہ اسی منارہ بنانے والے ایکٹرون مین سب سے نیچے جو دو آدمی ہوتے ہین اُن مین کا ایک بیمار ہوگیا تھا اور پاسپارٹو بیچارے اُس کے قائم مقام بنایا گیا تھا۔

سچ یہ ہے کہ جس وقت پاسپارٹو نے پرون کا بنا ہوا لباس پہنا اور رنگ اپنے بازوؤن سے لگا کے مصنوعی ناک منھ پر مضبوطی سے باندھی تو اُس مسخرانہ ہیئت اور اپنے عجیب و غریب حلیہ پر وہ بہت متاثر و متاسف ہوا مگر بیچارہ کرتا کیا؟ اسی وضع کی بدولت اور اُسی پیشے کے پہلو سے وہ اپنے پیٹ کو بھر سکتا تھا۔ اور امریکہ پہنچنے کی بھی یہی سبیل تھی۔

پاسپارٹو اسٹیج پر آیا اور اپنے دوسرے ساتھیون کے ساتھ منارہ بنانا شروع کیا۔ وہ اور اُسکے ساتھ ایک اور ناکو اپنی مصنوعی ناک زمین پر رکھ کر جھک گئے۔ چند اور آدمی اُن کی پشت پر اسی پوزیشن کے ساتھ قائم ہو گئے۔ کچھ آدمی اُنکے اوپر اسی طرح چار پانچ صفین زیر و بالا مینی درازون کی مرتب ہو کر چھت تک ایک بلند منارہ بن گیا۔ اب ساز پورے زور کے ساتھ بجنے لگا۔ اور موسیقی سے سرگرمی ظاہر ہونے لگی۔ ناظرین نے صدائے تحسین و آفرین بلند کی۔

ابھی حیرت زدہ ہو رہے تھے کہ دفعتاً منارہ متحرک ہوا اور توازن قائم نہ رکھ کر بطرح بچوں کا کاغذ سے بنایا ہوا گھر گر پڑتا ہے یہ ناک بھی غلطان پیچان ایک دوسرے پر گرنے لگے اور ذرا دیر میں منارہ منہدم ہو گیا۔

اس غیر معمولی حرکت کا سبب پاسپارٹو ہوا تھا۔ کیونکہ جس وقت وہ بنیاد منارہ بنکر ناک کے بل کھڑا ہو گیا تھا تو اُس کی نظریں تماشائیوں کی طرف لگ گئیں۔ یکایک اُس نے دیکھا کہ ایک گیلری میں اُس کا آقا مسٹر فلیاس اور مسٹرس ایڈا بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب کیا تھا دیکھتے کے ساتھ ہی اسٹیج سے اُچکا اور تماشائیوں میں سے جھاگتا ہوا بعض تماشائیوں اور کرسیوں کو گراتا ہوا ایکدم سے فلیاس کے سامنے پہنچا اور چلّا اُٹھا "آہ! میرے آقا! آہ میرے مالک ۔۔۔۔!"

فلیاس:- ایں یہ تم ہو؟

پاسپارٹو:- ہاں! میں ہوں۔

فلیاس:- اچھا ہوا کہ تم مل گئے۔ دیر نہ کرو۔ ابھی جہاز پر چلتے ہیں۔

پاسپارٹو کو اُس لباس اور پروں کے اُتارنے کی بھی فرصت نہ ملی اور وہ اُسی ناک کو باندھے ہوئے اپنے آقا کے ساتھ تھیٹر سے باہر آ گیا۔ دروازہ تماشہ گاہ پر مالک تھیٹر کھڑا تھا اس نے فلیاس سے اپنے غیر معمولی نقصانات کا جو پاسپارٹو کی اس مضطربانہ حرکت سے ہوا تھا دعویٰ کیا جس کے جواب میں فلیاس نے ایک مٹھی اشرفیاں بھر کر اُس کے سامنے ڈال دیں۔ اس طرح مالک تھیٹر کو خاموش کر کے فلیاس روانہ ہو گیا چنانچہ چند منٹ بعد ہر سہ اشخاص جہاز میں بیٹھے نظر آئے۔

۲۲

بحرِ محیطِ اعظم کا سفر

تنگھائی کے قریب ہم فلیاس کو کشتی میں چھوڑ آئے تھے ناظرین منتظر ہونگے کہ اُسکے بعد کیا ہوا؟

فلیاس کے حکم سے کشتی نے جن علامات کا اظہار کیا تھا "یوکوہامہ" کے جہاز نے انھیں دیکھ لیا اور سمجھ لیا گیا کہ کشتی معرضِ تباہی میں ہے اس لیے فوراً جہاز اُس کی طرف متوجہ ہوا اور چند لمحوں کے عرصہ میں فلیاس کشتی "تنغدیر" کے مالک کپتان جانسن کو پانچسو پونڈ موعودہ دے کر لیڈی ایڈا اور نوکر اغرسان فکس کی ہمراہی میں جہاز یوکوہامہ پر سوار ہو گیا۔

چودھویں تاریخ کو جہاز یوکوہامہ پہنچ گیا۔ اور جیسے ہی وہ لنگر انداز ہوا فلیاس اور لیڈی ایڈا اُتر کر جہاز کرناٹک میں جو دو روز قبل پہنچ چکا تھا جا سوار ہوئے اور انہیں پاسپارٹو کو تلاش کرنے لگے اطلاع ملی کہ اس نام کا شخص جہاز پر ضرور تھا مگر اُسی بندرگاہ پر اُس نے جہاز کو چھوڑ دیا ہے۔ لیڈی ایڈا اس خبر کے سُننے سے اس قدر مسرور ہوئی جس کی کوئی انتہا نہیں۔ خوشی فلیاس کو بھی ہوئی مگر اُس نے اپنے جذبات کو بالکل ظاہر نہیں ہونے دیا۔ بہر حال اس خبر کے معلوم ہوتے ہی بلا جواز توقف پاسپارٹو کی تلاش میں دونوں نکل کھڑے ہوئے۔ اور چونکہ جہاز آدھی رات کو روانہ ہونیوالا تھا اس لیے اور بھی تیزی کے ساتھ وہ ایک کرایہ کی گاڑی میں بیٹھ کر شہر میں ہر طرف پھرے انگریزی سفارت خانے اور فرانسیسی سفارت خانہ میں جا کر دیکھا اندرونِ شہر تلاش کیا۔ بیرونِ شہر گھومے لیکن ہزار افسوس کہ پاسپارٹو کا پتہ نہ چلا۔ آخر کار ناکام ہو کر جب دونوں آدمی بندرگاہ کیطرف پلٹ رہے تھے تو ولیم بالکر کے تھیٹر کے سامنے سے گذرے۔ مسٹرس ایڈا کو اک دم سے تھیٹر دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا۔ چنانچہ اُس کی خواہش پر فلیاس

مع اُس کے تھیٹر مین داخل ہوگیا۔ وہان پہنچکر ایکٹ کرتے ہوے
پاسپارٹو کو دیکھ کر بوجہ اُسکے عجیب وغریب بھیس مین ہونے کے
فلیاس شناخت نہ کرسکا۔ مگر پاسپارٹو نے اپنی لانبی ناک کے نیچے
سے دیکھ کر فلیاس کو پہچان لیا اور اُسی وقت وہان سے اُچکتا کودتا
منارے کو لڑھکاکر اپنے آقا تک پہنچ گیا۔

اِس غیر متوقع ملاقات کے بعد مسٹر مس ایڈا نے ہانگ کانگ
سے "تنغند" نامی کشتی مین شنگھائی تک آنے اور یوکوہامہ تک
مع فیکس کے طوفانون مین زندہ سلامت بچکر پہنچنے کا پورا قصہ اُسے
سُنایا۔ پاسپارٹو نے جیسے ہی فیکس کا نام سُنا اُسکے تن بدن مین آگ
لگ گئی۔ لیکن اُس نے کسی قسم کے آثار ناگواری اپنے بشرے سے
محسوس نہین ہونے دیے بلکہ سب کچھ دل مین لیے رہا۔ افیونیون
کے شراب خانہ مین بیہوش ہوجانے اور اپنی غلطی سے ایک اہم ترین
دشواری پیدا کردینے کے متعلق لیڈی آیڈا اور مسٹر فلیاس سے اُس نے
نہایت منت وخوشامد کے ساتھ عذر ومعذرت کی اور رو رو کر
معافی کا طالب ہوا جسپر فلیاس نے بغیر کچھ کہے سُنے تھوڑے
سے روپیہ نکال کر اُس کو اپنا لباس درست کرنے کے لیے دیدیے
اور پاسپارٹو نے جہاز والون سے جاکر ایک سوٹ خرید کرنے کے
بعد وہ پردن کے کپڑے مع لانبی ناک کے اُتار کر پھینک دیے۔

یہ جہاز جسمین سب لوگ سوار تھے "جنرل گرانٹ" نامی ایک
بڑا اور تیز رفتار جہاز ہے اور ایک امریکن کمپنی کی ملکیت ہے فی گھنٹہ
بارہ میل طاقت رفتار ہے۔ اِس حساب سے بحر محیط اعظم کا سفر ۲۱
دن مین طے کرکے بتاریخ دوم ماہ جنوری ۱۸۷۳ء سانفرانسسکو اور اسی ماہ
کی بیسوین کو لندن پہنچنا چاہیے۔ اور یون فلیاس اپنی منحوس
شرط کے مقررہ دن سے ۲۴ گھنٹہ قبل لندن پہنچ جائے گا۔

تمام جہاز مسافرون سے بھرا ہوا تھا۔ علاوہ سوداگرون کے
چینی جاپانی یورپین سیاح بھی سوار تھے۔ نیز بہت سے ہندوستانی
افواج کے افسر وغیرہ تھے جو فرلوے لیکر بجاے فضول وقت
صرف کرنے کے ممالک عالم کی سیر کو نکلے تھے۔

اثناے راہ مین کوئی حادثہ پیش نہین آیا۔ جہاز باقاعدگی
کے ساتھ برابر چلتا رہا۔ مسٹر فلیاس کا وہی انداز وقار وتمکنت
قائم ہے۔ اسی سکوت وخاموشی کے ساتھ وقت گذر رہا ہے۔ البتہ بیچاری بیگم
ایڈا کی اندرونی کیفیات مین انقلاب ہوتا جاتا ہے۔ وہ اپنے محسن کی
طرف سے روز بروز دل مین احساس شکرگذاری کی روزافزونی
محسوس کرتی ہے۔ اور ایک تعلق قلبی جسمین کشش وجاذبیت کے
جذبات لطیف متلاطم ہین اُسے فلیاس کی شخصیت سے وابستہ
کیا جارہا ہے۔ اِس شریف انسان کا تمکین چہرہ رنگین وضع خاموش طبیعت
بلندی ہمت ہندوستانی خاتون کے پیار دل مین عشق ومحبت
کے قوانین جاری ونافذ کرنا چاہتے ہین۔ دیکھیے کیا ہوتا ہے؟

بندرگاہ یوکوہامہ سے جہاز کی روانگی کے چھٹے روز فلیاس نے
ٹھیک نصف کرۂ زمین کو طے کرلیا۔ اُس روز یعنی بتاریخ ۲۳ ماہ جنوری
۱۸۷۳ء جنرل گرانٹ "نصف النہار" کے دائرہ نمبر ۱۸۰ سے گذرا
جس کی سمت ثانی اِس مقام سے لندن تک فلیاس کو طے کرنا
باقی ہے۔ تمام کرۂ زمین کے دائرہ ہاے نصف النہار کو ۳۶۰ حصون
پر تقسیم کیا گیا ہے جسکے نصف ۱۸۰ دائرہ روانگی لندن سے اسوقت تک
۵۲ روز مین فلیاس طے کرسکا ہے۔ اِس حساب سے بقیہ نصف کرہ
کے طے کرنے کے لیے ۵۲ ہی روز درکار ہین جن کا مجموعہ فلیاس
کی مقرر کردہ مدت ۸۰ روز سے ۲۴ یوم زیادہ ہے۔ حالانکہ اب صرف ۲۸
دن شرط مقررہ مین باقی ہین ناظرین کا مغالطہ رفع کرنے کے لیے
یہ بتلادینے کی ضرورت ہے کہ اِس مقام تک فلیاس نے خطوط منحنیہ
اور شکستہ پر سفر کیا ہے اور اس وجہ سے وہ ٹیڑھے اور پیچیدہ راستون سے

آ یا ہو لیکن یہان سے خطِ مستقیم پر براہ راست آدہ بیائی ہوگی۔ اس طرح عملی طور پر دو حصّہ راستہ کو وہ قطع کر چکا ہو اور ایک حصّہ باقی رہ گیا ہو۔

اگر یہ ممکن ہوتا کہ کرۂ زمین کے بچاسوین دائرۂ عرض پر برابر سفر کر سکین جسمین لندن واقع ہو اور اُس سے انحراف نہو سکے تو اُس وقت اس مسافت کی مقدار کل بارہ ہزار میل ہوتی ہو مگر اب بوجہ کمی و پیچیدگی راہ کے دورِ عالم کو طے کرنے کے لیے ۲۶ ہزار میل کا چکر لگانا پڑتا ہو جسمین سے فلیاس ۱۷ ہزار میل طے کر چکا ہو یعنی اصلی مسافت سے ۵ ہزار میل زیادہ چل چکا ہو۔

بہرحال آج پاسپارٹو غیر معمولی طور پر شادان و فرحان نظر آتا تھا کیونکہ اُس کی گھڑی جو برابر اب تک غلط چل رہی تھی اور فیکس مردود نے اُسکے عیار کو تبدیل کرنے کی سوئیون تحریک کی تھی مگر پاسپارٹو نے منظور نہین کیا تھا آج خود بخود درست وقت بتلانے لگی یعنی روانگی لندن کے وقت سے وہ روز بروز پیچھے ہوتی جا رہی تھی یہانتک کہ اُس جگہ پہنچکر پورے بارہ گھنٹہ کا فرق ہوگیا تھا اور جس جگہ اب جہاز جنرل گرانٹ کھڑا تھا ٹھیک ۵ بجے شام کا وقت تھا اور یہی وقت پاسپارٹو کی گھڑی بھی بتلا رہی تھی لیکن اگر گھڑیون مین ہندسون کے ساتھ دن اور رات کی علامات بھی ہوا کرتین تو پاسپارٹو کی تمام خوشی خاک مین مل جاتی کیونکہ جو پانچ اسوقت پاسپارٹو کی گھڑی شام کے بجا رہی ہو لندن مین یہ صبح کے پانچ بجے ہین۔ غرضکہ پاسپارٹو گھڑی کے برابر ہو جانے سے مسرور ہو کر خود بخود کہنے لگا "خبیث و مکار فیکس ہمیشہ مجھ سے طول و عرض کے دائرون کی تخمین کرکے گھڑی کو خراب کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا۔ اگر کہین اُس متفنی کے کہنے مین آکر مین سوئیون کو پھرا دیتا تو خواہ مخواہ میری گھڑی خراب ہو جاتی۔ مین تو جانتا ہی تھا کہ ایک نہ ایک دن سورج میری گھڑی کے مطابق ہو جائے گا۔"

فیکس اب کہان ہو؟ اسی جہاز پر مگر کسی گوشہ مین چھپا ہوا۔ مبادا پاسپارٹو اُسے دیکھ لے۔ تاہم یہ ناممکن تھا کہ امریکہ تک وہ کمرے مین چھپا بیٹھا رہے۔ اس لیے وہ دق ہو کر آج باہر آہی گیا۔ لیکن جیسے ہی وہ نکلا پاسپارٹو کا سامنا ہوگیا۔ وہ پہلے ہی خون کا پیاسا ہو رہا تھا دیکھتے ہی بغیر کچھ کہے سنے لپٹ پڑا اور اس زور سے ایک گھونسہ تان کر مارا کہ دیکھنے والے بھی اُسکے غالب ہونے کے قائل ہوگئے۔ پھر تو خوب ہی ٹھُکائی کی بعد جب مارتے مارتے تھک گیا تو ذرا اطمئن ہوا۔ فیکس نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی اور اپنے آپ کو اُسکے پنجہ سے نکل جانے پر دم لیکے کہا "اب تو دل ہلکا ہوگیا؟"

پاسپارٹو: ہان کسی قدر۔

فیکس: اچھا تو آؤ تھوڑی دیر بیٹھ کر باتین کرین۔

پاسپارٹو: ابے تو بڑا بیحیا آدمی ہو اسی مُنھ کو لیکر میرے پاس بیٹھنا چاہتا ہو شرم نہین آتی۔

فیکس: اس مرتبہ تمھارے آقا کی فائدہ مندی کے بارہ مین باتین کرین گے۔ نقصان کے لیے نہین۔

پاسپارٹو اس بردباری اور بے غیرتی پر حیران رہ گیا اور آخر اُسکے پیچھے ہولیا۔ دونون جہاز کے اگلے حصّہ کی طرف جاکر ایک جگہ بیٹھ گئے۔ تب فیکس نے کہا "مجھے خوب مار پیٹ تو چکے۔ اب ذرا سُنو مین اسوقت تک تو فلیاس کا دشمن تھا مگر اب سے نہین۔"

پاسپارٹو: آخر تم بھی قائل ہوگئے کہ وہ کیسا شریف آدمی ہو۔

فیکس: نہین۔ مین جانتا ہون کہ کس درجہ پاجی شخص ہو لیکن . . .

پاسپارٹو نے اتنا سُنتے ہی بغیر اِسکے کہ جملہ ختم ہو ایک گھونسہ

زور سے فکس کے رسید کیا اور کھڑا ہوگیا۔ مگر فکس نے پھر اُس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی بٹھاتے ہوئے کہا تم سنو تو سہی۔ میں اپنی بات تو پوری کر لوں۔ ہاں تو اسوقت تک میں فلیاس کو روکنے اور اُسکو گرفتار کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر وارنٹ گرفتاری نہ پہنچنے کی وجہ سے اسمیں کامیابی نہوئی لیکن اب اگر مجھ کو وارنٹ بھی مل جائے تو بیکار ہے کیونکہ امریکہ میں گرفتاری نہیں کی جاسکتی۔ اور یہ مجھے یقین ہوگیا ہے کہ وہ لندن جا رہا ہے۔ اِس لیے جلد سے جلد اُس کو انگلستان پہنچنے کے لیے جسقدر کوشش ہوسکتی ہو وہ میں کرنے کے لیے تیار و آمادہ ہوں۔ ابتک اُسکے سفر کو روکنے کی میں سعی کرتا رہا تھا اب موانع سفر کے دور کرنے میں کوشاں ہوتا ہوں۔ کیوں؟ پسند کرتے ہو یا نہیں؟ اچھا اب ہم تم دوست ہوسکتے ہیں یا اب بھی نہیں؟"

پاسپارٹو: "دوست نہیں البتہ متفق ہوسکتے ہیں لیکن اس شرط سے کہ اگر ذرا بھی شرارت تمھاری طرف سے ہوئی تو فوراً گلا گھونٹ دونگا۔"

فکس: "بہت خوب۔"

بتاریخ دوم ماہ جنوری ۱۸۷۲ء جہاز جنرل گرانٹ سانفرانسسکو پہنچ گیا اور فلیاس اپنے مقررہ پروگرام کے مطابق اسوقت ایک دن کے فائدہ میں تھا نہ ایک دن کے نقصان میں۔

۲۳

سانفرانسسکو میں ایکدن کیسا گذرتا ہے

جسوقت مسٹر فلیاس، مسز اوڈا، اور پاسپارٹو نے سرزمین امریکہ پر قدم رکھا، بجے کا وقت تھا۔ جیسے ہی فلیاس جہاز سے اترا سب سے پہلے اُسے نیویارک جانیوالی ریل کا وقت معلوم کرنے کی فکر ہوئی۔ پتہ چلا کہ شام کو ٹرین چھوٹتی ہے۔ چونکہ چند گھنٹے فالتو بچتے تھے اِس لیے فلیاس نے ایک گاڑی کرایہ کی اور مع لیڈی اوڈا کے اُس میں سوار ہوگیا۔ پاسپارٹو بھی کوچ بکس پر ہانکنے والے کے برابر جا بیٹھا۔ گاڑیبان کو شہر کے کسی مشہور اور بڑے ہوٹل میں چلنے کا حکم دیا گیا۔ پاسپارٹو نے کوچبکس کے پہلو سے شہر کو دیکھنا شروع کیا۔ بازار کشادہ اور لوگوں سے بھری ہوئی عمارتیں ایک طرز کی اور نہایت خوش منظر۔ عالیشان کلب وغیرہ پاس پاس۔ لوگوں کی نظروں کو اپنی طرف کھینچے لیتے تھے۔ گلیوں اور سڑکوں پر ہزارہا کرایہ کی گاڑیاں، ٹمٹم، وغیرہ جن میں علاوہ یورپین اور امریکن اشخاص کے بہت سے چینی، جاپانی اور ہندوستانی لوگ بھی تھے آجا رہی تھیں۔

پاسپارٹو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ خیال کرتا تھا کہ امریکہ میں وحشی لوگ جو ننگے رہتے ہیں اور بڑے بڑے بال رکھتے ہیں سکونت پذیر ہونگے اور واقعہ یہ ہوا کہ ایسے لوگوں کا وہاں نام و نشان بھی نہ تھا۔

ایک بڑے ہوٹل پر پہنچکر گاڑی رُک گئی۔ پاسپارٹو نے اُس ہوٹل میں داخل ہوکر جو منٹگمری اسٹریٹ کے ایک کوچہ میں واقع تھا۔ یہ خیال کیا کہ وہ ابھی لندن سے باہر ہی نہیں نکلا۔ کمرہ اسکا عام سے ملا ہوا ایک بہت بڑا ڈائننگ ہال تھا جسکے وسط میں ایک شاندار طویل و عریض میز بچھی ہوئی تھی اور اُس پر ہر قسم کی شرابیں میوہ جات کیک وغیرہ چنے ہوئے تھے جسپر ہوٹل میں آنے والے مسافر ہر وقت جب چاہیں کھا پی سکتے تھے۔

مسٹر فلیاس لیڈی سمیت پہلے ڈائننگ ہال میں پہنچا۔ اور اعلیٰ قسم کا نہایت مزے دار کھانا طلب کر کے کھایا۔ خانساماں کی خدمات حبشی لوگ جو عمدہ اور صاف پوشاک پہنے ہوئے تھے انجام دیتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہوکر دونوں آدمی انگریزی سفارتخانہ

کو پروانہ راہداری پر تصدیق درج کرانے کے لیئے چلے۔ ہوٹل کے دروازہ پر دیکھا کہ پاستپارٹو کھڑا ہے جس نے اپنے آقا کو دیکھ کر ایک خاص انداز سے قریب آکر پوچھا "حضور والا! سنا گیا ہے کہ جو ریل سانفرانسسکو سے نیویارک کو جاتی ہے اُس میں سفر کرنا خطرہ سے خالی نہیں۔ کیونکہ اکثر اوقات امریکہ کے وحشی ٹرین پر جمع ہو کر حملہ کر دیتے ہیں اور قتل و غارت گری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لہذا گاڑی میں سوار ہونے سے پہلے چند طپنچے چھ فیر کے اور کسی قدر کارتوس خرید لیے جائیں تو نامناسب نہو گا۔"

فلیاس تپنچہ خریدنے کی اجازت پاستپارٹو کو دے کر چل دیا۔ وہ ہوٹل سے چند ہی قدم پہنچا تھا کہ فکس سے مڈبھیڑ ہو گئی سراغرسان مذکور نے فلیاس کو دیکھتے ہی مؤدبانہ طور پر سلام کر کے اس ملاقات پر بیحد اظہار ممنونیت کیا اور جہاز میں نہ ملنے پر اظہار تاسف کرنے لگا۔ پھر یورپ تک فلیاس کے ہمرکاب چلنے کی استدعا کر کے اس وقت بھی شہر کی سیر کے لیئے ساتھ رہنے کی خواہش کی، جسکے جواب میں فلیاس نے چند مختصر لفظوں میں اپنی رضامندی ظاہر کر کے اُسے ساتھ لے لیا۔

تینوں آدمیوں نے شہر کے کوچہ و بازار میں طَیر گشت شروع کر دی۔ بازار حقیقتاً نہایت باقاعدہ بنے ہوئے تھے۔ ہر چوراہے کے وسط میں میدان اور اُس میں خوبصورت حوض بنے ہوئے تھے جنکے گوشوں میں امریکہ کے مشہور شہروں کے مصنوعی نمونے چینی اصول پر بنا بنا کر رکھے گئے تھے۔ پھرتے پھرتے یہ سیاح ایک وسیع بازار میں پہنچے جو لوگوں سے ایسا کھچا کھچ بھرا ہوا تھا کہ راستہ پانا مشکل ہو گیا۔ لوگوں کے شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ بڑی بڑی جھنڈیوں پر جلی حروف میں اشتہار لگے ہوئے آدمی لیے پھرتے تھے کبھی ایکدم شور و غلغلہ بلند ہوتا کہ "کمر فیلڈ کے لیے ہُرا!" کبھی شور ہوتا کہ "منڈی بوئے کے لیے ہُرا!" اصل واقعہ یہ تھا کہ کسی بڑے عہدہ کے انتخاب کی کارروائی کے لیئے میٹنگ ہو رہی تھی اُسی کا یہ ہڑبونگ تھا۔ فکس گھبرا کر کہنے لگا "اِس بھیڑ سے ہم کو الگ رہنا چاہیئے۔ کہیں چوٹ چپیٹ نہ آجائے۔"

فلیاس نے جواب دیا "ٹھیک کہتے ہو۔ علٰحدہ ہی رہنا بہتر ہے۔"

چنانچہ مسٹرس ایڈا، فلیاس اور فکس سڑک کے کنارے ایک دوکان کے زینہ پر بچ کر کھڑے ہو گئے۔ اِدھر اِس اجتماع افراد میں مباحثہ و مجادلہ شروع ہوا۔ اور سخت کلامی ہو کر گالی گلوج تک نوبت پہنچ گئی۔ ہر شخص اپنے ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر چیختا تھا۔ ایک گروہ "کمر فیلڈ" کے لیے اور دوسرا "منڈی بوئے" کے واسطے ہُرا ہُرا چلا رہا تھا۔ رفتہ رفتہ بدزبانی نے ہاتھا پائی کی صورت اختیار کر لی اور اچھا خاصہ بلوہ ہو گیا۔ لات گھونسہ چلنے لگا۔ ایک کے بوٹ دوسرے کے سر پر پڑنے لگے اور اب لوگوں نے بڑھ بڑھ کر حملہ کرنا شروع کیا۔ آخر کار جہاں یہ جماؤ ہو رہا تھا وہاں سے سب چل کھڑے ہوئے۔ یہ تو معلوم ہو گیا کہ ایک جماعت ناکام اور دوسری غالب ہو گئی مگر اُسکا پتہ نہ چلا کہ کون فرقہ کامیاب رہا۔ فکس نے اِس خوف سے مبادا کہ فلیاس پر کوئی آفت آئے یا وہ ہجوم میں کچل جائے اور اِس وجہ سے فکس مجرم شخصیت کے تلف ہو جانے سے اپنا انعام حاصل نہ کر سکے کہا: "اگر ہم یہاں سے بالکل ہی چلے جائیں تو بہتر ہے۔ ممکن ہے کہ اِن امیدواران انتخاب میں سے کوئی شخص برطانیہ کی حمایت کی وجہ سے موردِ الزام ہو اور اِس صورت میں مخالف جماعت کا کوئی متنفس ہمیں دیکھ کر بگڑ اُٹھے تو ناحق جھگڑا مول لیں۔"

فکس کی رائے کے مطابق مسٹرس ایڈا اور مسٹر فلیاس چلنے کے لیئے زینہ سے اُتر پڑے لیکن ہنگامہ پردازوں کا سیلاب عظیم پھیل

چکا تھا۔ یہ تینوں آدمی بھی ان ہی میں مل گئے۔ گھونسے اور لاٹھیاں جو دونوں طرف سے چل رہی تھیں اُن سے بچانے کے لیے لیڈی ایڈا کو فلیاس نے اپنے پیچھے لے لیا، اور دونوں ہاتھوں سے مدافعت کرتا ہوا روانہ ہوا۔ اِسی اثناء میں موٹے تازے سُرخ ڈاڑھی والے زردرو شخص نے فلیاس کی مدافعت سے غضبناک ہوکر دوہتڑ فلیاس کے رسید کیا۔ اگر فیکس اُس کو بچانے کے لیے آگے بڑھ کر خود اس مار کو اپنے سر پر نہ جھیل لیتا تو حقیقتاً فلیاس کو سخت ضرر پہنچتا۔ تاہم فلیاس کو غصہ آگیا اور اُس نے قہر آلود لہجہ میں کہا :۔

"او وحشی امریکن"

"او جہل انگریز"

"مقابلہ کرتا ہے؟"

"ہر وقت۔ جب جی چاہے۔ تیرا نام؟"

"فلیاس۔ اور تیرا نام؟"

"بریگیڈیر پراکٹر"

یہ مکالمہ "ڈوئل" کی قرارداد تھی جو مکمل ہوگئی۔ اِسی اثناء میں ہنگامہ پرداز مجمع آگے بڑھ گیا۔ فیکس کسی اور شخص سے اُلجھ گیا تھا جس سے وہ پارہ پارہ لباس کے ساتھ فراغت کرکے واپس آیا۔ تو فلیاس نے کہا "آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں"۔

فیکس :۔ اِس کی ضرورت نہیں۔ مہربانی سے کسی دوکان پر چلیے تاکہ اِن کپڑوں کو بدل ڈالیں۔

واقعی تبدیل لباس کی تینوں آدمیوں کو ضرورت تھی کیونکہ فلیاس کا سوٹ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا۔ اور مسٹرس ایڈا کے کپڑے بھی کشمکش میں خراب ہوچکے تھے۔ چنانچہ یہ مختصر جماعت ایک دوکان پر پہنچی اور جدید ملبوس خرید کر تبدیل لباس کیا۔ تھوڑی دیر میں سب لوگ ہوٹل واپس پہنچ گئے۔ میاں پاسپارٹو، پیچھے ہاتھ اور کمر میں لیے ہوٹل کے دروازہ پر انتظار میں کھڑے تھے۔ اپنے آقا کے ساتھ فیکس کو آتے دیکھ کر بہت چین بہ جبین ہوئے۔ مگر جب تھوڑی دیر میں مسٹرس ایڈا سے بازار کے ہنگامہ اور فیکس کی اعانت کرنے کا واقعہ سنا تو مطمئن ہوگیا اور اُسے یقین آگیا کہ اب یہ شخص اپنی بات پر قائم ہے اور بجائے مخالف ہونے کے شریک کار ہوگیا ہے۔

ہوٹل میں شام کے کھانے سے فراغت کرکے ایک گاڑی منگائی گئی اور چاروں مسافر ریلوے اسٹیشن کی طرف چل دیے۔ گاڑی میں بیٹھتے وقت فلیاس نے فیکس سے پوچھا۔ کیا اس بریگیڈیر پراکٹر کو آپ جانتے ہیں۔

فیکس : نہ۔ میں نے اِس کو کبھی نہیں دیکھا۔

فلیاس :۔ میرا اُس سے جھگڑا طے نہیں ہوا۔ لیکن محض اُس سے ڈوئل لڑنے کے لیے لندن سے میں پھر یہاں آؤں گا۔ ایک انگریز تاوقتیکہ کسی معاملہ کو بالکل ختم نہ کرے مطمئن نہیں ہوسکتا۔

فیکس مُسکرا کر چُپ ہو رہا۔ مگر دل میں اُس نے یقین ضرور کرلیا کہ یہ اُن انگریزوں میں سے ہے جو اپنی بات کے پکے ہوتے ہیں۔ فلیاس ضرور بریگیڈیر مذکور سے ڈوئل لڑنے کے لیے امریکہ آئے گا۔

۶ بجے اسٹیشن پر پہنچے۔ ٹرین تیار تھی۔ ریل پر سوار ہوتے وقت فلیاس نے ایک ریلوے ملازم سے پوچھا "جناب! یہ آج شہر میں اتنا بڑا ہنگامہ کیوں برپا تھا؟"

ریلوے ملازم :۔ کچھ نہیں۔ ایک جمہوری انتخاب تھا۔

فلیاس :۔ کیا پریسیڈنٹ کا انتخاب تھا۔

ریلوے ملازم :۔ جی نہیں۔ ایک جج کو منتخب کیا گیا تھا۔

فلیاس جواب پاکر گاڑی میں بیٹھ گیا اور ٹرین چھوٹ گئی۔

۲۴

ریل مین کیا ہوا

بحر محیط اعظم کے سواحل سے بڑی لائن بحر محیط اطلی کے ساحل تک جاتی ہو۔ اس لائن کو "پاسیفک ریلروڈ" کہتے ہین جس کو دو بڑے خطون مین تقسیم کر دیا گیا ہو۔ ایک حصہ "سانفرانسسکو" سے "اوماہہ" تک اور دوسرا ٹکڑا "اوماہہ" سے نیویارک تک پانچ شاخین ہین۔ اس طرح امریکہ کے عرض حصہ کو ریلوے لائن کے ذریعہ سے مربوط کر دیا گیا ہو جس کا درمیانی فاصلہ ۳ ہزار ۷ سو ۸۶ میل ہو۔ "اوماہہ" سے جو لائن "پاسیفک" تک جاتی ہو وہ درمیان مین ایک ایسے حصہ ملک سے گذرتی ہو جہان امریکہ کے اصلی وحشی باشندے ابھی تک سکونت پذیر ہین۔

ابتدا مین "سانفرانسسکو" سے "نیویارک" جانے کے لیے نہایت معتدل موسم مین کم از کم ۶ مہینے صرف ہوتے تھے لیکن اب یہی مسافت ۷ روز مین قطع ہو جاتی ہو۔ فلیاس اسی ریل کے ذریعہ سے امریکہ کے ایک ساحل سے سوار ہو کر دوسرے ساحل پر پہنچنا چاہتا ہو تاکہ تاریخ .... نیویارک سے اُس جہاز مین سوار ہو جائے جو اس تاریخ کو "لیورپول" کی طرف روانہ ہوتا ہو۔

بوجہ اسکے کہ سفر نہایت طویل ہو یہ ریلوے جملہ اسباب راحت سے مکمل کی گئی ہو۔ ہر کمپارٹمنٹ مین خاص طور پر آرام گاہ، نشستگاہ، غسل خانہ وغیرہ بنایا گیا ہو۔ بر آمدون مین انجن سے لیکر بریک وان تک ایسا راستہ رکھا گیا ہو کہ مسافر اُس سے برابر آمد و رفت کر سکین کتب بینی اور تفریح کے لیے ایک بڑی گاڑی علٰحدہ بنائی گئی ہو۔ ڈرائنگ کار اُسکے علاوہ ہو۔ ایک درجہ قہوہ خانے کے لئے مخصوص ہو اور ایک واگن مین باغیچہ کی شان پیدا کر دی گئی ہو اگر کمی ہو تو صرف اسقدر کہ تھیٹر ابھی تک نہین بنایا گیا۔ بر آمدون مین کتب فروش، میوہ فروش، شربت ساز، سگریٹ سگار بیچنے والے آوازین لگاتے ریل ہی مین پھرتے رہتے ہین۔ ریل کیا ہو گویا ایک چلنے پھرنے والا شہر ہو۔ بہر حال ٹھیک ۶ بجے ٹرین "اوماہہ" اسٹیشن سے چلی تھی۔ اندھیری رات، جاڑے کی شدت اور ہوا کی خنکی سے برفباری کے آثار ظاہر تھے مگر گاڑی روانہ تھی۔ آخر ایک گھنٹہ بعد برفباری شروع ہو گئی۔ ریلوے کے ملازمین متعلقہ نے خوابگاہون مین آ کر مسافرون کے بستر کھول دیئے اور ہر شخص خواب شیرین کے مزے لینے لگا۔ جو حصہ زمین سانفرانسسکو اور سکرامانٹو کے مابین واقع ہو وہ چونکہ صاف اور ہموار ہو اس لیے پوری تیزی کے ساتھ شب بھر ٹرین چلتی رہی اور صبح کے وقت جبکہ سیکرامنٹو کے اسٹیشن پر گاڑی ٹھہری تو مسافر اپنی نیند پوری کر کے اُٹھے اور قدرتی مناظر کی سیر مین مشغول ہو گئے۔ اُس کے بعد ریل دریائے سیرانیوڈا کی وادی سے گذرنے لگی۔ اِس دریا کے پہاڑ کی وجہ سے لائن بہت پیچ و خم کھا گئی تھی اور جگہ جگہ پر دیا پڑا تھا۔ مسافر ناشتہ و چاء سے فارغ ہو کر مختلف گاڑیون مین وقت گذاری کر رہے تھے۔ کوئی کارڈن کار مین آ گیا تھا، کوئی کتب بینی کے کمرہ مین مصروف مطالعہ تھا، کوئی اپنے ہی درجہ مین بیٹھا ہوا وادیون جنگلون میدانون کے پر لطف مناظر سے دل بہلا رہا تھا۔ کبھی کبھی جنگلی لوگون کے مویشیون کا گلہ جس مین دس دس بیس بیس ہزار گائے بیل ہوتے تھے ریل کی پٹری پر آ جاتا تھا جس کی وجہ سے گھنٹون گاڑی رُکی رہتی تھی۔ امریکہ کے مویشی نہایت خوفناک آوازون سے چلاتے ہین اور ایک دوسرے سے رگڑتے اور اس طرح جوش و خروش دکھاتے ہوئے چلتے ہین جیسے کوئی سیاہ دریا موجین مارتا ہوا بہہ رہا ہو۔ یہ گائے بیل معمولی مویشیون سے بہت بڑے ہوتے ہین۔ ٹانگین اور دُمین چھوٹی ہوتی ہین کمر پر کوہان شتر کی طرح گوشت اُبھرا ہوا اور سینگ بہت بڑے بڑے ہوتے ہین مگر دُمین

بڑے بڑے باڑوں میں آتی ہیں۔ اور معیبت یہ ہے کہ جب دو تین ہزار اسکٹھے ہو کر چلتے ہیں تو ان کا مقابلہ کرنا قطعاً غیر ممکن ہے اور کوئی بڑی سے بڑی قوت انکے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔

مسافر ان میں سے اتر کر ادھر ادھر ٹہلتے ہیں اس منظر کا تماشہ دیکھنے لگے۔ ان مسافرون میں ایک ایسا شخص تھا جو باطمینان تمام اپنے کمپارٹمنٹ کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا مویشیون کے گلہ کے گذر جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ حالانکہ سب زیادہ جلدی اسیکو کرنا چاہیے تھی۔ مگر آسپارٹو ان منحوس حیوانات پر جو اسکے آقا کے سفر میں توقف پیدا کر رہے تھے بیحد غصہ آرہا تھا اور بار بار اس کا جی چاہ رہا تھا کہ تمنچہ چلا چلا کر تمام کارتوس ان ہی پر ختم کر دے۔ آخر وہ گالیاں دینے لگا پھر بولا یہ عجیب ملک ہے۔ مویشی آتے ہیں اور ٹرین کو چلنے سے روک دیتے ہیں۔ سرام زادے اس مزا اور شان سے چلتے ہیں کہ ریل کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ کیا میرے آقا کے پروگرام میں یہ بھی لکھا ہوا ہے؟

اس کمبخت ڈرائیور کو کیا کہوں! آخر اس نے گاڑی کو کیوں روک دیا چلا کیوں نہیں دیا کیا بیلون سے ڈرتا ہے؟"

حالانکہ ڈرائیور نے یہ عقلمندی کی تھی کہ گاڑی کو روک دیا ورنہ سوائے اسکے کہ چند مویشیوں کو کچلنے کے بعد انجن رک جاتا یہ تو ناممکن تھا کہ اس تمام گلہ کو جو ایک سیلاب کی طرح تھا انجن پیستا چلا جاتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ مشین خراب ہو جاتی اور پٹری سے گاڑی اتر کر ایک عظیم حادثہ ظہور پذیر ہوتا۔ اس لیے مناسب یہی تھا کہ پورے صبر و خاموشی کے ساتھ اس گلہ کے گذر جانے کا انتظار کیا جائے۔

الغرض اسی طرح سہ گھنٹہ کامل انتظار کرنا پڑا۔ اور جب سب گلہ گذر گیا تو ۹ بجے گاڑی روانہ ہوئی اور دریا سے ہمبولٹ کو طے کرتی ہوئی نصف شب ادھر جب جوا تو ام "مورمون" کا مسکن ہے داخل ہو گئی۔

(باقی آئندہ)

ارشد (تھانوی)

سکندر کا عفو

ایک دشمن پر چڑھائی فوج اسکندر نے کی
قید کر کے لائے اسکو جب دم اسکندر کے پاس
اڑ گیا تھا رنگ اور چہرہ عرق سے تھا یون
لیکن اسکندر کے چہرہ پر ذرا غصہ نہ تھا
ہنس کے اسکندر نے آخر کی خطا اسکی معاف
تلخ جانا تھا جسے اسکا مزہ شیرین ملا
رحم نے بڑھ کر زبان عفو سے کہلا دیا
اک ندیم خاص اسکندر سے یون کہنے لگا

وہ مقید ہو گیا جس طرح خاتم مین نگین
سامنے ہوتی نہ تھی اس کی نگاہ شرمگین
شب کی شبنم سے ہو جیسے صبح کو تر یاسمین
لب تھے خندان اور شگفتہ صورت گل تھی جبین
اب وہ اوپر کو اٹھی تھی جو نظر سوئے زمین
جسکو قیدی زہر سمجھا اصل مین تھا انگبین
"لو جاکر مکان سلطنت مین ہو مکین"
"تم سا مین ہوتا تو اسپر کھینچتا شمشیر کین"

مسکرا کر یون سکندر نے دیا اسکو جواب
خیر "شکر اللہ کا یہ ہے کہ مین تم سا نہیں"

شوق (قدوائی)

کوئی نہین !

آیام کے تھے ساتھی کیا کیا جب وقت پڑا تھا کوئی نہین
سب دوست ہین اپنے مطلب کے دنیا مین کسیکا کوئی نہین

گلگشت مین دامن منھ پہ نہ لو نرگس سے حیا کیا ہی تم کو
اُس آنکھ سے پردا کرتے ہو جس آنکھ مین پردا کوئی نہین

جو باغ تھا کل پھولون سے بھرا اٹکھیلیون سے چلتی تھی صبا
اب سنبل و گل کا ذکر تو کیا خاک اُڑتی ہی اُسکا کوئی نہین

آئینہ و ساغر ہر باہم حیرت مین ہی دل آنکھین پُر نم
یاد آتے ہین اسکندر و جم اب محو تماشا کوئی نہین

ہر ایک نمائش کو دیکھا جسکی جو پایا کچھ بھی تو نہ تھا
ہستی ہی حباب بحر فنا اِس دم کا بھروسا کوئی نہین

کل جنکو اندھیرے سے تھا خطرہ رہتا تھا چراغان پیش نظر
اک شمع جلانے تربت پر جز داغ اب اتنا کوئی نہین

بیٹھے ہین کہان اہل مسند آغاز وہ نیک انجام یہ بد
یا بزم طرب یا کنج لحد یا وہ مجمع یا کوئی نہین

قتال جہان معشوق جو تھے سوتے ہین پڑے مرقد اُنکے
یا مرنے والے لاکھون تھے یا رونے والا کوئی نہین

اے آرزو اب تک اتنا پتہ چلتا ہی تری بربادی کا
جس سے نہ بگولے ہون پیدا اُس طرح کا صحرا کوئی نہین

(نالۂ غم)

آئے ہین احباب بہر پرسش حال الحزین | غم یہ کہتا ہی مین کیون منت کش الفاظ ہون
میر ظاہر ہے باطن کا ہی عنوان صحیح | دیکھ لین آنکھون سے اپنی مین رہا ہے کیا کہون
وہ انیس و ہمدم ہستی وہ رفیق زندگی | جسکی ہستی سے میسر تھا مرے دل کو سکون
وہ شریک رنج و راحت وہ سہیم عیش و غم | جسکے دم کے ساتھ وابستہ تھی کل دنیا دون

آہ اُدم کے دم مین میں دنیا سے رخصت ہو گئی
کر گئی اپنی جدائی سے مجھے وقف جنون

کیا یہ تا اُن ب میسر تھی مجھ کو زندگی | یاد ہو تو ذات تیری ہو غم ہائے فزون
عاشقی کے جذبات تیرے ساتھ رخصت ہو گئے | ایک افسردہ سا اب باقی ہی جو کچھ بھی ہی سکون
ہان اگر مجھ سے شکایت ہی تو باقی رہ گئے | تیری آنکھین سے کیونکر ہو گئی نالان کر رہین

[illegible]

[illegible]

[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
سر بلندی ایسی تھی نے بخشدی تھی کیا مجھے | [illegible]
چھین لی وہ چیز جو تھی باعث مجبور تر | مجھکو [illegible] خلقت [illegible]
ہان اگر تو بھی تو تھا مجبور تیری کیا خطا | تو بھی خود گردش مین تھا [illegible]
آہ مین کس سے کرون اپنی تباہی کا گلہ | قسمت برگشتہ میری میرا بخت واژگون

جب نہین غم کا کوئی چارہ فراہم نہ ہو
پھر ہوا ہی مظہر عبث تعقیبانِ تھا درون مظہر تھانوی،

(رباعیات عابد)

تا عمر نہین کچھ بھی یہ تماشا کیا ہی | یہ تا وہ کیا ہی یہ ہنگامہ کیا ہے
اب تک نہ کھلا عابد راز کم و کیف | حیران ہون ماہیت اشیا کیا ہے

عالم بھی ہو تو بھی ہو پیرا لعد نہو | مست برسر ضد ہو دیکھ گمراہ نہ ہو
کیا ایسے کے فلسفہ کا قائل ہو کوئی | خود اپنی حقیقت سے جو آگاہ نہو

عصیان کو تو طاعات سے مانا اچھا | اور زہد ریائی کو تو تقوی سمجھا
اپنے کو سمجھتا ہی تو اچھا عابد | اے خانہ خراب! تو نے اچھا سمجھا

لاکھوں ہی گنہ سہی باعث ہی — میں تیرے در پہ لائق رحمت نہ سہی
راضی برضا منتظرِ بخشش ہوں — دوزخ ہی سہی الٰہی جنت نہ سہی

آزاد ہوں مجھ کو حاجت پند نہیں — سنتا ہوں مجھے تیری زبان بند نہیں
مت کہہ مجھے رندانہ روش کیجئے ترک — عابد ہوں تری شرع کا پابند نہیں

گلہ تغافل

اے آشنائے لذتِ بیدار یادِ من — اے وجہ اضطرابِ دلِ بیقرار من
اے باعثِ [illegible] خیال [illegible] — پھر ظلم آزمایہ یہ غفلت شعار من
[illegible] سے میرے انکار حیف
اس تیری بے وفائی پہ اے ظلم آزما حیف
اک وہ بھی وقت تھا کہ تجھے مجھ سے پیار تھا — میرے خیال سے میرے لیے بیقرار تھا
سودائے خوبیٔ عشق میں دیوانہ وار تھا — الفت کا تیرا [illegible] تھا پابند وفا کا تھا
مشتاقِ دید تھا مرا لیل و نہار تو
تجھ پر تھا میں فریفتہ تجھ پر نثار تو
کیا دلفریب تھا ترا عہدِ وفا مجھے — جب تو نے وقت لطف و عنایت کیا مجھے
امیدوار حسنِ محبت دکھا کے مجھے — وہی اپنے دل میں جذبۂ صادق جتا کے مجھے
بس تو ہی ایک شخص جہاں میں قبول تھا
حاصل مجھے بھی عزّتِ حسنِ قبول تھا
تجدید کیا ہی تھی وہ تری دلربائیاں — وہ ولولے وہ جوش وہ شیریں ادائیاں
وہ اضطرابِ شوق کی ہنگامہ آرائیاں — وہ آرزوئے وصل کی عشرت فزائیاں
وہ لذتِ تمنا کے امیدوار دل
وہ ایک تیر عشق کے دو دل فگار دل
وہ دلفریب شوقِ ملاقات کے مزے — اک دوسرے سے شکوہ گلہ یا بکا کے مزے
وہ حسیات دل کی حکایات کے مزے — یعنی اثر پذیری جذبات کے مزے
تو میرے شمعِ شوق پہ پروانہ وار تھا
میں تیرے ذوقِ حسن میں وقفِ خمار تھا

افسوس اب مگر تری الفت کو کیا ہوا — جذبات آرزوے محبت کو کیا ہوا
وارفتگیِ حسن و مروت کو کیا ہوا — ناز آفرین نیاز محبت کو کیا ہوا

ظالم! بہ پند غیر چرا گوش کردۂ
من صادقم مرا تو فراموش کردۂ — اہل صادق ہی

خواب عبرت

میں کل اک شب بستر راحت پہ تھا لیٹا ہوا — سوچ رہا تھا کروٹیں پہلو بدل کر بار بار
لیکن آئی تھی کسی صورت نہ مجھ کو نیند — ماہی بے آب یا سیماب سا تھا بیقرار
جب کہ یونہی [illegible] میں ہی رات ختم — نیند کا غلبہ ہوا آنکھوں میں کچھ آیا خمار
آنکھ میری لگ گئی اور دفعتاً نیند آگئی
جلوہ گر وہ ہو گئی جس کا تھا مجھ کو انتظار
ناگہاں میں دیکھتا ہوں عالمِ رویا میں کیا — یہ فضا اک باغ ہے اور خوشنما ہے سبزہ زار
جی میں آیا یہ کہ گشت اس گلزار کی — تاکہ حاصل ہو دلِ مضطر کو کچھ لطف بہار
قصد کرتے ہی گیا داخل میں اس گلزار میں — ہو گئے پیشِ نظر فرحت فزا نقش و نگار
تھی شبِ تاریک کی ظلمت ابھی کچھ کچھ عیاں — صبح کی کچھ کچھ سپیدی تھی افق سے آشکار
کیا کہوں کیسا سماں دلچسپ تھا اس وقت کا — چل رہی تھی ٹھنڈی ٹھنڈی کیا نسیم خوشگوار
اپنا انداز خرام ناز دکھلاتی ہوئی — آتی تھی اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی بادِ بہار
سبزہ تھا سرسبز مثلِ سبزۂ خط حسین — اور جوانانِ چمن تھے مست مثلِ بادہ خوار
اک طرف گیسو لیے سنبل گلزار تھی — اور کھڑی تھی اک طرف نرگس بھی محوِ انتظار
تھا الف جیسے نہالِ حیرت کھڑا شمشاد بھی — نعرۂ حق سرّہٗ قمری کے لب پر بار بار
تھی پپیہے کی صدائے درد آگیں پی کہاں — کرتی تھی آواز یہ بےچین دل کو بار بار
محوِ حیرت تھا نہ تھی اپنی بھی کچھ مجھ کو خبر
دیکھ کر گلزارِ عالم کے یہ سب نقش و نگار
دیر تک کرتا رہا گلگشت اس گلزار کی — کیا دیکھتا ہوں پھر کے میرا ہوا اک جا گذار
ناگہاں دلبر کی جیسی حور پریوش بیٹھی تھی اک — ہر دو جانب جس کے تھی پھولوں کے گملوں کی قطار

ختم ہوتی تھی روش یہ عین وسطِ باغ میں سامنے اُسکے بنی تھی اک عمارت شاندار
جسکی ہر دیوار اور چھت ستون پر سبز سبز کچھ عجب انداز سے بیلیں چڑھی تھیں پیچدار
اس مکان کے متصل تھا حوض بھی اک خوشنما گر رہے تھے جسکے فوارے سے موتی آبدار
قطرہ ہائے آب بھی گویا تھے عبرت کا سبق حال پر نیرنگ دنیا کے تھے وہ بھی اشکبار
طائرانِ باغ کا مجمع کنارِ حوض تھا کر رہے تھے جو زبانوں میں اپنی حمدِ کردگار

ناگہاں آنکھوں کو وہ منظر نظر آیا کہ آہ
دل تڑپ کر رہ گیا رخصت ہوئے صبر و قرار

یعنی تھی پیشِ نظر اک نازنین خوش جمال حسنِ دلکش شکل پر جو ہو مروت تک فدا
حسن کی دیوی تھی یا حسن ہی مجسم تھی یا کوئی آئی تھی اندر کی پری ہو کر فرار
شکل اسکی دیکھنے میں بچپنا ہی تھی بست اپنا دل رخنہ بنا لینے میں لیکن ہوشیار
حسن و دلکش کہ گویا ہے چمن شرمندہ ہو سرخیِ رخسار وہ رنگِ چمن جس پر نثار
فکر کے آثار ظاہر تھے کچھ تبسم زیرِ لب تھا جھلکتا ہر تبسم سے جوانی کا خمار
ٹھوڑی پر رکھے ہوئے تھی ایک انگلی ناز سے شکلِ نرگس جو رہی تھی وہ بہ تن انتظار

دیکھ کر اس نازنین کے حسنِ دلکش کی ادا
جی میں آیا کیجئے دل نذر نقدِ جان نثار

پیشتر اسکے کہ بڑھتے پائے شوق اسکی طرف سامنے آیا نظر آتا ہوا اک بیقرار
تیز گام آتا ہوا اُس نوجوان کو دیکھ کر ہوگیا دل تھام کر میں زیرِ نخلِ سایہ دار
نازنینِ سرو قد کا والہ و شیدا یہ تھا یا تھا اسکا طائرِ دل دامِ گیسو کا شکار

باہم آنکھیں چار ہوتے ہی ہنسی وہ نازنین
کیونکہ تھا پیشِ نظر مقصودِ چشمِ انتظار

ہے غلط تفرقہ پڑا لیکن یہ شک سے ملتے ہیں معشوق و عاشق جل کے مر نا زینہار
دیکھا آنکھوں نے قرانِ آفتاب و ماہتاب کیونکہ مہر و ماہ تھے یکجا زمیں پر آشکار
باغِ عالم میں تھا گویا بلبل و گل کا وصال گل پہ بلبل تھی فدا اور گل تھا بلبل پر نثار
مل کر دونوں بیٹھے اس طرح سے ہم بغل جسطرح مدت کے بچھڑے ہوئے ہوں ہمکنار
کر کے کچھ گلگشت پھر آئے صحنِ باغ میں بیٹھے نیچے اک شجر کے چین سے وہ کامگار

تخلیہ میں لطف کی کچھ گفتگو ہونے لگی کر کے کچھ شکوے ہوئے آپس میں پھر عہد و قرار
کچھ اُٹھا رکھتا تھا وہ اپنی شادمانی کے لیے نازنین کو گر گذرتا لفظ کوئی ناگوار
دے کے کہتا وصف بستہ ہے گل رخسار سے میں تو ہوں تیری نگاہِ لطف کا امیدوار
تھی رضا پر اسکی راضی وہ بھی اسکی ہر طرح گر گیا باتی ذرا بھی وہ تو ہوتا اشکبار
شغلِ مے ہونے لگا وصل کا ہم آغوش ہونے لگا بنکے ساقی جامِ مے دینے لگی وہ بار بار
کوئی بھر بھر کر پلاتا کوئی پیتا شوق سے کوئی کہتا تھا بگیر اور کوئی کہتا تھا بیار
ہوگیا لبریز ساغر کچھ زمیں پر گر پڑا کم نہ کچھ بھی نشۂ مے کا ہوا لیکن خمار

رنگ جب اپنا دکھایا بادۂ گلرنگ نے
نوجوان کے ہوگئے ہوش و خرد گم دم فرار

کیا بتاؤں ساقیِ گلفام آئی ہوش میں اور غرضِ منصبی میں ہوگئی مصروفِ کار
یعنی اُس مدہوش نے پایا اُسکو مدہوشِ شراب پھیر دی اُسکے گلے پر اپنی تیغِ آبدار
پھر تو مجھ سے منظرِ خونیں نہ یہ دیکھا گیا دوڑ کر میں جا پہنچا اُس جگہ پر بیقرار
ڈانٹ کر اُس نازنینِ سنگدل سے یوں کہا کیوں کیا اس نوجوان کو نذرِ تیغِ آبدار
سچ بتا تو کون ہے اور کیا تھا تو قاتل بیوفا!!! بخطا کیوں اسکو مارا جسکو تو کرتی تھی پیار
دیکھ کر میری طرف اک ناز سے وہ نازنین بولی کیا پہچانتے نہیں مجھکو تو اے غفلت شعار
میں ہوں دنیا اور یہ ہی چاہنے والا مرا باغِ عالم میں ہوں میں صیاد وہ میرا شکار
دامِ گل میں ہے پوشیدہ مرا دامِ فریب خواہشِ گل میں جو آیا ہوگیا میرا شکار

چاہتی ہوں میں بھی اسکو دھوکا دینے کے لئے
قتل کرتی ہوں اُسے ہوتا ہے جو مجھ پر نثار

جب کلامِ حیرت افزا اسکا میں نے یہ سنا کھل گئیں آنکھیں مری اور ہوگیا میں ہوشیار
دیکھ کر اس خوابِ عبرتناک کو اے ہمدما دیدۂ پُرنم ہوا احوالِ بشر پر اشکبار
ہوگیا ثابت کہ دنیا بھی گمانِ خواب ہے خیال اور مناظر اسکے سارے فانی و ناپائیدار
کچھ نہیں رنگِ جہاں اور کچھ نہیں تو اے بشر کہہ رہے ہیں یہ زبانِ حال سے لیل و نہار
سونے والے خوابِ غفلت سے ذرا بیدار ہو تو ہے فانی اور تیری زندگی ہے بے اعتبار
کھول اب چشمِ حقیقت پردۂ غفلت ہٹا دے رہے ہیں تجھ کو دھوکا دہر کے نقش و نگار

آج ہین جتنے شگفتہ گل و کل غنچے جہان مین — آشفتگی باد خزان بھی ہے جہان باد بہار
ہائے جس دنیا کو تو سمجھا ہے عشرت کا مقام — ہے ثباتی اسکی ثابت ہے نہین سکو قرار
تا ملا ہے خوشتر دو نا اثر کے خط و خال — زال دنیا نے کیا ہے جیسے اپنون کا شکار خوشتر (از ممبئی)

ہے غبار زار ہستی موہوم مین تو ریش — پھر بھی ہے سر مین جوش سودائے زندگی
اس مین نہ کیون بشر کی بقا کے دام ہو — ہو وہ مین کیسی جا کام آسائے زندگی
ہان لاابالی محو جمال شہود شو — تا شیفتہ شود بتو سلما سے زندگی
(تسلیم)

(حقیقت زندگی)

کیون روز و شب لپٹے ہوئے ہے زندگی — امروز سے ہو تیرہ جو فردائے زندگی
اب کیا کہین گے ہائے تمنائے زندگی — دیکھا کرین گے ہم تو تماشائے زندگی
بے دوست گر جیے بھی تو کیا خاک جیجئے — لے حیف رنگ کانی اٹھائے زندگی
غنچہ ابھی کھلا نہ تھا گلچین نے لے لیا — ہے ہستی فنا مین یہ کمالے زندگی
تھا جوش نو بہار خزان آ گئی وہین — کیا دیکھتا نہین ہے تو شیدائے زندگی
مجنون کی شکل عشق تجھے بھی ہے آج — کیسی ہوئی ہے ہجر مین لیلائے زندگی
کیون دل لگانے کی ہوس خام ہے تجھے — ہے بے وفا یہ دلبر یکتائے زندگی
جام فنا کا بھی تجھے کچھ ہوش ہے یہان — بدست یار پھیلی یہ صہبائے زندگی
گذر گئی کت تک تری یون شور و شر مین عمر — کبتک بپا رہیگا یہ غوغائے زندگی
دو روزہ زندگی پہ تکبر نہ چاہیئے — ہے نذر خاک پیکر والا سے زندگی
کس کس سے تھا حیات ابد کا نہ عہد و قول — پورا ہوا ابھی وعدۂ ایفائے زندگی
تو اُسکی رنگ و بو کا نہ ہن عندلیب زار — وقف فنا ہے نو گل رعنائے زندگی
بے نطق ہے یہ سوسن مستی ہے ہیچ روز — بے نور ہے یہ نرگس شہلائے زندگی
گلگشت باغ دہر مین تو ہے شگفتہ دل — لیکن نہین ہے تیرا یہ مشغلائے زندگی
طول امل کا تیرے نہو رشتہ منقطع — ہے خضر سان جو زندگی بالائے زندگی
وسط امل مین دیکھ حقیقت کی آنکھ سے — ہے تار تار جامۂ زیبا سے زندگی
اک نقش آب دو فریب سراب ہے — گو سبز باغ لاکھ یہ دکھلائے زندگی
آئینۂ فنا مین جو دیکھے بقا کی شکل — ہر لحظہ تیرے لب پہ نہو ہائے زندگی
ہر اک قدم ترا ہے سوئے نیستی روان — حکم اجل ہے گویا تقاضائے زندگی
فکر نمود آرزوئے مال حب جاہ — صورت مین دوست کی ہین یہ اعدائے زندگی

تازہ غزلین

ا — سید علی رضا صاحب ماہر (کنتوری)

اشک نے طوفان کیا سب ہمدم تر ہوگیا — ایک قطرہ جسکو کہتے تھے سمندر ہوگیا
دیکھ کر قاتل کی صورت جان نکلی شکر ہے — دل کا ارمان آج بوسہ زیر خنجر ہوگیا
بھاگتا ہون آجکل پیرحرم سے دور دور — کسکا سودا سر مین ہے کیا نقش پر ہوگیا
ہمنے دنیا مین نہ دیکھا یا کبھی دست طلب — شکر کرکے کھا لیا جو کچھ میسر ہوگیا
کربلا گویا ہی مین ہے جو لطف خوشی مین ہے — درد دل کہنے جو بیٹھا ایک دفتر ہوگیا
ہم سمجھتے تھے کہ ہے واعظ تماشا ظرف بقدر — جام مے پیتے ہی وہ جامے سے باہر ہوگیا
وصل کی شب اسکو چھیڑا تھا آفت آگئی — فتنۂ خوابیدہ جو چونکا تھا کہ محشر ہوگیا
ہے نگاہ ناز پر اب حسرت و ارمان کا خون — دیکھتے ہم سہ گئے ویران یہ گھر ہوگیا
لیکے دل اُس شوخ نے ماہر کیا مجھ پر ستم
جسکو ہم دلبر سمجھتے تھے ستمگر ہوگیا

۲ — ابو المنیر جناب اشک (بلند شہری)

ہماری آنکھ سے گرتے رہے ہین آب کے پھول — ملا جو خون جگر بن گئے گلاب کے پھول
نکل رہا ہے رگ جان سے سرخ فوارہ — ہمارا خون بنانے لگا شہاب کے پھول
یہ سچ ہے وہ لقا سب ہین چاند کے ٹکڑے — یا ہتاب کیسے صورت مین ماہتاب کے پھول
اڑائے لیتی ہین ہر پان نئے غازۂ رخ — وہ سمجھتے ہین جو گلشن مین حجاب کے پھول
نہ تھا ذکر کیا ہے وفا حسینون مین — کہین شمیم سے خالی جو ہین سراب کے پھول
عجب نہین کہ ہو صد رشک روضۂ رضوان — کھلے جو قبر مین میری شراب کے پھول
تمھارے ہونٹ نہین ہین گلاب کی کلیان — خدا نہین یہ تمھارے کہ ہین گلاب کے پھول

وہ اسلئے نہین گلگشت کو بھی اب جاتے
نظر نہ آئین کسی جا نمان خزان کے پھول

نرالی ضد ہے کہ لاؤ وہی جو دیکھے ہین
کہان سے لاؤن ابھی مین انکے خواب کے پھول

ہزار بار ہو صدقے ہلال توسن پہ
جو کیلین نہین پرک کے زرد گلاب کے پھول

لرزتے اہل جہان تیرے چمکے صورت برق
جو داغ حسن مین دیتی ہے نقاب کے پھول

تمھارے نقش قدم پر پڑا ہے سایۂ مہر
یا ماہتاب پہ گرتے ہین آفتاب کے پھول

کبھی خزان ہے کبھی ہے بہار عالم مین
زمانہ روز دکھاتا ہے انقلاب کے پھول

یہان جو آؤ تو لطف آئے سیج ابھی لگا
لاؤ آنکھ تو گر جائین سحاب کے پھول

لگی ہے آگ ریاض سخن مین حضرت رشک
لکھے ہین آپنے کیا خوب آب و تاب کے پھول

۳- بابو مہابیر پرشاد صاحب انجم (خیرآبادی)

قیامت بپا لائے بتان فتنہ بستم
خرام ناز را ہنگامہ روز جزا بستم

بخون خویشتن آلودہ کردم دست رنگینش
تعالی اللہ بہ پنجہ مرجان حنا بستم

حقیقت گوئی یک آئینہ من انجام کار رہا
بہ روئیش صد ہزاران پردہ ہائے ما سوا بستم

اجابت دست من [illegible] و از راہ طلب آمد
چو حرز حب تم بنمودہ بر دست دعا بستم

بجز ایمان بند سبحۂ زنار آزادم
بتار گیسوئے پر پیچ جانان کار ہا بستم

مجوا من نشانے زعلمیت کو حیران
تمنا را بدل بشکستم و دست دعا بستم

بجز حرص قوت خود انجم ہما کارے کبوتر کرد
بمغز استخوان چون نامہ بر بال ہما بستم

۴- شیخ محمد ابو تراب صاحب طرب (لکھنوی)

جب طبیعت عشق مین درد آشنا ہو جائیگی
خود تڑپ اٹھکر مرے دل کی دوا ہو جائیگی

ہین نگاہین بھی بلا آنکھین بلا زلفین بلا
تیرے سر انہین سے اب کوئی بلا ہو جائیگی

رکھدیا دست حنائی اُس نے سینہ پر مرے
آگ جو بھڑکی ہے دل مین اب سوا ہو جائیگی

جان آجانی سے نکلیگی ٹھہر جائیگا دل
اُنکے آنے سے مجھے تسکین ذرا ہو جائیگی

کیا خبر تھی مجھکو تڑپائیگی قاتل کی نظر
مین تو سمجھا تھا مرے دل کی دوا ہو جائیگی

آپ بھی بال بکھرائے ہوئے آئے ہین کیون
نزع مین کچھ اور بھی الجھن سوا ہو جائیگی

رنگ لائیگا ہمارا خون ناحق اس قدر
مقتل ظالم کے ہاتھون مین حنا ہو جائیگی

یون ہی چپکے جانثارے غمزۂ قاتل تک
لذت درد اب تڑپنے سے سوا ہو جائیگی

کیا خبر تھی دل کے آتے ہی قیامت آئیگی
ابتدا ہی مین ہماری انتہا ہو جائیگی

خاک صحرا کی اڑا کر آئے ہین وحشی ترے
اب جنون ایسا ترے کوچہ کی ہوا ہو جائیگی

ہاتھ اُٹھا کر کاش مجھکو کوس ہی لین طرب
بد دعا انکی مرے حق مین دعا ہو جائیگی

۵- مولوی محمد عبد الحکیم خان نشتر (جالندھری)

زمین کھا جائین جو تیرے بسمل ہین آسمان قاتل
مرے نزدیک ہے اچھے نشیمن سے اچھا قاتل

کیا ہنگامہ ہے جو سر خون ہے سرشت سر دل کا
معاذ اللہ میرے حق مین مکر زبان قاتل

ہیے ہین حسن کی سرکار سے کیا کیا خطاب انکو
ستمگر بے مروت جفا جو کج ادا نامہربان قاتل

ہنسے جو سب چمن مین غنچے ہین نادان کیسے
کہ گل ہے بیوفا صیاد ظالم باغبان قاتل

رنگین سجکاریان ہین تیغ کی خون شہید اچھا
ننھے ننھے قتلگہ مین کھیلتے ہین ہولیان قاتل

شہادت میری قسمت مین لکھی تھی ہمنشین ورنہ
کہان نشتر کہان خنجر کہان مقتل کہان قاتل

۶- منشی غلام علی خان صاحب کامل (جوناگڈھی)

تجھکو گردش او زمین کیونکر نہ ہو
یہ تو جب ہو آسمان سر پر نہ ہو

یون سب آ بیٹھے ہین بُت آرام سے
دل مرا جیسے کسی کا گھر نہ ہو

غیر کے بھی تو کسی دن پاؤن پڑے
میرے ہی زنجیر غم تو سر نہ ہو

قبروالے بھی بھٹکتے یون پھرین
وہ پھرے در در کہ جسکا گھر نہ ہو

دل سے اتنا خون بہہ نکلا یہ کیا
خار زرقت بھی کہین نشتر نہ ہو

میری آہ بت نے ڈرسے کیا کہا وہ
جسکے دل مین کچھ خدا کا ڈر نہ ہو

سلتے ہین خوشی سے ہو کر سرنگون
باغ عالم مین کوئی خود سر نہ ہو

ہو نہ یون جامے سے باہر پھول کر
کیسہ گل مین جو کامل زر نہ ہو

از شاہ محمد حسین صاحب رمزؔ (جروہی حاجی پوری)

گر صدا کوئی پہنچا شکست شیشۂ دل سے
لہو کی بوندیاں ٹپکی زبان تیغ قاتل سے

تمنا وصل کی مجنوں نہ نکلیگی مرے دل سے
یہ وہ لیلی نہیں باہر رکھے جو پا محمل سے

پھرے ظلمات سے ناکام اسکندر تو یہ لوٹے
مقدر دیکھیے ہم خشک لب آتے ہیں ساحل سے

فلک چکر میں آئے عرش ہل جائے زمیں کانپے
صدا جو دل کی نکلے مرے ٹوٹے ہوئے دل سے

یہ خون عاشقاں ہے حشر کے دن رنگ لائیگا
نہ دھبا چھوٹیگا دامن شمشیر قاتل سے

یہ دونوں حسن و دل ملتے جب نہیں ملتے ہیں آپس میں
گلا کیا ہے نہیں ملتا جب اک دل دوسرے دل سے

پھڑک جلنا تجھے قاتل ابھی جگر ہر بوند جائیگی
تماشا گاہ مقتل بن گیا ہے رقص بسمل سے

یہ کیا کرتا ہے بس رہنے دے پیکاں کھینچ سینہ سے
نکل جائیں گے ارمان بھی تو ظالم مرے دل سے

کہیں صیاد ظالم آگ لگ جائے نہ گلشن میں
ذرا ہشیار رہ تو شعلۂ آہ عنادل سے

غم وصل فنا سے بیقراری خانۂ عالم ہے
ہمیشہ موج دریا سر کو ٹکراتی ہے ساحل سے

تجھے اے یار کیا روز ازل میں نے دیکھا تھا
مٹالوں ڈھونڈھ کر ہم بھی جو دیکھوں میرے دل سے

گل زخم جگر خنداں ہیں کلیاں کھل گئیں دل کی
بہار آئی ہوئی ہے دامن شمشیر قاتل سے

سمجھنا شعر رمزؔ کا کیا آسان سمجھتے ہو
گرہ بھیگی ہوئی کھلتی ہے لیکن سخت مشکل سے

کچھ اپنی نسبت

تجربہ شاہد ہے کہ اردو خوان طبقہ میں علم دوستی کا فقدان ہے اور اسکے باعث خوش مذاقی بھی مفقود ہے پھر ادبی لٹریچر ہی لوگوں کے جذبات کو برانگیختہ کرتی ہیں اور اعلی ذہنی دلچسپیاں انکی طبیعتوں کو عطا کرتی ہیں یہی باعث ہے کہ ہندوستان میں اعلی درجہ نگاری کا پیمانہ اصول سے نہیں کی جا سکتی جو رسالہ یوں ادبی خیالات سے خود کو بالا رکھنا چاہتا ہے اسکو خریدار نہیں مل سکتے اور جب خریدار نہیں ملینگے تو ظاہر ہے کہ کیا فائدہ ہوتا تو درکنار اسکا خرچ بھی پورا نہو سکیگا۔ نہایت افسوس ہے کہ العصر بھی انہیں قانون سے بری نہیں اسکے ذریعہ سے ہمیں فائدہ کے بجائے ابتک بقدر نقصان ہو چکا ہے جو ہماری طاقت برداشت سے باہر ہے لیکن اس سے ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم اپنی قوم پر کوئی احسان کر رہے ہیں بقول مسٹر عبد الغنی یہ بھی ایک دھن اور جھک ہے جو ہمیں مجبور کرتی ہے کہ نقصان اٹھا اٹھا کر بھی اپنے اس شوق کو پورا کئے جائیں کسی کو "صاحب" بننے کا شوق ہوتا ہے اور ہزار ہا روپیہ اسمیں صرف کر دیتے ہیں؛ کوئی شراب و کباب اور اسکے دیگر لوازمات کے پیچھے برباد ہو جاتے ہیں، بہت لوگ کبوتر بازی اور پتنگ بازی وغیرہ میں اپنے باپ دادا کی جائداد مٹا دیتے ہیں ان لوگوں کو دیکھتے ہوئے اگر ہم نے اپنی دیگر ضروریات کو کم کر کے اس شوق میں روپیہ صرف کیا یا اس شوق کی وجہ سے ہمارا بال بال مقروض ہو گیا، تو ہمیں یقین ہے کہ ہمارا یہ جرم اس قدر سنگین نہ سمجھا جائے گا۔ اسی طرح وہ قدردان خرابات جو ہمارے شوق کو بڑھاتے ہیں اور شریک جرم ہوں، (یعنی ہماری مالی اعانت فرماتے ہیں) وہ بھی بہت زیادہ قابل تعریض نہ ہونگے ہم ان حضرات کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اجرائے رسالہ سے ابتک کئی دفعہ ہمارے ساتھ وہی مجرمانہ سلوک کیا اور ہمیں اپنے شوق پر جمے رہنے کی ہدایت کی۔ اگر اپنی موجودہ پریشانیوں کی وجہ سے ہم ایک [illegible] پر ان سے اپنے ساتھ شریک جرم ہونیکی درخواست کریں تو بیجا ہوگا؟ اسکے بغیر اب کوئی چارہ نہیں۔ کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ۔

بعض معاونین العصر کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا گیا تھا۔ افسوس ہے کہ اس پر کچھ توجہ نہ کی گئی۔ اب مکرر یاد دہی کیجاتی ہے امید ہے کہ شکریہ کا موقعہ جلد عنایت فرمایا جائے گا۔

شاکر

شباب لکھنؤ۔ اگر آپ گذشتہ لکھنؤ کی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیے۔ ایک انگریز سیاح نے سلطنت اودھ کے عروج کے زمانہ کے چشم دید حالات نہایت دلکش پیرایہ میں قلمبند کیے ہیں۔ مترجمہ منشی محمد احمد علیم صاحب بی اے۔ قیمت عہ

انارکلی بیگم۔ شاہزادہ سلیم اور انارکلی بیگم کے عشق کی درد انگیز داستان (ترجمہ از بنگالی) قیمت ۱ر

فاتح بنگالہ۔ قابل دید ناول ہے۔ قیمت ۱۲ر

وفا کا پتلہ۔ شوہر کی بیقراری۔ خفیہ پولیس کی کارگذاریاں عجیب و غریب سراغرسانی۔ قیمت ۱۲ر

محل خانہ شاہی جس میں محمد واجد علی شاہ شاہ اودھ نے خود اپنے قلم سے اپنے محلات اور پریخانہ کے واقعات تعلیم موسیقی کے طریق اپنی عشقیہ لائف لکھی ہے۔ ہجر وصل کی تصویر۔ قیمت ۸ر

مکاری کا پتلہ۔ ایک رئیس کی تباہی کا نظارہ حکمت عملیوں سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں قیمت ۱۲ر

کرشن کانتا۔ عشق صادق کا فوٹو۔ عبرت نما آئینہ ظرافت و لطافت کا گنجینہ۔ قیمت ۱۲ر

ابن مسلم۔ ایک تاریخی ناول مصنفہ منشی سلطان حیدر صاحب جوش۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت عہ

قصر دریا۔ قصہ کی دلچسپی کا پے در پے پیش آنا۔ مجرموں کا نہایت چالاکی سے کامیاب ہونا۔ سراغرسان کا بھانڈا پھوٹنا۔ امراے ہندوستان کی زندگیوں کی پرلطف اندرونی کیفیت۔ قیمت ۸ر

ہاجرہ۔ ایک دلچسپ اور اعلیٰ درجہ کے عربی ناول کا ترجمہ۔ قیمت ۸ر

طرحدار لونڈی متمول مگر غافل خاندان کا رنگ ڈھنگ لونڈی کی چالاکیاں جائز ناجائز تدبیروں سے ترقی حاصل کرنا۔ مار آستین بن کے اپنے آقا کے خاندان پر تباہی لانا۔ اور ایک مقدمہ میں پھنسکر جیلخانہ میں جانا۔ قیمت ۱۰ر

میٹھی چھری۔ ایک بیرون ملک کی قرضداری و بربادی عشق بربادی کا قصہ نہایت پرمذاق۔ قیمت ۶ر

پیاری دنیا۔ ایک مصری شاہی لاش کا قصہ اور عشق دنیا اور کامیابی وغیرہ قیمت ۵ر

حاجی بغلول۔ ظرافت میں ڈوبا ہوا ہے جس کے ہر لفظ میں مذاق مضحکہ آمیز واقعات ایسے کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔ قیمت ۴ر

سکالا ملیٹ جس میں دکھایا ہے کہ آج کل ہندوستان میں ہر قسم کی ترقی سے اندرونی ترقیوں کی کیا حالت ہے۔ قیمت ۶ر

بنگالی دیوی۔ ایک بوالہوس بڈھے کی شادی بیوی کی کج ادائی جامد اکا تغلب نواسیوں کا مقدمہ عجیب مضحکہ آمیز طرز میں بیان کیے ہیں اور جس میں سوشیل اور اقتصادی معاملات پر روشنی ڈالی گئی ہے مستورات کے پڑھنے کے قابل۔ قیمت ۸ر

سعیدہ بیگم (عربی ناول کا ترجمہ) جس میں عنصر لطیف کے فضائل و کمالات نیکی اور نیک کرداری کے نیک اثرات۔ بدی اور بداطواری کے الم انگیز نتائج ہمت و استقلال کی نمایاں فتح خباثت اور بدباطنی کی شرمناک شکست اور اچھی اور بری زندگیوں کے سبق آموز حالات نہایت دلچسپ اور نصیحت خیز پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں تربیت نسواں۔ پکا قلم کے ۱۵ فوٹو اس کتاب کی زینت ہیں۔ لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ درجہ کا۔ قیمت ۴ر

انتخاب زوج۔ دہلی کی ایک مشہور انشا پرداز خاتون کے زور قلم کا تازہ کارنامہ۔ اس میں قابل مصنفہ نے اپنے طبقہ کی جانب سے جنس ذکور کی خدمت میں نہایت اپیل کی ہے کہ اُن کی راے کو بھی قابل وقعت سمجھکر حاصل کر لیا جایا کرے۔ قیمت ۳ر

اتالیق بی بی۔ اس میں شوہروں پر عورتوں کی بے معنی نکتہ چینی اور بیجا شکایتوں کا بہت سچا اور پرمذاق خاکہ کھینچا گیا ہے۔ قیمت ۸ر

زہرا۔ ایک دلچسپ ترکی ناول کا ترجمہ از مسٹر سجاد حیدر بی اے دیکھنے کی چیز ہے۔ قیمت ۱۰ر

شوبرگ کوٹھ۔ نہایت دلچسپ قصہ ہے جسکو انگریزی زبان میں خاص شہرت حاصل ہے۔ زمانہ حال سے اس کا تعلق ہے ضخامت تین سو صفحہ سے زائد ہے۔ قیمت ۱۲ر

منروا پبلشنگ کمپنی، منروا پریس لکھنؤ (اودھ)

ظل السلطان

اگر آپ بہترین خیالات و مضامین کا آئینہ دیکھنا چاہتے ہیں تو ظل السلطان ملاحظہ فرمایئے جو ماہانہ بھوپال سے شائع ہوتا ہے صرف تین روپیہ سالانہ قیمت ہے۔ اسمین زنانہ دلچسپیوں اور اصلاح تمدن و معاشرت اور تعلیم نسوان کے متعلق اعلیٰ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ چار سال کے عرصہ میں جسقدر زنانہ تعلیم کا مواد اس رسالہ نے فراہم کیا ہے اردو میں اس کی نظیر نہیں۔ نمونہ کا پرچہ چار آنہ میں ملسکتا ہے۔ مضمون نگاروں کو معاوضہ اور انعام بھی دیا جاتا ہے۔ اسکے ذریعہ سے عالی مرتبت خواتین کی نہایت قابل قدر تصانیف موجود ہیں خصوصاً علیا حضرت فرمانروائے بھوپال اور بیگم صاحبہ وغیرہ کی تصانیف بھی ملتی ہیں۔ ذیل میں کچھ کتابیں لکھی جاتی ہیں اگر آپ کا کتبخانہ ان گران بہا تصانیف سے خالی ہے تو آج ہی ان کی طلبی کا خط لکھدیتے مفصل فہرست۔ ایک ٹکٹ پر بھیجی جاتی ہے۔

حضور سرکار عالیہ فرمانروائے بھوپال کی تصانیف

بچون کی پرورش۔ بچون کے متعلق اصول حفظان صحت کی وقفیت اور خطرات کی اطلاع۔ ۔ ۔ ۔ عہ
ترتیب الاطفال۔ بچون میں شائستگی تہذیب اخلاق اور دیگر صفات حسنہ پیدا کرنے کیلیے نہایت مفید ہے۔ ۔ ۸ر
ہدایات تیمارداری۔ بچون کی تیمارداری کے صحیح طریقون پر واقف کرنے کیلیے یہ کتاب مفید ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲
ہدیۃ الزوجین۔ خانہ داری کا پہلا حصہ جسمین شوہر و زوجہ کے شرعی اور قانونی حقوق و اختیارات بتلائے گئے ہیں ۸ر
حفظ صحت۔ خانہ داری کا دوسرا حصہ یعنی روز مرہ کے وہ تمام اصول جو عورتون کی صحت جسمانی قائم رکھنے کیلیے ضروری ہیں ۱۲
معیشت۔ خانہ داری کے تیسرے حصہ کا جزو اول جسمین تمام خانہ داری غیرہ نہایت تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ ۔ عہ
معاشرت۔ خانہ داری کے تیسرے حصہ کا جزو ثانی جسمین بچون کی تعلیم۔ آداب ملاقات اور انکے متعلق مفید ہدایات عہ
سبیل الجنان۔ ایمان اسلام اور نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ پر حضور عالیہ کی نہایت عالمانہ تقریرین۔ ۔ ۔ عہ

دیگر عالی مرتبت خواتین کی تصانیف

سیاحت سلطانی۔ ہر ہائینس فرمانروائے بھوپال کے حالات سفر یورپ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ
سیر یورپ۔ ہر ہائینس بیگم صاحبہ جنجیرہ کے سفر یورپ کا روزنامچہ قسم اعلےٰ و قسم معمولی۔ ۔ ۔ ۔ ے، دعہ
تہذیب النسوان۔ امور تدبیر منزل کیساتھ ساتھ مذہبی احکام نہایت تفصیل سے بیان کیے گئے ہین۔ عہ
آغاز اسلام۔ مولانا شبلی مرحوم کی کتاب بدء الاسلام کا ترجمہ جسمین خصوصاً کیساتھ آنحضرت صلعم کے حالات درج ہین ۸ر
خوان دعوت۔ مختلف کھانون کی ترکیبین ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ میں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ
سرگذشت۔ ہر ہائینس ممتاز فیضی نے اس کتاب میں بعض ہندوستانی گھرون کی غیر منتظم حالتون کا خاکہ کھینچ کر دکھایا ہے۔ ۔ ۴ر
نِٹنگ۔ یہ کتاب سوئی کے اونی اور ریشمی اور سوتی کامون کے سکھانے کیلیے بہترین استاد ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۶ر
تعلیم اصول خانہ داری۔ اسکے چار حصے ہین جن میں قصے کہانیون کے پیرایہ مین خانہ داری کے اصول بتائے گئے ہین ۱۲
ازواج الانبیا۔ حضرت حوا سے لیکر حضرت زکریا کی بی بی تک کے حالات زندگی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ
رموز فطرت۔ علم طبیعیات و طبقات الارض ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے مبادیات عام فہم و سلیس عبارت میں۔ ۔ عہ
انسان۔ علم خواص الاعضا کے مبادیات نہایت سلیس اور عام فہم زبان میں لکھے ہین۔ ۔ ۔ ۔ ۸ر

کتابون کے ملنے کا پتہ۔ آنریری منیجر ظل السلطان۔ ریاست بھوپال

مورخ

اعلیٰ لٹریچر اور خالص تاریخ کا ایک ماہانہ رسالہ جسمین مختلف ملکون کی مکمل تاریخین سلسلہ وار شائع ہوتی ہیں ایسا انتظام کر دیا گیا ہے کہ چند برسونکے اندر آپکی زبان میں تمام قومون اور ملکونکی مبسوط اور ضخیم اور مفصل و صحیح تاریخین پیدا ہوجائینگی۔ فی الحال اسمین دو تاریخین شائع ہوتی ہیں (۱) مولنا محمد عبد الحلیم صاحب شرر کی "تاریخ ارض مقدس" جو مفصل بنی اسرائیل و بنی اسمٰعیل کی تاریخ ہے۔ اسمین یہود و نصاریٰ اور مسلمانونکے حالات کے ضمن میں آسیریا و بابل والون مصریون ایرانیون۔ یونانیون۔ رومیون اور بہت سی قومونکے حالات آ گئے ہین۔ اسمین عرب کی پوری تاریخ ہے اور آخر میں صلیبی لڑائیون اور ترکونکے حالات بھی آجائینگے (۲) کانڈی کی "دولت ہسپانیہ عرب" کا ترجمہ۔ یہ تاریخ تین ضخیم جلدونمین پوری ہوئی ہے۔ انگریزی مین مسلمانون اور عربون کے متعلق اگر کوئی کتاب ہے تو یہی ہے جو ہسپانیہ کے عرب مصنفین کے اعلیٰ ماخذون سے لی گئی۔

مورخ میں الحال پانچ جزو شائع ہوتے ہین۔ تاریخ ارض مقدس کے تین جز اور دولت ہسپانیہ عرب کے دو جز۔ چندہ سالانہ پانچ روپیہ رکھا گیا ہے اور محصولڈاک ۶ر جملہ ۵ہ سالانہ مین مورخ جاری کر دیا جاتا ہے لیکن جو صاحب یکمشت سالانہ چندہ ادا کرنا چاہین اُن کی خدمت میں ہر مہینہ کا پرچہ شائع ہوتے ہی مع محصولڈاک اور فیس منی آرڈر ۹ر پر وی پی بھیجدیا جاتا ہے۔ نمونہ کے پرچہ کی قیمت ۸ر ہے اور ۱۰ر پر وی پی روانہ ہوسکتا ہے۔

المشتہر محمد صدیق حسن سب اڈیٹر دلگداز و اڈیٹر مورخ
کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی، مالک و ایڈیٹر کے لیے بابو منوہر لال صاحب بھارگو بی اے نے نولکشور پریس لکھنؤ مین چھاپ کر شائع کیا

ادب اردو کا ماہوار رسالہ

جلد ۱ نمبر ۱

۱۵ فروری ۱۹۱۸ء

العصر

مرتبہ

پیارے لال شاکر (میرٹھی)

العصر
فروری سنہ ۱۹۱۶ء
جلد ۸ — نمبر ۲

فہرست مضامین

قواعد وضوابط

(۱) رسالہ العصر ہر ماہ کے آخر میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔ (۲) اس رسالہ کی سالانہ قیمت للعہ مع محصول ہے، ممالک غیر سے صہ مع محصول بھیجا جائیں کمی ناممکن ہے (۳) نمونہ کے لیے ۸ آنا چاہیے مفت نہیں ملیگا (۴) خریداری کیلیے پیشگی قیمت آنا ضروری ہے ادھار کا حساب نہیں (۵) خط وکتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ دینا چاہیے (۶) جواب طلب امور کے لیے جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیے (۷) ترسیل زر درخواست خریداری یا جملہ انتظامی امور کے متعلق خط وکتابت بنام منیجر رسالہ العصر نولکشور پریس لکھنؤ ہونا چاہیے (۸) مضامین بغرض اندراج رسالہ ریویو کے کتابیں تبادلے کے لیے اخبارات ورسائل بنام منشی پریت لال صاحب شاکر مالک ایڈیٹر رسالہ العصر لکھنؤ ارسال کیے جائیں (۹) حسرین مذہبی مباحث اور موجودہ پالیٹکس پر کوئی مضمون نہ چھاپا جائے گا تمام مضامین بھی نہ دیے جائیں گے (۱۰) اعلی علمی وادبی مضامین کے لیے نقد معاوضہ بھی نذر کیا جائے گا اگر اس میں ایسے مضامین کی تخصیص ہے۔

بعض معاونین العصر کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا گیا ہے۔ یقین ہے کہ جملہ حضرات توجہ فرما کر مجھے شکریہ کا موقع عنایت فرمائینگے (شاکر)

ہوائی کرہ کے عجائبات - اس کتاب میں ہوا کی دو ہزار باتیں نہایت دلچسپی ... بیان کی گئی ہیں۔ ... نہایت ضروری ہے۔ قیمت ۲ر

تاریخ مذہب - ... مذہب کی ابتدا و ترقی کا حال اور نیز بڑے بڑے مذاہب ... اور ... مصر ... اور دیگر ممالک و اقوام کے مذاہب کی مختصر تاریخ ... قیمت ... مجلد ...

قدماکی حکمت - لارڈ بیکن کی مشہور و معروف کتاب "وزڈم آف دی اینشینٹس" کا ترجمہ نہایت دلچسپ و قابل مطالعہ ہے۔ قیمت ۶ر

مشاہیر عالم - دنیا میں جو مشہور اشخاص گذرے ہیں اس کتاب میں انھیں کا تذکرہ ہے۔ ... بہت ہی مفید اور قابل بخش ہے۔ اس کے مطالعہ سے نوجوانوں میں اب ... کے کارنامون کی ... شوق پیدا ہوگی۔ قیمت ۹ر

طالبان حق - اس کتاب میں دو مشہور و معروف فلسفہ دان حسینی (۱) ... کا (۲) ایکٹیس ... (۳) ایکس ادلیس کے حالات زندگی اور نصیحت آمیز اقوال درج ہیں نہایت دلچسپ و سبق آموز کتاب ہے قیمت مجلد ۱۲ر

جان ہیلیفکس جنٹلمین - اس کتاب میں ایک نوجوان غریب لڑکے کے حالات درج ہیں کہ کیونکر وہ ادنیٰ حالت سے محض اپنی محنت و جفا کشی کے باعث ترقی کر کے دولتمند ہو گیا - نوجوانوں کے لیے نہایت مفید ہے۔

قیمت ہر دو جلد عہ - مجلد عہ

مصر کی کایا پلٹ - سر آکلینڈ کالون کی مشہور کتاب میکنگ آف ماڈرن ایجپٹ کا ترجمہ - مصری معاملات کی نسبت اس سے بہتر اور جامع کتاب ملنا دشوار ہے - حجم ۲۲۴ صفحہ - قیمت مجلد عہ

عطر سخن یا جذبات مسلم - دور جدید کے مشہور شعراء یعنی مولانا حالی - ڈاکٹر اقبال، مولانا شبلی، مولوی ظفر علی خان وغیرہ کی قومی اور مذہبی نظموں کا نہایت دلکش و دلپسند مجموعہ جس کا ہر مسلمان کے کتب خانہ میں رہنا ضروری ہے۔ اگر یہ نظمیں بچوں کو حفظ کرادی جائیں تو اُن کے دلوں میں قومیت کے جذبات خوب راسخ ہو جائیں گے قیمت عہ

اکسیر سخن - مہاکوی کالیداس کی موسمی نظمون (رتو سنگار) کا اردو ترجمہ نظم کتاب کے شروع میں ملک کے مشہور فسانہ نویس بابو پریم چند صاحب نے ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے جو بجائے خود دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے - مہاراجہ کرشن پرشاد بہادر بالقابہ کے نام نامی پر یہ کتاب معنون کی گئی ہے اور آپ کی تصویر بھی شامل ہے - نیز ان نظموں کے مترجم منشی پیارے لال صاحب شاکر دمیرٹھی کی تصویر بھی کتاب کے شروع میں لگائی گئی ہے - یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہاتھوں ہاتھ بک جائے - بہت کم نسخے اب باقی ہیں - قیمت ۹ر

قاسم و زہرہ - منشی محمد علی صاحب شوق قدوائی کی یہ منظوم ڈرامہ ... شروع سے آخر تک ... خیالات پاکیزہ، طرز ادا انتہا کا لاویز، شوخی اور رنگین کوٹ کوٹ کے بھرا ہے۔ فقرے چست لطیفے برجستہ ... ظرافت ... مذاق سے خالی نہیں۔ معاشرت کے سین مطابق فطرت دکھلائے ہیں ... جذبات میں سراپا ڈراما ڈوبا ہوا ہے - قیمت ۸ر

دیوان غالب اردو - اردو دیوان غالب کا یہ خاص ایڈیشن نہایت اہتمام سے چھاپا گیا ہے - شروع میں ایک پرلطف دیباچہ اور مرزا غالب کی مختصر سوانح عمری درج ہے نیز مرزا غالب کی عکسی تصویر بھی شامل ہے - کلام غالب کے دلدادگان اس نسخہ کو ضرور منگائیں - قیمت عہ مجلد عہ

شرح دیوان غالب - مع مقدمہ مشتمل بر حالات و تنقید کلام غالب از سید فضل الحسن صاحب حسرت (موہانی) بی اے قیمت عہ

برکات سلطانی یعنی علیا حضرت جناب نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج ہند جی سی ایس آئی جی سی آئی ای فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا کے مختصر حالات مع تذکرہ تصانیف - شروع میں سرکار عالیہ کی عکسی تصویر بھی چسپاں کی گئی ہے - لڑکیاں اور مستورات کے پڑھنے کے قابل ہے - قیمت ۶ر

کلام محروم یعنی منشی تلوک چند صاحب محروم کی اخلاقی ادبی اور نیچرل نظموں کا قابل قدر مجموعہ - شاعرانہ تخیل کی رنگینی انداز بیان کی شیرینی مظاہر قدرت اور واقعات عالم میں نگاہ نتائج جو کی باریک بینی ہر جگہ قابل داد و تحسین ہے - پنجاب گورنمنٹ نے اس کتاب کی اشاعت پر دو سو روپے انعام مصنف کو عطا فرمایا ہے اور پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی نے دو سو نسخے خرید فرمائے ہیں - آپ بھی ایک نسخہ منگا کر ملاحظہ فرمائیں قیمت ۱۲ر مجلد عہ

کفایت شعاری - ڈاکٹر اسمائلز کی پاکیزہ و بیش قیمت تصنیف تھرفٹ کا سلیس اردو ترجمہ جس میں کفایت شعاری کے اصول کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے اور مفصل بحث کی گئی ہے لکھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ اور دیدہ زیب - آپ کے کتب خانہ میں اگر اس کتاب کی کمی ہو تو فوراً طلب فرمائیے - قیمت ۸ر

دلچسپ ناول اور افسانے

گودڑ کا لعل - ایک نہایت دلچسپ اخلاقی تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کا بہترین افسانہ مصنفہ والدہ صاحبہ سید محمد افضل صاحب بی اے حصہ اول ودوم صفحات ۲۴۴ قیمت ۱۲

جنگ جرمن بلجیم - ۱۹۱۴ء کی مشہور جنگ کے ہولناک کارنامے قیمت ۱۰/

جرمن محکمہ جنگ کے اسرار - جرمن محکمۂ جنگ کے اسرار کا مجموعہ نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت ۱۲/

خلق مجسم - شائستہ زندگی کی جیتی جاگتی تصویر انسانی ہمدردی کا سبق اخلاق مجسم کی دلکش تصویر قیمت ۱۲/

ناتا - حسن فروشی عشق آموزی کا آئینہ و نفریب کرشموں کا گنجینہ قیمت ۱۲/

بوالہوس - عورتوں کی مستقل مزاجی درستی چلیم پابندی قول اور قیافہ شناسی پر روشنی ڈالی گئی ہے حسن و عشق کی چاشنی بھی موجود ہے قیمت ۱۲/

خونی قسمت - ایک ڈاکٹر کا مریضہ پر عاشق ہو کر مسمریزم کے ذریعہ قابو میں لانا - قیمت ۱۲/

جوش خون - ایک عصمت فروش عورت کی شوہر سے بیوفائی قیمت ۱۲/

کلجگ کی کھونٹی جس میں ایک سیری بہن ایک جاں نثار نے اپنے شباب کے کارنامے لکھے ہیں دو شریر بیویوں کی شرارتیں دکھلائی ہیں قیمت ۶/

نیرنگی دہر - مجیدہ بیگم کے مصائب اور وفاداری کی داستان - شریف النسل بیچ اداؤں کا انجام از مصنفہ منشی عبدالغفور صاحب صفحات ۱۲۰ قیمت ۸/

چابک سوار معشوقہ - گھوڑ دوڑ کی بدولت ایک رئیس کی تباہی و بربادی - قیمت ۹/

بادشاہ سلامت - لانگ لیو دی کنگ کا ترجمہ - گردش روزگار کے کرشمے حسن و عشق کی تصویر قیمت ۱۲/

گنجینۂ سراغرسانی - ایک بوالہوس عاشق شوہر کا دوسری عورت کے عشق میں مبتلا ہونا اور اپنی زوجہ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگنا۔ دردناک ناول ہے - قیمت ہر چہار حصہ ۱۲

جفا و وفا - ایک حسینہ دلنواز کی وفاداری عاشق خنیہ فروش کی دغابازی قیمت ۸/

طلسمی فانوس - انگلستان کے مشہور جادو نگار رینالڈس کے ایک دلچسپ انگریزی ناول کا ترجمہ قیمت ۱۲

بسنتی دیوی - مسٹر رومیش چندر دت کے ناول کا ترجمہ - ایک غریب نیک نفس عصمت مآب عورت کی عملی زندگی کا مرقع قیمت ۱۰/

مار آستین - بنگال کے جادو نگار بنکم چندر چٹرجی کے ناول وشا برکشا کا اردو ترجمہ - قیمت ۸/

بنگالی دلہن - بنکم چندر کا سب سے بہتر دلچسپ ناول - شوہر پرستی اور عورتوں میں جذبات خودداری پیدا کرنیکا بہترین آلہ - قیمت ۱۲/

پرتاپ - بنکم چندر چٹرجی کے بہترین بنگالی ناول کا ترجمہ - قیمت ۱۰/

مرنالنی - بنکم چندر کا مشہور فسانہ اور بنگالی عورتوں کے جذبات شوہر پرستی کا مرقع - قیمت ۸/

ہاجرہ کی کامیابی - اس میں معاشرت اور تمدن پر دلچسپ بحث کی گئی ہے - قیمت ۴/

عزیز مصر - مصر کے دارالسلطنت قاہرہ کا سچا قصہ - قیمت ۱۰/

حور عین - غدر ۱۸۵۷ء کے بعد دو شریف خاندانوں کی تباہی سچے عشق و محبت کے جذبات - قیمت ۱۴/

سرگذشت - رینالڈس کے دلچسپ و دلکش ناول میری پرائس کا ترجمہ قیمت ۱۲

بچھڑوں کا ملاپ - ایک اخلاقی قصہ بچوں اور مستورات کے پڑھنے کے لائق قیمت ۱۲/

مراد نامراد - خوفناک، عبرت انگیز اور دلچسپ ناول قیمت ۴/

تاج شہادت - ایک سچا واقعہ ایک معزز خاندان کی تباہی قیمت ۱/

دولت عثمانیہ کے موروثی ہیرے - یورپ کے جرائم پیشہ گروہ کی عیاریاں و چالبازیاں - تجربہ کار سراغرسانوں کا طریق - سنسنی خیز ناول قیمت ۱۲

منروا پبلشنگ کمپنی، منروا پریس لکھنؤ (۱۰۰۴)

جوانانِ عاشق - ... جس میں حسن و عشق کے ایسے ... جذبات ... نوجوانوں کی شیفتہ والہانہ فطرت ... کی حکمت ... استقلال کے ساتھ کوشش کرنے ... خوبی سے ... لطف کی ... بیان کیے گئے ہیں۔ قیمت ۹ر

جرمن جاسوس - ... یورپ کے متعلق جرمن کے جاسوسوں کا ... حالات جو ... یورپ کے خلاف ... مذکور ہیں ... کے ... ہوتے ہیں ... جذبات محبت کے حقیقی ... ہالمال ... شوخ و شنگ نازنینوں کے عشوہ و انداز ... قیمت عہ

تماشائے راز - ... افسانہ جس کے لفظ لفظ سے حسن ... جنس کی بدسلوکیوں کی کہانی ... بیان کی گئی ہیں کہ جی پھڑک جاتا ہے۔ قیمت ۱۰ر

انتقام نا تمام - ایک حسین دوشیزہ کی ایک ہولناک مقصد کے لیے ... حسن و عشق کی چالبازیاں۔ قیمت ۵ر

نپولین - ... کا ترجمہ لوئی بونا پارٹ کے کارنامے ... کی تصنیف۔ قیمت عہ

تماشہ - ایک ... اور اس کی ... حسین لڑکی کے ساتھ غداری۔ قیمت ...

ولایتی پرستان - ... کا ترجمہ ... حسن و عشق کی ... سیریل ... خیز ... حیرت انگیز ... کا ہولناک نظارہ ... قیامت برپا کیے رہتا ہے۔ جلد اول قیمت عہ

ولایتی پرستان - جلد دوم قیمت عہ

حسن پرست - ... کا البم ظرافت کا مرقع حسن و عشق۔ قیمت ۸ر

بزم اکبری - اس میں شہنشاہ اکبر اور اس کے جلیل القدر پنج ہزاری منصب دار حبیب خان کے دلچسپ حالات۔ حاکم مالوہ باز بہادر کی شاہزادی روپ متی کے حسن و عشق کی پردرد داستان۔ خاقان اکبر کی ... سلطان احمد نگر کی تباہی اور ... واقعات نرالے ڈھنگ سے قلمبند کیے گئے ہیں۔ قیمت ۸ر

دیوانی بھابی - ... اور حسن تدبیر مفید و نتیجہ خیز ناول۔ قیمت ۱۰ر

گلاب و چمپا - ... کے شریفانہ اور نتیجہ خیز ... دلچسپ ... قیمت ۸ر

لکشمی - ... کی دیوی ... کی سنہری مورت۔ قیمت عہ

پیما و حسینہ - نئے ڈھنگ کا اچھوتا ناول۔ حسن و عشق کے قدرتی جذبات محبت کی نیرنگ سازیاں۔ قیمت ۴ر

ظرافت الطبع - تین ناولوں کا مجموعہ حسن و عشق۔ قیمت ۴ر

سندر شانتا - کمال خوبی کے ساتھ عشق و محبت ہجر و وصال۔ رشک رقابت۔ دوستی و ہمدردی مصیبت و استقلال۔ عیاری اور ہوشیاری کو دکھایا گیا ہے۔ قیمت عہ

اسرار ہند - ایک عقل کی دیوی ... قیافہ شناسی۔ ہند کی گذشتہ حالات کا نظارہ حسن و عشق۔ قیمت ۱۲ر

افسانۂ بنگال - سر رابندر ناتھ ٹیگور بابو ... وغیرہ مشہور بنگالی مصنفین کی ... پسندیدہ کہانیوں کا اردو ترجمہ۔ یہ کتاب بہترین دماغوں کے بہترین خیالات کا نچوڑ ہے۔ قیمت ۱۰ر

کایا پلٹ - ... زمانے کا ایک اچھوتا ناول۔ قیمت ۱۰ر

ناولستان ... - دلی کے مشہور و معروف ... سید ... حسین صاحب ... کے تین مقبول عام و نہایت دلچسپ و دلکش ناولوں کا مجموعہ۔ قیمت عہ مجلد ...

ایک شاعر کا انجام - نیاز فتحپوری کا مشہور اور مقبول عام ناول دیکھنے کی چیز ہے۔ قیمت ۱۲ر

ملنے کا پتہ ... دار الاشاعت ... لکھنؤ (اودھ)

شباب لکھنؤ۔ اگر آپ گذشتہ لکھنؤ کی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمایئے۔ ایک انگریز سیاح نے سلطنت اودھ کے عروج کے زمانہ کے چشم دید حالات نہایت دلکش پیرایہ میں قلمبند کیے ہیں۔ مترجمہ منشی محمد احمد علی صاحب بی اے۔ قیمت عہ

انارکلی بیگم۔ شاہزادہ سلیم اور انارکلی بیگم کے عشق کی درد انگیز داستان (ترجمہ از بنگالی) قیمت ۱ر

فاتح بنگالہ۔ قابل دید ناول ہے۔ قیمت ۱۲ر

وفا کا پتلہ۔ شوہر کی بیقراری۔ خفیہ پولیس کی کارگذاریاں عجیب و غریب سراغرسانی۔ قیمت ۲ر

محل خانہ شاہی جس میں محمد واجد علی شاہ والیٔ اودھ نے خود اپنے قلم سے اپنے محلات اور پریخانہ کے واقعات تعلیم موسیقی کے طریق اپنی عشقیہ لائف لکھی ہے۔ مع بے نظیر کی تصویر۔ قیمت ۸ر

مکاری کا پتلہ۔ ایک رئیس کی تباہی کا نظارہ۔ حکمت عملیوں سے رو گئے مقدمے ہوتے ہیں۔ قیمت ۴ر

کرشن کانتا۔ عشق صادق کا فوٹو۔ عبرت نما آئینہ ظرافت و لطافت کا گنجینہ۔ قیمت عہ

ابن مسلم۔ ایک تاریخی ناول مصنفہ منشی سلطان حیدر صاحب جوش۔ ضرور ملاحظہ فرمایئے۔ قیمت عمہ

قصر دریا۔ قصہ کی دلچسپی کا پے در پے پیش آنا۔ مجرموں کا نہایت چالاکی سے کامیاب ہونا۔ سراغرسان کا بھانڈا پھوڑنا۔ امرائے ہندوستان کی زندگیوں کی پر لطف اندرونی کیفیت۔ قیمت ۸ر

ماہ چہرہ۔ ایک دلچسپ و اعلیٰ درجہ کے عربی ناول کا ترجمہ۔ قیمت ۸ر

طرحدار لونڈی۔ متمول مگر غافل خاندان کا رنگ ڈھنگ۔ لونڈی کی چالاکیاں۔ جائز و ناجائز تدبیروں سے ترقی حاصل کرنا۔ مار آستین بن کے اپنے آقا کے خاندان پر تباہی لانا۔ اور ایک مقدمہ میں پھنس کر جیلخانہ میں جانا۔ قیمت ۱۰ر

میٹھی چھری۔ ایک بیرون ملک کی قرضداری و بربادی عشق و بدمعاشی کا قصہ نہایت پر مذاق۔ قیمت ۶ر

پیاری دنیا۔ ایک مصری شاہی لاش کا قصہ اور عشق دنیا و کامیابی وغیرہ۔ قیمت ۵ر

حاجی بغلول۔ ظرافت میں ڈوبا ہوا ہے جس کے ہر لفظ میں مذاق مضحکہ خیز واقعات کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔ قیمت ۴ر

کایا پلٹ جس میں دکھایا ہے کہ آج کل ہندوستان میں ہر قسم کی ترقی نے اندرونی ترقیوں کی کیا حالت کر دی۔ قیمت ۶ر

بنگالی دیوی۔ ایک بوڑھے بڈھے کی شادی دیوی کی کج ادائی چالاکی اور خلب نواسیوں کا مقدمہ عجیب مضحکہ آمیز طرز میں بیان کیے ہیں اور جس میں سوشیل اور اقتصادی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مستورات کے پڑھنے کے قابل۔ قیمت ۸ر

حسینہ بیگم (عربی ناول کا ترجمہ) جس میں عنصر لطیف کے فضائل و کمالات نیکی اور نیک کرداری کے نیک اثرات۔ بدی اور بداطواری کے الم انگیز نتائج ہمت و استقلال کی نمایاں فتح خباثت اور بدباطنی کی شرمناک شکست اور تنگی اور بستی زندگیوں کے سبق آموز حالات نہایت دلچسپ و حیرت خیز پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں تربیت نسوان پر ملکہ قلم کے ہاتھ کا جوہر اس کتاب کی زینت ہیں۔ لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ درجہ کا۔ قیمت عمہ

انتخاب زوج۔ دہلی کی ایک مشہور انشا پرداز خاتون کے زور قلم کا تازہ کارنامہ۔ اس میں قابل مصنفہ نے اپنے طبقہ کی جانب سے جنس ذکور کی خدمت میں اپیل کی ہے کہ ان کی رائے کو بھی قابل وقعت سمجھ کر حاصل کر لیا جایا کرے۔ قیمت ۳ر

اتالیق بی بی۔ اس میں شوہروں پر عورتوں کی بے معنی نکتہ چینی اور بیجا شکایتوں کا بہت سچا اور پر مذاق خاکہ کھینچا گیا ہے۔ قیمت ۸ر

زہرا۔ ایک دلچسپ ترکی ناول کا ترجمہ از مسٹر سجاد حیدر بی اے دیکھنے کی چیز ہے۔ قیمت ۱۰ر

شوہر کی توبہ۔ نہایت دلچسپ قصہ ہے جسکو انگریزی زبان میں خاص شہرت حاصل ہے۔ زمانہ حال سے اس کا تعلق ہے۔ ضخامت میں سو صفحہ سے زائد ہے۔ قیمت ۱۲ر

العصر

روح نباتات اور احساس

پروفیسر جے سی بوس کا اکتشاف جدید

تم بارہا باغ گئے ہوگے، گھانس کے مخملی فرش پر آزادانہ بیٹھے ہوگے، چمن کی سُرخ روشون پر گلگشت تفرج کی ہوگی، پھولون سے دامن بھر بھر کے لطف گلباری اُٹھایا ہوگا، لیکن اس چمن طرازی و گلستان فرمائی مین یہ خیال شاید کبھی نہ آیا ہوگا کہ ہم جس وجود پر اپنی عشرت جوئین کی لااُبالانہ مشقین کر رہے ہین خود اُس پر کیا گزر رہی ہی؟-

مگر آج علم کچھ اور کہتا ہی-!

کیا نباتات مین بھی احساس ہی؟ اور کیا اسکے پاس بھی وسائل حس یعنے اعصاب ہین؟

وظائف عصبی اسکے جواب سے پہلے ہم یہ بتا دینا چاہتے ہین کہ اعصاب کا وظیفۂ اصلی کیا ہی؟

عصب کا اصلی کام یہ ہی کہ ہر ہیجان (Excitement) جو اسکے کسی حصّے مین پیدا ہو اُسے وہ جسم کے دوسرے حصے تک پہنچادے +

اعصاب نہایت چھوٹے چھوٹے ریشون سے مرکب ہین جن کو انگریزی مین Fiber اور عربی مین خیط کہتے ہین-خیوط اس کی جمع ہی-جب جسم کے کسی حصّے مین ہیجان پیدا ہوتا ہی تو اس کے معنے یہ ہین کہ اس مقام کے خیوط مین ایک حرکت پیدا ہوگئی ہی-یہی حرکت برقی رو کی طرح آگے دوڑتی ہی، اور جس طرح کہ برقی تار کے ایک سرے کی حرکت بسرعت تمام دوسرے سرے تک آجاتی ہی، اسی طرح ہر ریشہ اپنے بعد کے ریشے کو حرکت دیتا ہوا چلا جاتا ہی-یہان تک کہ یہ حرکت مرکز اعصاب یعنی دماغ تک پہنچ جاتی ہی-اِن تمام سلسلون کا منبع اور مخزن تاثرات دماغ ہی-اقلیم جسم پر اس کی سلطنت آئین

اعصاب کی بدولت قائم ہوا ✦

شلاً تم نے گلاب کا ایک پھول دیکھا - اب سوچو کہ کیونکر دیکھا اور اُس مین کون سے فزیکل یا کیمیکل (وظائف الاعضاء) اعمال انجام پائے ؟ جب تم نے آنکھین کھولین تو شعاعین شبکیہ[۱] پر پڑین اور اُن شعاعون کی وجہ سے شبکیہ مین ایک ہیجان سا پیدا ہوا - اس کے بعد اعصاب کا فعل شروع ہوا - اعصاب بصارت نے اس حرکت کو لے لیا اور بطریق مذکورۂ بالا دماغ تک پہنچا دیا ✦

اسی سلسلے مین ایک امر اور بھی قابل ذکر ہی - اگرچہ ہیجان کے دماغ تک پہنچا دینے کے بعد عصب کا کام ختم ہو جاتا ہی مگر یہ ہیجان خود ختم نہین ہو جاتا بلکہ عضلات کی طرف بھی منتقل ہو سکتا ہی اور اس صورت مین تقلص (سکڑنے والے) عضلات مین ایک قسم کا جھٹکا پیدا ہو جاتا ہی ✦

ایک عجیب تجربہ | یہ صرف قیاس اور نظریہ ہی نہین ہی بلکہ علماء وظائف الاعضاء نے اس کا مشاہدہ کرا دیا ہی ✦

یہ لوگ مینڈک کی ٹانگ مین سے ایک عضلہ اس طرح کاٹ لیتے ہین کہ جو اعصاب اُس کے ساتھ کٹتے ہین وہ عضلہ کے ساتھ ملے رہتے ہین - پھر ان مین سے کسی ایک عصب کے ایک سرے پر برقی رو یا کسی دوسرے میکانیکی طریقہ سے (یعنی آلات کے ذریعہ سے) تحریک پیدا کرتے ہین - اس تحریک کا ہیجان فوراً ایک سرے سے دوڑ کے دوسرے سرے تک چلا جاتا ہی اور وہان سے عضلہ مین منتقل ہوتا ہی عضلہ مین تحریک ہوتے ہی ایک جھٹکا سا لگتا ہی جو دیکھنے والے کو صاف نظر آ جاتا ہی ✦

شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ جب یہ عضلہ اور عصب جسم سے قطع کر کے علیحدہ کر لیے گئے تو وہ زندہ نہ رہے ہون گے اس لیے جو تجارب منقطع عضلات و اعصاب پر کیے جاتے ہین اُن پر ایک زندہ جسم کی حالت کو قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا - مگر ایسا خیال کرنا اصول علمی سے بے خبری کا نتیجہ ہوگا - بعض بافتین ایسی ہین کہ اگر اُن کو کسی سیّال شے مین حل کر دیا جائے اور اُس محلول (Solution) مین کٹے ہوئے اعضاء کو رکھا جائے تو وہ کئی کئی گھنٹے تک زندہ رہ سکتے ہین - اور ڈاکٹر کارل کا تو یہ بیان ہی کہ اُن کے پاس بعض بعض خلایا اس طرح کے صناعی محلول مین کئی کئی دن تک زندہ رہے ہین ✦

روح نباتی کا ابتدائی منظر | غالباً اب یہ ذہن نشین ہو گیا ہوگا کہ اعصاب کا وظیفہ اصلی کیا ہی ✦

اس تفصیل سے ہمارا منشا اس نکتہ کو واضح کرنا تھا کہ نباتات مین اعصاب کے وجود کا جب دعوی کیا جائے تو اس کا یہ مطلب نہین قرار دینا چاہیے کہ درختون مین بھی کوئی ایسی شے موجود ہی جو اپنی ساخت اور مایۂ خمیر مین بعینہ حیوانی عصب کے مانند ہی بلکہ یون سمجھنا چاہیئے کہ درختون مین بھی بعض ایسے ریشے موجود ہین جو بعینہ وہی کام کرتے ہین جو جسم حیوانی مین اعصاب کا کام ہی ✦

موسا ایک ذکی الحس اور سریع التاثیر درخت ہی جسے ٹھیٹ اُردو مین چھوئی موئی کہنا چاہیئے - اس کی ذکاوت حس کی یہ حالت ہی کہ ہاتھ لگتے ہی کسی شرمگین و حیا سرشت دوشیزہ لڑکی کی طرح اس کی پتیان کمہلا کے جھک جاتی ہین ✦

موسا مین مس کرنے سے جو ہیجان پیدا ہوتا ہی وہ بھی قریباً

---

[۱] یہ آنکھ کا ایک پردہ ہی جس مین نہایت باریک باریک رگون کا جال ہوتا ہی - یہی وہ پردہ ہی جو شے مرئی کا عکس قبول کرتا ہے - انگریزی مین اسے Retina کہتے ہین ✦

اسی طرح مس کردہ مقام سے مرکز تک منتقل ہوتا ہے جس طرح کہ
حیوانات کے مس کردہ عضو سے دماغ تک پہنچتا ہے۔ مثلاً آپ
نے ایک پتی کو چھوا۔ بجز دلس ایک قسم کا ہیجان پیدا ہوگا جو کہربا
کی سرعت کے ساتھ اس عضو تک پہنچ جائیگا جسکو عضو حرکت پذیر
کہتے ہیں۔ مموسا میں یہ عضو پتیوں کے جوڑ کے پاس ہوتا ہے
اسی کے پاس پل وی نس (Pulvinus) نامے ایک
عضو نباتاتی ہوتا ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ ہیجان کی حالت
میں عضلات کی طرح اس میں بھی تقلص و انقباض (کھنچنا اور سکڑنا)
ہوتا ہے جب ہیجان اس عضو حرکت پذیر تک پہنچتا ہے، تو اس سے
منتقل ہو کے پل وی نس میں آتا ہے۔ اور سمٹنے لگتا ہے۔ اسکے سمٹتے ہی
مینڈک کے عضلۂ مصنوع کی طرح اسمیں بھی ایک جھٹکا لگتا ہے یہی
جھٹکا ہے جو دفعتاً پتیوں کے کمھلا کے گر جانے کی شکل میں تم
کو نظر آتا ہے۔

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ حیوانات میں نقل ہیجان کا اصلی
ذریعہ وہ ریشے یا خیوط ہیں جن سے اعصاب مرکب ہوتے
ہیں۔ نباتات میں بھی ایک قسم کے ریشے ہوتے ہیں جن کو
انگریزی میں Tissue اور عربی میں نسیج کہتے ہیں۔ یہی ریشے
ہیں جو ہیجان کو منتقل کرتے ہیں۔ مموسا میں یہ ریشے تنے
یا شاخ میں ہوتے ہیں اور اس طرح چسپاں ہوتے ہیں۔ کہ
بمشکل علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ البتہ فرن Fern میں نہایت
آسانی سے علیحدہ ہو جاتے ہیں

قدیم تحقیق تم نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ حیوانات اور نباتات کے ہیجانوں
میں کس درجہ مشابہت و مماثلت ہے؟ اور اس لیے غالباً تم
دونوں کو یکساں طور پر "ہیجان" اور "عمل عصبی" سمجھتے ہو گے
لیکن علما و وظائف الاعضا ر نباتات کے سرخیل، علامہ پیفر۔
(Pfeffer) کے بعض تجارب کی بنا پر یورپ میں یہ امر قطعی طور
پر طے پا گیا تھا کہ حیوانات میں جس شے کو دفع عصبی کہتے ہیں،
اس کے مقابلہ میں نباتات کے اندر کوئی شے نہیں ہے۔
چنانچہ تمام علما ر نباتات برابر یہی کہتے آئے ہیں کہ جس کو ہم
بظاہر دفع عصبی سمجھتے ہیں، وہ عمل عصبی نہیں بلکہ ایک
طرح کا عمل میکانیکی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ پودوں کے جو نسیج طبیعی مقدار سے زیادہ
بڑے نظر آتے ہیں، اُن کی نسبت سمجھنا چاہیئے کہ وہ گویا
ربڑ کی نلکیاں ہیں جن میں پانی بھرا ہوا ہے۔ جب ہم کہربا کے
ذریعہ سے یا کسی اور میکانیکی طریقہ سے تنبہ و تحریک پیدا
کرتے ہیں تو گویا ان پانی سے بھرے ہوے نسیجوں کو نچوڑنے
لگتے ہیں اس لیے پانی اندر سے پورے زور کے ساتھ
اُچھل کر نکلتا ہے اور نکل کے پودے کے اس عضو متعلق (پل وی نس)
سے ٹکراتا ہے۔ اس تصادم کی وجہ سے پل وی نس
سکڑنے لگتا ہے، اور باہر کی پتیاں کمھلا کے جھک جاتی ہیں۔

ڈاکٹر بوس کی تحقیقات سے پیشتر تمام علمی دنیا کا ان بیانات
پر ایمان کامل تھا مگر اب علم کی ایک مشرقی رسالت نے اس
ایمان کو متزلزل کر دیا ہے!

اب ہم کو اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے کہ کیا در حقیقت نباتات
میں ہیجان یا حرکت کا انتقال عصبی نہیں ہے بلکہ میکانیکی ہے؟
اس کے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے انتقال عصبی اور انتقال
میکانیکی کا باہمی فرق سمجھ لینا چاہیئے۔

انتقال میکانیکی اور انتقال عصبی کسی جسم کے ایک مقام سے
دوسرے مقام پر صناعی اور عالی طریقہ سے (یعنی بذریعہ آلات
کے ہٹ جانے اور منتقل ہونے کا نام "انتقال میکانیکی" ہے مثلاً تمھارے

شہرمیں زمین کے نیچے آہنی نلون کا ایک جال پھیلا ہوا ہے جسے تم پائپ یا پمپ کہتے ہو۔ اس مین ایک مخصوص مقام سے پانی ڈالا جاتا ہی اور بعض مشینوں کی وساطت سے تمھارے گھروں تک پہنچ جاتا ہی۔ یعنی ایک جسم سیال (پانی) بعض آلات کے عمل سے اپنی جگہ سے چلتا ہی اور پھر تم تک آجاتا ہی۔ یہی انتقال میکانیکی ہی۔

انتقال عصبی مین بھی قریبا وہی ہوتا ہی جو انتقال میکانیکی مین ہوتا ہی۔ اعصاب نہایت چھوٹے چھوٹے ذرات سے مرکب ہین۔ ان ذرات مین حرکت و انتقال کی قابلیت موجود ہی۔ جب اعصاب مین کسی قسم کی تنبیہ یا تحریک ہوتی ہی تو ان ذرات مین شگفتگی و برہمی پیدا ہوجاتی ہی۔ اسی برہمی و انقلاب کا نام ہیجان ہی۔

جب اعصاب اپنی پوری زندگی یا بھرپور موافق وظائف الاعضائی حالت مین ہوتے ہین تو اس وقت یہ قوت اپنے اوج و شدت پر ہوتی ہی یعنی ضعیف سی ضعیف تنبیہ اور خفیف سی خفیف تحریک بھی ذرات مین ایک انقلاب عظیم اور برہمی عام پیدا کردیتی ہی اور اس لیے سخت ہیجان محسوس ہوتا ہی لیکن جب اعصاب کی وظائف الاعضائی حالت عمدہ نہین ہوتی تو ذرات کی برہمی اور ہیجان کی شدت مین بھی فرق آجاتا ہی۔

یہ حالت اعصاب موصلہ Conducting سے ہو کے گزرتی ہی اور جہان سے گزرتی ہی اس مقام کے ذرات مین انقلاب و برہمی پیدا ہوجاتی ہی یہی جا بجا اور منزل بمنزل بڑھنے والا انقلاب ذرات ہی جسے تنبہ عصبی کے انتقال سے تعبیر کیا جاتا ہی۔

<u>وظائف الاعضائی اعتدال</u> ہم ابھی لکھ آئے ہین کہ ہیجان کی شدت اور اس کا ضعف اعصاب کی حیات تامہ اور موافق و سازگار وظائف الاعضائی حالت پر موقوف ہی اس لیے ہم بتادینا چاہتے ہین کہ "موافق وظائف الاعضائی حالت" سے ہماری مراد کیا ہی؟ اس سے ہمارا مقصد اعتدال حرارت و برودت ہی۔

اعصاب کے اداء وظائف پر حرارت و برودت کا بہت بڑا اثر پڑتا ہی۔ جس وقت اعصاب کے کسی حصہ مین تنبہ یا تحریک پیدا ہوتی ہی اگر اس وقت وہ معتدل حالت مین ہوتے ہین تو ان مین ایک طبیعی و عادی ہیجان پیدا ہوتا ہی۔ لیکن اگر یہ اعتدال موجود نہو بلکہ برودت غالب ہو تو پھر جس قدر برودت کا غلبہ ہوتا ہی اسی قدر ہیجان مین بھی کمی ہوتی جاتی ہی۔ یہان تک کہ جب برودت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہی تو پھر ہیجان بالکل باطل ہوجاتا ہی۔ یہی بطلان ہیجان ہی جس کو مرض فالج کہتے ہین لیکن اگر برودت کے بدلے حرارت کا غلبہ ہی تو اس سے ہیجان مین ایک غیر طبیعی حالت پیدا ہوتی ہی۔ اس حالت کے حد سے زیادہ ہونے کے بعد برودت کے نتائج کی طرح اس کے نتائج بھی سخت خطرناک ہوجاتے ہین۔

بعض ایسے وسائل بھی ہین جن کے ذریعہ سے اعصاب مین ہنگامی طور پر فالج کی سی کیفیت پیدا کی جاسکتی ہی۔ ان کو اصطلاح مین Anaesthetics کہتے ہین ان کے اثرات کا اصلی عمل یہ ہی کہ وہ اعصاب کی قوت تنبہ پر قبضہ کرلیتے ہین۔ اسی طرح بعض ایسی سمیات (زہریلی دوائین) بھی ہین جن کے ذریعہ سے اعصاب کی "قوت ایصال" کو فنا کردیا جاسکتا ہے۔

اس تمہیدی تفصیل کے بعد اب یہ آسانی سے سمجھ مین آسکتا ہی کہ انتقال میکانیکی اور انتقال عصبی مین کیا فرق ہی؟

مثلاً پانی جو میکانیکی طور پر پائپ سے نکلتا ہی، اس پر مؤثرات طبیعیہ یعنی گرمی سردی کا اثر نہین پڑتا - نہ پائپ کے اصلی مین (اگر اس مین احساس ہو) کچھ فرق آتا ہی، اور نہ پانی کی روانی مین کچھ کمی ہوتی ہی - اگر اس کے گرد سم آلود پٹی باندھ دیجائے یا خود اسی مین زہر کے قطرے ڈال دیے جائین جب بھی اس کی قوت ایصال مین کچھ فرق نہ آئے گا لیکن اگر انھی چیزون کا استعمال کسی حیوانی عصب پر کیا جائیگا تو وہ ضرور متاثر ہوگا ❖

اب اگر تم کسی انتقال کے متعلق یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ یہ میکانیکی ہی یا عصبی، تو اُس کی صورت یہ ہی کہ پہلے دیکھو کہ وظائف الاعضائی تغیرات کا اُس پر اثر پڑتا ہی یا نہین ؟ اگر نہین پڑتا تو وہ میکانیکی ہی ورنہ عصبی ❖

یورپ مین مشہور جرمن عالم وظائف الاعضاء کے تجارب کی بناء پر یہ فیصلہ کر لیا گیا ہی کہ نباتات مین صرف انتقال میکانیکی ہی - حالانکہ سیکس فیفر کا تجربہ صرف ایک مخدر و منوم دوا تک محدود ہی - اس نے کلوروفارم موموسا کے تنے کی بالائی سطح پر استعمال کیا اور اس کے بعد اُسے مس کیا - پتیان بدستور کھلا کے جھک گیئن - اس سے وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ نباتات مین انتقال میکانیکی ہی نہ کہ عصبی ❖

واقعی بظاہر یہ تجربہ قابل استناد معلوم ہوتا ہی اور جو شخص سنتا ہی وہ ابتدا مین بآسانی فیفر کی رائے سے اتفاق کر لیتا ہی - چنانچہ ڈاکٹر بوس ایک موقع پر لکھتے ہین ❖

"خود مجھ پر بھی اس کا اثر عرصے تک بہت قوی رہا لیکن تھوڑے غور و خوض کے بعد اصل حقیقت منکشف ہو گئی معلوم ہوتا ہی کہ فیفر اپنے تجارب مین ان داخلی نسیجون کو متاثر نہ کر سکا جو احساس کا اصلی سرچشمہ ہین - یہ کوئی تعجب انگیز بات نہین ہی کیونکہ یہ کام نہایت مشکل تھا - اس مین کچھ درختون ہی کی خصوصیت نہین ہی - حیوانات مین بھی اس کی مثالین بکثرت ملتی ہین مثلاً اگر حیوانات کی بالائی جلد پر کلوروفارم کا استعمال کیا جائے تو اُس کا اثر ان عصبی تھیلیون (…) تک نہین پہنچتا جو عضلات کے درمیان ہوتی ہین ❖

اسی خیال سے مین نے از سر نو اس مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا، اور اس کے لیے مختلف بارہ طریقے استعمال کیے اب ان تمام طریقون سے یہ امر ثابت ہو گیا ہی کہ نباتات مین جس قسم کا تنبہ ہوتا ہی اُس کی نوعیت بعینہ وہی ہی جو حیوانات کے تنبہ کی ہی" ❖

طرق دوازدہ گانہ استدلال۔ ہم بوس کے ان بارہ طریقون مین سے ہم تین طریقون کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کرینگے ❖

سرعت تاثر اور ذکاوت حس کے لحاظ سے ہم نے موموسا کو شروع مین انتخاب کیا تھا اور اس وقت بھی اُسی کے تجربہ و مثال کو قائم رکھتے ہین - موموسا مین جو تنبہ ہوتا ہی، ظاہر ہی کہ وہ عصبی قرار پائے گا بشرطیکہ ثابت ہو جائے کہ :-

(۱) وظائف الاعضائی تغیرات کا اثر تنبہ کے انتقال کی رفتار پر پڑتا ہی (۲) جن وظائف الاعضائی موانع کی وجہ سے حیوانات مین تنبہ کو روکا جا سکتا ہی، بعینہ اُنھی موانع کے ذریعہ یہاں بھی تنبہ کو روکا جا سکتا ہی - (۳) طبیعی انتشار کے بغیر ہیجان کا آغاز اسکے دائرے کی توسیع ہو سکتی ہی آخری تحقیقات نے ہمارے لیے ایسے آلات فراہم کر دیے ہین جنکے ذریعہ سے ہم انتقال تنبہ کی رفتار اور مختلف حالات مین اُسکے تغیرات معلوم کر سکتے ہین ❖ (الہلال)

ہند و علم الانسان

ہندو اقوام کی انتھرولوجی یا علم الانسان مذہب ہی کے اُس اُلجھے ہوئے نظام میں پایا جاتا ہے جس میں مختلف اقوام و انسال سے لوگ داخل ہوتے ہیں جن کی نسبت اس امر کا سُراغ لگانا کہ وہ کب اور کس وقت ہندوستان کے اس نظام میں شامل ہوئے نہایت ہی دشوار ہے۔ تاہم صحف قدیمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان ہی نسل آدم کا گہوارہ ہے اور اسی ملک سے پار انسان عالم کو لوگ گئے ہیں۔ کسی ہندو پُران سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ کبھی کسی زمانہ میں غیر ملک کی قومیں ہندوستان پر حملہ آور ہوئی ہیں۔ ویدوں میں آریہ اور انار یہ کا اشارہ ہے لیکن اس کی نسبت یہی خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں نسلیں بھی اسی ملک کی مخلوق تھیں۔ مگر غیر ملک کی تاریخوں سے پایا جاتا ہے کہ مختلف ازمنہ اور ادوار میں اس ملک پر غیر قوموں کے حملے ہوئے ہیں۔ پہلا حملہ تو وہی بیدخان لوگوں کا تھا جو بنام آریہ مشہور تھے۔ انھیں جنہ آوروں کا پتہ پورانیں بھی دیتی ہیں اور اگرچہ ان کی نسبت ہندو کتابیں خاموش ہیں لیکن کہیں کہیں بطور استعارہ کے بیان ہوا ہے کہ گوروں نے کالوں کی زمین چھین لی اور اگ دیوتا نے اُن کو مظفر اور منصور کیا ✤

اس میں شک نہیں کہ یہ آریہ کسی غیر ملک سے آئے تھے اور انھوں نے اس ملک کو فتح کیا تھا۔ اُنھوں نے اپنا مذہب جاری کیا اور اپنی وہ انتھرولوجی قائم کی جس میں اُنھوں نے چار برن قرار دیے اور انھیں برنوں میں اُن فرقوں اور قوموں کو بتدریج داخل کرتے گئے جنھوں نے اُن کا تمدن اور مذہب قبول کیا۔ مگر یہ بات ایک عرصہ دراز کے بعد ہوئی ہوگی۔ آریہ جب اول بطور ایک فاتح کے داخل ہوئے تو اُنھوں نے یہاں کے قدیم باشندوں کے ساتھ ازدواج اور امتزاج کیا ہوگا اور اس سے ایک نئی نسل کو ترقی دی ہوگی جو آریہ کہلائی بیدخان ایرانی تھے اس کے بعد تورانی آئے اور اُنھوں نے بھی آریوں کا مذہب اختیار کر لیا مگر اپنی انتھرولوجی علیحدہ قائم رکھی۔ ان کا لقب موہ جنطلی ہوا کرتا تھا۔ ان میں سب سے زیادہ بڑی اور زبردست قوم تکشک تھی جن کا نام اب ناگ بنسی مشہور ہے ✤

راجہ پرتھیپت کی ہلاکت کا واقعہ ایک نازک استعارہ ہے جس میں ناگ بنسیوں نے راجہ کو شکست دی تھی اور اُس کا ملک و مال چھین لیا تھا ستھیا قوم کے تسلط کا واقعہ ہندوستان کی کسی تاریخ میں مذکور نہیں مگر یہ قوم بطور ایک فاتح داخل ہندوستان ہوئی تھی اور اس نے اٹک سے لے کر کٹک تک قبضہ کیا تھا۔ اِن کا راج جہاں تک غیر ملک کی تاریخوں سے سراغ ملتا ہے تین چار ہزار برس تک قائم رہا ہے۔ اس قوم کا طوطلی مورث کشپ تھا جس میں زمانۂ حال کی بہت سی ہندو قومیں داخل ہیں۔ اُس میں کاسٹیوں اور کالیستھوں کا فرقہ سب سے نمودار ہے جن کا ایک فرقہ اب بھی ستھیا کے نام سے پکارا جاتا ہے ✤

اب سوال یہ ہے کہ کیا کالیستھ ستھیا کا بگڑا ہوا لفظ ہے یا علمائے سنسکرت نے اپنے مذاق کے موافق بامعنی کرنے کے لیے کچھ قطع برید کی ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مدت دراز کی حکومت

وسکونت کے بعد جب ستھیا قوم نے برہمنون کی اتھولوجی مین شریک
ہونا چاہا تو اُس وقت وہ آزادی باقی نہ رہی ہوگی جو ایرانیون اور
تورانیون کے نظام مذہب مین داخل ہونے وقت تھی اور ستھیا
بطور ایک فاتح ہرگز یہ نہ چاہتے ہون گے کہ اُن مصروف
برنون مین داخل کیے جائین جو اُن سے مغلوب ہو چکے تھے۔
اس لیے قیاس مقتضی ہی کہ برہمنون نے ایک بین بین صورت
پیدا کی یعنی اُنھون نے کہا کہ برہما کے مختلف اعضا وجوارح سے
اور قومین ہین اور آپ کایستھ ہین یعنی آپ کے مورث اعلیٰ کی تخلیق
برہما کے تمام جسم سے ہی۔ پانچوان برن قائم نہ ہو سکتا تھا اور
ستھیا لحاظ اپنے خصائص اور مراتب کے معمولی برن مین داخل
نہ ہونا چاہتے تھے اس لیے سنسکرت کے قاعدہ کی رُو سے ستھیا
سے کایستھ بنائے گئے اور پھر اُن کی پیدائش برہما کے تمام جسم سے
قرار پائی اور اب حال کے پیشہ کے مطابق خطاطی کا رب النوع
ان کا مورث قرار دیا گیا جس کا نام کایستھ کی مناسبت سے چترگپت
ہی جس کے معنی جسم مین غائب ہین۔ علی ہذا ٭

ہندوستان کی بہت سی قومین ایسی ہین جن کا تذکرہ قدیم ہندو
کتابون مین نہین ہی۔ مثال کے طور پر کھتری قوم کو لیجیے جو پنجاب مین زیادہ تر
آباد اور مختلف پیشہ کرتی ہی۔ اس قوم کی پیدائش کا تذکرہ ایک
اُسی قسم کی روایت ہی جیسی عموماً اُن قومون کی نسبت مشہور ہی جن کی
پیدائش رشیون کی طرف منسوب کی جاتی ہی لیکن کھتری جیسا عموماً خیال
کیا جاتا ہی چھتری یا کشتری کا بگڑا ہوا لفظ نہین ہی۔ ہرچند کھتری اور کشتری
کا تلفظ بالکل قریب قریب ہی لیکن ہندوستان مین آج تک چھتری
کوئی قوم نہین ہوئی بلکہ یہ ایک برن ہی جسمین مختلف قومین ہمیشہ
داخل رہی ہین۔ اب بھی کوئی قوم ایسی نہین جو محض چھتری کے
لقب سے ملقب ہو بلکہ وہ اپنے قومی نام کے ساتھ چھتری کا لفظ بطور
اضافت کے شامل کرتے ہین جیسے راٹھور یا کچھواہہ یا چوہان چھتری
وقس علی ہذا۔ اب خیال ہو سکتا ہی کہ کھتری براہ راست چھتری
سے نہین بنا بلکہ کھتری ایک علٰحدہ لفظ ہی اور اُس کے معنی کچھ
اور ہی ہین ٭

اب ایک امر اور قابل غور رہ گیا ہی کہ ہندو برنون کی ابتدا تو برہما
سے ہی مگر قومون کی پیدائش مختلف دیوتاؤن سے بیان کی گئی ہی
جس مین مہادیو اور اُن کی حلیلہ جلیلہ پاربتی کا نمبر اول ہی ہندوستان
کی بیشتر اقوام بتا صلہ اپنی پیدائش انھین مقدس زوجین کیطرف
منسوب کرتی ہین۔ رشیون سے جو قومین پیدا ہوئی ہین ان مین
ایک خاص کنایہ ہی یعنے یہ کہ فلان برہمن یا چھتری کی کوئی حاملہ عورت
فلان رشی کے مکان مین بخوف یا کسی اور وجہ سے پناہ گزین
تھی جس کو اُس رشی نے پناہ دی اور وعدہ اپنی حفاظت مین لیا تھا
کہ جب اُس سے لڑکا پیدا ہو تو وہ مولود انھین کے نام سے مشتہر
کیا جائے۔ اسی روایت کو کھتریون اور بعض کایستھون نے اپنی
پیدائش کا ماخذ قرار دیا ہی۔ بعض قومون کی نسبت اگنی کل یعنی
آتشی نسل ہونا بیان کیا ہی۔ یہ بھی ایک نازک استعارہ ہے۔
اور اس کا مطلب یہ ہی کہ یہ بھی ہندوستان کے باہر کی قومین اور
نسلین ہین اور براہمنو دسنے انکو آگ وغیرہ سے پاک کر کے ہندو
اقوام مین شامل کیا ہی مگر یہ تمام روایتین محض خیالی ہین۔ ان مین
بعض مضحک بھی ہین جو بعض قومون کی پیدائش کی نسبت
بیان ہوئی ہین ٭

نسابی کا کام محض خاندانی بھاٹون کے متعلق تھا۔ راجون اور
مہاراجون کے کرسی نامہ انھین کے نوک زبان تھے اور یہ لوگ جو کچھ
اناپ شناپ کہہ دیا کرتے تھے وہی آمنا وصدقنا ہو جاتا تھا۔ اس
قسم کی روایتین انھین اقوام مین پائی جاتی ہین جنھون نے ہندو

تو اُن اور مذہب قبول کر لیا ہو اور اپنے دیوتاؤن اور دیبیون کی
روایتون کو ہمراہ لائے ہین برخلاف اس کے ہندوستان مین بعض
قدیم قومین ابھی تک اپنی اصلی حالت پر ہین مثلاً کنجوون اور ڈھون
کی ایک بادیہ نشین قوم ہے جو کہتے ہین کہ ہم راجگ چھتری ہین اور
جنگ مہابھارت سے بھاگنے پر چھتریون سے خارج کردیے گئے
اس بیان کی اصلیت چاہے جو کچھ ہو مگر اس سے قیاس ہوسکتا
ہے کہ صحرائی اور وحشی اقوام نکل کر دور ممالک ملک بن گئی ہین اور اب
انکی اصلیت کا پتہ لگانا نہایت دشوار ہے۔ حالیہ درجہ بندی اقوام
کا جو تذکرہ ہوا تو ہندوستان کی بیشتر یا وحشیان خلقت نے یہی سمجھ لیا کہ
اگر اس درجہ بندی مین پسماندہ رہ جائینگے تو بس پھر کہین کے نہ رہینگے۔
ترقی کرنے والی قومون نے کسی طرح کی بےچینی نہین ظاہر کی بلکہ
انکی مدمقابل اور حریف قومین اپنے خیالی حقوق کی حفاظت
مین اٹھ کھڑی ہوئی ہین مگر انکو اس امر کا خیال نہوا کہ یہ درجہ بندی کسی
فرقہ کو دوسرے فرقہ مین شامل کرنے کے لیے نہین ہے بلکہ اُس کا
مقصود اور علت غائی یہ ہے کہ ہندوستان قدیم مختلف اقوام و نسل
کا مسکن اور ملجا ہے۔ اُن کی تحقیقات بلحاظ جسمانی خصائص کے کیجائے
نہ کہ اضافی خصوصیات اور تمدنی ملحوظات سے ایک قسم کی
درجہ بندی قائم کیجائے جس کا کوئی ماحصل اور نتیجہ نہین ہے اس
سے پہلے بھی انگلش مصنفین نے اقوام ہند پر جو کتابین لکھی ہین
اُن مین بھی قدامت کا زیادہ تر خیال رکھا گیا ہے مگر اُن مین مذہبی
روایتین کچھ اس طرح مل جل گئی ہین جس سے قومون کے
جسمانی خصائص پر ایک پردہ سا پڑ گیا ہے اور اب یہ بات صاف نہین
معلوم ہوتی کہ برہمنون مین کون کون قومین داخل ہوئی ہین اور
چھتریون مین کون کون سی نسلین شامل ہین۔ اگرچہ قومین تمدنی
خصائص مین یکسان ہین مگر جسمانی خصائص مین کسی طرح یکسان اور

مساوی نہین ہین۔ پس علم الانسان کے ماہرین حال کے سرکاری
رزولیوشن کے مطابق اقوام ہند کی جسمانی پیمائش کرینگے اور انکا
ایک سلسلہ قائم کیا جائیگا تو ممکن ہے کہ قومون کے متعلق جو خیالات ہین
انکی تصدیق اور تصحیح ہوجائے اور وہ ایک دوسرے سے بلحاظ جسمانی
خصائص کے متمیز ہوسکین۔ اس جدید پیمائش کے سبب سے
وہ خیالات جو فرقون کو اپنی اپنی نسبت ہین بالکل نیست و نابود ہوجائینگے
اور تمام خیالی شجرون کا خاتمہ ہوجائیگا۔ یہ سچ ہے کہ ایک اچھوت
بنگالی اور ایک سکھ مدراسی اور ایک پٹھان مرہٹہ نہین ہوسکتا ہے
لیکن متواتر ازدواج و امتزاج سے انہین بہت کچھ فرق پیدا ہوسکتا ہے
مثلاً ایک سکھ اگر مدت تک بنگالہ مین رہے اور وہین شادی بیاہ بھی
کرلے تو اسمین ذرا بھی شک نہین کہ وہ ایک عرصہ کے بعد بنگالی
ہوجائیگا۔ پس اسکے دریافت کرنے کے لیے کہ وہ کسی زمانہ مین سکھ
تھا ایک بہت بڑی علمی تحقیقات کی ضرورت ہے جس مین رسم و رواج ملک
بھی شامل ہے اور اگر کوئی ایسی تحقیقات ہوئی تو ہر فرقہ کا وہ درجہ قرار پاجائیگا
جو قومیت کے قبل تھا۔ اقوام کوہی مین منگولین قوم کے خون کی جو آمیزش
ہوئی ہے وہ ابھی تک نمودار طریقہ سے معلوم ہوسکتی ہے مگر بعض اقوام کی
نسبت یہ کلیہ نہین قائم ہوسکتا ہے۔ قومون کے باہم امتزاج و ازدواج
کا ہونا ایک ضروری اور لابدی امر ہے اور دنیا کی بڑی بڑی مسلمہ
قومین اسی طرح پیدا ہوئی ہین۔ پس اگر اس تحقیقات مین جو فی الحال ہونے
والی ہے ہندوستان کے تمام فرقون کے ازدواج و امتزاج کی کیفیت قلمبند
کیجائیگی تو اس سے بھی تعصب اور نفرت مین کمی ہوگی جو فی الحال
فرقونکے باہم پھیلی ہوئی ہے اور وہ آیندہ ایک دوسرے مین ملنے اور شیر و شکر
ہونیکی مزید کوشش کرینگے۔ ہمارے ملک مین فرقونکے باہم امتزاج کی بہت
کوشش کیجاتی ہے مگر اور ممالک مین برابر اس معاملہ مین ترقی ہوتی جاتی ہے اور اسیوجہ
سے اُن ممالک مین ایک نیشن ہے مگر ہندوستان مین کوئی مجموعی قوم نہین ہے [illegible]

انگلستان کی اخبار نویسی

ملک انگلستان مین جو رُتبہ اخبارات کو فی زمانہ حاصل ہی۔ اور جس طاقت اور اثر کے وہ مالک ہین، باخبر اشخاص سے پوشیدہ نہین۔ آج سے تخمیناً سوا سو برس پہلے جبکہ فن اخبار نویسی ہنوز عہد طفولیت مین تھا انگلستان کے مشہور سحر البیان مقرر "برک" نے جس کا نام ہندوستان کے اول ترین گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز کے نام کے ساتھ ہمیشہ کے لیے وابستہ رہے گا اخبارات کو "سلطنت کا رکن چہارم" کہا تھا اور اس طرح گویا انھین اُمرا، پیشوایان دین اور عوام کے ساتھ حکومت ملک مین شریک کار قرار دیا تھا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہی کہ آج بیسوین صدی کے ترقی یافتہ زمانہ مین اُس مُلک کے اخبارات کس معراج کمال پر ہونگے۔

ہندوستان مین مغربی تہذیب کی دیگر نیرنگیون کی طرح اخبارات کا دورِ زندگی بھی برٹش حکومت کے آغاز کے بعد شروع ہوتا ہی اس میدان مین پیش قدمی کرنے والون کی انگلستان کے اخبارات ہی نے اپنے نمونہ اور مثال سے رہنمائی کی اور آیندہ بھی ہندوستانی صحافت مین جو جو ترقیان اور تبدیلیان ظہور پذیر ہون گی انکا ایک حد تک مغربی رنگ مین رنگا ہونا یقینی ہی۔

انگلستان مین سنہ ۱۶۲۲ء سے پہلے اخبار معرض وجود مین نہ آئے تھے۔ سب سے پہلا اخبار جس کا پتہ چلتا ہی۔ ۹ راکتوبر سنہ ۱۶۲۱ء کو شائع ہوا تھا اور اس کا نام "کورنیٹ" یعنی ہرکارہ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب ہندوستان مین جہانگیر اور نور جہان کا سکہ چلتا تھا اور اس سے چند سال پہلے شاہ انگلستان کا سفیر مغل اعظم کے دربار مین شرف باریابی حاصل کر چکا تھا۔ یہ اخبار ہفتہ وار نکلتا تھا اور بیس سال تک چلتا رہا۔ شروع شروع مین اخبار نکالنے کی عام اجازت نہ تھی بلکہ پارلیمنٹ یا وزیر سلطنت کی منظوری حاصل کرنا لازمی تھا۔ اس حکم کی خلاف ورزی نہایت سنگین جرم تھا؛ چنانچہ سنہ ۱۶۶۳ء مین ایک شخص مسمی "ٹوئن" کو بلا اجازت اخبار نکالنے کے جرم مین سزاے موت دی گئی۔ سنہ ۱۶۶۵ء مین ایک سرکاری اخبار بنام لنڈن گزٹ جاری ہو، جو اب بھی نکلتا ہی۔ پہلا روزانہ اخبار سنہ ۱۷۰۲ء مین نکلا۔ سنہ ۱۷۰۹ء مین صرف لنڈن کے اخبارون کی تعداد ۱۸ تک پہنچ گئی جن مین سب سے نامی "ٹیٹلر" تھا جو "سٹیل" کے زیر اہتمام ہفتہ مین تین بار نکلتا تھا۔

اِس تعداد مین اور اضافہ ہوتا اگر اخبارات خود اپنے رویہ سے حکومت کو اپنا حریف نہ بنا لیتے۔ اُس زمانہ کی اخبار نویسی کا سب سے ممتاز نشان یہ تھا کہ اعتدال پسندی بالکل مفقود تھی۔ ملکی معاملات پر متانت اور سنجیدگی سے بحث نہین کی جاتی تھی اور حکومت کے خلاف نہایت سخت اور سست لہجہ مین کالم کے کالم سیاہ کیے جاتے تھے۔ ظاہر ہی کہ کوئی حکومت خواہ وہ آزادی کی کتنی ہی حامی ہو اخبارات کے اس رویہ سے چشم پوشی نہین کر سکتی حکومت انگریزی نے بھی مناسب سمجھا کہ اخبارات کے ان نامناسب طرزِ عمل کی روک تھام کی جائے۔ اس غرض سے سنہ ۱۷۱۲ء مین ایک قانون پاس ہوا جس کی رو سے اخبارات پر محصول لگائے گئے اِس تفصیل سے کہ ہر ایک پورے ورق کے لیے ار اور ہر ایک اشتہار کے لیے جو اخبار کیساتھ شائع ہو ۲ ر ــان شلنگون کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے اخبار جو مالی بار کے متحمل نہ ہو سکتے تھے۔ بند ہو گئے لیکن یہ ناممکن تھا کہ اس ذریعہ سے حکومت کے خلاف

نکتہ چینی کا سلسلہ بالکل منقطع ہو جاتا۔ چنانچہ جب اس کارروائی سے خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تو گورنمنٹ نے اخبار نویسوں کو اپنا ہمدرد بنانے کے لیے فیاضی سے ہاتھ روپیہ خرچنا شروع کیا، اور اس طرح انھیں نہ صرف اپنی مخالفت سے روک دیا بلکہ اپنے لیے قوت بازو بنالیا۔ اس پالیسی سے انگلستان کے ایک مشہور وزیر سلطنت والپول نے نمایاں کامیابی کے ساتھ فائدہ اٹھایا۔ روپیہ کے علاوہ گورنمنٹ کے پاس ایک اور ذریعہ بھی اخبار نویسوں کی مدد حاصل کرنے کا تھا یعنی سرکاری اخبار لندن گزٹ کی ایڈیٹری ایسے اخبار نویسوں کو جو پولیٹکل مباحث میں گورنمنٹ کی حمایت میں حصہ لیتے تھے اُن کی خدمات کے صلہ میں دی جاتی تھی۔

ان تدابیر پر وقتاً فوقتاً حسب ضرورت عمل کیا جاتا رہا لیکن اخبارات کا رویہ مستقل طور پر اصلاح پذیر نہ ہوتا تھا اور اُن کے طرزِ عمل کی گورنمنٹ برابر شاکی رہتی تھی۔ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ جس چیز سے منع کیا جائے اُسی کی زیادہ حریص ہوتی ہے الانسان حریص علی ما منع۔ اخبارات بھی جوں جوں اُن پر پابندیاں سخت کی جاتی تھیں اور زیادہ بگڑتے تھے، لیکن گورنمنٹ بھی اپنی پالیسی پر معاندانہ نکتہ چینی پسند نہ کرتی تھی اس لیے جو اخبار نویس اس کی ناراضگی کا باعث ہوتے تھے اُن پر شر انگیز مضامین کی بنا پر مقدمات چلائے جاتے تھے جن کا نتیجہ عموماً یہ ہوتا تھا کہ عدالتوں سے انھیں جرمانہ یا قید کی سزا ملتی تھی اور بعض حالتوں میں اخبار بالکل بند کر دیے جاتے تھے۔ چنانچہ ۱۷۶۲ء میں پارلیمنٹ کے ایک ممبر مسٹر جان وائلکس نے "نارتھ برٹن" نامی ایک اخبار جاری کیا جس کے معرض وجود میں آنے کی واحد غرض و غایت یہ تھی کہ لارڈ بیوٹ وزیر اعظم وقت کی حکومت اور دربار شاہی کو تا بحد امکان نکتہ چینی بنایا جائے۔ اس اخبار کے پینتالیسویں نمبر میں بادشاہ کی تقریر پارلیمنٹ پر ایک آرٹیکل نکلا جس کا لہجہ اس قدر درشت و نامُلائم تھا کہ حکومت نے اخبار کو بند کر دیا اور اس کے ایڈیٹر کو گرفتار کر کے اُس پر مقدمہ قائم کیا۔ چونکہ ایڈیٹر پارلیمنٹ کا ممبر تھا اور اس زمانہ میں پارلیمنٹ کے ممبروں کے خاص حقوق ہوتے تھے اس لیے عدالت نے اُسے چھوڑ دیا۔ حکومت کی اس ناکامیابی سے اُس کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا اور اس نے وہی قابل اعتراض آرٹیکل پھر شائع کر دیا۔ لیکن اس کی بار کا نتیجہ اس کے حق میں بہت بُرا نکلا۔ حکومت نے اُسے دارالعوام سے علیحدہ کر دیا اور قانون کی حفاظت سے خارج کر دیا۔ ۱۷۶۸ء تک وہ انگلستان سے باہر رہا لیکن اس سال باوجودیکہ خارج از حفاظت قانون کا حکم اُس کے برخلاف ہنوز موجود تھا وہ لندن واپس چلا آیا اور آتے ہی پھر پارلیمنٹ کا ممبر منتخب ہو گیا۔ پارلیمنٹ سے اُسے دوبارہ علیحدہ کیا گیا اور اس کی لیے دو سال کی قید بھی ملی لیکن ۱۷۷۴ء میں وہ پھر منتخب ہو گیا اور ۱۷۹۰ء تک برابر دار العوام کا ممبر رہا۔

وائلکس کی جد و جہد سے اخبارات کی آزادی کی تحریک کو بہت تقویت پہنچی اور ان کا یہ حق تسلیم کر لیا گیا کہ پبلک معاملات پر اُن میں بحث کی جائے۔ اِن ہی دنوں میں ایک اور اہم واقعہ رونما ہوا جو تاریخ صحافت میں قابل یادگار ہے یعنی ۱۷۶۸ء میں لندن کے ایک اخبار "پبلک ایڈورٹائزر" نامی میں جونیس کے خطوط کی اشاعت شروع ہوئی۔ اِن خطوں میں اس وقت کے وزیرانِ سلطنت اور دربار شاہی کے ارکین پر نکتہ چینی کی گئی تھی۔ اِن کی تعداد ۷۰ تھی اور اِن کا سلسلۂ اشاعت ۲۱ نومبر ۱۷۶۹ء سے شروع ہو کر ۲۱ جنوری

سنہ ۱۷۷۲ء کو ختم ہوا تھا۔ یہ خط ایک فرضی نام جونیس کی طرف سے شائع ہوتے تھے اور آج تک اس امر کا فیصلہ نہیں ہو سکا کہ ان کا لکھنے والا کون تھا۔ قیاس کیا جاتا ہی کہ ان کا مصنف ایک شخص فلپ فرینسس نامی تھا جو اس وقت دفتر جنگ مین ہیڈ کلارک تھا اور بعدازان سنہ ۱۷۷۴ء سے ۱۷۸۱ء تک ہندوستان مین وارن ہیسٹنگز کی کونسل کا ممبر رہا۔ تاریخ سے واقف اصحاب اچھی طرح جانتے ہین کہ اس نے معاملات سلطنت مین گورنر جنرل کی کس قدر مخالفت کی اور پھر کس طرح دونون کے درمیان "ڈیوال" لڑا گیا جس کے بعد فرینسس ولایت چلا گیا۔ ان خطوط کے شائع ہونے پر جونیس پر حکومت کی طرف سے مقدمہ قائم کیا گیا۔ لیکن اُس مین گورنمنٹ کو ناکامیابی ہوئی۔ اس واقعہ سے یہ امر طے ہو گیا کہ اخبارات کو نہ صرف وزیران سلطنت بلکہ بادشاہ پر بھی نکتہ چینی کا حق حاصل ہی۔

پارلیمنٹ کے اجلاس کی کارروائی کا شائع کرنا بھی حکومت کی خواہش کے خلاف تھا اور جو اخبار اس جسارت کے مرتکب ہوتے تھے اُن کے خلاف قانون کی مشین کو حرکت مین لایا جاتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اخبارات نے اس حق پر بھی اصرار کرنا شروع کیا چنانچہ سنہ ۱۷۷۲ء سے سنہ ۱۸۰۳ء تک ایک اخبار "مارننگ کرانیکل" دونون ایوانون کے اجلاس کی کارروائی باقاعدہ اور بالتفصیل شائع کرتا رہا۔ اس وقت سے آج تک اگرچہ اب بھی پارلیمنٹ کی کارروائی چھاپنا ویسا ہی جرم ہی۔ اس معاملہ مین حکومت برابر چشم پوشی کرتی رہی ہی۔

اخبارات پر محصول لگانے کی پالیسی جس کا آغاز سنہ ۱۷۱۲ء مین ہوا تھا حکومت کی نظرون مین ایک عرصہ تک مستحسن رہی اور باوجود پبلک کی مخالفت کے اس پر برابر عملدرآمد ہوتا رہا۔ جب محصول اول بار لگائے گئے تو نسبتاً ہلکے تھے لیکن امتداد زمانہ کے ساتھ اُن مین اضافہ ہوتا گیا حتی کہ بڑھتے بڑھتے پہلے سے چارگُنا ہو گئے۔ ظاہر ہی کہ اس بارِ گران کے نیچے اخبار خاموش نہ بیٹھ سکتے تھے اور اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے انکا جدوجہد کرنا قدرتی تھا۔ پبلک کو بھی اس مصیبت مین ان کے ساتھ ہمدردی تھی اور ان کی اعانت کے لیے ایک عام آمادگی پائی جاتی تھی۔ دوسری طرف اخبارات پر مقدمہ چلائے جانے کی پالیسی سے بھی عام طور پر لوگ ناخوش تھے اور اسے حکومت کے اختیارات کا ناجائز استعمال سمجھتے تھے چنانچہ پریس کی آزادی کے لیے ایک زبردست تحریک شروع ہوئی جس نے جلد ہی ایسی صورت اختیار کر لی کہ حکومت اس پر مجبور ہوئی کہ اخبارات کے متعلق اپنی پالیسی کو بدل دے۔ چنانچہ ملکہ وکٹوریہ کے عہد کے آغاز مین معاندانہ نکتہ چینی کی بنا پر مقدمات قائم کیا جانا ترک کر دیا گیا اور اس سے کوئی پچیس[25] سال بعد تمام وہ محصول بھی جو اخبارات پر ڈیڑھ صدی سے چلے آتے تھے یکقلم موقوف کر دیے گئے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہین کہ صرف پبلک مخالفت سے دب کر حکومت وقت نے ایسا کیا نہین بلکہ اس پالیسی کو ترک کرنے کے لیے ایک اور وجہ موجہ بھی موجود تھی۔ یعنی اٹھاروین صدی کے مقابلہ مین اب اخبارات کا لہجہ بہت کچھ اصلاح پذیر ہو گیا تھا اور ایک صدی کے تجربہ سے فائدہ اُٹھا کر اُنھون نے متانت اور سنجیدگی سے پولٹیکل معاملات پر بحث کرنے کی قابلیت پیدا کر لی تھی۔ ایسی حالت مین اگر گورنمنٹ محض ہٹ دھرمی سے پُرانے طرز عمل پر قائم رہتی تو سراسر انصاف کے خلاف ہوتا۔

انیسوین صدی کے وسط سے اخبارات کے ایک نئے دور کا

افتتاح ہوتا ہے اور وہ ایک نئی دنیا مین قدم رکھتے ہین - آج تک آزادی سے وہ بلکل محروم تھے اور انواع و اقسام کی پابندیون اور بندشون نے اُن کا ناک مین دم کر رکھا تھا - اِن کی زندگی محض گورنمنٹ کی خوشنودی پر منحصر تھی اور اُن کی پالیسی حکومت کی طرف سے معین کی جاتی تھی - محصولون کا بار انھین بہت گران گذرتا تھا اور مقدمات چلائے جانے کی دھمکی ایک شمشیر بے نیام تھی جو ہمیشہ ان کے سر پر معلق رہتی تھی - لیکن اب اُنکی قسمت نے پلٹا کھایا اور اُن کے بھلے دن آئے - حکومت نے رفتار زمانہ کو دیکھ کر پابندیان اُٹھا دین محصول موقوف کر دیے مقدمات قائم کرنے کی پالیسی کو خیرباد کہا اور اخبارات کو آزادی دی اور آزادی کے ساتھ تہذیب فکری مرحمت کی ٭

آزادی ملنے کے ساتھ ہی اخبارات مین ایک نئی رُوح پیدا ہو گئی اور انھون نے ترقی کے میدان مین جلدی جلدی قدم مارنا شروع کیا - چنانچہ بین چوتھائی صدی کے قلیل عرصہ مین ان مین وہ تبدیلیان اور ترقیان ہوئین کہ اُس وقت کے اور آج کے اخبارون مین زمین آسمان کا فرق نظر آتا ہے ٭

محصول موقوف کیے جانے کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ اخراجات کم ہو جانے کی وجہ سے ملک بھر مین نئے اخبار نکلنے شروع ہو گئے اور روزانہ اخبارات کی تعداد مین بہت بڑا اضافہ ہو گیا - وہ بھی زمانہ تھا جب لنڈن سے کل اٹھارہ اخبار نکلتے تھے حالانکہ آج اُن کی تعداد چار سو سے بھی زیادہ ہے اور اگر سارے ملک کے اخبارون کو شمار کیا جائے تو اُنکی مجموعی تعداد دو ہزار تین سو سے بھی متجاوز ہوتی ہے - یہ سنہ ۱۹۱۰ء کے اعداد ہین اور ان مین رسایل، جراید اور دیگر موقت الشیوع شامل نہین - اگر انھین بھی شمار مین شامل کیا جائے تو مجموعی تعداد پانچ ہزار سے بھی بڑھ جاتی ہے ٭

اِن ہی دنون مین ڈیلی ٹیلیگراف اور ڈیلی کرانیکل جو آج کل انگلستان کے مشہور اخبارات مین سے ہین صفحہ ہستی پر آئے - ڈیلی ٹیلیگراف خاص طور پر قابل ذکر ہے کیونکہ یہ پہلا اخبار تھا جس کی قیمت ارنی پرچہ رکھی گئی - اس سے پہلے اخبارون کی قیمت بہت زیادہ ہوتی تھی - چنانچہ جب محصول اپنے انتہائی زور پر تھے تو روزانہ اخبار سات پنی پرچہ سے کم قیمت پر نہ بکتے تھے - رفتہ رفتہ دوسرے اخبارون نے بھی اپنی قیمت کم کر دی اور ارنی پرچہ کا عام رواج ہو گیا ٭

قیمت مین تخفیف اس وجہ سے بھی ہوئی کہ اخبار اب بہت زیادہ تعداد مین چھپنے لگے تھے - ظاہر ہے کہ قیمت اور تعداد اشاعت مین ہمیشہ گہرا تعلق ہوتا ہے - اگر اخبار کی اشاعت زیادہ ہو تو قیمت کم ہوتی ہے اور اگر اشاعت کم ہو تو قیمت لازمی طور پر زیادہ ہوتی ہے - شروع مین اخبارون کی اشاعت محدود ہوتی تھی - ایک تو اس لیے کہ چھاپے کے فن نے زیادہ ترقی نہ کی تھی - اس لیے زیادہ تعداد مین روزانہ اخبار چھاپے نہ جا سکتے تھے دوسرے اخبارات تقسیم کرنے کے لیے آسانیان نہ تھین اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک عجلت کے ساتھ اخبار پہنچانا اُس زمانہ کے ذرائع رسل و رسائل کے غیر ترقی یافتہ ہونے کی وجہ سے آسان نہ تھا - نتیجہ یہ تھا کہ چوٹی کے دو تین اخبارات کو چھوڑ کر دوسرے اخبار بہت ہی کم تعداد مین چھپتے تھے - چنانچہ ٹائمز صرف پچاس ہزار روزانہ کی اشاعت رکھ کر جو آج کل کے معیار کے مطابق معمولی اشاعت ہے سب سے اول نمبر پر تھا اور کسی اور اخبار کی اشاعت اس کے لگ بھگ بھی نہ تھی لیکن چھاپے کے فن مین روز بروز ترقی ہو رہی تھی اور وہ دن دور نہ تھا جب

اخبارون کا حیرت انگیز تعداد مین چھاپا جانا ممکن ہونے والا تھا۔ ۱۸۱۴ء مین اسٹیم پریس کا رواج شروع ہوا جس سے پہلی معتد بہ ترقی ہوئی۔ ۱۸۴۶ء مین ہو کی ایجاد کردہ مشینون سے کام لیا جانے لگا، اور اس سے بیس سال بعد والٹر پریس کا استعمال شروع ہوا۔ اس کے بعد آج تک چھاپے کی مشینون مین برابر اصلاحین ہوتی رہی ہین۔ اور آج یہ فن اس قدر ترقی کر گیا ہی کہ ایک گھنٹہ مین ۲۰ صفحون کا اخبار ۸۰۰۰ ہم کی تعداد مین چھاپا جا سکتا ہی اور چھپنے کے علاوہ مشین سے ہی تہ ہو ہو کر اس حالت مین نکلتا ہی کہ نکلتے ہی ڈاکخانہ کے حوالہ کیا جا سکتا ہی۔ کلکتہ کا مشہور انگلو انڈین اخبار اسٹیٹسمین بھی ایسی مشینون پر چھپتا ہی جو ایک گھنٹہ مین ۲۵۰۰۰ کاپیان چھاپ سکتی ہین +

شروع مین خبرین حاصل کرنے کے ذرائع اس قدر ناقص تھے کہ ایڈیٹرون کے لیے ایک مختصر سا اخبار بھی باقاعدہ نکالنا مشکل تھا۔ چنانچہ انگلستان مین جو سب سے پہلا اخبار نکلا تھا۔ اُس مین عموماً غیر ملکی اخبارات کے اقتباسات اور تراجم ہوتے تھے لیکن آج کل ریل اور تار کے عام رواج سے دور و نزدیک کی خبرین مفصل اور بعجلت حاصل کرنا آسان ہو گیا ہی اور بڑے سے بڑے اخبارون کے لیے خبرون کی کوئی کمی نہین ہوتی +

خبرین حاصل کرنے کے دو ذرائع ہین۔ نیوز ایجنسیز اور خاص نامہ نگار۔ سب سے پہلے رائٹر کی ایجنسی ۱۸۴۹ء مین جرمنی کے ایک شہر ایکس لاشپیل مین قائم ہوئی جس نے تمام دنیا کی خبرین بہم پہنچانے کا بیڑا اُٹھایا۔ ۱۸۵۱ء مین رائٹر کی ایک شاخ انگلستان مین کھلی لیکن جب تک ٹائمز نے ۱۸۵۸ء مین اُس کی سرپرستی شروع نہ کی اُسے کامیابی نہ ہوئی۔ پھر ۱۸۶۹ء مین سنٹرل نیوز اور ۱۸۶۸ء مین پریس ایسوسی ایشن قائم ہوئی جن اندرون ملک کی خبرین بہم پہنچاتی ہین۔ غیر ممالک کی خبرون کے لیے متعدد اخبارات کے اپنے اپنے نامہ نگار بڑے بڑے شہرون مین ہوتے ہین جو وقتاً فوقتاً خاص خبرین بذریعہ تار بھیجتے رہتے ہین۔ لیکن یہ خبرین محض رائٹر ایجنسی کی خبرون کی کمی کو پورا کرتی ہین +

ایک روزانہ اخبار پر سرسری طور پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہی کہ اس مین ایک حصہ تو اشتہارون کا ہی اور دوسرا حصہ پڑھنے کے قابل مضامین کا۔ اخبار کے پڑھنے والون کی نظر مین اشتہار چندان قابل وقعت نہین ہوتے اور شاید اُن مین سے بہت سے اس کے خواہشمند ہوتے ہین کہ ان کے بجائے بھی دوسرے مضامین ہون لیکن خود اخبارون کی ہستی کے لیے اشتہارات نہایت ضروری بلکہ لابدی ہین اور ان کے حق مین ایسے ہی ہین جیسے کھیتی کے لیے پانی یا زندگی کے لیے خون۔ ان کی بدولت اخبارات کو اس قدر آمدنی ہوتی ہی کہ وہ خریدارون سے نہایت معمولی قیمت وصول کر کے بھی اپنی ہستی قائم رکھ سکتے ہین۔ اشتہارات کی اہمیت کی وجہ سے ہر ایک اخبار کے دفتر مین اُن کے انتظام کے لیے ایک علٰحدہ صیغہ ہوتا ہی جس کا ایڈیٹوریل اسٹاف سے مُطلق کوئی تعلق نہین ہوتا +

اشتہارات کو چھوڑ کر ایک روزانہ اخبار کے مضامین بالعموم نُو قسم کے ہوتے ہین۔ ایڈیٹوریل مضامین اور نوٹس، سرکاری اعلانات، مضامین خاص اور مراسلات، ممالک غیر کی خبرین پولیٹکل خبرین، عدالت اور پولیس کی کارروائیان، مالی اور تجارتی خبرین، گھوڑدوڑ وغیرہ کی خبرین اور اندرون مُلک کی عام خبرین +

مضامین خاص: ان سلسلات میں ہر ایک اخبار کا ایک معتد بہ حصہ ہوتے ہیں اور ان میں مختلف موضوعوں پر بحث ہوتی ہے۔ کسی میں تھیٹر کے تماشوں پر تنقید ہوتی ہے، کسی میں راگ کے جلسوں کا ذکر ہوتا ہے، کسی میں نئی شائع شدہ کتابوں پر تبصرہ ہوتا ہے۔ ان سلسلات میں یا تو عام پبلک کی تحریریں ہوتی ہیں یا خاص نامہ نگاروں کی اور ان میں زمانہ حاضرہ کے امور پر بحث ہوتی ہے یا ایسے مسائل کا ذکر ہوتا ہے جو زیر تحقیقات ہیں یا جن میں عام طور پر دلچسپی لی جا رہی ہے۔

مالی اور تجارتی خبریں ایک خاص نائب ایڈیٹر کے متعلق ہوتی ہیں جسے عموماً سٹی ایڈیٹر کہا جاتا ہے۔ اس کا کام ہوتا ہے کہ روپیہ کی منڈی کی حالت پر ریویو لکھے، کمپنیوں کے حصص کی تازہ ترین قیمتیں بتائے اور بڑے بڑے تجارتی اور مالی سودوں کا ذکر کرے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ شروع میں پارلیمنٹ کے اجلاس کی کارروائی چھاپنا ناجائز تھا اور جو اخبار علی الرغم قانون اُس کو اپنے کالموں میں جگہ دیتے تھے ان کے خلاف حکومت سخت کارروائی کرتی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ اخبارات کا یہ حق بھی تسلیم کیا جانے لگا حتی کہ ۱۸۳۵ء میں پارلیمنٹ نے پریس کے رپورٹروں کے لیے اپنے دروازے کھول دیئے اور انہیں سٹرینجرز گیلری میں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ آج یہ صورت ہے کہ کم سے کم ۲۱۰ قائم مقامان اخبارات کے لیے دارالعوام میں گنجائش رکھی گئی ہے جہاں اُن کے لیے ایک اول درجہ کے اخبار کے دفتر کے علاوہ ایک عمدہ کلب کے فوائد اور آسانیاں بھی مہیا ہوتی ہیں۔ ان قائم مقاموں کا یہ کام ہوتا ہے کہ اپنے اپنے اخبارات کے لیے پارلیمنٹ کے مباحثوں کی رپورٹ قلمبند کرتے ہیں جو اخبار میں پولیٹیکل خبروں کے عنوان کے نیچے چھپتی ہیں۔ اس کے علاوہ دارالعوام کے ممبروں نے جو پولیٹیکل گپ سنتے ہیں اُسے بھی اخبار کے لیے لکھ بھیجتے ہیں۔

ان سب مضامین اور خبروں کو مرتب کرنے کے لیے کم سے کم نصف درجن نائب ایڈیٹروں کی ضرورت ہوتی ہے جو اخبار کو پریس کے لیے تیار کرتے ہیں۔ ان کا کام ہوتا ہے کہ تاروں کو کوڈ کے الفاظ سے بدل کر معمولی عام فہم الفاظ میں لائیں یا تار کی ضروریات کی وجہ سے جو کمی یا سقم ان کے الفاظ میں ہو اُسے پورا کریں۔ رپورٹروں کی تحریروں میں گنجائش کے مطابق قطع و برید کریں۔ ہر ایک چیز کو پڑھیں، صحیح کریں۔ علامات وقفہ لگائیں اور مناسب سرخیاں و عنوان قائم کریں۔ ان کا فرض ہوتا ہے کہ اخبار میں لکھنے والے مضامین کے لفظ لفظ سے واقف ہوں تاکہ کوئی ایسا ریمارک شائع نہ ہونے پائے جس سے کسی شخص کی حیثیت عرفی کا ازالہ ہوتا ہو یا جو اخبار کی اختیار کردہ پالیسی کے متناقض ہو۔

نائب ایڈیٹر ایک چیف ایڈیٹر کے زیر ہدایت کام کرتے ہیں جو اس ساری مشین کا انچارج ہوتا ہے۔ ایڈیٹر کا عہدہ انگلستان میں نہایت وقیع اور معزز سمجھا جاتا ہے اور بڑے بڑے قابل آدمی اسے مایۂ عزت و فخر سمجھ کر قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستان کے ایک سابق وزیر لارڈ مارلے جن کا نام نامی ۱۹۰۹ء کی اصلاحات کونسل کے ساتھ وابستہ ہے اوائل عمر میں اخبار پال مال گزٹ کے ایڈیٹر تھے۔ اس عہدہ کی عزت صرف نام ہی کی نہیں ہوتی بلکہ تنخواہ بھی گراں قدر رکھتی ہے چنانچہ بعض ایڈیٹر ۳۰۰۰ پونڈ سالانہ تک تنخواہ پاتے ہیں جو ہندوستان میں ہائیکورٹ کے جج کی تنخواہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ بے حد طاقت اور اثر کے مالک ہوتے ہیں۔ ان حالات میں یہ کہنا کہ وہ ایڈیٹری کی کرسی کو چھوڑ کر وزیر سلطنت کی مسند پر بیٹھنے کی پروا نہیں کرتے، ذرا بھی مبالغہ آمیز نہیں۔

حکیم محمد حسین

(جرجی زیدان)

تاریخ زندگی

جرجی زیدان کی دنیا کا یہ نامور علم پرور ادیب شہر بیروت ملک شام مین بتاریخ ۱۴ دسمبر ۱۸۶۱ء پیدا ہوا۔ اور ابتدائی کتابین بیروت ہی کے بعض ابتدائی مدرسون مین پڑھین لیکن ابھی بارہ سال کی عمر کو بھی نہین پہنچا تھا کہ زندگی کی ضروریات اور گرد و پیش کے حالات نے اس کو مجبور کیا کہ مدرسہ چھوڑ کر اپنے باپ کے کاروبار اور اسباب معاش مین اُس کا ہاتھ بٹائے ــ آخر مصروف ہونا پڑا۔ تاہم اس فطری میلان اور طبعی رجحان نے جو علم و ادب کی تحصیل کی طرف تھا نہ چاہا کہ تھوڑی بہت فرصت جو ملجاتی ہو اُس سے فائدہ نہ اُٹھائے۔ بلکہ جو کوئی کتاب ہاتھ لگ جائے اس کو خالی وقت مین پڑھنا یا اُسے اہل علم کی صحبت و گفتگو مین صرف کرنا چاہیئے!۔ لہذا وہ اثنائے فرصت مین بطور کھیل کے تصویرین بنایا کرتا، یہی اُس کا کھیل تھا اور یہی تفریح، یہانتک کہ اُس کی کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس پر اُس نے اپنی تصویر نہ بنائی ہو غرض پہلے تو وہ پڑھتا، جب پڑھتے پڑھتے تکان سی محسوس ہونے لگتی تو اِسی قسم کے مشغلہ مین اپنا وقت صرف کرتا تاکہ وقت بیکار نہ جائے۔ اِسی زمانہ مین جرجی زیدان نے "مدرسہ لیلیہ" (رات کے مدرسہ) مین پانچ ماہ کے عرصہ مین انگریزی زبان حاصل کر لی، اور حال یہ تھا کہ سارا دن اور رات کا اول حصہ تو کام کاج مین گزر جاتا اور آخری رات کا حصہ جرجی زیدان پڑھنے مین صرف کرتا تھا وہ نہ کثرت کار سے گھبراتا تھا اور نہ یہ جانتا کہ تھکن کیا چیز ہے۔ بلکہ اکثر و بیشتر ایسا ہوتا کہ رات دن برابر مصروفیت مین گزر جاتے تھے، اور وہ اس سے نہ ڈرتا کہ اس قدر کام کرنے اور رات دن مشغول رہنے سے صحت پر کوئی بُرا اثر پڑے گا۔

اس انتہائی دلچسپی و انہماک کے سبب سے جو اس نامور شخص کو علم اور اہل علم کے ساتھ تھا وہ بیروت کی ایک سوسائٹی کا جس کا نام "جمعیۃ شمس البر" تھا ممبر ہو گیا۔ یہ ایک ادبی سوسائٹی تھی اور اس کے اکثر ممبر امریکن کالج کے طلبہ تھے۔ چنانچہ اس سوسائٹی نے موصوف کے علمی ذوق و شوق کے لیے تازیانہ کا کام دیا، اور جو رغبت و دلچسپی پہلے تھی اُس مین پہلے سے دونا اضافہ کر دیا۔ اس طور سے کہ تمام ممبرون نے جرجی زیدان کی شرکت و صحبت پر بہت اظہار مسرت کیا، اور اکثر اوقات کرتے رہے، اور اُس کے لکچرون اور تقریرون کو شوق و رغبت سے سُن سُن کر اُسکے دل کا حوصلہ بڑھاتے رہے تاکہ وہ پڑھنے لکھنے مین اور زیادہ جی لگائے۔ یہ طلبہ اکثر امریکن کالج کے سالانہ جلسون مین بھی مدعو کرتے تھے، تاکہ وہ بڑے بڑے لوگون کے علمی لکچرز اور مباحثے سُنے۔ جرجی زیدان جلسون مین آتا، مگر وہان سے علمی ادبی تقریرین سنکر اکثر اوقات نہایت غمگین اور افسردہ دل ہو کر نکلتا، اور اُس کا دل غیرت و حمیت سے چُھپا جاتا تھا۔ احباب نے اُس کی دلی حالت کو بھانپ لیا اور ایک بار جلسے سے نکلتے وقت اُس کے خاص احباب مین سے ایک شخص نے پوچھا کہ اس دل گرفتگی اور اُداسی کا سبب کیا ہے؟ تو جرجی زیدان نے کہا "کیا کبھی کوئی ایسا دن بھی آئے گا کہ مین اِن فاضل مقررون کی جگہ کھڑا ہون گا، اور دیکھون گا کہ میرے سامنے میرے کلام کے لیے لوگ کان لگائے ہوئے منتظر ہین" ❖

آخر ۱۸۸۱ء میں جرجی زیدان نے اپنے طبعی تقاضون سے تنگ آکر بالکل تہیہ کرلیا۔ اپنے کاروبار کو ترک کرکے حصول علم مین ہمہ تن مصروف ہو جائے۔ تب اُس نے سوچا کہ علم طب کے علمی تقرب کا بہترین وسیلہ ہے اور اس سے کسب معاش مین بھی مدد ملے گی۔ یہ طے کرکے اپنے بعض احباب خاص سے جو امریکن کالج کے طلبہ مین سے تھے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور مشورہ لیا۔ اُنھون نے جرجی زیدان کے ارادہ کی بہت تعریف و تائید کی لیکن اُس کے ساتھ ہی یہ بھی راے دی کہ یہ راستہ بہت دشوار گذار ہے اس سے الگ رہنا چاہیئے کیونکہ ابتدائی علوم پڑھنے کے لیے بہت زیادہ وقت چاہیئے جس کی مدت دو سال سے کسی طرح کم نہین اس کے علاوہ چار سال طب کی تکمیل کرنے کیلیے اور درکار تھے۔ مگر اس مشورہ نے جرجی زیدان کے عزم کو ذرا بھی کمزور نہ کیا۔ چنانچہ اُس نے تمام ابتدائی کورس اپنے ایک عزیز دوست سے صرف ڈھائی ماہ مین پڑھ ڈالا۔ اتنے مین مدرسہ کھلنے اور داخلہ کا وقت بھی آ پہنچا۔ لہذا اُس نے امتحان کی تیاری کرکے شرکت کی، اور فلسفہ طبیعیہ اور ہندسہ اور جبر و حساب و انگریزی عربی دونون زبانون مین وہ اپنے تمام ساتھیون سے گوے سبقت لے گیا اور طبی کالج مین داخل ہوگیا ✦

پہلے سال ہی مین یہ نہایت محنت اور شوق و رغبت سے یاد کرنے اور پڑھنے کی وجہ سے کالج بھر مین ضرب المثل ہوگیا۔ اور سالانہ امتحان مین، لاطینی زبان اور فن کیمیا مین اپنی جماعت کے تمام طلبہ سے بہتر سارٹیفکٹ حاصل کیا۔ باوجودیکہ تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ فکرِ معاش مین بھی مصروف رہا اور گو اپنے تمام ہم جماعت طلبہ سے وہ فوق لے گیا تھا مگر اُس کی ہردلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ اس کے ساتھ کسی نے کچھ رشک و حسد کا برتاؤ نہین کیا جیسا کہ اکثر ہم پیشون مین ہوجاتا ہے۔ بلکہ بخلاف اس کے سب کے سب طلبہ اُس کی کامیابی پر نہایت درجہ اظہار مسرت کرتے تھے اور اُنھون نے جرجی زیدان کو محنت و ذہانت کی ایک مثال بنا لیا تھا۔ کیونکہ موصوف سے وہ بہت انس رکھتے تھے اور اس انس کا باعث جرجی کا عمدہ اخلاق تھا اُس نے اپنی خوش اخلاقی اور خلوص محبت سے سب طلبہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا ✦

دوسرے سال جرجی زیدان پھر کالج واپس آیا، مگر ابھی دو مہینے بھی نہ گزرے تھے کہ کالج کے اندرونی نظام مین گڑبڑ مچ گئی اور ایک ہنگامۂ عظیم برپا ہوگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کالج سے کئی ہونہار طلبہ نکال دیے گئے۔ انھین مین جرجی زیدان بھی تھا۔ اُس نے اور اُس کے احباب نے اب یہ سوچا کہ شام مین مشاہیر حکماء کی جو انجمن ہے اُس مین فن دواسازی وغیرہ کا امتحان دینے کی تیاری کرنا چاہیئے یہ ایک بڑی با اثر اور باقاعدہ انجمن تھی۔ اس کے ممبرون مین کرنیل مراد بک فوجی افسر الاطباء اور مرحوم ڈاکٹر فانڈیک وغیرہ ایسے ایسے ماہر اطباء تھے۔ چنانچہ جرجی زیدان نے لاطینی زبان اور طبیعیات اور علم الحیوانات علم نباتات جیالوجی اور کیمیائے عضویہ اور کیمیائے معدنیہ اور علم تحلیل کیمیاوی اور مواد طبیعۃ مین اور قرابادین علمی و عملی مین کامیابی و سند حاصل کی۔ اس کے بعد وہ مصر چلا گیا تاکہ مدرسۂ قصر عینی مین طب کی تکمیل کرے۔ مگر یہان طبی سارٹیفکٹ ملنے کے لیے ایک مدت دراز درکار تھی۔ اس نے جرجی زیدان کو علم طب کی طرف سے بددل کردیا اور اُس کے ارادہ کو بدلدیا لہذا وہ علمی کامون کی طرف جھک پڑا اور تقریباً ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ عرصہ تک اخبار "الزمان" کی ایڈیٹری کے فرائض

انجام دیتا رہا۔ (ان دنون یہی صرف مصر کے روزانہ اخبارون مین رہ گیا ہی)۔

اس کے بعد ہی ۱۸۸۴ء مین سوڈان پر غردون پاشا کو سوڈانیون کے ہاتھ سے رہائی دلانے کے لیے فوجی حملہ ہوا۔ جرجی زیدان ایک وقت تک کے لیے اپنے علمی مشغلہ کو ترک کرکے جنگی خبرین لکھنے اور مترجمین کے عہدہ پر مقرر ہو کر فوج کے ساتھ چلا گیا۔ محض اس سبب سے کہ اُسے ان ممالک کے حالات معلوم کرنے کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ تقریبًا دس مہینے وہان میدان جنگ مین صرف کیے۔ اُسے بڑے بڑے جنگی معرکون مین حاضر ہونے کا اتفاق ہوا اور نہایت دل ہلا دینے والے منظر اُس کی نظر سے گزرے۔ وہ اپنی آنکھون سے دیکھتا تھا کہ میدانون مین توپون کے گولے گرتے اور پھٹتے ہین۔ اُس نے سیکڑون ہزارون مرنے والون کی لاشون کو خاک وخون مین تڑپتے اپنی آنکھون سے دیکھا۔ آخر دس ماہ گزرنے کے بعد فوج کے واپس آنے پر جرجی زیدان بھی مصر واپس آیا اُس نے مصری اور انگریزی اور ایک خاص فوجی تمغے اپنے حسن کارگزاری کے صلہ مین پائے۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن جس قدر زمانہ گزرتا جاتا تھا، اُسی قدر اُس کا رجحان علمی بڑھتا جاتا تھا۔ لہذا میدان جنگ سے واپس آنے کے بعد مصر مین زیادہ ٹھہرنا پسند نہین کیا بلکہ فوراً ہی وہ ۱۸۸۵ء مین بیروت چلا گیا۔ یہان پہنچنے کے تھوڑے دنون بعد ہی ایک مشرقی علمی سوسائٹی نے اُس کو سکریٹری بنانے کی خواہش ظاہر کی۔ اُس نے منظور کرلیا، اور دس مہینے بیروت مین قیام کیا۔ اِس دوران مین وہ مشرقی زبانون کا برابر مطالعہ کرتا رہا۔ چنانچہ اُس نے اس مدت مین عبرانی اور سریانی زبانین اور اُن کی دوسری ہمنون (زبانون) کو پڑھ ڈالا۔ اُس کے بعد ہی اپنی کتاب "الفاظ العربیہ والفلسفة اللغویہ" تالیف کی (اس کتاب کا ذکر جرجی زیدان کے تالیفات کے سلسلہ مین آئے گا)، اور اس کا ایک ایک نسخہ یورپ کے علوم مشرقیہ کی انجمنون اور سوسائٹیون مین بھیجا۔ چنانچہ اٹلی کی شاہی ایشیاٹک سوسائٹی نے جرجی زیدان کو اپنا رکن بنالیا۔ اس اثناء مین بیروت ہی مین اپنے محفوظ معلومات تازہ کا ایک حصہ، ایک ناول کی صورت مین تالیف کیا، جس کا نام "البطلین" "دو بہادر" یا "دو ہیرو" رکھا۔ ایک ہیرو تو اس کا خود جرجی زیدان بنا اور دوسرا ہیرو غردون پاشا کو قرار دیا اور ناول کے واقعات بیان کرتے ہوئے مؤلف نے کوشش اور ثابت قدمی اور آداب واخلاق کی پابندی کے عمدہ نتائج دکھلائے۔ جیسی کہ خود جرجی زیدان کی حالت تھی!

۱۸۸۶ء کے موسم گرما مین انگریزی ممالک کے دار السلطنت کو دیکھنے کے لیے گیا اور وہان کے زمانۂ قیام مین وہ علمی انجمنون اور آثار کی سوسائٹیون مین برابر آتا جاتا رہا خاص کر برطانیہ کے مشہور عجائب خانہ مین۔ پھر جاڑون کے موسم مین مصر چلا آیا تو اُس سے مصر کے مشہور معروف رسالہ "المقتطف" کے لیے منیجری کی درخواست کی گئی اس صورت سے کہ انتظامی کام بھی انجام دے اور ایڈیٹری مین بھی ہاتھ بٹائے۔ جرجی زیدان نے منظور کرلیا اور ابتدا و ۱۸۸۸ء تک برابر اپنے فرائض ادا کرتا رہا۔ پھر اس مشغلہ کو ترک کرکے مستقل تالیف وتحریر کتب کا کام شروع کیا۔ چنانچہ "تاریخ مصر جدید" دو بڑی بڑی جلدون مین تالیف کی۔ اس کتاب کی تیاری مین بہت دشواریون کا سامنا ہوا کیونکہ اس موضوع پر کوئی جامع کتاب

کا ہونا تو دشوار تھا۔ جو کتابین موجود تھین وہ بھی اپنے موضوع
کے لحاظ سے ناقص تھین۔ پس کتاب مذکور کی تالیف کے لیے
دیکھین۔ مگر اُن کی روایات مین بے حد اختلاف اور اغراض
مین تعدد پایا جاتا تھا۔ اور بعض آثار مصریہ کا جو کہین نہ ملا
ایسے آثار کہ اُن کی نسبت جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ بالکل واقعیت
اور اصلیت کے موافق ہے۔ پھر ۱۸۸۹ء مین "تاریخ ماسونیۃ العام"
تالیف کی۔ اس مین "فریمیشن سوسائٹی" کے انعقاد سے
بحث کی گئی ہے اور یہ کہ وہ کب اور سب سے پہلے کہان
قائم ہوئی۔ عربی زبان مین اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے۔ پھر
"تاریخ العام" تالیف کی۔ یہ کتاب ایشیا اور قدیم و جدید افریقیا
کے ممالک کی مختصر تاریخ ہے۔

۱۸۸۹ء کے آخر مین مصر کے ایک بڑے کالج "عبیدیہ کالج"
نے اُس سے استدعا کی کہ عربی تعلیم کا انتظام اپنے ہاتھ
مین لے لے۔ یہ مدرسہ ایک رومی فرقۂ آرتھوڈکس کا بہت
بڑا مدرسہ تھا، چنانچہ دو سال تک وہ اس خدمت کو انجام دیتا رہا
اس اثناء مین ایک ناول "مملوک الشارد" (شارد کا غلام)
تالیف کیا۔ یہ جرجی زیدان کا پہلا ناول ہے جس کو ملک مین
حیرت ناک مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس اثناء مین موصوف
نے اپنی کتابون کے چھپوانے کے لیے کچھ ذاتی پریس کا
سامان منگوایا، پھر درس و تدریس (پڑھنے پڑھانے)
سے سبکدوش ہوکر تصنیف و تالیف کے مشغلہ مین ہمہ تن
مصروف ہوگیا۔

۱۸۹۲ء کے آخر مین رسالہ "الہلال" جاری کیا۔ یہ ایک
ادبی تاریخی رسالہ ہے جو ماہانہ مصر سے نہایت آب و تاب کے
ساتھ باتصویر شائع ہوتا ہے۔ اور سال بھر مین ایک ضخیم کتاب
ہو جاتا ہے جس کے صفحات کی تعداد ۱۲۰۰ سے کسی طرح کم نہین ہوتی جو
نہایت بہترین ادبی، علمی و تاریخی مضامین و معلومات کا بیش بہا
ذخیرہ ہوتا ہے۔ الہلال جس وقت نکالا ہے تو اُس کے سب کام
تنہا جرجی زیدان ہی اپنے ہاتھ سے کرتا تھا انتظام طبع و
اشاعت (منیجری) اور خط و کتابت، اور ایڈیٹری وغیرہ،
یہ سب اس قدر کام تھا کہ تین آدمیون سے کم نہین کرسکتے تھے مگر
جرجی زیدان اکیلا محنت شاقہ برداشت کرتا اور اپنے رسالہ
کو کامیاب بنانے کی دُھن مین بغیر کسی تساہل اور تکان کو
محسوس کیے ہر وقت مصروف رہتا تھا۔ آخر جب رسالہ کا دائرہ
عمل زیادہ وسیع ہوا تو اُس کی منیجری کا کام اپنے بھائی کے
سپرد کر دیا اور دوسری خدمتون پر اور کئی لوگ مقرر کیے۔

۱۸۹۷ء مین وہ برطانیہ عظمیٰ کی شاہی ایشیاٹک سوسائٹی
کا ممبر منتخب کیا گیا پھر فرانس کی ایشیاٹک سوسائٹی نے بھی
اُس کو اپنا ممبر بنا لیا اور اول درجہ کا اعزازی تمغہ پیش کیا۔
خدیو معظم مصر نے بھی نہایت اعزاز و اکرام بخشا، نیز بڑے بڑے
عہدے دینا چاہے۔ مگر کئی بار جرجی زیدان نے اُس کے
قبول کرنے سے انکار بھی کیا۔ اس سے جناب عالی خدیو معظم کو
محض موصوف کی اُس علمی فضیلت کا اعتراف اور قدر دانی منظور
تھی جو عربی زبان اور اُس کی خوبیون کے بارے مین اُس نے
اپنی کئی سال کی لگاتار محنت سے حاصل کی تھی۔ مگر وہ تمام تعلقات کو قطع
کرکے بالکل تالیف و تحریر کتب مین مصروف ہوگیا۔ چنانچہ الہلال
کے نکالنے کے بعد بھی کئی کتابین اُن کتب کے علاوہ لکھین جن کا
ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

جرجی زیدان کی جو تالیفات اب تک شائع ہو چکی ہین اُن کی
فہرست درج ذیل ہے۔

تالیفات جرجی زیدان

۱ - الہلال: یہ رسالہ ۱۸۹۲ء سے جاری ہوا اب اُس کو نکلتے ہوئے چھبیسوان سال ہی - یہ رسالہ مندرجہ خصوصیات کی وجہ سے ممتاز پرچہ ہی -

الہلال کے خصوصیات

(۱) اُس کا موضوع سخن زیادہ تر محض مشرقی و عربی، اسلامی تاریخ و ادب ہی - (۲) اس کے مقالات اُس کا اڈیٹر بہت کچھ پڑھنے کے بعد لکھتا ہی اور دوسری زبانون کے تالیفات سے شاذ و نادر ہی ترجمہ کرتا ہی - (۳) زیادہ تر زیر بحث موضوع اُس کے اجتماعی، فلسفی، اخلاقی ہین - اور خاص کر وہ نوجوانون مین تہذیب کی روح پھونکنے اور اُن مین اپنے خیالات کو آزادانہ با صراحت کے ساتھ بیان کرنے کی عادت ڈالنے کی کوشش کرتا ہی - (۴) یہ پہلا رسالہ ہی جس نے محض خوشامد و تعریف کے موضوع کو باطل قرار دیا - اس باب مین اور دوسرے اخبارات و رسائل بھی الہلال کے نقش قدم پر چلنے لگے - (۵) یہ تمام اخبارات و رسائل سے زیادہ تمام دنیائے اسلام مین شائع ہونے والا پرچہ ہی - ہندوستان، چین، جاپان، فارس اور تمام جزیرون مین مشرقی و مغربی افریقہ اور سنگھال و زنجبار اور ٹرانسوال وغیرہ مین، آسٹریلیا اور ٹسمانیا اور زیلانڈ اور سوڈان کے آخری حدود تک اور وسط افریقیا تک مصر و شام و عراق کا تو کیا ذکر ہی یورپ و امریکہ تک مین خریدا جاتا ہی اُس کے پڑھنے والون کی تعداد ہزارون - (تقریبًا ایک لاکھ) تک پہنچ چکی ہی (۶) الہلال کا لہجہ نہایت معتدل ہی - وہ اپنی انصاف پسندی اور صداقت تحریر اور بے لاگ علمی خدمات کی وجہ سے دنیا کا مشہور و معروف رسالہ ہی - وہ مختلف مذاہب کے اختلافات اور تفرق کی پروا نہین کرتا بلکہ حق بات کہنے سے مطلب رکھتا ہی - (۷) یہ پہلا رسالہ ہی جس نے تقریظ و تنقید کا ایک باب کھولا اور اُس کا یہ نام رکھا - (۸) اُس کی انتہائی کوشش یہ ہی کہ حقیقت امر سے بحث کرے - لہذا اگر کوئی غلطی اپنی اُس کو معلوم ہو جائے تو وہ نہایت صفائی اور صراحت کے ساتھ اُسکو تسلیم کرنے مین کسی کی پروا نہین کرتا - اور تمام نئے پودون مین اس قسم کی رُوح پھونکنے کی پوری کوشش کرتا ہی - (۹) اُس نے اپنے مالک و اڈیٹر کو نمایان کرنے کی کبھی کوئی کوشش نہین کی ٭

جرجی زیدان کے تاریخی ناول

الہلال کے علاوہ جرجی زیدان کی کوئی تیس سے اوپر تالیفات ہین - اُن مین اکیس تو تاریخی ناول ہین جس مین اسلامی تاریخی ناولون کا بھی سلسلہ ہی - اس کی سترھوین کڑی ۱۹۱۴ء مین شائع ہوئی تھی ٭

یہ سلسلہ ظہور اسلام سے لگا کے پانچوین صدی ہجری تک کی تاریخ اسلام اور اہل اسلام کے ہر قسم کے حالات و عادات کو ظاہر کرتا ہی - اس سلسلہ نے ملک مین بڑی مقبولیت حاصل کی ہی - اس کے کئی ناول کئی بار طبع ہو چکے ہین نیز کئی ایک ناولون کا کئی کئی غیر زبانون مین ترجمہ بھی ہو چکا ہی ٭

اب ہم ہر ایک کا موضوع بتاتے ہین ٭

۱ - "فتاۃ غسان" یہ دو حصون مین ختم ہوا ہی - اور عرب کے زمانۂ جاہلیت کے دور آخر اور اسلام کے دور اول سے لگا کے شام و عراق کے فتوحات تک کے حالات پر روشنی ڈالتا ہی ٭

۲ - "ارمانوسہ مصریہ" یہ مصر اور اہل مصر کے اس وقت کے حالات اور عادات اخلاق اور رسوم و رواج سے بحث کرتا ہی جس وقت عمرو ابن عاص نے اس کو فتح کیا ہی -

۳ - "عذراء قریش" اس ناول کے ضمن مین حضرت عثمانؓ کی شہادت اور جمل و صفین کی جنگ اور حضرت علیؓ و معاویہ کے جھگڑے مین پنچ مقرر کیے جانے اور خارجیون کے ترقی کرنے کے واقعات

بیان کیے گئے ہین ❖

۴۔ "۱۷ رمضان" یہ ناول حضرت امام علیؑ کی شہادت اور خارجیون کے تفصیلی حالات اور خلافت کے بنی امیہ کے ہاتھون مین جانے کے واقعات پر مشتمل ہے ❖

۵۔ "حادثہ کربلا" اس مین امام حسین علیہ السلام کی شہادت اور یزید بن معاویہ کے زمانہ مین اسلام کی جو کچھ حالت تھی وہ بتائی گئی ہے ❖

۶۔ "حجاج بن یوسف" ابن زبیر کے زمانہ مین حجاج کے محاصرہ مکہ اور ابن الزبیر کے قتل ہونے اور عبدالملک بن مروان کے ہاتھ مین بلاشرکت غیرے خلافت آنے کے حالات اس کتاب مین ناول کے پیرایہ مین دکھائے گئے ہین ❖

۷۔ "فتح اندلس" اس مین اندلس کی اُس وقت کی حالت بتائی ہے جب مسلمانون نے اُس کو فتح کیا ہے ❖

۸۔ "شارل اور عبدالرحمن" اس مین فرنچ ممالک مین عربی فتوحات کے تاریخی حالات مذکور ہین ❖

۹۔ "ابومسلم الخراسانی" اس مین امویون کی حکومت کے خاتمہ اور دولت عباسیہ کے قیام کا بیان ہے ❖

۱۰۔ "عباسہ اخت الرشید" (ہارون رشید کی بہن عباسہ) یہ ناول برمکی خاندان کے اسباب تباہی کے بیان مین ہے ❖

۱۱۔ "الامین والمامون" امین اور مامون دونون بھائیون کے زمانہ مین جو اختلاف باہم پیدا ہوا اور مامون کی امداد کو جو لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے تھے آخر اُنھون نے امین کو قتل اور بغداد کو فتح کیا۔ جرجی زیدان نے اس ناول مین تفصیل سے ان واقعات کو لکھا ہے ❖

۱۲۔ "عروس فرغانہ" معتصم کے زمانہ مین دولت عباسیہ کی جو کچھ حالت تھی، وہ اور اہل فارس نے اپنی کھوئی ہوئی دولت و حکومت واپس لینے اور رومیون نے دولت اسلامیہ کو مٹا دینے کی جو کوششین کی ہین وہ سب اس مین آئینہ کر کے دکھا دی گئی ہین ❖

۱۳۔ "احمد طولون" یہ ناول تیسری صدی ہجری کے دور اوسط کی مصری تاریخی حالات پر مشتمل ہے ❖

۱۴۔ "عبدالرحمن الناصر" عبدالرحمن ناصر کے زمانہ مین اندلس کی جو کچھ حالت تھی اور اُس کے بیٹے نے ولیعہدی کیلیے جو بغاوت و شورش کی اس کی سب کیفیت اس مین مذکور ہے۔

۱۵۔ "انقلاب العثمانی" استبداد و شخصیت کے دور آخر مین دولت عثمانیہ کی جو کچھ حالت تھی، اس مین اُس سے بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب الہلال کے ناظرین کی استدعا و اصرار سے تالیف کی گئی ❖

۱۶۔ "فتاۃ قیروان" یہ ناول افریقیا مین دولت فاطمیہ کے ظہور پھر فتح مصر و افریقیا کے حالات پر متضمن ہے ❖

۱۷۔ "صلاح الدین و مکائد الحشاشین" اس مین صلاح الدین کے زمانہ کی دولت ایوبیہ کے حالات بیان کیے گئے ہین ❖

اِن کے علاوہ جرجی زیدان کے اور بھی تاریخی ناول ہین جو اس سلسلہ سے خارج ہین۔ وہ یہ ہین ❖

۱۔ "اسیر المتمہدی" یہ عاشقانہ تاریخی ناول ہے۔ اس مین عرابی اور مہدی سوڈانی کے واقعات مذکور ہین۔ اور دمشق شام کا سنہ ۱۸۶۰ء والا حادثہ بھی بیان مین آگیا ہے ❖

۲۔ "استبداد المالیک" یہ ایک ادبی تاریخی ناول ہے۔ اس مین آخری اٹھاروین صدی عیسوی کے حوادث اور ممالیک (غلامون کی حکومت کے فرمانروائون) نے مصر مین جو ظلم اور

استبداد سے کام لیا اُس کی تفصیل اس ناول مین موجود ہی ❖

۳ ’’ مملوک الشارد ‘‘ گزشتہ صدی کے نصف آخر مین مصر و شام مین جو حادثے گزرے وہ اور امیر بشیر شہابی اور محمد علی اور اُس کے بیٹے ابراہیم کے مصر و شام سے نکالے جانے کے تمام حالات اس مین بیان کیے گئے ہین ❖

۴ ’’ جہاد المحبین ‘‘ یہ ایک پر لطف عاشقانہ ناول ہی غریب عاشقون کو محبت کی راہ مین جن جن دشواریون اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہی اُس کا پُر لطف منظر اس مین دکھایا گیا ہی۔

جرجی زیدان کی تاریخی تالیفات جرجی زیدان کی اور باقی تصانیف کچھ تو تاریخی ہین اور کچھ ’’فلسفۂ زبان‘‘ پر ہین۔ چنانچہ تاریخی تالیفات یہ ہین ❖

۱ ’’ تاریخ مصر جدید ‘‘ یہ کتاب دو بڑی جلدون مین ہی اور اب تک کے اسلامی فتوحات کی تاریخ اس مین لکھی گئی ہی تقریباً تین سو تصویرین بھی لگائی گئی ہین اور کئی بار چھپ کر مقبول و مشہور ہو چکی ہی مصر کے محکمۂ نظارۃ المعارف نے بطور خود بہت سی اُس کی جلدین خریدین، اور مدرسہ قضاء شرعی قاہرہ اور پولیس کے مدارس مین بڑی جماعتون کو پڑھانے کے لیے نصاب مین یہ کتاب لے لی گئی ہی۔

۲ ’’ تراجم مشاہیر الشرق ‘‘ یہ کتاب اُنیسوین صدی کے مشہور سیاسی علمی ادبی لوگون اور شاعرون اور لیڈرون کی حالات زندگی پر مشتمل ہی۔ اور سب کی تصاویر بھی لگائی گئی ہین یہ تذکرہ دو بڑی بڑی جلدون مین ہی دو بار چھپ چکا ہی

۳ ’’ تاریخ التمدن اسلامی ‘‘ یہ کتاب پانچ جلدون مین ہی۔ اس مین فلسفہ تاریخ اسلام اور اہل اسلام کے تمدن پر جدید طریقہ سے بحث کی گئی ہی۔ اس انوکھی طرز سے کہ اس کی نظیر اس کتاب سے پہلے کسی جگہ نہین ملتی ❖

۴ ’’ تاریخ العرب قبل اسلام ‘‘ اس مین عربون کی اصل اور منشاء سے پچیس صدی قبل سے لگا کر ظہور اسلام تک کی قدیم عربی حکومت کی تاریخ ہی۔ اس مین بھی تصویرین اور نقشے شامل کیے گئے ہین ❖

۵ ’’ تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ‘‘ یہ کتاب چار جلدون مین ہی عربی زبان کی تاریخ اور اُس کی خوبیون کے بیان مین ہی۔ اور اس مین علماء، ادباء اور تمام ارباب کمال کے حالات زندگی اور اُن کی تصانیف کا بھی ذکر ہی اور اُن کی سکونت گاہون کی تفصیل بھی اس کتاب مین قدیم زمانے تاریخ سے لگا کر آج تک کی بتا دی گئی ہی یہ بھی بالتصویر کتاب ہی ❖

۶ ’’ تاریخ ماسونیۃ العام ‘‘ یہ عربی زبان مین اپنے موضوع کی پہلی کتاب ہی اس کا ذکر اوپر گزر بھی چکا ہی ❖

جرجی زیدان کی لغت وغیرہ مین تصانیف ۱۔ لغت کی کتابون مین سب سے زیادہ اہم ’’کتاب الفلسفۃ اللغویہ‘‘ ہی جس مین بتایا گیا ہی کہ عربی زبان کی اصل کیا ہی۔ وہ کہان پیدا ہوئی اور کیونکر بڑھی۔ اور کیونکر وہ ایک کامل ترین زبان بنی۔ یہ کتاب دو دفعہ چھپ کر مقبول ہو چکی ہی ❖

۲ ’’ تاریخ اللغۃ العربیہ ‘‘ عربی زبان مین اس کے پیدا ہونے کے بعد جو کچھ تغیرات ہوئے وہ اس مین بیان کیے گئے ہین اور اس زبان کی تاریخ بھی لکھی گئی ہی ❖

۳ ’’ انساب العرب القدماء ‘‘ ایک بڑے انگریزی مستشرق مسٹر رابرٹس کی تردید مین ہی۔ عرب کی اصلیت کے بارے مین جو کچھ مسٹر مذکور نے لکھا ہی اس کے خلاف اس مین ثابت کیا گیا ہی۔ یہ ایک اجتماعی فلسفی بحث ہی۔ اِن تالیفات کے

علاوہ علمی ادبی تاریخی فلسفی اجتماعی مضامین الگ ہیں - جو الہلال میں شائع ہوتے رہے ہیں ؛

جرجی زیدان کا اسلوب بیان

مؤلف موصوف نے اس دور ترقی میں بہت سی ادبی ترقیوں کی راہیں کھول دیں اور الہلال میں آسان اور نئے اسلوب بیان کی اشاعت کی - اس صورت سے اُس نے لوگوں کو تاریخ اور عربی زبان کی تاریخ اور اُس کی تمام نحو یوں اور اجتماعی بحثوں کی چاشنی پر لگا دیا خاص کر اسلام اور مشرق کی تاریخ کا مطالعہ ان کے لیے ایک ضروری و محبوب مشغلہ بنا دیا - اس سے قبل وہ کچھ اس ذوق شوق اور اہتمام سے دلچسپی نہیں لیتے تھے - جرجی زیدان نے مطالعۂ تاریخ کا یہ مذاق ناول کے پیرایہ میں تاریخ کی اشاعت کر کے پیدا کیا ؛

جرجی زیدان کی تالیفات کا دوسری زبانوں میں ترجمہ

عام ذہنیتوں کو ناولوں کے ذریعہ سے مطالعۂ کتب کے لیے تیار کر کے جرجی زیدان نے فلسفۂ تاریخ و سیر میں تالیف کرنے کا قصد کیا - چنانچہ جب اس کی تاریخ "التمدن الاسلامی" نکلی ہے تو مشرق و مغرب میں بڑی وقعت کی نگاہوں سے دیکھی گئی - اس کے بعد مؤلف موصوف ایک دوسری صورت میں جلوہ نما ہوا - اُس کا علمی اثر و اقتدار تمام یورپ و امریکہ کے مستشرق علماء اور تمام مہذب و متمدن قوموں کے عالموں میں پورے طور پر اپنا کام کر چکا تھا لہذا اکثر علم دوست حضرات اُس کی تالیفات کا ترجمہ کرنے پر تل پڑے چنانچہ یہ "تاریخ التمدن الاسلامی" پانچ زبانوں میں ترجمہ کی گئی ؛

۱ - اُردو یعنی ہندوستان کی عام ملکی زبان میں - اس کا ترجمہ شیخ غلام محمد مرحوم ایڈیٹر و مالک اخبار وکیل امرتسر نے کرایا اور وہیں چھپ کر شائع ہوا ؛

۲ - انگریزی زبان میں پروفیسر مارگولیث نے ترجمہ کیا جو کسفورڈ یونیورسٹی میں عربی زبان کے پروفیسر ہیں ؛

۳ - فرنچ زبان میں بمقام شہر تونس پروفیسر اڈو کانو اسحاق نعطان نے ترجمہ کیا ؛

۴ - فارسی زبان میں ایک فارسی زبان کے ماہر نے ترجمہ کیا - اور اس کا پہلا حصہ طہران میں چھپ کر شائع ہو گیا ہے ؛

۵ - ترکی زبان میں "زکی بک مغامز" نے ترجمہ کیا اور اخبار الاقدام قسطنطنیہ کے پریس سے نہایت خوبصورت اور با تصویر اڈیشن شائع ہوا ؛

ناولوں کا غیر زبان میں ترجمہ! اور جن اسلامی تاریخی ناولوں کا ذکر گزرا ہے اُن کا ایشیا کی بڑی بڑی مشرقی زبانوں اور بعض یورپین زبانوں میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے - اُن زبانوں کی تفصیل یہ ہے -

۱ - اُردو زبان میں اِن کا ترجمہ شیخ غلام محمد مرحوم موصوف الذکر نے کرایا اور یہ ترجمے امرتسر میں لیتھو میں چھپ کر شائع ہو چکے ہیں ؛

۲ - فارسی زبان میں ترجمہ کرنے پر پرنس حسین مرزا نے توجہ صرف کی جو شاہ ایران کے برادر عم زاد ہیں - اِن کے بعض ترجمے طہران میں اور بعض تبریز میں چھپ چکے ہیں - اور کچھ آستانہ (قسطنطنیہ) میں - اور ان میں سے بعض با تصویر بھی ہیں ؛

۳ - ترکی آذربیجانی زبان میں بعض ناولوں کا ترجمہ سید میر محمد کریم الحاج میر جعفر زادہ علوی قاضی ولایت باکو (ملک روس) نے ترجمہ کیا ہے ؛

۴ - انھیں میں سے فتاۃ غسان اور مملوک الشارد کا ترجمہ تاملی

اور ورا اور روسی زبانوں میں بھی ہوا ہے - یہ زبانیں سنگاپور اور
مشرقی ہند کے جزائر وغیرہ میں رائج ہیں - اور یہ ترجمے
الشیخ احمد کانی ماریکار نے ٹنکور میں کیا ہے اور وہیں زنجبار میں
میں چھپ کر شائع ہوا ہے ✦

۵ "العباسہ اخت الرشید" کا ترجمہ فرنچ زبان میں موسیو مطار
اور موسیو مولیہ نے کیا ہے - اور فرنچ اخبار فیگارو میں شائع
ہوا ہے - یہ اخبار پیرس سے نکلتا ہے، اور یہ ترجمہ اس میں تھوڑا
تھوڑا نکلتا رہا ہے ✦

۶ "انقلاب العثمانی" فارسی زبان میں اس کا ترجمہ ایران میں
قویم السلطنت نے کیا اور قسطنطنیہ میں طبع ہو کر کتب خانۂ انجمن
دانش ایران سے شائع ہوا ہے اور روسی زبان میں بھی ہو گیا ہے
جو پیٹرز برگ میں چھپا ہے ✦

۷ - ناول "ابو مسلم خراسانی" کا ترجمہ عثمانی ترکی زبان میں ہو کر
اخبار الاقدام میں نکلتا رہا - بعد کو الگ کتابی صورت
میں طبع ہوا ✦

۸ - "فلسفۃ اللغویہ" کا ترجمہ عثمانی ترکی زبان میں لسکی بک
"مغامز" نے کیا ہے، جو ترکی زبان کے ایک مشہور و معروف
انشا پرداز ہیں ✦

یہ سب ترجمے چھپ کر شائع اور مقبول و مشہور ہو چکے ہیں -
اور کچھ ترجمے ہنوز شائع نہیں بھی ہوئے ہیں مگر جلد شائع ہونے
والے ہیں - ان میں فتاۃ غسان اور عذرا و قریش کے انگریزی
ترجمے اور ملوک الشارد کا روسی زبان کا ترجمہ ہے - اور "الامیر المہدی"
کا فرنچ میں ترجمہ ہو چکا ہے - اور انقلاب العثمانی کا پرتگالی زبان میں
بھی ترجمہ ہو گیا ہے - مگر یہ ترجمے ۱۹۱۴ء تک طبع نہیں ہوئے تھے
غالباً اب چھپکر شائع ہو گئے ہونگے ✦

غرضکہ جرجی زیدان دنیا کا ایک مشہور و معروف مصنف ہے اور
اس کی تالیفات کے بڑی بڑی مشرقی اور کئی یورپ کی
زبانوں میں ترجمے ہو گئے - اور برابر یہ کام دُنیا کی مختلف
زبانوں میں جاری ہے - جن زبانوں میں اب تک جرجی زیدان
کے تالیفات کا ترجمہ ہوا ہے وہ یہ ہیں - ۱ - اُردو (ہندوستان
کی عام ملکی زبان) - ۲ - فارسی - ۳ - ازبیدی - ۴ - ترکی آذربیجانی
۵ - ترکی عثمانی - ۶ - فرنچ - ۷ - انگریزی - ۸ - روسی -
۹ - پرتگالی زبان ✦

جرجی زیدان کا اخلاق | جرجی زیدان اپنے قارئین کرام میں اپنی
میانہ روی، تحقیق حق، اور صداقت لہجہ کے لحاظ سے مشہور
ہے - اور سب جانتے ہیں کہ اُس کی ذات ذاتی اغراض سے
پاک، شبہات سے دور اور بلا وجہ تنقید سے الگ تھلگ ہے
یہ پہلا ایشیائی مشرقی مصنف ہے جسکے تصانیف کا غیر زبانوں میں ترجمہ ہوا
اور ترجمہ بھی اس کثرت سے ✦

جرجی زیدان عربی، انگریزی، فرنچ، سریانی، عبرانی اور
ان دونوں کی فرعی زبانوں اور نیز دیگر اکثر مشرقی زبانوں سے
خوب اچھی طرح واقف تھا - اور اکثر زبانوں میں اُس نے اپنی
ذاتی محنت و کوشش اور خود اپنے مطالعہ اور استقلال ہمت
اور پکے ارادہ کی بدولت مہارت اور قابلیت پیدا کی - وہ جب کسی
علم یا زبان میں درک پیدا کرنے کی ضرورت دیکھتا اُس کے پیچھے
پڑ جاتا اور حاصل کر کے رہتا - چنانچہ دس سال ایسی ہی لگاتار محنت
و کوشش سے وہ کام کرتا رہا ہے ✦

مشرقی ذخیرۂ معلومات و مواد تاریخی جمع کرنے کے دوران میں
اُسکو معلوم ہوا کہ جرمنوں نے عرب کے آثار اور آداب و رسوم پر کوئی
کتاب تالیف کی ہے اور اس موضوع پر تحقیقات و بحث و مباحثہ کر کے

جو تاریخ اُنھون نے نکالے اور جو معلومات بہم پہنچائے ہین اُن سے
واقف ہونے کی ضرورت ہی۔ لہذا بغیر کسی اُستاد کے اِس زبان
کو پڑھنا شروع کیا اور چند مہینون کی محنت کے بعد اس کو پڑھکر
مطالب سمجھنے کی قدرت و قابلیت پیدا کر لی۔

وفات | پیر کے دن شب کو گیارہ بجے بتاریخ ۲۰ اگست ۱۹۱۴ء
مصر مین اِس نامور مصنف نے انتقال کیا۔ نہ کوئی بیماری تھی اور
نہ کوئی درد و دکھ۔ صرف ایک منٹ مین کام تمام ہو گیا یکایک
اُس نے ایک چیخ ماری جس کو سنکر تمام گھر والے گھبرا کر
اُٹھ بیٹھے اتنی دیر مین روح قفس جسم سے پرواز کر گئی۔
اس سے قبل نہ کوئی شکایت تھی۔ نہ کچھ تکان اور افسردگی محسوس
ہوئی، اس دردناک موت کی اطلاع اُس وقت تمام مُلک
مصر مین پھیل گئی اور مصر سے نکل کر تمام علمی دُنیا مین اُس نے
تہلکہ مچا دیا۔ ہر حصۂ مُلک مین ماتم منایا گیا۔ ہزارون کی تعداد
مین خطوط اور تار تعزیت کے پہنچ گئے۔ بے شمار آدمیون کی
مشایعت مین جس مین ہر مذہب و ملت کے لوگ تھے جرجی زیدان
کا جنازہ اُٹھایا گیا۔" اللہ باقی والکل فانی"

محوی (لکھنوی)

بلند تحریر

اقسامِ انشا مین بلندیِ تحریر ایک ایسی قسم ہی جو اور چیزون کی
نسبت انشا پردازی کی مصنوعی زیب و زینت کی کم محتاج ہی۔
اس لیے اس سلسلہ مین بھی موزونیت کے ساتھ اس کی جانچ
ہو سکتی ہی۔ افسوس ہی کہ بہت سی لطیف اصطلاحین نہایت بے
محل اور بے جوڑ طریقہ سے استعمال کی جاتی ہین لیکن اصطلاح
بلندی کا استعمال نہایت مشکل ہی۔ تحریر کی بلندی یا شوکت سے
صرف یہی مراد نہین ہی کہ وہ صاف سادہ اور ستھری ہو بلکہ اُس
کا اصلی مفہوم یہ ہی کہ اس مین ان اشیا یا خیالات کا اظہار ہو جو
بطور خود پرشکوہ اور بلند ہون جس سے دل پر اُن کا قوی اثر پڑے
بسا اوقات اُس کے معنی نہایت ہی غیر معین اور نامناسب لگائے
جاتے ہین خصوصاً جب انشا پردازی کا کوئی نمایان اور قابل تعریف
حسن بیان کیا جاتا ہی تو اس اصطلاح کے استعمال مین اکثر خرابی
پیدا ہوتی ہی۔ ایک مشہور سخن فہم لانگیس نے بلندی کی تعریف
یہ کی ہی کہ یہ ایک ایسی شی ہی جو دل کو اپنی اصلی حالت سے زیادہ
مرتفع کرتی ہی اور اُس مین بلند خیالات اور شریفانہ اُمنگ بھرتی
ہی۔ لیکن اُنھون نے خود بعض مقامات پر لغزش کی ہی۔ اُنھون
نے بلندی کی جو مثالین دی ہین اُن مین بعض مثالون مین ذرا
ستھرا پن ہی ہی اور اصل بلندی سے اُن کو کوئی تعلق نہین ہی۔
اُنھون نے بلندی کے پانچ ذرائع بیان کیے ہین۔ اوّل
شوکت خیالات۔ دوم سوز و گداز۔ سوم محاورون کا صحیح
استعمال۔ چہارم استعارات اور برجستہ فقرات کا دروبست
پنجم موسیقانہ بندش اور ترتیب الفاظ۔ یہ پانچون باتین بلاغت
یا عام انشا پردازی کے محاسن سے متعلق ہین لیکن محض بلندی
سے ان کو کوئی تعلق نہین ہی شوکت خیالات اور بعض صورتون
مین سوز و گداز یا جذبہ تو بلندی سے خاص تعلق بھی رکھتا ہی لیکن
باقی تین چیزین یعنے محاورہ استعارہ اور موسیقانہ بندش بلندی
سے اتنا بھی تعلق نہین رکھتین جتنا اُسکو عمدہ انشا پردازی کی کسی
دوسری قسم سے واسطہ و سروکار ہی۔ اس کا سبب یہ ہی کہ اس

کو آرائش کی مدد کی بہت کم ضرورت ہی - پس اِس بارے مین
سخن سنج مصنف سے صاف اور صریح خیالات کی توقع نہین کیجا سکتی -
مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم اُن کے رسالہ کی کم توقیری
کرتے ہین +

ہمارا یہ خیال نہین ہی کہ زمانۂ سلف یا حال کے مضمون نگارون
مین کوئی شخص نہین ہی جو لانگینس سے زیادہ باریک بین اور وہ
انشا پردازی کے محاسن کا لطف اُٹھانا جانتا ہو - علاوہ برین
وہ خود ایک اعلےٰ درجہ کا عالی خیال انشا پرداز گزرا ہی - مگر
چونکہ اُن کی تصنیف اِس بارے مین بالعموم ایک سند مانی
گئی ہی اس لیے ہم نے اپنا فرض سمجھا ہی کہ اس تصنیف سے جو نفع
حاصل ہو سکتا ہی اُس کی نسبت اپنی راے ظاہر کرین -

اب ہم انشا پردازی کے متعلق بلندی کے قدرتی اور اصلی
مفہوم کی جانب رجوع کرتے ہین - اس کی بنیاد ہمیشہ اُس شے
کی سرشت مین رکھنی چاہیئے جس کا بیان مقصود ہی - لیکن وہ
کوئی ایسی شے ہو کہ جب وہ ہماری آنکھون کے روبرو لائی اور
ہمین دکھائی جاے تو اُس سے اُس مرتفع مہیب اور عالیشان
قسم کے خیالات پیدا ہون جن کو ہم بلند کہتے ہین - اُن کا بیان
کیسی ہی نزاکت کے ساتھ کیون نہ کیا جاے مگر وہ اس زمرہ مین
داخل ہونے کا مستحق نہین ہی - اس زمرہ سے وہ کل چیزین خارج
ہین جو محض خوبصورت خوشنما یا ستھری ہین - دوسرے جس شے کا
اظہار مقصود ہی وہ شے نہ صرف خود بلند ہونی چاہیئے بلکہ ہمارے
روبرو اس طریقہ سے پیش ہونی چاہیئے جس سے ہمارے دل
مین اُس کا صاف اور پورا پورا تصور بندھ سکے - اس کا بیان
زور اختصار اور سادگی کے ساتھ ہونا چاہیئے - یہ امر زیادہ تر
شاعر یا نثار کے اُس صحیح تصور پر منحصر ہی جس کو وہ ظاہر کرنا چاہتا
ہی - اگر شاعر یا نثار خود ہی نہایت سست اور مضمحل ہی تو وہ ہمارے
دل پر کبھی زبردست اثر نہین ڈال سکتا +

لانگینس نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے اس کلام سے
بلندی کی جو مثال دی ہی کہ "خدا نے کہا روشنی ہو اور روشنی ہو گئی"
وہ واقعی بلندی کی ایک نہایت نمایان مثال ہی - یہ مثال اصلی
بلندی سے تعلق رکھتی ہی اور یہ بلندی اُس زبردست خیال سے
پیدا ہوتی ہی جو خدا کی قدرت کی نسبت قائم ہوتا ہی اور جس کا
اثر دل پر نہایت ہی سرعت اور آسانی سے پڑتا ہی - یسعیاہ
نبی کی مندرجۂ آیت مین اسی قسم کے ایک خیال کی بڑی عمدگی
کے ساتھ تشریح کی گئی ہی " تیرا شفیع خداوند یسوع مسیح جس نے
تجھے مان کے پیٹ سے پیدا کیا اس طرح کہتا ہی - مین ہی خداوند
ہون جو سب چیزین بناتا ہی جو اکیلا آسمان کو وسیع کرتا ہی جو خود
زمین کو پھیلاتا ہی - جو سمندر سے کہتا ہی خشک ہو جا اور مین تیرا
پانی سکھا دونگا - جو سائرس سے کہتا ہی وہ میرا چرواہا ہی اور میری
مرضی پوری کریگا - وہ بیت المقدس سے کہتا ہی تو بنایا جائیگا
اور معبد سے کہتا ہی تیری بنیاد ڈالی جائیگی " - زبور مین ایک فقرہ
ہی جو اس عنوان کے ذیل مین بیان کیے جانے کے قابل ہے -
" خدا سمندرون کا شور اور خلق اللہ کا غل بند کرتا ہی " ایسی دو عظیم الشان
چیزون کا ملانا جیسے سمندر کا تلاطم اور خلق اللہ کا غل جنکے باہم اسقدر مشابہت ملحوظ
کر کے تخیل مین ایک نہایت ہی قدرتی تعلق پیدا کرتی ہی اور دونو کو ایک وقت
مین خدا کے حکم کا تابع بیان کرنا فی الواقع ایک نہایت شریفانہ اثر پیدا کرتا ہی +

تمام آسمانی صحائف کے طرز عبارت مین ایک قسم کی سادگی
اور شوکت پائی جاتی ہی جیسا قرآن مجید کے سورۂ انفطار مین ہے -
" جب آسمان پھٹ جائے اور جب تارے جھڑ پڑین اور جب دریا
بہ نکلین اور جب قبرین اُٹھائی جائین " - یا جیسا سورۂ زلزال مین ہی

"جب ہلا دے زمین کو اُس کے جو نچال سے اور نکال ڈالے زمین اپنے بوجھ" ٭

"پہاڑ ہو جاتی ہیں جس دن ہون لوگ جیسے پتنگے بکھرے ہوئے اور ہون پہاڑ جیسے رنگی اون دھنی" ٭

جب ایک یونانی شاعر (ہومر) کی بلندی تحریر کو تمام زمانون مین کل نکتہ سنجون نے تسلیم کیا ہو تو اُس کی شوکت کا بہت بڑا راز وہ قدرتی اور غیر مصنوعی سادگی ہو جو اُس کی تحریرون مین خصوصیت کے ساتھ پائی جاتی ہو۔ اُس نے جہان کہین رزم کا ذکر کیا ہو اُن تذکرون مین ایسا جوش و خروش اشتعال اور گرمی ڈال دی ہو کہ جن لوگون نے ایلیڈ[1] کی سیر کی ہو اُن کو اس مین بلند تحریر کی اکثر مثالین ملی ہونگی ٭

عموماً مصنفین سلف ہی مین زیادہ تر وہ لوگ ملین گے جن کی تحریرون مین بلندی کی نمایان نظیرین دیکھنے مین آتی ہین۔ ہمارا خیال ہو کہ دنیا کا ابتدائی زمانہ اور سوسائٹی کی جاہلانہ اور غیر صلاحی حالت بلندی کے قوی جذبات کے لیے خصوصیت کے ساتھ موافق تھی۔ اس زمانہ اور حالت مین انسان کی ذکاوت استعجاب کی جانب زیادہ مائل ہوتی ہو اُن بہت سی چیزون کو دیکھکر جو ان کے نزدیک نئی اور عجیب و غریب ہوتی ہین اُنکا تخیل روشن رہتا ہو اور اُن کے جذبات اکثر اوقات درجۂ کمال کو پہنچ جاتے ہین۔ وہ آزادی کے ساتھ بے تکلف ایک چیز کا تصور اور اُس کا اظہار کرتے ہین۔ جون جون سوسائٹی ترقی کرتی ہو انسان کی ذکاوت اور اطوار مین ایک قسم کا تغیر پیدا ہوتا جاتا ہو جو زور بیان یا بلندی کی بہ نسبت صحت اور درستی کے لیے زیادہ تر مفید ہو ٭

تمام تحریرون مین مذہبی تحریرات اس قسم کی صدہا مثالون سے مملو ہین۔ اُن مین دیوتاؤن کے بیانات نہایت درجہ بلند ہین جس کا باعث کچھ تو شے کی عظمت اور کچھ طرز اظہار ہے مثلاً اٹھارھوین زبور مین جہان قادر مطلق کا ظہور بیان کیا گیا ہے تئے ہیبت ناک اور بلند خیالات کا مجموعہ ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہو "مین اپنی مصیبت مین خدائے ذوالجلال کے روبرو حاضر ہوا۔ اُس نے اپنے معبد سے میری آواز سُنی اور میری آہ و زاری اُس کے سامنے آئی۔ زمین ہلی اور کانپنے لگی۔ پہاڑون کی بنیادین ہل گئین کیونکہ اُس کا قہر نازل تھا۔ اُس نے آسمان کو جھکا دیا اور اُتر آیا اور اس کے پاؤن کے نیچے تاریکی ہو گئی وہ ایک فرشتہ پر سوار تھا۔ فرشتہ اُڑا وہ ہوا کے بازو پر سوار تھا۔ اس نے تاریکی کو اپنی خلوتگاہ بنایا۔ اس کے گرد آب سیاہ (دجر) تھا اور آسمان کے بھاری بھاری بادل اس کے خیمے تھے" ٭

ہم دیکھتے ہین کہ یہان اُن اصول کے بموجب جو مضمون سابق مین قائم کیے گئے ہین "بلندی" کو مرتفع کرنے کے لیے کس موزونیت اور کامیابی کے ساتھ تاریکی اور ہیبت کے واقعات کام مین لائے گئے ہین ٭

ان بیانات مین دیوتاؤن کے تذکرہ نے اس کے رزمیہ مناظر کی شوکت کو دوبالا کر دیا ہو۔ چنانچہ لانگیس نے ایلیڈ کے بیسوین باب مین اس فقرے کی نہایت درجہ اور واجبی تعریف کی ہو جہان نپچون میدان جنگ مین جانے کی تیاری کرتے وقت اپنے قدمون سے پہاڑ کو ہلانا اور سمندر مین اپنا رتھ چلنا بیان کرتا ہو پانچوین باب مین منروا کا جنگ کے لیے مسلح ہونا اور پندرھوین

[1] ہومر کی دو نظمون یعنی ایلیڈ اور اوڈسے کا اُردو ترجمہ منروا پبلشنگ کمپنی لکھنؤ سے ۸ مین دستیاب ہو سکتا ہو ۱۲

باب مین اپالو کا ٹرو جنون کی رہبری کرنا، دیوتا یونانیون کے منھ پر
ہیبت ناک شعلے پھینکنا وغیرہ وغیرہ ایسی بلندی کی مثالین ہین
جو رزمیہ بیانات مین آسمانی چیزون کے ظہور سے پیدا کرائی گئی
ہین۔ بیسوین فصل مین جہان تمام دیوتا لڑائی مین شریک ہوئے
ہین شاعر کی ذکاوت نے عجیب و غریب جوہر دکھائے ہین اور
اسکے بیان مین نہایت ہیبت ناک بلندی پیدا ہوگئی ہو۔ تمام عجیب
ایک ہلچل کی حالت مین دکھایا گیا ہو۔ مشتری آسمان پر گرج رہا
ہو۔ نیپچون اپنے ترسول سے زمین کو مار رہا ہو۔ جہاز شہر اور
پہاڑ ہل رہے ہین۔ زمین اپنے مرکز پر تھرتھرا رہی ہے۔ اور
پلوٹو (مالک تحت الثریٰ) اس خوف سے اپنے تخت سے
اُٹھ کھڑا ہوتا ہو کہ کہین فانیون کی نظر جہنمی خطوں کا راز نہ
معلوم کرلے۔

ہومر کی طرح قدیم فارسی شعرا کے کلام مین بلندی و شوکت
کی نظیرین بکثرت پائی جاتی ہین۔ فردوسی طوسی نے شاہنامہ
مین آفتاب اور ماہتاب کی پیدایش کی نسبت جو کچھ لکھا ہو اسمین
مبالغہ نہین ہو۔ ؎

رَوان اندرو گوہر دلفروز — کزو روشنائی گرفت است روز
کہ ہر بامدادے چو زرین سپر — ز مشرق برآرد فروزندہ سر
زمین پوشد از نور پیراہنا — شود تیرہ گیتی بدو روشنا

رزمیہ نظم مین ایک قسم کے ہیبت ناک الفاظ ہونا چاہیئے اور
فردوسی نے اس مین عجیب بات پیدا کی ہو۔ ؎

یکے لشکر آمد ز پہلو بدشت — کہ از گرد اسپان ہوا تیرہ گشت
ہوا نیلگون شد زمین آبنوس — بجنبید ہامون ز آوای کوس

ایک مقام پر تیاری فوج کی نسبت حکم دیتے ہین ؎

بفرمود شہ اسپ را زین کنند — دم اندر دم نائے زرین کنند

اس شعر کے متعلق ایک عجیب و غریب روایت بیان کیجاتی ہو:۔
فردوسی نے اول مصرعہ کہا:۔

بفرمود شہ اسپ را زین کنند

مگر دوسرا مصرعہ سرانجام نہو سکتا تھا کئی روز اس مین غلطان و
پیچان رہے مصرعہ نہونا تھا نہوا ایک روز شاہی نقار خانہ مین گئے
وہان دھونکنی چل رہی تھی معاً خیال آیا اور خیال آتے ہی مصرعہ
بھی موزون ہوگیا۔ ع

دم اندر دم نائے زرین کنند

نظامی گنجوی کا یہ شعر:

ز سم ستوران دران پہن دشت
زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

گو مبالغہ آمیز ہو مگر اُن واقعات اور حالات کے خلاف نہین جو
عظیم الشان جنگون مین پیش آتے ہین اور جس مین گھوڑون کے
سمون کی کثرت اضطراب سے گرد کا ایک تیرہ و تار طوفان اُٹھنا ایک
لازمی امر ہو۔ امیر خسرو دہلوی نے اس مضمون مین ایک خاص نزاکت
و لطافت پیدا کی ہو۔ ؎

ز سم سمندان دران رزمگاہ
عیان گشت ماہی نہان گشت ماہ

نظامی کہتے ہین کہ زمین کے مفروضہ طبقات مین سے صرف
ایک طبقہ اُڑ گیا مگر خسرو دہلوی فرماتے ہین کہ ساتون طبقے اُڑ گئے
اور ماہی جس کی پشت پر کرۂ ارض قائم ہو نکل آئی۔ اس مین مبالغہ
بیانی ضرور ہو مگر ایک رزمیہ نظم کے لیے ان اشعار کی بلندی اور
شوکت کس قدر معنی خیز ہو۔
جو مثالین دی گئی ہین اُن سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ خصائل
اور سادگی بلند تحریر کے خاص جوہر ہین۔ سادگی سے مراد اس

تحریر سے ہو جس میں بناوٹ اور تصنع نہو - اختصار کو ہم فضول گوئی کے برعکس سمجھتے ہیں - اب ہم اس امر کی تشریح کی کوشش کرینگے کہ ناقص اختصار یا سادگی بلندی تحریر کے لیے کیونکر مضر ہے - جو جذبہ دل میں کسی بڑی یا شریفانہ شوکت پیدا ہوتا ہے اس کو اپنی معمولی حالت سے بدرجہا زیادہ بلند کرتا ہے - ایک قسم کا جوش پیدا ہوتا ہے جو جب تک قائم رہتا ہے نہایت ہی خوشگوار معلوم ہوتا ہے لیکن جس سے طبیعت ہر لحظہ اپنی معمولی حالت کی جانب گرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے - پس جب ایک مصنف ہم کو اس حالت سے نکالنے یا اس حالت میں لانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ بلا ضرورت الفاظ بھر دیتا ہے اور وہ اس بلند شے کو جسے وہ ہمارے روبرو پیش کرتا ہے بار بار چمکیلے زیوروں سے آراستہ کرتا ہے - لیکن اگر ان آرایشوں میں ایک بھی اصلی آرایش سے گر جاتی ہے تو قوت خیال کمزور ہو جاتی ہے - نری خوبصورتی باقی رہ جائے تو رہ جائے مگر بلندی رخصت ہو جاتی ہے ٭

اردو نظم میں اور سب شاعرانہ خوبیاں ہیں مگر بلندی نہیں ہے - انگریزی زبان کی غیر مقفیٰ نظم میں جو شوخی آزادی اور گوناگونی ہے وہ قافیہ بند نظم کی بہ نسبت بلند تحریر کے لیے مفید ہے - اس کا پورا پورا ثبوت ملٹن کی تصنیف سے ملتا ہے جس کی ذکاوت اُس کو خصوصیت کے ساتھ بلندی کی جانب لے گئی ہے - پیراڈائس لاسٹ (فردوس گم شدہ) کی پہلی جلد میں عموماً اور دوسری جلدوں میں خصوصاً اس کی نظیریں بھری پڑی ہیں - مثلاً خروج شیطان کا منظر جو ذیل بیان ملاحظہ فرمایئے جس میں شیطانی پلٹن کا سرغنہ ہو کر نمودار ہوتا ہے "وہ سب سے آگے صورت شکل میں نہایت ہی مغرور ایک برج کی طرح کھڑا ہوا تھا اُس کے جسم سے ابھی تک اصلی نورانیت نہیں گئی تھی نہ وہ ایک تباہ شدہ ملک الملکوت سے کم نظر آتا تھا - زیادہ تر نور تاریک ہو چکا تھا جیسا طلوع سورج طلوع کے وقت غبار میں اپنی شعاعوں سے معرا نظر آتا ہے یا چاند کے پیچھے سے دھندلے گہن میں شفق آدھی دنیا پر تاریکی ڈال دیتی اور خوف تغیر سے بادشاہوں کو گھبرا دیتی ہے اسی طرح ملک الملکوت تاریک ہونے پر ان سب سے زیادہ چمکتا ہے ٭

اس نظم میں بلندی کے مختلف ذرائع مجتمع ہیں - اصل شے خصوصیت کے ساتھ عالیشان ہے - ایک اعلیٰ درجہ کا نیچر جو دراصل حالت زوال میں آگیا ہے لیکن مصیبت کا مقابلہ کر رہا ہے - اصل شے کی شوکت خسوف آفتاب ایسے شریفانہ خیال کی شرکت سے بڑھ گئی ہے تصویر میں تغیر و تبدل تکلیف اور مصیبت تاریکی اور ہیبت کی ان کل صورتوں کا سایہ ڈالا گیا ہے جو بلند جذبہ کے لیے نہایت ہی مناسب ہے - اور تمام باتیں اس طرز و انداز سے نظم کی گئی ہیں جو آسان فطری سادگی اور ربط ہیں ٭

ہم بیان کر چکے ہیں کہ بلند تحریر کے لیے سادگی اور اختصار مقدم ہے - ہم نے ایک مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ زور بیان ایک دوسری ضروری صفت ہے زور زیادہ تر سادگی اور اختصار سے پیدا ہوتا ہے لیکن اس سے یہ بھی مراد ہے کہ بیان میں واقعات کا ایک ایسا مناسب انتخاب ہونا چاہیئے جس سے وہ شے جس کا بیان ہے پورے اور نمایاں طور سے نظر آسکے - کس لیے کہ ہر شے کی بہت سی حالتیں ہوتی ہیں جس میں وہ ان اسباب کے بموجب جن میں ہم اس کو تصور کرتے ہیں ہمارے روبرو پیش کی جا سکتی ہے اور یہ واقعات جس قدر بلند ہوں گے اور جس خوبصورتی کے ساتھ انتخاب کیے جائیں گے اُسی قدر وہ شے بلند یا پست نظر آئے گی - یہاں انشا پرداز کی ہوشیاری درکار ہے - بلند تحریر میں بسا اوقات ایسے موقعے پیش آتے ہیں جہاں سخت مشکل پڑتی ہے - اگر بیان میں

عمومیت زیادہ اور واقعات کم ہوئے تو وہ شی و معنوی نظر آئیگی اور ناظرین پر اس کا اثر بہت ہی خفیف بلکہ کچھ بھی نہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی اگر کوئی لچر یا غیر مناسب واقعات شامل کر دیے گئے تو سارا مضمون خاک میں مل گیا۔ مثلاً طوفان باد و باران قدرت کا ایک عظیم الشان منظر ہے لیکن اس کے تذکرہ میں بلندی اور شوکت پیدا کرنے کے لیے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ طوفان کی شدت کے بارے میں محض معمولی خیالات ظاہر کر دیے جائیں یا اس کے معمولی موثرات اور نتائج جیسے درختوں اور مکانوں کا گرنا ہے بیان کر دیا جائے بلکہ ہمیں وہ تمام لوازم جمع کرنا چاہیے جس سے طبیعت میں عظیم و مہیب خیالات بھر جائیں۔ ورجل نے مندرجۂ ذیل فقرہ میں کس خوبصورتی کیساتھ یہ مضمون باندھا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "دیوتاؤں کے دیوتا کا جلال ہیبتناک طوفانوں اور دھواں دھار بادلوں میں پنہاں ہے وہ (مراد طوفان اور ابر) پہاڑوں، چٹانوں، سمندروں اور جنگلوں کو مع ان کے کل بوجھ کے جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں۔ اور ان کی چوٹیاں پکڑ کر اپنے ہاتھ میں اٹھائے جاتے ہیں" ۔

اس لحاظ سے ورجل کا وہ بیان میرے نزدیک کسی قدر ملامت انگیز ہے جو کوہ آتش فشان اٹنا کے متعلق ہے۔ یہ مضمون بلند بیانی کے لیے نہایت ہی موزوں اور اس قابل تھا کہ شاعر اس میں پورے طور سے اپنا زورِ طبیعت دکھاتا۔ وہ لکھتا ہے۔ "کوہ اٹنا اور تمام آتش فشاں پہاڑوں کی یہ حالت تھی کہ ان کے تمام آتشیں خزانے خلقی طوفانوں کے غیظ و غضب سے اڑ گئے تھے اور وہ آواز بلند اندرونی پیچ و تاب اور موذی دردسے کراہ رہے تھے۔ شدتِ اذیت سے وہ چاروں طرف استفراغ کر رہے تھے اور تمام زمین پر اپنی گھلی ہوئی آنتیں پھیلا دی تھیں" ۔

شاعر نے اس بیان میں بہت بڑی عظیم الشان تصویر کھینچکر اخیر میں بے لطفی پیدا کر دی۔ اور اس نے پہاڑ کو ایک ایسے آدمی سے تشبیہہ دیکر جو بیمار یا شرابی ہے اور شدتِ اذیت سے استفراغ کر رہا ہے مضمون کی شان گرا دی ۔

اس بیان کی ضرورت نہیں ہے کہ شاعر نے اس موقع پر دیو انسلیڈس کی روایت کا اشارہ کیا ہے جو کوہ اٹنا کے نیچے لیٹا ہوا تھا اور جس کی حرکتوں اور تلملاہٹوں کو شاعر نے ان آتشیں دھڑاکوں کا باعث بیان کیا ہے۔ شاعر کا مقصود ایک عظیم الشان شی کا اظہار تھا اور ایک کوہ آتش فشاں سے جو قدرتی خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ کسی جن یا دیو کے ڈکار لینے سے کہیں بلند ہوتے ہیں ۔

ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ واقعات کے برجستہ انتخاب پر بلندی کا کس قدر حصر و انحصار ہے اور ایسے واقعات سے کس قدر بچنا چاہیئے جس میں ذلالت کا ذرا بھی شائبہ ہو بلکہ اگر ایسے مضامین میں برائے نام بھی کوئی مزاح یا حقیر بات ہوتی ہے تو وہ جذبہ کی شان بدل دیتی ہے ۔

اب یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ بلندی کے خاص ذرائع کیا ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کل نیچر میں موجود ہیں۔ ہم استعارہ اور تشبیہہ یا اسی قسم کی اور آرائشی چیزوں کی مدد سے بلندی پیدا نہیں کر سکتے ہیں۔ وہ فنِ انشا پردازی کی ان جبریہ آرائشوں اور زیبائشوں سے بالکل پاک ہے۔ اگر بلندی پیدا ہونے والی ہے تو اپنے آپ پیدا ہو جائے گی اور ایک زبردست تخیل کا قدرتی نتیجہ ہوگی ۔

---

۱ ورجل کی نظم اینیڈ کا اردو ترجمہ قیمت ... منروا پبلشنگ کمپنی لکھنؤ سے دستیاب ہو سکتا ہے ۱۲

اگر انسان کسی عظیم الشان قدرتی منظر یا انسانی سرشت کے کسی مرتفع جذبہ کو اپنے ذہن میں رکھکر پورے جوش کے ساتھ ظاہر کر سکے تو وہ اپنے مضمون میں بلندی پیدا کر سکتا ہی۔ یہی بلندی کے مناسب ذرائع ہین۔ انشا پردازی کے کسی نمایان حُسن کی جانچ کرتے وقت، خواہ وہ اس درجے متعلق ہو یا نہو ہم کو اس جذبہ کی نوعیت کا لحاظ کرنا چاہیئے جو وہ پیدا کرتا ہی۔ اور اگر وہ ایسا مرتفع متین اور شوکت دار ہو جو اس جذبہ کو دوسرے جذبات سے ممیز کرتا ہی تو ہم کہہ سکتے ہین کہ وہ بلند ہی۔

بلندی کی نوعیت کا جو ذکر کیا گیا ہی اُس سے صاف یہ نتیجہ مستخرج ہوتا ہی کہ یہ ایک ایسا جذبہ ہی جس کو زیادہ دیر تک طول دیا جا سکتا ہی۔ دل کو کارت کی کسی قوت کے ذریعہ سے زیادہ عرصہ تک اپنی اصلی حالت سے اونچا نہین رہ سکتا بلکہ یہ ایک لازمی بات ہی کہ وہ گھٹکر اپنی اصلی حالت پر آجائے۔ نہ کسی انسانی انشا پردازی مین اتنی قابلیت ہی کہ وہ برابر بلند خیالات کا ایک طولانی سلسلہ قائم رکھ سکے۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ توقع کر سکتے ہین کہ تخیل کی آگ جا بجا آسمانی بجلی کی طرح کوندکر غائب ہو جائے۔ ہومر اور ملٹن کے کلام مین ذکاوت کی یہ روشنی اکثر جگہ نمودار ہوتی ہی۔ اور جو چمک دمک ان بزرگون کی روشنی مین پائی جاتی ہی وہ اکثر مصنفون کے کلام مین نہین پائی جاتی۔ اسی طرح اکثر شعرائے گرانمایہ کے کلام مین بلندی کی صدہا نظیرین ملین گی لیکن ایسا ایک بھی مصنف نہین ہی جس کے کلام مین سرتا پا بلندی ہی بلندی ہو۔ ہان بعض مصنف جو اپنی جودت طبع اور خوش فکری اور اُن مسلسل بلند خیالات سے جو اُن کی تمام انشا پردازی مین ہوتے ہن ناظرین کی طبیعت مین ہمیشہ وہ شان قائم رکھتے ہین جو قریب قریب بلندی کا درجہ رکھتی ہی۔

بعض لوگ سمجھتے ہین کہ بڑے بڑے الفاظ، پیچیدہ پیچیدہ فقرون اور ایسے دقیق جملون کے استعمال سے جو معمولی طور سے لوگ کم استعمال کرتے ہین تحریر مین بلندی اور شوکت پیدا ہو جاتی ہی لیکن یہ خیال بالکل غلط ہی۔ بلند تحریرات کی جتنی مثالین دی گئی ہین اُن مین ایک مین بھی اس قسم کی کوئی بات نہین ہی "خدا نے کہا روشنی ہو اور روشنی ہو گئی"۔

اگر آپ اس مین شوکت پیدا کرنا چاہین اور کہین "تمام ازل نے ایک لفظ واحد کی زبردست قوت سے روشنی کو حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گئی" تو اس مین شک نہین کہ اس کا لہجہ اونچا لیکن خیال پست ہو گیا۔ بالعموم تمام انشا پردازی مین بلندی کی بنیاد خیال ہی نہ کہ الفاظ۔ اور جب خیال فی نفسہٖ بلند ہی تو وہ زیادہ تر زبان کی ایک قدرتی شان مین نمودار ہوگا۔ بلندی مین ذلیل، پست، یا حقیر خیالات کی رسائی نہین ہی۔ لیکن ساتھ ہی وہ ایسے خیالات کی بھی روادار نہین ہی جو پُر تکلف اور مصنوعی ہون۔ بلندی کا اصلی راز بڑی باتون کو چند اور مختصر لفظون مین بیان کرنا ہی۔ جتنے مصنف بلند نویس ہین اُن کی تحریر مین بلا استثنا حد درجہ سادگی ہوتی ہی۔ جو مصنف معمولی شوکت اور ترتیب الفاظ مین تصنع سے کام لے اور اپنے مضمون مین نمائش پیدا کرنے کی کوشش کرے اُس کی نسبت سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ خیال کا کمزور ہی اور اس لیے محض لفاظی سے کام لینا چاہتا ہی۔

یہی ناموافق رائے اس مصنوعی سامان کی نسبت ظاہر کی جا سکتی ہی جو بعض انشا پرداز کسی فقرہ یا ایسے بیان کی تمہید مین استعمال کرتے ہین جس سے وہ اُس کو بلند بنانا چاہتے ہین۔ وہ اپنے

ناظرین سے متوجہ ہونے کو کہتے ہیں، ہاتف کی مدد ڈھونڈتے ہیں، یا اسی قسم کے عامیانہ اور بے معنی اظہار اس شے کی عظمت ہیئت یا شان کے متعلق کرتے ہیں جو وہ بیان کرنا چاہتے ہیں -

اس قسم کی تمہیدوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کا تخیل کمزور ہو چلا ہے اور وہ جبریہ کوشش سے اپنے اور اپنے ناظرین کو متاثر کرنا چاہتا ہے - وہ ایک قسم کے مصنوعی جوش کے مشابہ ہے جس سے قدرتی جوش کی کمی پوری کرانا مقصود ہوتا ہے -

بلند تحریر میں دو عیب خاص کر پائے جاتے ہیں - روکھا پن اور لغت تراشی - روکھے پن سے مراد ایک شے کو جو بطور خود بلند ہے ذلیل خیال یا کمزور یا پست یا طفلانہ طرز بیان سے ذلیل کرنا ہے - اس سے ذکاوت کی قطعی معدومیت یا حد درجہ کمی ظاہر ہوتی ہے - اس قسم کی تحریرات کثرت سے ملیں گی - کوہ اثنا کے متعلق جو نظیر دی گئی ہے وہ اسی قسم کی نظیروں کے زمرہ میں شامل ہے - زیادہ نظیریں بیکار ہیں - لغت تراشی سے مراد ایک معمولی یا حقیر شے کو اس کے اصلی درجہ سے زبردستی اونچا کرنا یا ایک بلند شے کو اس کی کل قدرتی اور معقول حدود سے مرتفع کرنے کی کوشش ہے - اس غلطی میں بعض اوقات بڑے بڑے انشا پرداز صرف اس وجہ سے گرفتار ہو جاتے ہیں کہ وہ بد قسمتی سے بلندی کے اصلی راز کا لحاظ نہیں کرتے -

یہاں تک بلندی کا ذکر کیا گیا جس پر ہم نے پورے طور پر اس وجہ سے بحث کی ہے کہ وہ انشا پردازی کا ایک بہت بڑا جوہر ہے اور جہاں تک ہم کو معلوم ہے دقیقہ رس مصنفین نے اس بابت میں صاف اور ٹھیک ٹھیک خیالات ظاہر نہیں کیے ہیں ❊

ر

(کسی کی یاد)

میرا مقصود ذہنی اس انسانی شکل و صورت کی طرف ہے جس نے کسی گذشتہ زمانہ میں میرے جسم، میرے دل، میرے دماغ میں ایک زلزلۂ عظیم پیدا کر کے میری پُرسکون حالت میں ایک ایسی غیر متحمل اور اضطراری حرکت پیدا کر دی تھی کہ جدھر وہ چاہتی پھیرے لیے پھرتی اور میں پھرتا - اُس کی سراپا شانِ دلربائی میرے قلب متحرک پر بار بار بجلیاں گراتی اور میں برداشت کرتا ......

میں اچھا خاصہ زندانی تھا - گو ظاہراً آزاد نظر آتا لیکن رشتۂ محبت سے جکڑا ہوا تھا - دنیا کے کل راستے میرے لیے کھلے ہوئے تھے کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی لیکن وہ راستہ جس کی پُر فضا منازل پر الفت کی نسیم اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی چلا کرتی تھی صرف میرے ہی لیے مسدود کر دیا گیا تھا -

بلبل ہوں صحن باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

یہ سب کچھ میرے واسطے کیا گیا تھا - انتہا درجہ کی روک تھام کی گئی تھی لیکن محبت کے اصلی جوہر نے مجھے کشاں کشاں اس پُر فریب راستہ کے قریب قریب پہنچا دیا جہاں میں نے ہنستے بولتے بیفکری کے ساتھ دن اور رات کا اکثر حصہ کاٹا تھا جس کو اب خواب سے تعبیر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ❊

اُس جلوۂ مجسم کو جس کے قدموں پر میں باین عجب و تکبر سر نیاز جھکانے میں عار نہ سمجھتا بلکہ باعث صد افتخار جانتا - میں پاتا جہاں میری آنکھیں اُس کو اکثر دیکھ چکی تھیں - میری محبت بھری اور للچائی ہوئی نظریں بار بار اُس پر پڑتی تھیں - وہ بھی دیکھتا تھا

لیکن کوری نگاہ سے جس سے ناشناسائی کی اچھی خاصی جھلک نظر آتی تھی۔ اُس وقت، میرے دل میں تلاطم عظیم برپا ہو تا، زبان تک الفاظ آتے لیکن کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے آنسو مضمحل صورت جو حقیقی حزن و ملال کی وجہ سے ہو جاتی ہے سفارشانہ طریقہ سے اظہار حال کرکے دبی زبان سے محسوس کرنے کے لیے توجہ دلاتے کہ اے بیدرد ظالم! ذرا ادھر بھی دیکھ، احساس قلب پیدا کر، کیوں کسی کو رنج و الم میں مبتلا رکھ کر اُس کی امیدوں اور آرزوں کو پامال کرنا چاہتا ہے، لیکن وہاں ٹس سے مس ہوتا تھا نہ ہوا............

مفارقت کی آہنی دیوار جو اُس نے میرے درمیان حائل کر دی ہے خدا معلوم کب ٹوٹے گی۔ ایسے بیوفا، نا قدر شناس جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا جاننے والے پُر دغا محبوب کے ارادوں کی اگر مجھکو خبر ہو جاتی تو میں پیشتر ہی کسی نہ کسی صورت سے چھٹکارا کر لیتا لیکن اُس نے عشق و محبت کی چنگاری پر شجرِ الفت کی سوکھی لکڑیوں کا باڑہ باندھ کر آگ دیدی جس کے شعلے دل سے اُٹھے۔ دماغ تک پہنچے بلکہ اُس کے بھی پار نکل گئے گو اُس کی طرزِ دلربایانہ جو سراسر بیوفائی پر محمول کی جا سکتی ہے اُس نے مجھے مشتعل کر دیا۔ میں برافروختہ ہوا۔ نفرت پیدا ہوئی۔ لیکن میں کہونگا کہ وہ درحقیقت اصلی نفرت نہ تھی ؎

فتنہ پرداز دغا بازِ فسونگر عیار
ہائے کمبخت دل آیا بھی تو آیا کس پر

اُس کی کج ادائی، بے توجہی، دلِ زخم خوردہ پر نمک پاش ہو کر اشتعال انگیز جذبات کا باعث ہوئیں لیکن پھر بھی مجھے اُسی کی دُھن تھی، اُسی کا خیال تھا، اُسی سے محبت تھی اور اب بھی ہے۔ ؎

اب تک اُسی کی دھن ہے اُسی کا خیال ہے
چھوٹے چھٹائے ربط پر اب تک یہ حال ہے

یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ پیمان شکن ہے۔ وعدہ فراموش ہے۔ پُر دغا ہے۔ لیکن میری نظر میں اُس کی ہستی ایسی خوشنما ہستی ہے۔ جس کو میری ہی آنکھیں جانتی ہیں اور، کچھ میرا ہی دل سمجھتا ہے۔ میرا دل کب مانتا ہے۔ میں اُس کو پکاروں گا کہ آ۔ آ۔ اے غارتگرِ دین و ایمان خفیف تبسم کے ساتھ اپنی لجائی ہوئی گردن کو میرے شانے پر ڈالدے تاکہ میرا دل مسرت و انبساط کا مخزن ہو جائے۔ اے کرشمۂ مجسم! اے سراپا دلربائی! میری رگ رگ سے ایک عرصہ دراز تک تیری محبت کی دلکش صدائیں نکلا کی ہیں۔ میرے دل اور میری زبان نے ایک غیر محدود زمانہ تک تیرا پیارا نام جپا ہے اور اب بھی جپ رہا ہے۔ آ او بے حجابانہ آ ؎

بے حجابانہ درآ از درِ کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما

مُسکراتے ہوئے آ۔ اٹھلاتے ہوئے آ۔

میرے رنج کو خوشی سے بدل دینے والے انسانی پیکر! تری وہ پُرکشش صورت جس کو میری آنکھیں حُسن کا اعلیٰ نمونہ خیال کرتی ہیں، جس کا ایک دلکش نظارہ مجھ میں ایسا بے خبری کا عالم پیدا کر دیتا ہے کہ میں گویا نہیں ہوں۔ خدا جانے کتنے دن گزر گئے کتنی راتیں گذر گئیں لیکن میرا جوشِ اشک کم ہونا تھا نہ ہوا۔ برسات بھی آئی۔ بہار بھی آئی۔ پانی برسا اور سوکھے کھیتوں کو سیراب کرکے چلا گیا۔ آفتاب نے بھی اپنی روشن شعاعیں ہرے بھرے کھیتوں پر ڈال کر ان کو مستفید کیا .... اگر تو بادل ہے تو میں تجھ سے برسنے کے لیے التجا کروں گا اور اگر تو آفتاب ہے تو تجھے چمکنے کے لیے کہوں گا۔ لیکن تو کہاں برسے اور کہاں چمکے؟ تو مجھ پر

برس۔ تو میرے پاس چک۔ تو میرے لیے ہو۔ تو میرا حصہ ہو۔ تو کسی
اور کے لیے نہیں .... گر تو نہ آنا تھا نہ آیا۔ تمنا تھی کہ تو میری کشت
امید پر پانی برساتا لیکن وہ سوکھی کی سوکھی ہی رہی *

ای بسا آرزو کہ خاک شدہ

دیدار طلب آنکھیں مشتاق دید ہیں *

ترے حسن سے میرا عشق سر بر نہوا۔ تری فطرت سے میرے
جذبات مقابلہ نہ کر سکے۔ میں آخر ہار گیا۔ تو جیتا۔ میرا دل جوش
عشق سے بیچین ہو رہا ہو۔ محبت کی آگ میرے دل میں لگی ہو اور
میں تیری مفارقت میں پھکا جا رہا ہوں قسم ہو تجھکو اپنی دلربائی کی۔
قسم ہو تجھکو اپنی کج ادائی کی۔ اب تو ستم و جور سے باز آ اور اس
طرح میرے پاس آ جیسے ترا خیال آناً فاناً آجاتا ہو......... *

وہ راتیں نہایت ڈراؤنی اور بھیانک تھیں جب میں نے تیرے فراق
میں تارے گن گن کر کاٹے۔ شب فراق کی بڑی مشکل سے ختم ہونیوالی گھڑیوں کے بعد جو
صبح ہوتی ہو وہ صبح قیامت ہوتی ہو۔ آجا۔ آجا۔ دیر نہ کر میرا اجڑا ارمان دل،
آرزو مند دل، تیرا خیر مقدم چاہتا ہو۔ میں نے اپنے دل کا شہ نشین
سچائی اور محبت کے فرش و فروش سے تیرے لیے آراستہ
کیا ہو۔ آ۔ اور اس میں بیٹھ جا۔ لیکن اس طرح آ جیسے کہ
ایک زاہد شب زندہ دار خانۂ خدا میں اپنی بے ریا عبادت کی
غرض سے دوسروں کی نظر بچا کر داخل ہوتا ہو ....

آ اور نسیم خوشگوار کی طرح آ۔ موسم بہار کی طرح آ۔ پھولوں
کی مہک کی طرح آ۔ اور اپنی عطر آگیں شمیم سے دل افسردہ کو
بھلا۔ دماغ کو فرحت دے۔ تو نے کبھی میرے لیے۔ میرے دل
کے لیے۔ میرے دماغ کے لئے ایسا مستانہ راگ چھیڑا تھا جس کی
صدا پھر سننے کو کان مشتاق ہیں .... وہ عالم بیخودی پیدا
کر دینے والا نغمۂ مستانہ پھر چھیڑ لیکن اسی دھن میں اسی سے لے
میں .... *

برسات کی رت ہو۔ کالی کالی گھٹائیں امنڈ امنڈ کر آرہی ہیں۔
جذبۂ حقیقی کی رکھنے والی مخلوق اپنے اپنے مطلوب کو پکار پکار کر بلا
رہی ہو کیا میں تجھے نہ پکاروں؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔

تیری تمنائے وصال میں مضطرب دل ضرورت سے
زیادہ مضطرب ہو اگر تو نہ آئے گا تو یہ گھڑیاں میرے لیے روح فرسا
ہوں گی .... *

کیا میری آنکھیں تجھکو کبھی ایسے عالم میں نہیں دیکھ چکی ہیں جبکہ تو
نہایت آن بان اور جلوہ محبوبی کے ساتھ اپنی محبت بھری نظریں
میرے قلب مضطر پر ڈال کر میرے سکون کا باعث ہو جاتا تھا؟
نہیں نہیں دیکھا ہو اور ضرور دیکھا ہو *

اب بھی اسی طرح دیکھ۔ میں وہی ہوں اور تو وہی ہو ....

گو تیری مفارقت نے چند روز سے میرے گوشوارۂ دل پر بڑا اور
سیاہ دھبے ڈالدیے ہیں۔ لیکن وہ کیا ہیں۔ کچھ نہیں۔ تیری ایک نظر
مہر سے اس طرح غائب ہوجائیں گے جیسے کبھی تھے ہی
نہیں *

سید مہر حسین (لکھنوی)

رباعی

کیوں دل سے بھلاتا ہو خدا کا وعدہ
دیوانہ بنا جاتا ہو سیانا ہوکر
ناحق ہو تجھے فکر خیال خور و نوش
کیوں دام میں دانے کے ہو پڑتا جاکر

ہو بزم تخیل میں تجلی تیری
ہو طائر دل کیوں نہ ترا پروانہ
نغمہ ہو ترا تار نفس سے جاری
شاہد ہو یہ تسبیح کا دانہ دانہ

میر احمدی (اجمیری)

”پریم چند“ کی کہانیان

اُردو دان اصحاب اس امر سے ناواقف نہ ہون گے کہ کانپور سے مشہور رسالہ ”زمانہ“ مین ایک صاحب ”پریم چند“ کے نام سے چھوٹے چھوٹے قصے لکھا کرتے ہین۔ اب اُن مین سے چند منتخب قصون کا ایک مجموعہ بھی ”پریم پچیسی“ کے نام سے کتابی صورت مین شائع ہو گیا ہو۔ بنگالی رسالون مین ایسے قصے کثرت سے نکلا کرتے ہین جن کو ”گلپ“ کہتے ہین لیکن اُردو مین اس قسم کی کہانیان ایک طرح سے بالکل نئی چیز ہین جس کے ایجاد کے لیے افسانہ نگار صاحب مبارکباد کے مستحق ہین۔ آپ کے بعض بعض قصے تو ایسے دلچسپ معنی خیز اور تاریخی رنگ لیے ہوئے ہین کہ اُن کو پڑھ کر راقم کے لیے بے اختیار زبان سے کلمۂ تحسین و آفرین نکلتا ہو۔

لیکن کتنا تعجب ہوتا ہو جب ہم دیکھتے ہین کہ بعض بعض کہانیون مین ایسی ایسی فاش اور بھدی غلطیان کی گئی ہین جن کو ”پریم چند“ جیسے مشاق اہل قلم سے منسوب کرتے ہوئے ہم کو تامل ہوتا ہو۔

قبل اس کے کہ ہم آپ کی ایسی غلطیون کی طرف رجوع ہون ہم آپ کی طرز تحریر پر ایک تنقیدی نظر ڈالنا چاہتے ہین۔ واضح ہو کہ آپ کی عبارت عموماً دقیق اور اُس کے الفاظ کچھ مشکل ہوا کرتے ہین۔ اور یہ طرز آج کل پسندیدہ نہین ہو۔ بعض بعض فقرے تو ایسے ہوتے ہین جن کے سمجھنے کے لیے معمولی استعداد والون کو کچھ دیر تک غور کرنا پڑتا ہوگا۔ نمونہ کے لیے ذیل کے فقرے ملاحظہ ہون:۔

”اُس گنبد نما درخت کے نیچے تاریکی کے اتھاہ سمندر مین روشنی کا ایک دھندلا شعلہ معصیت مین گھری ہوئی رُوح کی متشکل مثال پیش کر رہا تھا“ (بکرما دتیہ کا تیغہ)۔

”یہ صحیح ہو کہ انصاف سیم و زر سے بے نیاز ہو لیکن پردے مین وہ اشتیاق ہو جو ظہور مین ممکن نہین۔ دعوت اور تحفہ کے پردہ مین بیٹھ کر دولت زاہد فریب بن جاتی ہو“ (نمک کا داروغہ)۔

”حُسن کے پھول وفا کے سنہرے رنگ مین رنگے ہوئے تھے“ (دھوکا)۔

”صباحت کی ایک تصویر تھی جو آفتاب کی زرین شعاعون سے بنائی گئی تھی“ (دھوکا)۔

بہ خیال طوالت ہم اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہین کچھ شک نہین کہ چند روز پہلے ایسے تشبیہ اور استعارے انشا پردازی کی رُوح سمجھے جاتے تھے لیکن اب انگریزی تعلیم کی ترقی سے اُردو کی مضمون نگاری کا بھی رخ بدل گیا اب ایسی پیچیدہ عبارت ایک طرح سے پُرانے فیشن کی اور متروک خیال کی جاتی ہو۔ اب ایسی تحریر کا دَور ہو جس کے معنی سمجھنے کے لیے ناظرین کو غوطے کھانا نہ پڑین اور نہ لفظون کے بھول بھلیان مین ٹکرین مارتے پھرین۔ سیدھی سادی اور مختصر عبارت لیکن اپنی معنوی خوبیون کی وجہ سے دِل مین چُبھنے والی ہو۔ پس جہان تک مین خیال کرتا ہون یہی آج کل کی طرز تحریر کا معراج ہو۔

بعض قصے تو آپ کے ایسے ہین جن مین سوائے لفاظی کے اور کچھ نتیجہ ہی نظر نہین آتا مثلاً ”موہنی“ کا قصہ جس مین یہ بیان کیا گیا ہو

کہ دریا مین ایک بہتے ہوے چراغ کو دیکھکر جب وہ نظرون سے چھپ گیا یا بجھ گیا تو موہنی نے کہا منزل مقصود یہی ہی۔ بس قصہ ختم ہا خیر مین اس قصہ کے انجام پر بھی چند لفظون مین روشنی ڈالنا چاہیے تھا"

اب ہم آپ کی کہانیون کی چند معنوی غلطیون کی طرف ناظرین کو توجہ دلانا چاہتے ہین +

"نمک کا داروغہ" والے قصے مین لکھا ہی کہ جب پنڈت الوپی دین منشی بنسی دھر کے مکان پر گئے تو اُنھون نے اپنا مختارنامہ عام جو منشی جی کے نام تھا اُن کے سامنے پیش کیا اور اصرار کیا کہ آپ اس پر دستخط بنا دیجیے۔ منشی جی نے بعد قیل وقال کے شکرگذاری کے ساتھ اُس پر دستخط بنا دیئے" +

یہ موٹی بات ہی کہ مختارنامہ عام پر مالک یعنی تحریر کنندہ کے دستخط ہوا کرتے ہین نہ کہ مختار عام کے لہذا اس عبارت مین لوپی دین کی لکھی ہوئی دستاویز پر بنسی دھر کا دستخط بنوانا ایک بالکل بے معنی بات ہی +

نومبر ۱۹۱۶ء کے زمانہ مین ایک آپ کا قصہ نکلا ہی جسکا عنوان ہی "دھوکا" اس مین بھی ایک سے زائد ایسی غلطیان موجود ہین اُس کا پہلا فقرہ ہی +

"ستی کُنڈ مین کھلے ہوے کنول بسنت کے دھیمے دھیمے جھونکون سے لہرا رہے تھے" +

شروع بسم اللہ غلط۔ صاحب! بسنت رُت مین کنول کے پھول نہین کھلتے بلکہ یہ زمانہ تو اُن کے خزان کا ہی سنسکرت لٹریچر کے اولین شاعر والمیک جی لکھتے ہین +

"رام چندر نے اپنی کُٹی کو سیتا سے اس طرح خالی دیکھا جیسے بسنت رُت (سخت جاڑے کے موسم) مین کمل کی رونق جاتی رہتی ہی" (والمیکی رامائن آرنیہ کانڈ ۶۰ شلوک نمبر ۵)

پھر ذرا آگے چل کر اسی قصہ مین آپ لکھتے ہین +

اس (پربھا) کا کندنی رنگ اُن ہی پھولون کی طرح دمک رہا تھا۔

یہ تشبیہ بھی ناقص ہی کمل کے پھولون کا رنگ کندنی نہین ہوتا کندن سونے کو کہتے ہین پس جو رنگ زرد اور کچھ چمک لیے ہو وہ کندنی ہی کمل زیادہ تر سفید۔ کوئی کچھ سرخی مائل اور شاذ کچھ نیلگون ہوتے ہین۔ پس جہان تک ہم کو معلوم ہی ان کے سوا کمل کے رنگ کی اور کوئی قسم نہین ہوتی +

خیر یہ تو معمولی باتین ہین اب ذرا اس قصہ کے پلاٹ کی طرف آیئے۔ پربھا راجہ ہری چند کے ساتھ بیاہی گئی۔ مہینون اُن کے ساتھ رہی لیکن اُس نے نہ پہچانا بلکہ اُس کو کبھی شک تک بھی نہوا کہ بیاہ سے کچھ پہلے ہی شخص جوگی بن کر میرے یہان گیا تھا۔ مہینون بعد جب راجہ تصویر خانے مین لے کر اُس کو طرح طرح کی تصویرین دکھانے لگے تو اُس مین "چھوٹی سی ایک تصویر اسی جوگی کی نظر آئی۔ راجہ ہری چند نے اُس جوگی کی بابت طرح طرح کے سوالات پربھا سے پوچھنا شروع کیے اور بالآخر اُس کے بُلانے کے لیے پربھا سے اصرار کیا۔ اس کے بعد یون لکھا ہی کہ یہ کہہ کر راجہ ہری چند تیر کی طرح طاق سے باہر نکل آئے۔ پربھا ان کو روک نہ سکی۔ ایک لمحہ مین جوگی کی موہنی صورت دکھائی دی۔ الخ" +

اس موقع پر عجیب گورکھ دھندا دکھایا گیا ہے کہان تو راجہ ہری چند پربھا سے بالمشافہ باتین کر رہے تھے اور کہان وہ جوگی بن کر (جس کی چھوٹی سی تصویر طاق مین رکھی تھی) تیر کی طرح اُسی طاق سے باہر کود پڑے۔ یہ عجیب معمہ ہی ہم نے بارہا غور کیا لیکن ہماری سمجھ اس کے حل کرنے سے قاصر رہی ہمارے خیال مین تو اخیر مین اس ایک فقرے نے سا

قصے کو بھونڈا کر دیا۔
اس مضمون سے کوئی غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے۔ ہم عموماً ترکی
کی کہانیوں کی دل سے قدر کرتے ہیں اور اُن میں کوئی نقص نہیں
دیکھنا چاہتے اس خیال کو مدنظر رکھ کر ان چند سطروں کے
لکھنے کی جرأت کی گئی ہے امید کہ اسی نظر سے یہ پڑھی جائینگی۔

ہیم چند

(وفادار قاتلہ)

خوابگاہ شاہی کی رونق افزائی کو ابھی چند روز ہوئے تھے
کہ دراندازوں نے سلطان .... کو بادشاہ بیگم کی غداری
اور بیوفائی کی اطلاع دی اور ایسے موثر انداز میں یقین دلایا
کہ سادہ لوح سلطان نے معاملات کی تحقیق کیے بغیر انتقام کا فیصلہ
کرلیا۔ بےقصور سلطانہ انجام قسمت سے بیخبر شاہ کی آمد کا انتظار
کر رہی تھی کہ یکایک سلطان ایوان حرم میں داخل ہوا اور اس سے
پہلے کہ بے بس ملکہ وحشت انگیز چہرے اور پرشکن پیشانی کی نسبت
کوئی سوال کرے اُس کی تلوار بجلی کی طرح زرکار پرتلے سے نکلی اور
بےگناہ مجرمہ کی شہرگ سے خون کا فوارہ اُچھلنے لگا .... اب
سلطان کا غصہ اپنی حد کو پہنچکر افسوس و حسرت سے بدل چکا تھا
خون آلود تلوار اُس کے ہاتھ سے گر چکی تھی۔ رگوں کے آخری
اختلاج اور خون کے دوامی سیلان کا عبرتناک منظر وہ زیادہ عرصہ
تک نہ دیکھ سکا اور حرم سرا سے نکل کر دوسرے ایوان میں چلا گیا۔

جب جذب و جنون میں ذرا سکون ہوا اور منتشر خیالات نے
ایک مرکز پر ہجوم کیا اُس نے سب سے پہلے اِس قسم سے اپنی بیتاب
روح کو تسکین دی کہ وفاداری اور عفت مآبی کے امتحان میں
جب تک کوئی عورت سچی نہ ثابت ہوگی وہ آمادۂ مناکحت نہوگا۔
لیکن اس قسم کا پورا کرنا اُتنا ہی دشوار تھا جتنا اُس کو توڑ دینا۔
تاج و تخت کو ایک وارث کی ضرورت تھی کیونکہ شہزادۂ رعنا
(سلطان کے چھوٹے بھائی) کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جو سلطان کے
بعد ملک پر حکمرانی کرسکے۔ رعنا کی یہ کیفیت تھی کہ وہ شب و روز
کتابوں کے مطالعے میں مصروف اور شعر و سخن کے تذکروں میں منہمک
رہتا تھا، معاملات ملکی سے اُس کو ذرا دلچسپی نہ تھی اور بعض لوگوں
کا خیال ہے کہ وہ اس کی اہلیت بھی نہ رکھتا تھا۔ بہرکیف ناشاد
سلطان ایک کشمکش میں مبتلا تھا اور فیصلہ کی قوت اُس کے
دماغ سے معدوم ہوگئی تھی۔ دوسرے دن اس نے ہوشیار
مشیروں کو طلب کیا اور صورت معاملات سے آگاہ کرکے
مشورہ چاہا لیکن لوگ حیرت میں تھے کہ کیا مشورہ دیں کیسی
عورت کی وفاداری کا دعوے آسان نہ تھا۔ اگر واقعات اُن
کے بیان سے ذرا بھی مختلف ہوتے تو جان کی امان نہ تھی۔

اس واقعہ پر جتنا زمانہ گزرتا گیا سلطان کی پریشانیاں بڑھتی گئیں
وہ اپنی قسم سے پشیمان تھا کیونکہ ایک وفادار اور عفت مآب
عورت کا میسر آنا اُس کے لیے محال ہوگیا تھا۔ آخر مایوسیاں اُس
کے دل پر ایسی محیط ہوگئیں کہ خواب و خور حرام ہوگیا ایک دفعہ وہ
چار شبانہ روز بیدار رہا۔ لوگ اُسکی تندرستی اور حواس کی بحالی
سے مایوس ہوگئے تھے اور تجویزیں ہو رہی تھیں کہ شہزادۂ رعنا
کو تخت پر بٹھایا جائے۔ سلطان کو جب یہ خبریں پہنچتی تھیں اُس
کی بے چینیوں میں اور اضافہ ہوتا تھا۔ ایک دن اتفاق سے شب
کو اُس کی آنکھ لگ گئی اور ابھی صبح کاذب ہی تھی کہ وہ ایک ہولناک
چیخ کے ساتھ اُٹھ بیٹھا۔ پرستار یہ سمجھے کہ اس کا وقت آپہنچا گر

یہ خیال غلط تھا۔ اس کی آنکھیں خوشی سے منور ہو رہی تھیں اور
اُس کا چہرہ اندرونی طمانیت سے دمک رہا تھا، بات یہ تھی کہ اُس
نے خواب میں ایک سیاہ پوش بزرگ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ
"فردوس کی نعمتیں ایک عورت پر نثار نہ کرو، مایوس نہ ہو،
اٹھو شادی کی طیاریاں کرو اور ملک و مال کے لیے ایک خلف ارشد
جانشین چھوڑ جاؤ"۔

اس خواب کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ صبح ہوتے ہوتے سلطان کی
طبیعت بالکل بحال ہو گئی۔ اُس نے اپنے حضور میں شہزادۂ رعنا
کو طلب کیا اور تمام ماجرا سنا کر کہا کہ ایک وفادار ملکہ کے انتخاب
کی میں نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ تم ایک شاہی نامہ بر کے بھیس میں
بیروت جاؤ اور وہاں شرفا اور امرا کی دس حسین لڑکیاں
شہزادۂ رعنا کی شادی کے لیے نامزد کر کے لاؤ۔ گویا تم کو سلطان نے
شہزادۂ رعنا کی نسبت کے لیے بھیجا ہے اور تم سلطانی حکم سے اُن
لڑکیوں کے سرپرستوں کو مجبور کر دو گے کہ وہ انھیں اسی تقریب
سے سلطانی حرم سرا میں پہنچا دیں۔ جب یہ لڑکیاں آجائیں گی تو
میں انھیں اپنے حضور میں طلب کروں گا اور اُن کو ترغیب دوں گا
کہ شہزادۂ رعنا کے بجائے میرے ساتھ شادی کر لیں ان میں
سے جو لڑکی انکار کرے گی وہ عفت مآب اور وفادار سمجھی جائے گی اور
بادشاہ بیگم بنے گی اور جو اس ترغیب سے متأثر ہوگی وہ جلاد کے سپرد
ہوگی۔ رحم دل شاہزادہ اس خوفناک تجویز سے کانپ اٹھا
لیکن اُس نے سر تسلیم خم کیا اور اس خدمت کی بجا آوری کے لیے
طیار ہو گیا۔ چونکہ وہ اس سے پہلے کبھی بیروت نہیں گیا تھا اس
لیے نامہ بری کا پارٹ اُس نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا
اور بہت تھوڑے عرصہ میں دس حسین لڑکیاں اُن کے سرپرستوں کے
ہمراہ لے کر بارگاہ سلطانی میں حاضر ہو گیا۔

جس وقت شہزادۂ رعنا کی واپسی ہوئی سلطان خاصہ تناول
کر کے اپنے خلوت خانہ میں جا بیٹھا تھا۔ اُس نے فوراً حاضری کا حکم دیا
اور شہزادہ کے پہنچتے ہی گرمجوشی کے ساتھ ہم آغوش ہو کر کہا "رعنا!
تم نے اپنی خدمت بڑی خوش اسلوبی سے انجام دی اور میں نہایت
محظوظ ہوا"۔

رعنا۔ "کیا حضور نے ان دوشیزہ لڑکیوں کو جب وہ حرم سرا کے دروازہ
سے گزر رہی تھیں ملاحظہ کیا؟"

سلطان۔ "ہاں میں نے اچھی طرح دیکھا، یہ سنہری زلفوں
والی کون ہے؟"

رعنا۔ "حضور! اس کا نام صوفیہ ہے، یہ اُس قبیلہ کے سردار کی لڑکی
ہے جو لب دریا آباد ہے۔ اُس کی نانی سومالی سے آئی تھی اور
ایک عرب تاجر کے ہاتھ فروخت کی گئی تھی۔ وہ دریائے نیل
کے کنارے ذرا کی ذرا کاروان سے باہر نکلی تھی کہ بردہ فروش
درویشوں نے اُسے پکڑ لیا"۔

سلطان۔ "اوہو، کیا اُس کی رگوں میں غیر مسلم خون ہے؟"

رعنا۔ "تین پشت پہلے کی بات ہے، اب تو وہ پکی مسلمان ہے"۔

سلطان۔ "یہ کہو تم تو اُس کی پوری سوانح عمری سے واقف ہو"۔

رعنا۔ "میرا فرض تھا کہ میں اپنے سلطان بھائی کی خاطر یہ سب
کچھ جانتا"۔

سلطان۔ "تمھاری وفاداری میں کوئی شبہ نہیں، لیکن تم نے یہ خدمت
انجام دے کر اپنی تاجپوشی کی توقع باطل کر دی"۔

رعنا۔ "مجھے اس کی تمنا نہیں"۔

سلطان۔ "کیوں، کیا جو خون تمھاری رگوں میں موجزن ہے اس پر تمھیں
کچھ فخر نہیں؟"

رعنا۔ "ضرور، لیکن ؟ بادشاہ کی شان وسطوت مجھ میں نہیں ہے اور اس سینے میں فرمانروائی کا شوق نہیں"

سلطان۔ "پھر میرے عزیز بھائی تمھاری خواہش کیا ہے؟"

رعنا۔ "قرآن کی تلاوت، مذہبی فرائض کی ادائگی، کتب بینی سخن سنجی، بس انھیں مشاغل میں اپنی عمر بسر کرنا چاہتا ہوں"۔

سلطان۔ "یہ بڑی دانائی اور فرزانگی کی باتیں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ شجاع اور مجھ سے زیادہ موزون حکمران اس خاندان میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ تم کو تو یہ زیبا ہے کہ اپنی نظموں میں میری شجاعت اور جہانبانی کے افسانے لکھو تاکہ میری آیندہ نسلیں اُن کو پڑھکر سبق حاصل کریں، بس اس کے سوا تمھیں کوئی آرزو نہیں"

رعنا۔ "حضور، بس یہی میری آرزوؤں کی انتہا ہے"

سلطان۔ "اور شادی؟"

رعنا۔ "مجھے اس کا خیال تھا، لیکن جب تک محترم سلطان کی شادی نہ ہو چکی ہو اور سلطنت کا وارث موجود نہ ہو میرے لیے یہ خیال مناسب نہیں"۔

سلطان۔ "تم نے ایک سچے بھائی اور شہزادے کی طرح جواب دیا اچھا اب اور باتیں کرنی چاہییں۔ یہ بتاؤ کہ یہ دوشیزہ لڑکیاں اب تک تمھیں نامرد نہیں بلکہ شہزادے ہو؟"

رعنا۔ "نہیں، وہ اب تک مجھے ایک نامرد سمجھتی ہیں"۔

سلطان۔ "اب تم اُن کو یکے بعد دیگرے میرے پاس بھیجو"۔

شہزادہ رخصت ہوا اور سلطان مسہری پر دراز ہو گیا، اُس نے ایک سرد آہ کھینچی۔ پھر غلام کو آواز دی کہ اُس کے چہرے اور ہاتھوں میں عطر مل دے۔ غلام کے جانے کے بعد سلطان نے اپنے خاص معتمد عبداللہ کو طلب کیا اور حکم دیا کہ تم اِس پردے کے پیچھے کھڑے رہو اپنی تلوار کو برہنہ کر لو اور جب میں کسی عورت کو تمھارے پاس بھیجوں اُسے فوراً قتل کر ڈالو۔

سلطان کی پُرشوق نگاہیں دروازہ کی بیرونی فضا پر جمی ہوئی تھیں کہ ایک لڑکی اُس کے حضور میں پیش کی گئی۔ وہ سلطان کے روبرو سکوت کے عالم میں کھڑی تھی، اُسکا چہرہ نیلگون نقاب میں پنہان تھا۔ اُس کے دست و بازو شام کے پردہ پوش لباس میں تجسس نگاہوں سے محفوظ تھے۔ سلطان اُس کے قریب آیا اور نقاب اُٹھنے کی کوشش میں اُسے کوئی زحمت نہیں ہوئی، اور شاہی کمرہ حسن کی شعاعوں سے منور ہو گیا۔ سلطان نے کہا "نازنین" تم شہزادۂ رعنا کی منسوبہ ہو کر یہ تاج و تخت تم پر قربان ہے، کہ تم ایک شہزادہ کی بیگم ہو گی یا ایک خود مختار ملکہ؟ یقیناً تم ایک بے بس شہزادے پر ایک بااختیار سلطان کو ترجیح دو گی، یہ آراستہ ایوان تمھارے رہنے کو یہ فاخرہ لباس تمھارے پہننے کو اور یہ مرصع زیورات تمھاری آرائش کو حاضر ہیں"۔ سادہ دل دوشیزہ جس کی جوانی اُمنگوں سے بھری ہوئی اور جس کا دِل ارمانوں سے لبریز تھا آن کی آن میں مسخر ہو گئی مگر ایک برق آسا تبسم کے سوا وہ کسی طرح اظہار مدعا نہ کر سکی۔ سلطان نے کہا "اچھا میرے ساتھ خوابگاہ کو چلو" سلطان آگے آگے اور بد نصیب لڑکی اُس کے پیچھے پیچھے اُس دروازہ پر پہنچی جہاں عبداللہ کی برہنہ تلوار حکم کا انتظار کر رہی تھی اور چند لمحے کے بعد جوانی کی بھولی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں۔

اس کے بعد دوسری، تیسری، چوتھی غرض نو لڑکیاں یکے بعد دیگرے پیش کی گئیں لیکن سب کی سب سلطان کی دلفریب ترغیب کی شکار ہوئیں اور عبداللہ کی آمادۂ کار تلوار نے اُن کے رشتہ حیات کو منقطع کیا۔

اب سلطان کی مایوسی اور جوش غضب کی انتہا نہ تھی۔ اُس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اُس کی پُرشکن پیشانی اور آتشین چہرے ایک خونی اور قہرمانی منظر پیش کر رہے تھے' اُسے جوش دیوانگی اور وفور خود رفتگی مین یہ بھی یاد نہ تھا کہ ابھی بیروت کی ایک حسینہ اُس کے تیر ستم کا ہدف بننے کے لیے اور باقی ہی۔ جبکہ وہ دیوانہ وار کمرہ مین ٹہل رہا تھا اور دل سے دماغ تک منتشر خیالات کا ایک دریا متموج تھا اُس نے شہزادۂ رعنا کو طلب کر کے قہرآلود لہجے مین کہا "نامہ بر شہزادے! اپنے فرض کی ادائگی مین تم بالکل ناکام رہے۔ سب لڑکیاں بے وفا نکلین' جاؤ پردہ اُٹھا کر دیکھو' حسین مگر غدار پیکر خون وخاک مین تڑپ رہی ہین" رحم دل شہزادہ یہ سن کر بیتاب ہوگیا۔ اُس نے پوچھا "کیا سب" سلطان نے اُسی غضبناک انداز مین جواب دیا "ہان سب" شہزادہ نے کہا "اور وہ سنہری زلفون والی حسین صوفیہ؟" سلطان نے کہا "وہ بھی" اب لرزہ براندام شہزادے کا دل قابو سے باہر تھا۔ لیکن سلطان نے کچھ سوچکر عبداللہ کو بلایا اور مقتول لڑکیون کی تعداد دریافت کی اور جب معلوم ہُوا کہ اب تک صرف نو لڑکیان آئی ہین تو ایک بار اُس کے مزاج مین اور سنجیدگی پیدا ہوئی اور اُس نے شہزادہ سے کسی قدر پُرسکون آواز مین کہا "ابھی ایک اور باقی ہی اور شاید یہ وہی سنہری زلفون والی ہی' اچھا اُسے بھی آنے دو" شہزادۂ رعنا نے کہا "مین عاجزی کے ساتھ حسین صوفیہ کے لیے اپیل کرتا ہون۔ اُس کا امتحان نہ لیجیے وہ قدرتہً نیک اور وفادار ہی" سلطان نے ترشروئی کے ساتھ جواب دیا "سادہ لوح شہزادے! تم مجھے ایک بار اور مصیبت مین مبتلا کرنا چاہتے ہو۔ یہ کسی طرح نہین ہو سکتا کہ آزمائش کے بغیر وہ میری ملکہ بنے" بے چین شہزادہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن سلطان نے پھر کہا "بس اب زیادہ سفارش نہ کرو' تمھین خوف نہین کہ تمھاری تعریف و سفارش مین ایک بدگمانی کا پہلو بھی نکلتا ہی"۔

یہ سنکر شہزادہ خاموشی کے ساتھ واپس چلا گیا اور چند منٹ کے بعد نازک اندام صوفیہ شاہی کمرہ مین تھی۔ سلطان نے خواہش کی کہ وہ اپنا برقع اُتار دے لیکن صوفیہ نے ایک نامحرم کے سامنے برقع اُتارنے سے انکار کیا۔ سلطان نے غضبناک لہجے مین کہا "مین بحیثیت سلطان کے حکم دیتا ہون" یہ سنکر دوشیزہ نازنین نے صرف اپنے چہرے سے نقاب اُٹھا دیا اور متانت کے ساتھ کہا "مین اس سے زیادہ تعمیل نہین کر سکتی"۔

صوفیہ حسن کی ملکہ تھی' اس کے شاداب رخسارے حُسن وعصمت کے دو پھول تھے' اُس کے نازک لبون کو تبسم کی موجین قدرت سے ملی تھین' اُس کی خوبصورت آنکھین شرم سے جھکی ہوئی تھین۔ یہ پرستانی چہرہ ایک آفتاب تھا اور سنہری زلفین گویا اُس آفتاب کی کرنین تھین جو نورانی فضا مین جگمگا رہی تھین۔ سلطان حُسن جمال کے یہ حیرت آرا کرشمے دیکھکر سکتے مین رہ گیا' اُس کے جذبات نے دعا مانگی کہ یہ نازنین آزمائش مین پوری اُترے۔ آخر اُس نے حسب دستور صوفیہ کو زر و زیور کے سبز باغ دکھا کر اپنی تمنا کا اظہار کیا۔ اُن ہزار سوالون کے جواب مین صوفیہ نے صرف اتنا کہا کہ "مین شہزادۂ رعنا کے ساتھ منسوب ہو کر یہان آئی ہون' مین سلطانہ بننے کے لیے نہین آئی"۔ سلطان نے بیش قیمت جواہرات اور مرصع زیورات کا صندوقچہ کھول کر اُس کے سامنے رکھدیا اور کہا کہ "یہ سب کچھ تمھارے لیے ہی' اپنے حسن کی قدر کرو"۔ صوفیہ نے جواب دیا "اس سے زیادہ کیا قدر کرون کہ اپنی عزت کو ان جواہرات سے زیادہ قیمتی سمجھتی ہون"۔ جب سلطان نے اُسے بہت

پریشان کیا تو اُس نے کہا "میں شہزادۂ رعنا کی منسوبہ ہوں اور اُس کے سوا کسی کو منظور نہیں کر سکتی۔ اگر سلطان کو اس سے اختلاف ہو تو میرے والدین سے درخواست کرے"۔

سلطان اپنے دل میں خوش ہو رہا تھا لیکن مزید اطمینان کے لیے اُس نے اپنے آپ کو غضبناک بنا کر صوفیہ کی آزمائش کی اور کہا "دیوانی لڑکی! آخر کار تجھے میرا حکم ماننا پڑے گا۔ تو نہیں جانتی کہ میں سلطان ہوں"۔ صوفیہ نے کہا "میں سب کچھ جانتی ہوں۔ سلطان کی سلطنت میری جان پر ہے لیکن میری عصمت کا سلطان صرف شہزادۂ رعنا ہے"۔

سلطان جب ہر طریقہ سے آزمائش کر چکا اور صوفیہ اپنی عفت میں کامل اور اپنے ارادوں میں مستقل ثابت ہوئی تو اُس کے خیالات میں فوری تغیر پیدا ہوا۔ اُسے اپنے خواب کی تعبیر سامنے نظر آنے لگی۔ اُسے ایک بار اور اپنی خانہ آبادی کی توقع ہوئی اور اب صوفیہ اُس کی نگاہوں میں بیروت کی ایک دوشیزہ حسینہ نہ تھی بلکہ اُس کی محبوبہ شاہ بانو کی حیثیت رکھتی تھی۔ اُس پر ان خیالات کا اتنا اثر ہوا اور محبت کے جذبہ نے اُسے ایسا خود رفتہ کیا کہ وہ "حسین صوفیہ تو ہی میری ملکہ اور تو ہی میری سلطانہ بنے گی" کہتا ہوا عفت مآب حسینہ سے ہمکنار ہونے کے لیے آگے بڑھا۔ اس کے پُرشوق ہاتھ نازنین کی گردن کا حلقہ بنانے کو اُٹھے ہی تھے کہ بیروت کی دوشیزہ کے ساعدِ سیمیں کو جنبش ہوئی بجلی سی فضا میں چمکی اور آبدار خنجر سلطان کے سینے میں اُتر گیا۔ مجروح ایک بیساختہ چیخ کے ساتھ فرش پر گر پڑا۔ اُس کے لبوں پر "وفادار قاتلہ" کا جملہ آیا اور اُس کی روح اپنی بیگناہ مقتول ملکہ سے ناسموع معذرت کرنے کے لیے عالمِ بالا کو پرواز کر گئی ✦

صوفیہ روحانی طمانیت اور قدوسی تبسم کے ساتھ تحفظِ عصمت کی آخری کوشش کا انجام دیکھ رہی تھی کہ عبداللہ اور شہزادۂ رعنا جو سلطان اور صوفیہ کے مکالمہ کو اچھی طرح سن چکے تھے کمرہ میں داخل ہوئے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ صوفیہ کو یہ معلوم ہوا کہ شہزادۂ رعنا اور شاہی پیامبر ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں۔ اس نے شرمگیں مگر محبت آمیز نگاہوں سے اپنے نامزد کو دیکھ کر کہا "پیارے نامہ بر یا پیارے شہزادے، جلاد سے کہہ کہ اپنے کام میں دیر نہ کرے"۔ شہزادے نے صوفیہ کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا "میری سنہری زلفوں والی سلطانہ قاتل ہے مگر بیگناہ قاتل"۔ پھر عبداللہ اور شہزادۂ رعنا نے غور و فکر کے بعد یہ طے کیا کہ عبداللہ ایک کشتی پر سوار ہو کر دارالسلطنت سے فرار ہو جائے اور اس پُراسرار قتل کو اُنہی کی طرف منسوب کیا جائے چنانچہ یہی ہوا اور اس طرح یہ غمناک ٹریجیڈی مسرت انگیز کیمڈی سے بدل دی گئی ✦

(ترجمہ)

وحشی (شاہجہانپوری)

(کلام مہر بھرتپوری)

شلِ بہار آج ہے آمد بسنت کی ! | باغِ جہاں میں دھوم ہے بسنت کی
پھولے نہیں سماتے ہیں جان بیٹھے بہار | گاتی ہیں عندلیب خوشی آمد بسنت کی
ابر ہے نفرت اُس سے رغبت ہے ہمیں | کفر شر ہے اور ایمان خیر ہے

حضرت مہر کا دل بھی ہے عجب مستانہ | عیش میں شاد نہیں رنج میں ناشاد نہیں
کرے کیا خضر بیچارہ سکندر کی تھی بدبختی | پہنچ کر منزلِ مقصود پر مایوس پھر آیا
ارنی موسیٰ نے کہا لیکن جلایا کوہِ طور | کیا تماشا ہے طویلے کی بلا بندر کے سر
ہزار شکر جلا طور بچ گئے موسے | نقاب رُخ سے جو اُٹھتا تو جل گیا ہوتا
اے مہر دیکھ یاں بھلائی کی خود چھوڑ | ہے خیر بس جہاں میں اسی کارِ خیر سے

سلکِ گہر

(تخمیس غزل مرزا غالب)

کٹی کیا زندگی اپنی الم میں بیکلوں وہ بھی	مگر دستِ ستم سے بخت آرزو کے نیون وہ بھی
امیدِ زیست کا جو کچھ رہا سامان تھا وہ بھی	بساطِ عجز میں تھا ایک دل اک قطرہ خون وہ بھی
سو رہتا ہے باندازِ چکیدن سرنگوں وہ بھی

حقیقت میں بسر ہوا تمہیں سب تکلف سے	اگر وہ بھی ذرا ملنے لگے ہیں تکلف سے
مگر جب پاسِ خودداری رکھا اُن نے تکلف سے	رہا آزردہ میں اُس شوخ سے جینے تکلف سے
تکلف بر طرف تھا ایک اندازِ جنون وہ بھی

ہمائے ہجر میں یہاں ہنے آنسو صورتِ شبنم	کہ شاید اضطرابِ قلب کچھ ہو جائے اس سے کم
فغاں سے بڑھ گیا یاں او لیکن کرب کا عالم	نہ کرتا کاش نالہ مجھکو کیا معلوم تھا ہمدم
کہ ہوگا باعثِ افزائشِ دردِ درون وہ بھی

صلاحِ خیر کی امید یاں مجنوں سے کیا کیجے	تمنائے حصولِ سیم و زر تعار و نسے کیا کیجے
طلب جام لبالب شیشہ و آرو نسے کیا کیجے	مئے عشرت کی خواہش ساقیِ گردوں سے کیا کیجے
لیے بیٹھا ہے بس دو چار جامِ واژگوں وہ بھی

تکبر بھی حسین ہونے کا ہے کیا راز فرماؤ	ذرا چشمِ حقیقت میں خدارا ۔ باز فرماؤ
تظلم سے نہ اس حد تک یہاں ساز فرماؤ	نہ اتنا برّشِ تیغِ جفا پر ناز فرماؤ
مرے دریائے بیتابی میں ہے اک موجِ خون وہ بھی

نہ پوچھو اے راز جو کچھ مجھ پہ میں بولے یاراں	گلِ امید سا تیک رہا خالی مرادامان
کروں کیونکر میں اپنی آشکارا حسرتِ پنہاں	مرے دل میں ہے غالب شوقِ وصل و شکوۂ ہجراں
خدا وہ دن کرے جب اُس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی

سید امین الدین حسرت

مے پینے سے دل کو شادمانی گزری	کس لہو و لعب میں زندگانی گزری
وہ کام کیے جو کر نہ سکتے تھے ہیں	حسرت کس شغل میں افسوس جوانی گزری

ثاقب (بدایونی)

کلام ارشد (بھوجی)

نالۂ دلکش دم منہ سے نکل کر رہ گیا	اور اُدھر دل تھام کر کوئی سنبھل کر رہ گیا
حشر نے اس ناز سے یہ چال چل کر رہ گیا	فتنۂ محشر بھی زیرِ پا کچل کر رہ گیا
ذکرِ مرگِ قیس کا سنتے ہی اک حسرت کے ساتھ	اشکِ ماتم چشمِ لیلےٰ سے نکل کر رہ گیا
بلبلِ نالاں نے رو رو کر جو کھینچی آہ گرم	خانۂ صیاد بارش ہی میں جل کر رہ گیا
کوچۂ شعر و سخن میں گر نہیں بارش تو پھر	
پائے مضمون کس لیے ارشد پھسل کر رہ گیا

وہ پہلے دھمکیاں دیکر بڑے احسان لیتے ہیں	مجھے بیدردیاں ترسا کے میری جان لیتے ہیں
دمِ بادہ کشی جب چرخ پر بدلی نہیں ہوتی	سیہ چادر ہی بادل سمجھانیکو ہم تان لیتے ہیں
گلے پر رکھ کے خنجر عاشقِ شیدا کے فرمایا	ہم اپنے چاہنے والوں کی یونہی جان لیتے ہیں
مکانِ غیر پر وہ لاکھ جائیں رات چھپ چھپ کر	مگر پہچاننے والے انھیں پہچان لیتے ہیں
جنابِ شیخ پی بھی لیجئے بہتر ہے مری ضد و	جو اچھے لوگ ہیں کہنا ہر اک کا مان لیتے ہیں
بتان دہر سے اچھی نہیں ہے دوستی ارشد	
یہ وہ کافر ہیں ہر مومن کا جو ایمان لیتے ہیں

بڑھ گیا حد سے وہ جفا گستر	رحم کی اب کوئی اُمید نہیں
قتل ہونا تمہارے ہاتھوں سے	جان نثاروں کی کیا یہ عید نہیں
میں یہ کہتا ہوں کون دنیا میں	حضرت عشق کا مرید نہیں

بے آبروئی دیکھی جو جانبازِ عشق کی	پانی بھر آیا دیدۂ ابرِ سیاہ میں

مائل طرزِ ستم جب بہ ستم ایجاد ہو	کیوں نہ سرگرمِ فغاں پھر عاشقِ ناشاد ہو
شکوۂ جور و جفا سنکر لگا کہنے وہ شوخ	ہم نہیں سنتے سناؤ اور جو کچھ یاد ہو

حسرت دیدار دیکھیں کیونکر نکلے　　جبکہ وقت قتل منہ پھیرے ہوئے جلاد ہو

نکلے جو چھپ کے دیدۂ مجنون سے اک بار　　لیلیٰ کو پھر نہ ہو کبھی محمل کی آرزو

سمجھو تو سب ہی کچھ ہے نہ سمجھو تو کچھ نہیں　　روشن ضمیر پہ ہے جو ہے دل کی آرزو

خدا کے واسطے تم ناز سے چلا نہ کرو　　ہے میری جان پہ محشر بپا بپا نہ کرو

اٹھائے دست دعا دیکھو بد دعا نہ کرو　　کسی کے حق میں بھلے کے عوض برا نہ کرو

اٹھاتو اٹھتے ہی درد جگر بیاں اٹھا　　کسی کی بزم سے تم بیٹھا اٹھا نہ کرو

شمعرویوں سے لو لگا بیٹھے　　دل کو پروانہ سا جلا بیٹھے

رنج و غم سے بھری ہے محفل دل　　آئیں ارمان بیدل کیا بیٹھے

خدا سمجھے حسینان جہان سے　　ستم کرتے ہیں بڑھ کر آسمان سے

جناب شیخ جبہ بیچ ڈالا　　چلو پی آئیں نئے پیر مغان سے

بچا دو دامن دل تم بھی ارشد
وہ کچھ کہنے کو ہیں اپنی زبان سے

سید سعید میاں ارشد (بھرچی)

قطعہ

ممکن ہو جتنی طاعت رب کریم کر　　غافل ہے مغتنم یہ زمانہ شباب کا

فضل خدا سے فصل جوانی کا ہے شروع　　باب دوم ہے عمر رواں کی کتاب کا

جذبات بھی قوی ہیں بدن میں بھی زور ہے　　ہے امتیاز راہ خطاؤ صواب کا

ایسے ہی میں تو بندگی حق کا لطف ہے　　موقع ہے کسب خیر و حصول ثواب کا

غفلت شعار راہ نہ پیری کی دیکھ تو　　وہ وقت ہے تردد و رنج و عذاب کا

موجود اب جو دم ہے غنیمت سمجھ اسے
اس دار بے بقا میں ہے عالم حباب کا

عابد

عذرائے شام

یہ جمال عالم آرا یہ رخ کی یہ صفائی　　مہ نو یہ آسمان پر ترا طوق ہے طلائی

تو جو ناز آفرین ہے میں نیاز مند تیرا　　یہ فروغ حسن دلکش ہے مجھے پسند تیرا

یہ تری نشیلی آنکھیں یہ نگاہ ساحری فن　　دل و دین کو لوٹ لینگے کہیں تیکل و ستائین

رخ لالہ رنگ میں یہ گل یاسمین کی خوشبو　　ہیں ہلال ابرو تیرے جو تمہاری چشم جادو

یہ نگہ کی سحر بینی یہ نثار نوجوانی　　یہ شباب فتنہ پرور یہ بلا و اسنہ پیشانی

یہ مثال مشک و عنبر ہیں سیاہ تیرے گیسو　　یہ چمک رہے ہیں اختر کہ گہر ہے جبیں پہ ہر سو

تو نگاہ شوق میں نور جہان کی ہے جو تصویر　　ترے حسن دلنشین سے ہو مین رتے جہانگیر

ہمہ شہر پر زخوبان منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم بدبین نکند بکس نگاہے

عامی

تازہ غزلیں

حکیم محمد عابد علی صاحب کوثر (خیرآبادی)

دوائے درد دل تم ہو مریضوں کی شفا تم ہو　　مبارک وہ مرض ہے میری جان جسکی دوا تم ہو

مسیح درد فرقت درد مندوں کی دوا تم ہو　　ہماری آرزو تم ہو ہمارا مدعا تم ہو

غریبوں کا سہارا بیکسوں کا آسرا تم ہو　　جو ہے منجدھار میں کشتی اسکے ناخدا تم ہو

ہمیں کیا باغ عالم میں اگر فصل بہار آئی　　ہمارے غنچۂ دل کے لیے باد صبا تم ہو

کہاں سے آئینگی یہ شوخیاں حوران جنت میں　　زمانہ مانتا ہے جو حد ناز و ادا تم ہو

کٹیں دن آہ و زاری میں تو راتیں تارے گن گن　　ہماری طرح دل آئے کسی پر مبتلا تم ہو

ہماری حسرتوں کا دم گھٹا جاتا ہے سینے میں　　قیامت ہے شب وصلت بھی پابند حیا تم ہو

بچھڑ نا روح کا تن سے گوارا ہو نہیں سکتا　　وہ کیونکر مر نہ جائے جسکے پہلو سے جدا تم ہو

دلی نفرت ہے تم کو چاہنے والوں کی صورت سے　　ہزاروں قتل ہو جائیں اگر فرمان روا تم ہو

مزا تو امتحان قتل کا جب ہے کہ محشر تک　　نہ سر کے حلق سے خنجر نہ سینے سے جدا تم ہو

ہجوم بیخودی میں پوچھتا ہوں عکس دلبر سے　　جسے سب پیار کرتے ہیں وہی کیا نقش عالم ہو

یہ رعب حسن چھا جائے تن آگے واعظ ہو پسینے
قیامت ہو بپا گر حاکم روز جزا تم ہو

لپٹ کر میری میت سے بعد حسرت وہ کہتے ہین
منانے سے نہین منتے ہو آج ایسے خفا تم ہو

بر ابر کی علین جو ہین منہ آئے رقابت مین
انھین کو مین بھی چاہون جس کسی پر مبتلا تم ہو

نظر آیا عجب نیرنگ قدرت کفر و ایمان مین
کلیسا مین حرم مین دیر مین جلوہ فرما تم ہو

وہ بولے میری میت سے نہ روٹھو ہم مناتے ہین
نہین منہ بولتے اب ہم خفا ہین یا خفا تم ہو

چھپاؤ لاکھ کوثر شکل سے وحشت برستی ہے
کہین پھر حلقۂ زلف دوتا مین مبتلا تم ہو

سید علی رضا صاحب ماہر (کنتوری)

حسین جب چلتے پھرتے کوئی چھلاوہ اُٹھا لیتے ہین
کھڑے ہو کر ذرا ہم بھی تماشا دیکھ لیتے ہین

خم و ساغر ہمارے سے لپٹ جاتے ہین اگر
نگاہ یاس سے جب جب ہے مینا دیکھ لیتے ہین

بگڑنا انکا گویا اک زمانہ کا بگڑنا ہے
نکلتی پاؤن کے نیچے سے دنیا دیکھ لیتے ہین

ترے عاشق کی آنکھین اک طلسم باغ فطرت ہین
تری خشکی مین اور خشکی مین دریا دیکھ لیتے ہین

ہمیشہ جان پہ کھیلے ہوئے ہین راہ الفت مین
قدم رکھتے ہی ہم خون تمنا دیکھ لیتے ہین

ہمیشہ چارہ گر رہ جاتے ہین افسوس مل کر
ترے کشتوں کو پھر پھر کر مسیحا دیکھ لیتے ہین

نظر جب پھیرتے ہین لب پہ جان آتی ہے اے ماہر
عیادت کرکے وہ مجھکو تو اتنا دیکھ لیتے ہین

مولوی محمد حسین صاحب محوی (لکھنؤی)

غم حبیب مری زندگی کا ہمدم ہے
وہ بیوفا نہ ملے اُسکا غم ہی کیا کم ہے

نہ کچھ خوشی کی خوشی ہے نہ غم کا کچھ غم ہے
ہمین تو عشق سے اک بیخودی ہی ہر دم ہے

الٰہی طول مرض نے یہ کیا سلوک کیا
کہ میرے مرنے کی امید اب اُسے کم ہے

ہمین تو جرأت اظہار شوق دی یارب
بلائے وہ کہ تم آؤ آج برہم ہے

مزہ با شوق سے انھین ہنس کے حال دل کہئے
یہی ہنسی مرے زخم جگر کا مرہم ہے

غرور حسن سے ٹوٹا نہ حوصلہ میرا
کہ اب بھی آپ سے ملنے کی سعی پیہم ہے

جفا بھی حسن کی ہے اک ادا تو کیون کہئے
کہ اہل حسن مین خوئے وفا بہت کم ہے

مبارک آپ کو یہ عیش یہ خوشی یہ ہنسی
ہمین تو آٹھ پہر اپنے دل کا ماتم ہے

ٹپری ہین شہر خموشان کی بستیان سُونی
زمین سے تا بفلک ایک ہی کا عالم ہے

نئی مجھے غم دنیا سے مر کے آزادی
خوشی کی بات تھی پھر دوستونکو کیون غم ہے

مین جوش گریہ پہ ہم کو کسطرح روکون
کہ آج دل مین کئی حسرتون کا ماتم ہے

فسانہ عشق و محبت کا کیا سنائین ہم
کہ اس مین درد تو بے حد مگر مزا کم ہے

یہی ہے جان تمنا یہی ہے جان شباب
مزاج یار مین جو سادگی کا عالم ہے

تڑپ تڑپ گئے سُن سُن کے اہل دل محوی
تری زبان پہ یہ کس کا فسانۂ غم ہے

ابواللسان مولوی محمد صدیق حسن صاحب سفیر (لکھنوی)

سر پر آئی ہوئی آفت کو جو ٹالا نہ گیا
مجھسے تقدیر کے لکھے کو مٹایا نہ گیا

ندیان خون کی مقتل مین بہا دین لیکن
ایک آنسو مری میت پہ بہایا نہ گیا

مہندی پاؤن مین لگی تھی شب وعدہ انکے
دو قدم چلکے مرے پاس تک آیا نہ گیا

مفت مین کر دیا بدنام رقیبون نے مجھے
مین تو کمبخت یہین تھا کہین آیا نہ گیا

دوستی خاک نبا ہوگے کسی سے کرکے
تمسے اک قول بھی جب اپنا نبھایا نہ گیا

سوتے فتنون کو تو تم خوب جگا لیتے ہو
میری سوتی ہوئی قسمت کو جگایا نہ گیا

چرخ کی چشم زحل دیکھو کھلی ہے اب تک
اس مین اے آہ کبھی کوئی تیر لگایا نہ گیا

ایسے جینے سے مجھے مار ہی ڈالا ہوتا
زہر بھی گھول کے تمسے تو پلایا نہ گیا

بس اسی بات پہ تم کو دتے پھرتے تھے کلیم
طور پر جلوۂ محبوب کو دکھایا نہ گیا

غیر چپ چاپ چٹا لین بلائین تری انجمن مین
مر گیا رشک سے مین دیکھ کے دیکھا نہ گیا

چھوڑ تو دے سفیر عشق حسینونکا مگر
وہ یہ سمجھینگے کہ اُنسے ہمین چاہا نہ گیا

امام الکلام پہلوان سخن جناب مولانا ثاقب صاحب (بدایونی)

خیال سجدۂ ابرو جو دل مین تو آئے
تو آب خنجر قاتل سے بے وضو آئے

عدم سے دل مین یہی لیکے آرزو آئے
کہ نقش دہن یار روبرو آئے

ازل سے کرتے ہوئے جسکی جستجو آئے
وہ آج دل مین تو ظرف جل شعلہ آئے

متاع پیر خرابات جب ہوئی تقسیم
ہمارے ہاتھ بھی ٹوٹے ہوئے سبو آئے

مٹا کے صورت نقش قدم نشان اپنا　　تری گلی مین ترے محو جستجو آئے
جو چاک سینہ دکھاؤن کبھی تو کہتے ہین　　کہ تیغ ناز کا ڈورا پئے رفو آئے
ملے ہین خاک مین اہل سخن کی باتون سے　　ہمارے غسل کو ناصح بہ آبرو آئے
بتون کی عقل پہ کیسے پڑ گئے پتھر　　خدا کے گھر کو بنا کر مقام ہو آئے
جو چاہئے ضعف مین پھر سے پیکر [illegible]　　نہ [illegible] تھا بہشت وفا شو آئے
دکان پیر مغان ہو کہ روضۂ رضوان　　کہین سے آئے شراب کہن کی بو آئے
ہزار دیدہ و دل فرش راہ ہون ظالم　　جہاں روش پہ تری چرخ فتنہ جو آئے
بجھے ہین آج وہ غصے مین جامے سے باہر　　کہین نہ ایسے مین آئینہ روبرو آئے
جو تہ کبھی محبت کی کوہکن پہنچے　　تو ہمسر شیر نظر شکل آبجو آئے
پہنچ گئے ضعف مین سینے پہ ہاتھ مرا [illegible]　　کہ جیسے دست دعا مانگ [illegible] آئے
مزار داغ پہ جب بہر فاتحہ پہنچے　　ہماری آنکھ کے آنسو پئے وضو آئے
کہین گئی نہین دلبر مین [illegible] کی　　ہماری قبر پہ تم آؤ یا عدو آئے
جو ہم چمن جان چرا کر تو سکے صید نظر　　حریم کعبہ سے آواز قبلہ رو آئے
اسیلیے ہمین خون جگر سے پالا تھا　　کہ لعل اشک بہا نیکو آبرو آئے
چمن مین بادہوائی کی کاروان بہار　　جو چٹکین غنچے تو آواز طرقوا آئے
جناب شیخ کے پہلو مین حکم ساقی ہے　　جو رند آئے وہ لیکر گل کدو آئے
شراب ناب کے رکھنا ہی قبر پہ چراغ　　جو بہر فاتحہ وہ مست شعلہ رو آئے
جنون مین بھی یہ تقاضا ہے پردہ داری کا　　نہ تار دامن مریم پئے رفو آئے
بس ایک تصور جانان تلاش کی حد تھی　　کسی جگہ سے نہ شرمندہ ہو کے تو آئے

بھر آئے دیدہ و دل توبہ کرتے ہی ثاقب
چھٹے ہوئے نظر ساغر و سبو آئے

مسٹر ایس ڈبلیو بٹلر عابد

عدو کو اس نے بنایا ہے رازدان اپنا　　کسے دکھاؤن اب دل تپان اپنا
وہ چاہتے ہین کہ ہون قتل دست غیر سے ہم　　عجیب شکل سے ہوتا ہے امتحان اپنا
خموشی اس بت نازک بدن کو نالۂ صور　　دل ستم زدہ خو کردۂ فغان اپنا
جگر کے داغ سے کھاتا ہے داغ لالۂ باغ　　بنا ہے غیرت گلزار گلستان اپنا
ارادۃً یہ ادا ہے کہ التفات نہین　　نہین کہ ان پہ نہین حال دل عیان اپنا
فغان و شورش و فریاد و آہ و نالہ دین　　ہوا ہے جس سے فلک قافلہ روان اپنا
مٹا کے طرز تغافل نے آپ کی چھوڑا　　تباہ کر کے رہا گریۂ نہان اپنا

بقول شیخ عدو کیا کرے گا عابد جب
ہر ایک حال مین ہے یار مہربان اپنا

آپ کی توجہ درکار ہے

العصر کی وجہ سے آج کل مین غیر معمولی پریشانیون اور کشمکش مین مبتلا ہون - مگر اسکے باوجود حتی الامکان اسکی کوشش کرتا ہون کہ العصر کے مطالعہ سے آپ کو حظ حاصل ہو اور نفع پہنچے - آپ بھی کوشش کیجیے کہ العصر کی مالی مشکلات رفع ہون اور اسکی ہستی برقرار رہے اپنے علم دوست احباب کو توجہ دلائیے کہ العصر کی علمی و ادبی کوششین اُنکی اعانت کی محتاج ہین - جہان بڑی بڑی رقمین تکلفات و تعیشات مین خرچ کیجاتی ہین چھ آنہ ماہینہ العصر کے نام بھی سہی - امید ہے کہ معاونین جلد شکریہ کے موقعہ عنایت فرمائینگے -

بر کریمان کارہا دشوار نیست

خادم پیارے لال شاکر (میرٹھی) مالک و ایڈیٹر رسالۂ العصر لکھنؤ

ادبِ اُردو کا ماہوار رسالہ

العصر

مرتبۂ

پیارے لال شاکر (میرٹھی)

جلد ہفتم (۷)

جولائی لغایت دسمبر ۱۹۱۷ء

جس میں

ساٹھ (۶۰) کے قریب نامور اہلِ قلم حضرات کے تقریباً اسّی (۸۰)

مضامین نظم و نثر مندرج ہین

مقام اشاعت

دفتر رسالۂ العصر حضرت گنج لکھنؤ

قیمت فی جلد ۶ع

(۷)

فہرست مضامین جلد ہفتم

(نثر)

(نظم)

منشی پیارے لال صاحب ٹھاکر و برہمچاری مالک و ایڈیٹر کے لیے بابو منوہر لال صاحب بھارگو بی اے سپرنٹنڈنٹ نولکشور پریس لکھنؤ میں چھاپ کر شائع کیا